بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ — اَحْمَدُ — حَامِدٌ — مَحْمُوْدٌ — قَاسِمٌ

عَاقِبٌ — فَاتِحٌ — شَاهِدٌ — حَاشِرٌ — رَشِيْدٌ — مَشْهُوْدٌ — بَشِيْرٌ — نَذِيْرٌ

دَاعٍ — شَافٍ — هَادٍ — مَهْدٍ — مَاحٍ — مُنْجٍ — نَاهٍ — رَسُوْلٌ

نَبِيٌّ — اُمِّيٌّ — تِهَامِيٌّ — هَاشِمِيٌّ — اَبْطَحِيٌّ — عَزِيْزٌ — حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ — رَءُوْفٌ

رَحِيْمٌ — طٰهٰ — مُجْتَبٰى — طٰسٓ — مُرْتَضٰى — حٰمٓ — مُصْطَفٰى — يٰسٓ

اَوْلٰى — مُزَمِّلٌ — وَلِيٌّ — مُدَّثِّرٌ — مَتِيْنٌ — مُصَدِّقٌ

طَيِّبٌ — نَاصِرٌ — مَنْصُوْرٌ — مِصْبَاحٌ

مُحَمَّدٌ
صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اٰمِرٌ — حِجَازِيٌّ — نَزَارِيٌّ — قُرَشِيٌّ

مُضَرِيٌّ — نَبِيُّ التَّوْبَةِ — حَافِظٌ — كَامِلٌ

صَادِقٌ — اَمِيْنٌ — عَبْدُ اللّٰهِ — كَلِيْمُ اللّٰهِ — حَبِيْبُ اللّٰهِ — نَجِيُّ اللّٰهِ

صَفِيُّ اللّٰهِ — خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ — حَسِيْبٌ — مُجِيْبٌ — شَكُوْرٌ — مُقْتَصِدٌ — رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ — قَوِيٌّ

حَفِيٌّ — مَامُوْنٌ — مَعْلُوْمٌ — حَقٌّ — مُبِيْنٌ — مُطِيْعٌ — رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ — اَوَّلٌ

اٰخِرٌ — ظَاهِرٌ — بَاطِنٌ — نَبِيُّ الرَّحْمَةِ — يَتِيْمٌ — كَرِيْمٌ — حَكِيْمٌ — خَاتَمُ الرُّسُلِ

سَيِّدٌ — سِرَاجٌ — مُنِيْرٌ — مُحَرَّمٌ — مُكَرَّمٌ — مُبَشِّرٌ — مُذَكِّرٌ — مُطَهَّرٌ

قَرِيْبٌ — خَلِيْلٌ — مَدْعُوٌّ — جَوَّادٌ — خَاتِمٌ — عَادِلٌ — شَهِيْرٌ — شَهِيْدٌ

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرورکونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ہفتم

غزوۂ حنین تا مرض النبی علیہ السلام

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
A-103 کینال ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی - لاہور (پاکستان)

سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اشاعت اول	----	27 رمضان المبارک 1428ھ (10 اکتوبر 2007ء)
مؤلف	----	رانا محمد سرور خاں
ناشر	----	رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
تعداد	----	1100
مطبع	----	شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ہدیہ (مکمل سیٹ)	----	8800 روپے

ISBN 9789699116-09-4 Vol. 7

حسن ترتیب

غزوۂ حنین میں پیش آنے والے واقعات

گوہم غزوہ حنین کے بارے میں ممکنہ حدتک تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ کفار کا انجام اور مسلمانوں کی فتح پر سیر حاصل بحث بھی ہو چکی مگر کچھ واقعات ایسے بھی پیش آئے جن کا ذکر نہ کرنا گویا غزوہ حنین کو ادھورا چھوڑ دینا ہے یہ ایمان افروز واقعات ایسے ہیں جن کو پڑھ کر ہر مسلمان حق کے شیدائیوں پر دل و جان قربان کرنے سے بھی نہیں رکتا۔ ان واقعات کو ہم ذیل میں قدرے تفصیل کے ساتھ قلم بند کر رہے ہیں۔

ہوازن کے رئیس کا خاتمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں قبیلہ ہوازن کا ایک رئیس مسلمانوں پر سخت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس شخص کو مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے دیکھا تو شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال شجاعت کا عملی مظاہرہ فرماتے ہوئے اس حملہ آور کے اونٹ کے گھٹنوں کے اندر اسقدر طاقت سے تلوار کا وار کیا کہ اونٹ ضرب حیدری سے اُلٹے منہ گرا۔ اسی اثنا میں انصاری مجاہد نے اس رئیس پر حملہ کر دیا اور ایک ہی وار میں اس کا پاؤں نصف پنڈلی تک کاٹ دیا جس کے نتیجہ میں وہ حملہ آور اپنے اونٹ کے کجاوے سے زمین پر آ گرا اور یوں واصل جہنم ہوا۔

عثمان بن عبداللہ کا قتل

غزوہ حنین میں مسلمانوں کے سخت حملے کے نتیجہ میں ہوازن جلد از جلد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تو ان کے بعد بنی مالک کے لوگوں کی باری آئی۔ مسلمانوں نے بنی مالک پر اس قدر زوردار حملہ کیا کہ جس کے نتیجہ میں اس قبیلے کے ستر (70) آدمی مارے گئے۔ ان مرنے والوں میں عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث بن حبیب ابن ام حکیم بنت ابوسفیان کا دادا بھی شامل تھا۔ لڑائی کی ابتداء کے وقت قبیلے کا جھنڈا اسکے ہاتھ میں تھا جب وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تو جھنڈے کو عثمان بن عبداللہ نے سنبھال لیا اور خوب شجاعت سے لڑا مگر انجام کار، مارا گیا۔ اسکے قتل کی اطلاع سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ بہت اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ہلاک کر دیا کیونکہ وہ اہل قریش کا سخت ترین دشمن تھا''۔

دشمنان اسلام کا فرار اور ان کا تعاقب

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ اس غزوہ میں چار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جبکہ دوسری طرف مشرکین کے ستر (70) آدمی مارے گئے۔ شہید ہونے والوں میں حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضرت

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدہ کی جانب سے بھائی تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادموں میں شامل تھے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مشرکین میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ اٹھے۔ ان فرار ہونے والوں کے تین گروہ تھے جن میں سے ایک گروہ مالک بن عوف کے ہمراہ طائف کے قلعہ کی طرف فرار ہو گیا دوسرا گروہ وادی نخلہ کے بطن کی طرف بھاگ گیا۔ جبکہ تیسرا گروہ اپنے مال واسباب کی حفاظت کے لیے بھاگ کھڑا ہوا۔ ان لوگوں کے مال واسباب کے ذخائر اوطاس میں تھے۔ جنکی حفاظت کے لیے گروہ میدان جنگ سے فرار ہوا۔ اس روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا۔ "مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ":

"جو مسلمان جس مشرک کو قتل کرے گا اس کا سامان قتل کرنے والے کی ملکیت ہوگا"

ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یا سریہ اوطاس

مشرکین جب میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو موسیٰ اشعری عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر بن اود بن زید بن یشجب۔ اشعر قبیلہ یمن میں آباد تھا) کو ایک دستے کے ہمراہ اوطاس کی طرف روانہ فرمایا تا کہ بھگوڑے دشمن کا پیچھا کر کے انکو قرار واقعی سزا دی جا سکے اس دستے کے ہمراہ حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے۔ مسلمان دستہ جب مشرکین کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ دشمن رک رہے ہیں۔ مسلمان دستہ مشرکین کے بالکل ہی قریب پہنچ گیا تو دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا اس حملے میں بوڑھا سردار قوم درید بن صمہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا ایک روایت کے مطابق وہ حضرت ربیعہ ابن رفع سلمی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جبکہ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داد شجاعت دیتے ہوئے نو (9) مشرکوں کو واصل جہنم کیا۔ لڑائی کے دوران سلمۃ بن درید نے ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھٹنے میں ایک تیر مارا جسکی وجہ سے سالار دستہ نے جام شہادت نوش کیا۔ اس موقعہ پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستے کا جھنڈا اٹھایا۔ دشمن فرار ہو گیا اور یوں اہل حق یہاں بھی غالب رہے۔

سریہ اوطاس

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سریہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھے جس وقت ایک مشرک درید نے ان کے چچا کے گھٹنے میں تیر مارا اور وہ زخمی ہو گئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا سے پوچھا آپ کو کس نے زخمی کیا ہے انہوں نے فرمایا اس شخص نے جو تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ایک ہی وار سے سلمۃ بن درید کا کام تمام کر دیا۔

حضرت ابوعامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھٹنے میں جب بنی جشم کے ایک آدمی کا چلایا ہوا تیر پیوست ہو گیا تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چچا کے گھٹنے سے تیر کھینچ کر باہر نکالا تو اسقدر تیزی سے خون بہنے لگا کہ چچا زندگی سے مایوس ہو گئے انہوں نے اپنے بھتیجے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے میرے بھتیجے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا اور یہ بھی عرض کرنا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے دعا مغفرت فرمائیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح کے بعد جب میں واپس لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ کے اندر تشریف فرما ہیں۔ اس وقت آپ کھجور کی چھال سے بنائے ہوئے ایک بوریئے پر آرام فرما رہے تھے۔ میری خیمہ میں آمد پر مجھے شرف ملاقات بخشا میں نے دیکھا کہ جس بوریئے پر تشریف فرما تھے اس کی رسیوں کے نشان پشت مبارکہ پر پڑ چکے تھے۔ میں نے سلام کے بعد سارا واقعہ عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُن کر پانی طلب فرمایا اور پھر وضو فرمایا، دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اپنے دونوں ہاتھ اس حد تک بلند فرمائے کہ آپ کی بغل مبارکُ کی سفیدی مجھے نظر آ گئی پھر فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اغفر لعبیدابی عَامر''

اے اللہ عبید ابو عامر کی مغفرت فرما۔

پھر فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ اجعله یو القیٰمةفو ق کثیر منْ خلقک منَ النا س''

''اے اللہ قیامت کے روز اسکو بہت سے بندوں سے اونچا فرما۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے بھی دُعائے مغفرت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغْفِر لِعَبدِاللہ ابنِ قَیْسٍ وَاَدْخِلْہُ یَو مَ القِیمٰۃ مُدْ خلاً کَرِ یْمًا ۔

(از: بخاری شریف باب غزوہ اوطاس صفحہ 619)

ترجمہ:۔ ''اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہوں کی مغفرف فرما اور قیامت کے دن اِسکو یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزّت کی جگہ میں داخل فرما''۔

مُسلمانوں کے شہسواروں کے ایک دستہ نے نخلہ کی طرف پسپا ہونیوالے مشرکین کا تعاقب کیا ان کو واصلِ جہنّم کیا اور اس جھڑپ میں درید بن صمّہ کو پکڑ لیا بعد میں اُسے حضرت ربیعہ بن رفع سلمی نے قتل کر دیا۔ لیکن اکثر اہل سیر نے روایت کی کہ درید بن الصمّہ کو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

شکست خوردہ مشرکین کی تیسری ٹولی جو کہ اصل میں ایک گروہ کی شکل میں تھی اور طائف کی طرف فرار ہو گئی تھی۔ ان کا سردار اور متحدہ لشکر مشرکین کا سپاہ سالار اعلیٰ بھی ان میں شامل تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مال

غنیمت جمع فرمانے کے بعد اس گروہ کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

دُرید بن الصّمہ کا قتل

طبری کی روایت میں درید بن الصّمہ کے قتل کا واقعہ مذکورہ واقعے سے کچھ مختلف ہے اسلئے یہاں تاریخ طبری کے حوالے سے وہ واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔نخلہ کی طرف مشرکین کی ٹولی بھاگ کر جارہی تھی کہ اہلِ حق کے گھوڑسوار دستے نے ان کو پکڑ لیا۔اس دستہ میں ربیعہ بھی شامل تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک اونٹ کو پکڑا جس پر ایسا کجاوہ تھا جیسے عورتوں کے بیٹھنے کے لئے بنایا جاتا ہے میں نے تلوار کا وار کیا تو کجاوا زمین پر گر گیا۔اس میں ایک نہایت ہی لاغر اور سن رسیدہ بڈھا بیٹھا ہوا تھا۔جس کو میں پہچانتا نہیں تھا۔اس بوڑھے نے مجھ سے پوُچھا کہ تم کیا چاہتے ہو میں نے جواب دیا تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اسکے ساتھ ہی میں نے درید پر تلوار کا وار کیا مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔درید نے مجھے کہا تیری ماں نے تجھے بہت ہی نکمّی تلوار دے کر میدان جنگ میں بھیجا ہے پھر وہ بوڑھا بولا میری تلوار کجاوے میں پڑی ہے اسکو پکڑ اور مجھ پر وار کر۔مگر یاد رہے یہ وار میری ہڈیوں پر مت کرنا بلکہ دماغ پر وار کرنا کیونکہ میں خود اپنی جوانی میں لوگوں کو اسی طریقے سے قتل کیا کرتا تھا۔تم جب میرا کام تمام کر دو تو اپنی والدہ سے جا کر کہنا کہ میں نے درید بن الصّمہ کو قتل کر دیا ہے۔یاد رکھو میری زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے ہیں کہ میں نے تمہاری عورتوں کو دشمن سے لڑ کر آزاد کرایا ہے اور ان کی جانیں بچائی ہیں۔بنو سلیم بیان کرتے ہیں کہ مجھے خود ربیعہ نے یہ بات بتائی کہ میں نے درید کو اسکی ہدایت کے مطابق جب قتل کیا تو اس کا ستر کھل گیا۔میں نے دیکھا کہ اسکی رانوں کا اندرونی حصّہ گھوڑسواری کی وَجہ سے کاغذ کی مانند صاف تھا اور وہاں کوئی بال باقی نہیں بچا تھا۔ربیعہ نے واپسی پر اپنی والدہ کی بتایا کہ میں نے دُرید کو قتل کر دیا ہے والدہ نے کہا خدا کی قسم اس نے تمہاری تین ماؤں کو تین مرتبہ دشمن کے نرغے سے آزادی دلائی تھی۔

اُمّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ملحان

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر اُمّ سلیم بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس جنگ میں شریک تھیں۔ اس زمانے میں وہ حاملہ تھیں اور اسی حمل سے ان کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔اُم سلیم کے بیٹے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُم سلیم میرے باپ مالک کے نکاح میں تھیں پھر میرے باپ کفر کی حالت میں ہی مر گئے۔تو میرے چچا ابوطلحہ نے ان سے اپنا رشتہ دیا۔اس وقت ابوطلحہ بھی کافر تھے اس لئے اُم سلیم نے ان کو رشتے سے انکار کر دیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی ابوطلحہ مسلمان ہو گئے تو اُم سلیم نے ان سے کہا۔"میں اب تم سے شادی کرنے پر راضی ہوں اور تم سے کوئی مہر نہیں لوں گی بس تمہارا اسلام ہی میرا مہر ہے۔" مذکورہ ابوطلحہ اور اُم سلیم کے بیٹے عبداللہ ابن ابوطلحہ سے نو (9) بیٹے ہوئے جو سب کے سب حافظ قرآن ہوئے۔ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چادر سے اپنی کمر باندھ رکھی تھی وہ

اپنے خاوند کے ہمراہ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھیں کہ کہیں ڈر کے مارے بھاگ نہ جائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھ کر آواز دی جواب میں بولیں حاضر ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان ابتدائی شکست کھا کر بھاگنے والے لوگوں کو اُسی طرح قتل فرما دیں جس طرح دشمن کو قتل فرماتے ہیں۔ یہ لوگ آپ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اسی سلوک کے مستحق ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بس اللہ ایک ہے''۔ اس وقت اُم سلیم کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوُچھا یہ خنجر کیوں لئے ہوئے ہو؟ جواباً بولیں اسلئے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اس کا کام تمام کردوں خاوند نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اُم سلیم کا جواب سماعت فرمایا ہے۔ اس روز ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت کے مطابق تنہا بیس مشرکوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق دس مشرکوں کو تن تنہا قتل کرنے کے بعد ان کا سارا سامانِ غنیمت حاصل کیا۔

حضرت ابوُ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

بنوہوازن کی شکست کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اہلِ حق یعنی مسلمانوں میں سے جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کا سارا مال قتال کا مالِ غنیمت ہوگا''۔ اس موقع پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک کافر کو سخت مقابلے کے بعد قتل کیا تھا۔ مگر علم نہیں اسکی زرہ کس نے اتار لی ہے۔ یہ سُن کر قریب سے ہی ایک شخص نے شرمندہ ہو کر کہا وہ زرہ میں نے اتار لی تھی یہ زرہ حاضر ہے۔ اس روز جس مُسلمان نے جس چیز کا دعوٰی کیا کسی دُوسرے نے اسکی تردید نہیں کی بلکہ وہ چیز دعویٰ دار کو پیش کر دی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج شیروں کے شیر سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا مالِ غنیمت نہیں ملا جس کے وہ مستحق تھے۔ جواب میں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے سچ کہا''۔ ایک دوسری روایت میں یہ قول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

بعض روایات میں آتا ہے کہ مکہ مکرّمہ میں چار سو مُشرکین مُسلمان ہوئے جو کہ اس غزوہ میں شامل تھے ان کے علاوہ سولہ سو ایسے اہلِ مکّہ تھے جو اِسلام نہیں لائے تھے صرف مالِ غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ جیسے صخر بن حرب اور صفوان بن امیّہ وغیرہ۔ مگر جب یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تو ان کو بھی مالِ غنیمت سے محروم نہ رکھا گیا بلکہ انہیں مالِ غنیمت میں سے حِصّہ عطا ہوا۔

ابنِ اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس غزوہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں

ایک عورت قتل ہوگئی اس بات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا تو آپ علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ ”بچوں، عورتوں اور غیر مسلح لوگوں کو قتل مت کریں“۔

شیماء بنت الحارث کی عزّت افزائی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دستہ کو دشمنوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا تھا اس دستے نے سعد بن بکر کے ایک آدمی کو اسکے اہل وعیال سمیت گرفتار کرلیا اس شخص کی بہن شیما بنت حارث بن عبدالعزّٰی بھی گرفتار ہونے والوں میں شامل تھیں۔ یہی شیما سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن تھی۔ مسلمان دستے کے افراد ان قیدیوں کو گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت اقدس میں پیش کرنے کے لئے لائے۔ راستے میں شیماء نے ان کو بتایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو میں تمہارے آقا ومولیٰ کی رضاعی بہن ہوں۔ اس وقت کسی نے شیما کی بات کو سچ نہ مانا اور سختی سے دربار رسالت میں پیش کیا۔

شیما نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی عرض کیا میں تو آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تم کس کی بیٹی ہو“۔ شیماء نے عرض کیا میں حلیمہ سعدیہ کی بیٹی ہوں اور ہم دونوں نے اسی عورت کا اکٹھے دودھ پیا ہے یہ سُن کر آپ نے شیما کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور فرمایا ”اگر تم میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو میں تمہیں ہمیشہ عزّت واحترام سے اپنے پاس رکھوں گا اگر تم اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہو تو تمہیں بہت کچھ دے کر گھر واپس کردوں گا“۔ شیما نے کہا بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے میرے گھر بھجوا دیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیماء کو بہت سا مال اور ایک مکحول نامی غلام بھی دے کر جسکے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی شیماء کو گھر روانہ کردیا۔ شیماء نے بعد میں اس مکحول غلام کی شادی اس لونڈی سے کردی اور یوں بنی سعد میں آج تک اس غلام اور لونڈی سے پیدا ہونے والی نسل موجود ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ شیماء جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر واپس قبیلہ میں گئیں تو اسلام کی دولت سے مالا مال ہوکر گئیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”اصابہ“ میں تحریر کیا ہے کہ غزوہ حنین (شوال 8 ہجری) کے بعد جب حضور علیہ السلام ”جعرانہ“ میں تشریف فرما تھے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی اور اپنی چادر مبارک بچھا کر انہیں بٹھایا۔ ”روض الانف“ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حارث بن عبدالعزّٰی حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد ایک دفعہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور مشرکین کے بہکانے کے باوجود انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اس پر خوب ثابت قدم رہے ظاہر ہے کہ اپنے شوہر کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی یقیناً سعادت اسلام حاصل کرلی ہوگی اس طرح ان کے شرف صحابیت میں کوئی شک نہیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سال

وفات کے بارے میں کتب میں صراحت نہیں ملتی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

اس غزوہ میں جب دشمن میدان چھوڑ کر سخت بدحواسی میں بھاگ گیا کچھ دُور تک مسلمان گھوڑ سوار دشمن کے تعاقب میں بھی گئے۔ جب سب لوگ واپس آ گئے تو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ دشمن کے قیدی اور سارا مالِ غنیمت ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ حسب حکم سب کچھ ایک جگہ جمع کر لیا گیا۔ اس مال اور اسیران جنگ کی تفصیل یہ تھی۔

قیدیوں کی تعداد تقریباً	:	چھ ہزار
اونٹوں کی تعداد	:	چوبیس ہزار
بکریوں کی تعداد	:	چالیس ہزار
چاندی کی تعداد	:	چار ہزار اوقیہ، جو کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم یعنی چھ کوئنٹل سے کچھ کیلو گرام کم تھی۔

جب سارا مال ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ''اس مال کو جعرانہ کے مقام پر روک دیا جائے'' پھر حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مال کی نگرانی پر مامور فرمایا کہ'' جب تک ہم غزوۂ طائف سے واپس نہیں آجاتے اسکی بدستور حفاظت کی جائے، واپسی پر مجاہدین میں تقسیم کیا جائیگا''۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے فیصلے میں اس لئے دیر فرمائی کہ طائف سے واپس آنے تک جو ان کو مہلت ملے گی اس میں شاید اسیران حنین کا کچھ حصّہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے کیونکہ ان کو مذہبِ اسلام کی حقانیت کے بارے میں تفصیل و آرام سے سوچ و بچار کا موقع مل جائیگا جو ان لوگوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

شہداءِ غزوۂ حنین

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہ ان مجاہدین کے اسماء ہیں جنہیں غزوہ حنین میں شہادت نصیب ہوئی۔

(1) قبیلہ قریش کی شاخ خاندان بنوہاشم میں سے ایمن بن عبید

(2) خاندان بنو اسد بن عبد عزّی میں سے یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد (ان کی موت اس طرح ہوئی کہ ان کا گھوڑا جس کا نام جناح تھا اور اس نے گرا دیا اور وہ شہید کر دیئے گئے)۔

(3) انصار کے قبیلہ بنوعجلان میں سے سراقہ بن حارث بن عدی۔

(4) قبیلہ اشعر میں سے ابو عامر اشعری

ابنِ مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بنو ہوازن کے اجتماع کثیر کی اطلاع سُن چکے تو آپ لشکرِ اسلام کو ہمراہ لے کر ان کُفّار کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے مکّہ مکرمہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس موقعہ پر ابن مرداس سلمی نے جو اشعار بیان کئے ان کو ترجمہ کے ساتھ رقم کیا جاتا ہے۔

اشعار:۔

اَصَا بَتَ الْعَا مَ رِ علاً غوُ لُ قَوْ مِهِمْ
وَسطَ البُيُوتِ وَلَوْ نَ الْغوْ لُ اَلْوَانُ
يَا لَهْفَ اُمّ كِلاَ بٍ اِذتُبَيّتهُمْ
خَيلُ ابنُ هَوْ ذَ ةَلاَ تَنْهٰى وَانِسَا نُ
لاَ تَلْفِظُوْ هَا وشُدُّ و اَعفُدَ ذِ مّتِكُمْ
اِنَّ ابْنَ عَمَّكُم سَعْد" وَذهُمَا نُ

ترجمہ:۔ ''اس سال قبیلہ رعل کو (یہ قبیلہ رعل بنو سلیم کی ایک شاخ تھی) خود ان کی اپنی قوم کی طرف سے لائی ہوئی بہت بڑی مصیبت نے انہیں گھروں میں ہی آ کر تباہ و برباد کر دیا۔ یہ عظیم مصیبت ان پر کسی ایک شکل میں نہیں بلکہ کئی شکلوں میں آئی ہے۔''

''قبیلہ کلاب کی ماں جس حالت میں تھی اسکی حالت زار پر افسوس بیحد افسوس ہے۔ جب ابن ہوذہ کے سوار قبیلہ انسان (یہ قبیلہ ہوازن کی شاخوں کا نام ہے) کے لوگ ان پر کسی روک ٹوک کے بغیر شب و روز سخت ترین شب خون مار رہے ہیں۔ ان کو اس طرح تھوک نہ دو جیسے منہ کا لقمہ ہوتا ہے بلکہ اپنے عہد و پیمان کو جو کہ تمہارے ذمّے ہیں نہایت سختی سے باندھو۔ کیوں کہ سعد اور دُھمان (یہ ہوازن کی ایک شاخ نصر بن معاویہ بن بکر کے بیٹے ہیں) تمہارے عم زادہ ہیں''۔

لَنْ تَرْ جِعُو هَا وَاِنْ كَا نَتْ مُجَلّلَةً
مَا دَا مَ فِي النّعم الْمَا خُوْ ذِ الْبَا نُ
شَنْعَا ء حُلِّلَ مِنْ سَوَ اتِهَا حَضَن"
وَسَا لَ ذُوْ شَوْ غَرٍ مِنهَا وَسُلو اُنُ
لَيسَتْ بِاَ طَيَبَ مِمَّا يَشْتوِى حَزَ ف"
اِذْ قَا لَ كُلُّ شَوَ اءِ الْعِيْرِ جُو فَا نُ

ترجمہ:۔ ''اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں پر مصیبتیں چھائی ہوئی ہیں لیکن انہیں اس وقت تک واپس مت کرو جب تک پالتو جانوروں میں دودھ پایا جاتا ہے۔''

''نجد کا پہاڑ حضن برائیوں اور رسوائیوں کے زور سے مغلوب ہوگیا ہے اور وادی شوغر اور سلوان میں برائیوں کا چاروں طرف سیلاب وزور بہہ نکلا ہے''۔

''یہ برائی اس بھنے ہوئے گوشت سے کچھ اچھی نہیں ہے۔جسے حذف نامی شخص بتاتا ہے۔اور وہ یہ کہتا ہے کہ جنگلی گدھے کی ہر بھنی ہوئی چیز عضو تناسل کی مانند ہے۔''

وَفِيْ هَوَ ازِنَ قَوْم" غَيْرَ اَنَّ بِهِم

دَاءَ الْيَمَا نِی فَا نِ لَّمْ يَغْدِ دُوْا خَانُو ا

فِيْهِمْ اَخ" لَوْوَ فَو اَوْبَرَّ عَهْدُهُمْ

وَلَوْنَهَكْنَا هُمْ بِا لطَّعْنِ قَدْلاَ نُوْا

اَبْلَغْ هَوَ ازِنَ اَعْلاَ هَا وَ اَسْفَلَهَا

مِنِّی رَسَالَةَ نُصْحٍ فِيْهِ تِبْيَا نُ

ترجمہ:۔ ''ہوازن ایک زبردست جری قوم ہے۔مگراتنی بات ضرور ہے کہ ان لوگوں کو یمن والی بیماری درپیش ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ لوگ عہد شکنی نہیں کرتے تو خیانت ضرور کرتے ہیں۔''

''ان کا ایک بھائی ایسا بھی ہے کہ کاش وہ کبھی عہد پورا کرتا یا اپنی قسم سچ کر دکھاتا اور اگر ہم انہیں نیزوں سے جھڑکتے تو نرم پڑ جاتے ہیں''۔

''اے قاصد! قبیلہ ہوازن کے ہر چھوٹے بڑے کو میری طرف سے یہ نصیحت آمیز پیغام پہنچادے جس میں پوری وضاحت موجود ہے''۔

اِنِّیْ اَظُنُّ رَسُوْلَ اللهِ صَا بِحَكُمْ

جَيْشًا لَهٗ فِی فَضَا ءَ الْاَ رْضِ اَرْكَا نُ

فِيْهِمْ اَخُوْ كُمْ سُلَيْم" غَيْرَ تَارِ كِكُمْ

وَالْمُسْلِمُوْ نَ عِبَا دَ اللهِ غَسَّا نُ

وَفِيْ عِضَا دَ تُهُ الْيُمْنِى بَنُوْ اَسَدِ

وَالْاَ جْرَ بَا نِ بَنُوْ عَبْسٍ وذُبْيَا نُ

تَكَادُتَر جُفُ مِنْهُ الْاَ رْضُ رَ هْبَتَهٗ

وَفِىْ مُقَدَّ مِه اَوْس" وَعُثْمَانُ

ترجمہ:۔ ''میرا یہ قطعی خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم لوگوں پر صبح کے وقت لشکر لے کر تشریف لائیں گے۔ایسا لشکر جس کے چاروں گوشے زمین کی پوری فضاء کو گھیرے ہوئے ہوں گے''۔

''اس لشکر میں تمہارے بھائی بنو سلیم بھی ہیں۔جو تم لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور یاد رکھو مسلمان اللہ کے بندے ہوتے ہیں جو تمہیں چبا کر رکھدیں گے''۔

''اور اس لشکر کے دائیں بازو پر قبیلہ اسد ہے اور قبیلہ بنو عبس اور ذبیان ہیں جنہیں لوگ دیکھ کر بھاگتے ہیں''۔

''زمین بھی اس لشکر کے رعب و دبدبے سے تھرا جاتی ہے اور اس لشکر کے مقدمتہ الجیش میں قبیلہ اوس اور قبیلہ عثمان ہے۔''

ایک مُسلم عورت کا شعر

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ حنین میں اللہ کریم نے اپنے محبوب سرکار دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح نصیب فرمائی اور آپ مشرکین پر پوری طرح غالب آئے تو اس وقت اسلامی لشکر میں موجود ایک مُسلم عورت نے یہ شعر کہا۔

قَدْغَلَبَتْ خَيْلُ اللهِ خَيلَ ُالّلات

وَاللهُ اَحَقُ بِالثَّبَاتِ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے سوار لات کے سواروں پر غالب آ گئے ہیں اور اللہ ہی ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی ہستی ہے۔"

ابن ہشام کا بیان ہے کہ شعر روایت کرنے والوں میں سے بعض نے اس شعر کو یوں بھی بیان کیا ہے''

غَلَبَتْ خَيْلُ اللّٰهِ خَيْلَ اللّاتِ

وَ خَيْلَهُ اَحَقَّ بِالثَّبَاتِ

ترجمہ: ''اللہ کے سوار لات کے سواروں پر غالب آ گئے ہیں اور اللہ کے سوار ہی اسکے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں ثبات و دوام ہو''

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 536)

قارب اور اس کی قوم کا فرار

غزوہ حنین کے بارے میں ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ جب اہل حق نے مل کر مشرکین پر حملہ کیا اس وقت مشرکین کی طرف سے احلاف کا جھنڈا قارب بن اسود کے ہاتھ میں تھا مشرکین حملہ کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور میدان جنگ سے شکست فاش کھانے کے بعد فرار ہوگئے۔فرار ہوتے وقت قارب نے اپنے قبیلہ کا جھنڈا

ایک درخت کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا اور خود اپنی قوم اور بھائی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ گزشتہ صفحات میں مشرکین کے قتل ہونے والے لوگوں کے نام اور تعداد ذہن میں رہے تو پتہ چلے گا کہ اس مذکورہ قبیلے کے صرف دو ہی آدمی مارے گئے تھے کیونکہ باقی سب قبیلے والے بھاگ چکے تھے۔ مارے جانے والے لوگوں میں ایک بنی غیرۃ کا آدمی وہب تھا۔ جبکہ دوسرے کا نام جُلاح تھا جس کا تعلق بنی لبہّ سے تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب جُلاح کے قتل کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"قُتِلَ الْيَوْمَ سَيِّدَ شَبَابَ ثَقِيفٌ" "آج بنو ثقیف کے نوجوانوں کا سردار مارا گیا، اور اب صرف ابن ہندہ باقی رہ گیا ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ حارث بن اویس کی طرف تھا۔ جو اس غزوہ میں مشرکین کی طرف سے شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا۔

ابن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا قصیدہ

گزشتہ صفحات میں ہم ابن مرداس کے قصیدہ کو عربی اشعار اور اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں۔ اب دوسرا قصیدہ بھی بمعہ ترجمہ رقم کیا جاتا ہے۔

اس قصیدہ میں ابن مرداس ابن اسود کا بھائیوں کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ذکر کر رہے ہیں۔ نیز ذوالخمار کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ جس نے اپنی قوم کو موت کے منہ میں جھونک دیا تھا۔

اَلاٰمَنْ مُبَلِّغٌ غِيْلَا نَ عَنِّى

وَ سَوْفَ اِخَالُ يَاتِيهِ الْخَبِيْرُ

وَعُرْوَةَ اِنَّمَا اُهْدِى جَوَابًا

وَ قَوْ لاًغَيْرَ قَوْلِكُمَا يُسِيْرُ

بِاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْد" رَسُوْل"

لِرَبِّ لَا يَضِلُّ وَ لَا يَجُوْرُ

وَجَدْنَا ہُ نَبِيًّا مِثْلَ مُوْسىٰ

فَكُلُّ فَتًى يُخَايِرُہٗ مُخِيْرُ

ترجمہ: "کیا کوئی ایسا ہے جو غیلان اور عروہ کو میرا پیغام پہنچا دے۔ اور میرا خیال ہے کہ عنقریب ہی باخبر لوگ ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں گے کہ تمہیں ایک ایسے قول فیصل کا تحفہ دینا چاہتا ہوں جو ہمیشہ دائر و سائر رہے گا۔ میرا وہ قول تم دونوں کے باطل قول جیسا نہیں ہے بلکہ قول یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہ راہ حق سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتے اور اور نہ ہی کسی پر زیادتی فرماتے ہیں۔ ہم نے آپ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام

جیسا نبی برحق پایا ہے جو فرد بھی ہمسری اور فضیلت میں ان کا مقابلہ کرے گا وہ ہمیشہ ذلیل و رسوا اور مغلوب ہی ثابت ہوگا۔"

وَ بِئسَ الاَمْرُ اَمْرُ بَنِی قَسِیّ
بِوَجٍّ اِذْ تُقُسَّمَتِ الْاُمُوْرُ
اَضَاعُوا اَمْرَهُمْ وَلِكُلِّ قَوْمٍ
اَمِيْرٌ وَالدَّوائِرُ قد تَدُوْرُ
فَجِئنَا اُسْدَ غَابَاتٍ اِلَيْهِم
جُنُوْدُ اللّٰهِ ضَاحِيَةً تَسِيْرُ
نَوُمُّ الْجَمْعَ جَمْعَ بَنِی قَسِیّ
عَلٰی حَنَقٍ نَكَادُلَهُ نَظِيْرُ

ترجمہ: "مقام وج (یہ طائف کی ایک وادی کا نام ہے) میں جب بنوقسی یعنی بنوثقیف کے خیالات وحالات بالکل خراب ہو چکے تھے اس وقت ان لوگوں کا بہت ہی برا انجام ہوا۔ انہوں نے اپنا کام بگاڑ لیا۔ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی طاقت حکمران ہوتی ہے مگران پر مشکلات وغم حکمران ہوئے جوان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے"۔

"ہم اس قبیلے کی طرف یوں بڑھے جیسے کچھاروں میں رہنے والے شیر بڑھتے ہیں۔ ہمارا خدائی لشکر ان مختلف گروہوں کا قصد وارادہ کئے ہوئے پیش قدمی کرتا چلا جاتا تھا۔ ہمارے غیظ وغضب کا یہ حال تھا کہ ہم اڑنے والے پرندوں کی مانند دشمن کی طرف جارہے تھے۔"

وَاُقْسِمُ لَوْهُمْ مَكَثُوالَسِرْنَا
اِلَيْهِم بِالْجُنُودِ وَلَم يَغُوْرُوْا
فَكُنَّا اُسْدَ لَيَّةَ ثُمَّ حَتّٰی
اَلْجَنَاهَا وَ اُسلِمَتِ النُّصُوْرُوْا
وَ يَوْمَ كَانَ قَبْلُ الَذیْ حُنَيْنٍ
فَاَقْلَحَ وَالدِّمَاءُ بِهٖ تَمُوْرُ
مِنَ الاَيَامِ لَمْ تَسْمَعْ كَيُومٍ
وَ لَم يَسْمَعْ بِهٖ قَوْمٌ ذَكُوْرُ

ترجمہ "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بنوثقیف کے لوگ میدان میں ٹھہر جاتے تو ہم ان پر ایسے لشکر لاتے جو انہیں مفتوح کیے بغیر واپس نہ آتے پھر ہم مقام لیہ (یہ طائف کے قریب ایک مشہور جگہ ہے) پر پہنچ جاتے اور وہاں کے

شیر بن جاتے۔ پھر کیا تھا۔ ہم لیہ کو فتح کر لیتے اور قبیلہ نصور کو ہمارے حوالے کر دیا گیا۔"

"اس سے پہلے غزوہ حنین میں جنگ کا ایسا دن گزر چکا ہے جس میں ان لوگوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور خون کی ندیاں بہادی گئیں۔ یہ جنگ وہ دن تھا جسکے بارے میں تم نے یا کسی اور جنگجو نے پہلے کبھی نہیں سنا ہوگا۔"

وَلَمْ یَکُ ذُوالْخِمَارِ رَئِیْسَ قَوْمٍ

لَهُمْ عَقلٌ یُعاقِبُ اَو نَکِیْرُ

اَقَامَ بِهِمِ عَلیٰ سَنَنِ الْمَنَایَا

وَقَد بَانَتْ الِمُبْصِرَ هَآ الْاُمُوْرُ

فَاَ فُلَتْ مَنْ نَجَامِنُهُم جَرِیْضًا

وَ قُتِّلَ مِنْهُمْ بَشَرٌ کَثِیْرُ

ترجمہ: "اس وقت ذوالخمار اپنی قوم کا سردار تھا جسکی عقل و تدبر کو خوب سزا دی جا رہی تھی۔ اس نے قوم کو موت کی راہ پر لا کھڑا کیا۔ حالانکہ ان راستوں کو سمجھنے والے لوگوں کے لیے یہ معاملات بالکل عیاں ہو چکے تھے۔"

"پھر ان کا جو شخص بھی بچ کر بھاگ نکلا اس کا دم گھٹ رہا تھا اور ان کی کثیر تعداد جو وہاں پر موجود تھی اس کا خوب قتال کیا گیا۔"

قَتَلنَا فِی الغُبَارِ بَنِی حُطَیطٍ

عَلیٰ رَایَا تِهَا وَالْخَیلُ ذُوْرُ

ترجمہ "ہم نے بنو حطیط کو جنگ کے اُڑتے ہوئے غبار میں ان کے جھنڈے کے پاس جا کر قتل کیا اس وقت ان کے گھوڑے بھاگتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔"

وَلَا یُغْنِی الْاُمُورَ اَخُو التَّوَافِی

وَلَا الْخَلِقُ الصَّرِیْرَةُ الْحَصُوْرُ

اَحَانَهُمْ وَ حَانَ وَمَلَّکُوْهُ

اُمُوْرَهُم وَ اَفَلَتَتِ الصُّقُوْرُ

بَنُو عَوفٍ تَمِیعُ بِهِم جِیَادٌ

اُهِیْنَ لَهَا لُفِصَافِصَ وَ الشَّعِیْرُ

ترجمہ: "جو شخص کاہل اور بے عمل ہو مہمات کو کبھی سر نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ کام سر انجام دے سکتا ہے۔ جس کے تمام وسائل آمد و رفت مسدود ہوں اور حملہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو۔"

"ایسے شخص نے سب لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا اور خود بھی ہلاک ہو گیا۔ ایسے شخص کو لوگوں نے اپنی اپنی مہمات

کا اس وقت امیر مقرر کیا جب بڑے بڑے سورما بھی میدان جنگ سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ رہے تھے۔"

"بنو عوف اپنے بہترین گھوڑوں کو شاندار چال کے ساتھ لیے جارہے تھے۔ ان گھوڑوں کے کھانے کے لیے برسیم (ہمارے ہاں عموماً اس چارے کو برسین کہتے ہیں) پھر جو جیسی چیزیں ان کو کثیر تعداد میں مہیا کی جاتی ہے۔"

فَلَوْ لَا قَارِب" وَ بَنُو اَبِيْهِ

تَقُسِّمَتِ الْمَزَارِعُ وَالْقُصُورُ

وَلٰكِنَّ الرِّيَاسَةَ عُمِّمُوْهَا

عَلٰى يُمنٍ اَشَارَبِهِ الْمُشِيْرُ

اَطَاعُوْ اقَارِباً وَلَهُم جدُوْدُ

وَاَحْلَامَ اِلٰى عَزٍ تَصِيْرُ

فَاِنْ يُهْدَ وْااِلَى الْاِسْلَامِ يُلْفُوا

اُنُوْفَ النَّاسِ ماسَمَرَ السَّمِيرُ

وَاِن لَّم يُسلِمُوا فُهُم اَذَان"

بِحَربِ اللهِ لَيسَ لَهُم نَصِيْرُ

ترجمہ: "اگر قارب اور اسکے دوسرے بھائی نہ ہوتے تو ان کی ساری زمین اور محلات تقسیم کر لیے جاتے۔"

"لیکن یہ ساری ریاست انہیں لوگوں کے سپرد کر دی گئی یہ اس برکت کی بنا پر کیا گیا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔"

"انہوں نے قارب کی اطاعت کی جبکہ ان کے آباؤ اجداد اور ان کے ہوش و حواس ایسے تھے جو انہیں عزت کے مقام پر پہنچاتے تھے۔"

پس اگر ان لوگوں کو ہدایت ہو تو جب تک قصہ گو قصے سناتے رہیں گے اس وقت تک یہ لوگوں کی ناک بنے رہیں گے۔"

"اور اگر یہ اسلام نہیں لائے تو یہ اللہ کے خلاف جنگ کا اعلان ہوگا اور اس وقت کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا۔"

كَمَا حَكَّتْ بَنِى سَعدٍ و حَرب"

بِرَهْطِ بَنِى عَزِيَّةَ عَنْقَفِيرُ

كَاَنَّ بَنِى مَعَاوِيَةَ بْنِ بَكْرٍ

اِلَى الْاِسْلَامِ ضَائِنَة" تَخُوْرُ

فَقُلْنَا اَسلِمُوْ اِنَّا اَخُوْكُم

وَ قَد بَرَأَتْ مِنَ الأَحْسَنِ الصُّدُوْرُ
كَانَّ الْقَوْمَ اِذْجَائُوا اِلَيْنَا
مِنَ الْبَغْضَاءِ بَعْدَ السَّلْمِ عُوْدُ

ترجمہ: ''اس طرح اللہ کے خلاف جنگ نے بنوسعد کو رگڑ کر رکھ دیا اور بنوعزیہ کے قبیلے پر جنگ مصیبت عظمیٰ ثابت ہوئی۔''

''میدان جنگ میں بنومعاویہ بن بکر اسلام کے سامنے گائے کے بچوں کی طرح ہو گئے جو چیخنے چلانے لگے۔''

''اس لیے ہم نے ان سے کہا کہ اسلام لے آؤ ہم تمہارے بھائی ہیں ہمارے سینے کینہ اور بغض سے پاک اور عداوت سے خالی ہیں۔''

''مگر جب یہ لوگ ہماری طرف آئے بھی صلح کے بعد بھی یہ لوگ بغض اور کینہ کی وجہ سے اندھے اور یک چشم ہو رہے تھے۔''

بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

جیسا کہ اوپر گزر چکا، غزوہ حنین کے بارے میں بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے خیالات اور حالت جنگ کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا۔ یہ بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زہیر بن ابوسلمیٰ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ غزوہ حنین کے سلسلے میں انہوں نے جو اشعار کہے وہ اشعار بھی اردو ترجمہ کے ساتھ یہاں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

لَوْ لاَ الٰإِ لَهُ وَ عَبْدُهُ وَلَّيْتُمْ
حِيْنَ اِسْتَخَفَّ الرُّعْبَ كُلَّ جَبَانِ
بِالْجِزْعِ يَوْمَ حَبَالَنَا اَقْرَنُنَا
وَسَوَابِحٌ'' يَكْبُوْنَ الْاَذْقَانِ
مِن بَيْنِ سَاعٍ ثَوْبَهُ فِي كَفِّهِ
وَ مُقَطَّرٍ بِسَنَا بِكٍ وَ لَبَانِ

ترجمہ: ''جب خوف وڈر نے ہر بزدل کو اوچھا بنا دیا تھا اور جس وقت وادی کے موڑ پر مقابل دشمن ہمارے سامنے آ رہے تھے اور اچھے سبک رفتار گھوڑے بھی ٹھوکریں کھا کھا کر زمین پر گر رہے تھے۔''

''جس وقت کچھ لوگ بغلوں میں کپڑے دبا کر بھاگنے میں مصروف تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے جن کے پہلوؤں پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی پھر دشمنوں کے گھوڑے اور ان کے سم ان کے سینوں پر چڑھے جا رہے تھے۔''

''اس وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق نہ ہوتے تو تم پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہوئے نظر

آتے۔''

وَاللہُ اَکْرَمَنَا وَ اَظْھَرَ دِیْنَنَا

وَ اَعَزَّنَا بِعَبَادَۃَ الرَّحمٰنِ

وَاللہُ اَھْلَکَھُمْ وَ فَرَّقَ جَمْعَھُم

وَ اَذَالَّھُمْ بِعَبَادَۃِ الشَّیْطَانِ

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یعنی مسلمانوں کو شرف بخشا ہمارے دین برحق کو غالب کر دیا اور اللہ کریم کی عبادت نے ہمیں معزز کر دیا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہلاک کر دیا ان کی جمعیت منتشر ہوگئی اور شیطان کی پرستش نے ان لوگوں کو ذلیل وخوار کر دیا۔''

غزوہ حنین کے سلسلہ میں کہے جانیوالے اشعار کا مجموعہ اور ان کا بیان

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس کا تعلق بنو قیس بن عیلان قبیلہ کی شاخ بنو سلیم سے تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد سے ایک بت ملا جس کا نام ''ضمار'' تھا ایک دفعہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آدھی رات کو اس بت کی پرستش کر رہے تھے کہ انہیں ایسے معلوم ہوا جیسے کوئی منادی کہہ رہا ہے

''پیغمبر آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا ظہور ہو چکا ہے اور ضمار کی بربادی کا وقت آ گیا ہے۔''

انہوں نے ضمار کو آگ میں جھونکا اور فوراً مدینہ منورہ حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے واپس قبیلہ بنو سُلیم پہنچ کر نو سو (900) مسلح بہادر سواروں کے ہمراہ غزوہ فتح مکہ (رمضان 8ھ) میں ''القدید'' کے مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے فتح مکہ کے بعد حنین اور طائف کے غزوات میں دادِ شجاعت دی۔ (سلسلہ نسب: عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس بن ابی عامر بن حارثہ بن عبد بن عبس بن رفاعہ بن حارث بن حی بن حارث بن بہثہ بن منصور السُّلَمی) حضرت عباس نامور مرثیہ گو صحابیہ الخنساء بنت عمرو کے سوتیلے بیٹے تھے اور اپنے قبیلے کے سردار اعلیٰ درجے کے شہسوار اور شاعر تھے

اشعار کا پہلا مجموعہ

غزوہ حنین کے بارے میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس نے یہ اشعار کہے

روایت از ابن اسحٰق

اِنِّی وَالسَّوَابِحَ یَوْمَ جَمْعٍ

وَمَایَتْلُوا الرَّسُوْلُ مِنَ الْکِتَابِ

لَقَد اَجبُتُ مَا لَقِیتُ ثَقِیف"
بِجَنبِ الشَّعبِ اَمَسُّ مِنَ العَذَابِ

ترجمہ: "گھاٹی کے دامن میں جب معرکہ قائم ہوا اور بنو ثقیف نے جو مقابلہ کیا میں نے سبک رو اور تیز رفتار گھوڑوں کو اور کتاب الٰہی کو لے کر جسے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھ پڑھ کر ہمیں سناتے ہیں۔ عذاب کی سی کیفیت محسوس کرتے ہوئے ان کے مقابلے کا سخت جواب دیا"

هُم رَاسُ العَدُوِ مِنُ اَهلِ نَجدٍ
فَقتَلهُمُ اَلَذُّمِنَ الشَّرابِ
هَزَمنَا الجَمعَ جَمعَ بَنِی قَسِّیٍ
وَ حکَّتُ بَر کَهَا بَینی رِئَابِ

ترجمہ: "اہل نجد میں بنو ثقیف ہمارے دشمنوں کے سرغنہ اور سردار ہیں۔ اس لیے انہیں قتل کرنا ہمارے لیے شراب سے زیادہ لذیذ تھا۔"

"جس وقت جنگ نے بنو رئاب پر بھاری سینے کا بوجھ ڈال دیا اس وقت ہم نے بنو قسی یعنی بنو ثقیف کی افواج کو مار مار کر شکست خوردہ کر دیا۔"

وَصِرُمًا مِن هِلَالِ غَادِرُتُهُم
بِاَوُطَاسِ تَعفَّرَ بِا لتُّرَابِ
وَ لَولَا قَینَ جَمعَ بَنِیُ کِلَابَ
لَقَامَ نِسَاءَ هُم وَالنَّقعُ کَابِیُ

ترجمہ: "اور بنو ہلال کے خاندان کو مقام اوطاس میں ہم نے مٹی میں لٹا دیا۔"

"اور اگر ہمارے گھوڑے بنو کلاب کے قبیلے سے نبرد آزما ہوتے تو ان کی عورتیں جنگ کے اڑتے اور باہم ٹکراتے ہوئے غبار میں کھڑی نظر آتیں۔"

رَکَضنَا الُخیُلَ فِیهِمُ بَینَ لُبسٍ
اِلَی الُاوُرَالِ تَنحِطُ بِالنِّهَابِ
بِذِی بَحَب رَسُولُ اللہ فِیهِمُ
کُتَیبَتُهٗ تَعرَّضَ لِلُضَّرَّابِ

ترجمہ: "مقام لُبس اور اورال (یہ بنو جشم کے مقام اور سیاہ پہاڑوں کے نام ہیں ان کے پاس بنی عبد اللہ بن درام کا چشمہ ہے) کے سیاہ پہاڑوں تک ہم نے ان کے اندر تک اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر خوب دوڑایا اور اب ان گھوڑوں کا

حال یہ تھا کہ مال غنیمت سے لدے ہوئے ہانپ رہے تھے۔''

''ہم ایسے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود تشریف فرما تھے۔ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لشکر عظیم دشمنوں پر تلوار چلانے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔''

اشعار کا دوسرا مجموعہ

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس نے درج ذیل اشعار بھی پیش کیے جن کو ہم یہاں اس کا دوسرا مجموعہ کے نام سے رقم کررہے ہیں۔ (روایت از ابن اسحاق)

یَا خَاتِمَ الْاَنْبِیَاءِ اِنَّکَ مُرسَل''

بِالحَقِّ کُلُّ هُدَی السَّبِیْلِ هُدٰاکَا

اِنَّ الا لہٰ بَنِی عَلَیْکَ مُحَبَّۃً

فِی خَلقِهٖ و مُحَمَّدً سَمَّا کَا

ترجمہ: ''اے خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بے شک برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سیدھے راستے کی ہر ہدایت آپ ہی کی ہدایت ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں محبت کی بنا آپ ہی پر ڈالی ہے اور اس نے آپ کا نام (صحیح معنی میں) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے یہ نام ہر طرح سے قابل تعریف اور قابل ستائش ہے۔''

ثُمَّ الَّذِیْنَ وَ فَوا بِمَا عَاهَدَ تَهُم

جُنْد'' بَعَثْتُ عَلَیْهِمُ الضَّحَا کَا

رَجُلاًبِهٖ زَرَبُ السَّلاَحَ کَاَنَّهٗ

لِمَا تَکَنَّفَهُ العُدُوُّیَرَا کَا

ترجمہ: ''پھر وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن سے آپ نے جو بھی عہد لیا وہ اس عہد پر پورا اترے اس عہد کو پورا کیا۔ ایک لشکر جس پر آپ نے ضحاک کو مقرر کرکے روانہ فرمایا ہے۔ وہ ایسے آدمی ہیں جن کے ہتھیار بڑے تیز رہتے ہیں۔ انہیں دشمنوں نے اپنے نرغے میں لے لیا تو وہ اس حالت میں بھی گویا آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔''

یَخْشِی ذَوَی النَّسَبِ القَرِیبِ وَ اِنَّمَا

یَبْغِی رِضَا الرَّحمٰنِ ثُمَّ رِضَا کَا

اُنَبِّئُکَ اَنِّی قَد رَاَیتُ مَکَرَّہٗ

تَحتَ العَجَاجَۃِ یَدمَغُ الاِشْرَاکَا

ترجمہ: ''وہ قریبی رشتہ رکھنے والوں کی بھی پروا کیے بغیران پر حملے کر کے چھایا جا رہا تھا۔ وہ اس وقت صرف اللہ کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی رضا وخوشنودی کا طلبگار تھا''۔

''میں آپ کو بتاتا ہوں میں نے خود دیکھا تھا کہ اس نے جنگ کے غبار میں پلٹ کر حملے کیے اور شرک کے دماغ پر تلوار کی ضرب لگائی۔''

طَورًا یُعَانِقُ بِالْیَدَیْنِ وَ تَارَۃً

یَفرِی الْجَمَاجِمَ صَارِمًا بَتَّا کَا

یَغشَی بِہٖ ہَامَ الْکُمَاۃِ وَ لَو تَریٰ

مِنہُ الَّذِی عَانَیتُ کَانَ شِفَا کَا

ترجمہ: ''کبھی وہ اپنے دونوں ہاتھ گلے میں لاتا گویا جیسے وہ معانقہ کر رہا ہے۔ اور پھر کبھی مجسم اور تیز کاٹنے والی تلوار بن جاتا جو کہ دشمنوں کے سروں کو چیر چیر کر رکھ دینے والی ہے۔''

''وہ اپنی تلوار لے کر مسلح بہادروں کے سروں پر چھایا جا رہا تا۔ اگر آپ بھی اسکی چیر دیکھ لیتے کاٹ کا نظارہ کرتے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے تو یہ چیز آپ کے لیے باعث اطمینان وسکون ہوتی۔''

وَبَنُو سُلَیمٍ مُعنِقُونَ اِمَامَہٗ

ضَربًا وَ طَعنًا فِی العُدُوِّ دِرَا کَا

یَمْشُونَ تَحتَ لِوَائِہٖ وَ کَاَنَّھُم

اُسُدُ العَرِینَ اَرُدنَ ثُمَّ عِرَاکَا

مَا یَرتَجُونَ مِنَ القَرِیبِ قَرَابَۃً

اِلَّا بِطَاعَۃِ رَبِّھِمْ وَ ھَوَا کَا

ترجمہ: ''اور بنو سلیم بھی ضحاک کے سامنے دشمنوں میں گھس کر متواتر شمشیر زنی اور نیزہ بازی کر رہے تھے۔ یہ لوگ ضحاک کے جھنڈے تلے یوں چل رہے تھے جیسے گویا کچھار کے شیر ہیں۔ جن کا مقصد وہاں صرف معرکہ آرائی کرنا تھا۔''

''وہ لوگ اپنے رشتہ داروں کی رشتہ داری کا خیال کیے بغیر صرف اور صرف اپنے خدا کے حکم کی تکمیل اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا پوری کرنے کے لیے اس کار خیر میں مشغول تھے۔''

هَذٰی مُشَاهِدُ نَا الَّتِی کَانَتْ لَنَا

مَعرُوفَةً وَ وَلِیّنَا مَولاَ کَا

ترجمہ: ''ہمارے یہ مشاہدے ہیں جو ہمارے لیے جانے پہچانے تھے اور ہمارے مددگار صرف ہمارے آقا و مولا (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے۔''

اشعار کا تیسرا مجموعہ

کتب سیر میں آتا ہے کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن مرداس نے یہ اشعار بھی اسی موقعہ پر کہے یہاں اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جا رہے ہیں۔

اِمَّا تَرَیٰ یَا اُمَّ فَرْوَةَ خَیْلَنَا

مِنهَا مُعَطَّلَة'' تُقَادُوَ ظُلَّحُ

اَوْهَیٰ مَقَارِعَةُ الْاَعَادِیٰ دَمَّهَا

فِیهَآ نَوَافِذُ مِن جِرَاحِ تُنبَعُ

فَلرُبَّ قَائِلَةٍ کَفَا هَا وَقْعُنَا

اَزمَ الْحَرُوْبِ فَسِرْبُهَا لاَیُفزَعُ

لاوَفْدَ کَالُوَ فدُ الْاُلٰیٰ عَقَدُ وَالَنَا

سَبَبًا بِجَبَلِ مُحَمَّدٍ لاَ یُقْطَعُ

وَفْد'' اَبُو قَطَنٍ حُزَابَةُ مِنْهُمْ

وَاَبُو الْغَیُوثِ وَ وَاسِع'' وَالْمِقَنعُ

وَالقَائِدَ الْمِئَةَ الَّتِیْ وَ فِّی بِهَا

تِسعَ الْمِئِینَ فَتَمَّ اَلف'' اَقْرَعُ

جَمَعَت بَنُو عَوفٍ وَ رَهطُ مَخَاشِنٍ

سِتًّا وَ اَحْلَبَ مِنْ خُفَافِ اَرْبَعُ

فَهُنَا کَ اِذنُصِرَ النَّبِیَّ بِالفِنَا

عَقَدَ النَّبِیُّ لَنَا لِوَاءٍ یَلْمَعُ

ترجمہ: ''اے اُم فروہ ہمارے گھوڑوں میں سے کچھ بے کار اور کچھ لنگڑے تک ہو گئے ہیں کیونکہ ان گھوڑوں کو برابر جنگوں میں لڑنے کے لیے کھینچا جاتا ہے۔ دشمنوں سے مقابلہ کرتے کرتے ان کے سڈول جسم بگڑ گئے ہیں۔ ان کے

جسموں میں اب بڑے بڑے گھاؤ پڑ گئے ہیں جن سے برابر خون بہتا رہتا ہے۔ اگر تم دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ بہت سی چہ میگوئیاں کرنے والیوں کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہم جنگوں کی سختیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور جنگ ہمارے لیے کوئی ایسی چیز نہیں رہ گئی جس سے ہم ڈر جائیں یا خوفزدہ ہو سکیں۔''

''کائنات میں کوئی دوسرا وفد اس وفد سے اعلیٰ وارفع نہیں جس نے ہمارا رشتہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے باندھ دیا ہے۔ یہ رشتہ وہ ہے جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ یہ وہ وفد ہے جس میں ابوقطن حزابہ، ابوالغیوث واسع اور مقنع شامل ہیں۔ وہ بھی ان میں شامل ہے جو ایک سو آدمیوں کا قائد ہے۔ جس نے ان ایک سو میں مزید نو سو کا اضافہ کر کے کل تعداد ایک ہزار کر دی ہے۔ بنوعوف اور مخاشن کے چہرے نے چھ سو آدمی اکٹھے کیے اور قبیلہ خفاف کے چار سو آدمیوں کی جمعیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاون کیا گیا تو آپ نے ہمارے لیے وہ جھنڈا قائم کیا جو ہمارے لیے روشنی یعنی نور پھیلا رہا ہے۔''

فُزنَا بِرَايَتِهٖ وَاَوْرَثَ عُقدُهٗ

مَجدَ الحَيَاةِ وَ سُودَدًا لَا يُنزَعُ

وَغَدَاةَ نَحنُ مَعَ النَّبِيِّ جَنَاحُهٗ

بِبِطَاحِ مَكَّةَ وَالقَنَا يَتَهَزَّعُ

كَانَتْ اِجَابَتُنَا الدَّاعِي رَبَّنَا

بِالحَقِّ مِنَّا حَاسِرٌ وَ مُقَنَّعُ

فِي كُلِّ سَابِغَةٍ تَخَيَّرَ سَرْدَهَا

دَاوٗدُ اِذَا نَسَجَ الحَدِيدَ وَ تُبَّعُ

ترجمہ: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کی برکتیں حاصل کر کے بامراد ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان نے ہمیں زندگی بھر کے شرف و عظمت اور سیادت و سرداری کا وارث بنا دیا جو ہم سے کسی حالت چھینی نہیں جا سکتی۔''

''جس روز بطحا مکہ میں (جس وقت نیزے خوب حرکت میں تھے) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے بازو بنے ہوئے تھے۔ ہم نے اپنے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہوئے ہادی برحق کی آواز پر لبیک کہی تھی ہم میں سے کچھ لوگ بغیر زرہ کے تھے اور کچھ نے سروں پر لوہے کے خود رکھے ہوئے تھے۔ ہم ایسی مکمل زرہوں میں ملبوس تھے جنکو حضرت داؤد علیہ السلام اور تبع شاہ یمن نے خاص توجہ سے بنوایا تھا۔''

وَلَنَا عَلٰى بِئْرَيْ حُنَيْنٍ مَوْكِبٌ

دَمَغَ النِّفَاقَ وَ هَضْبَةٌ مَا تُقْلَعُ

نُصِرَا النَّبِیُّ بِنَا وَ کُنَّا مَعشَرًا

فِی کُلِّ نَائِبَةٍ نَضُرُّوَنَنفَعُ

دُوُنَا غَدَا تَئذٍ هَوَا زَنَ بِالْقَنَا

وَالْخَیْلُ یَغْمُرُ هَا عَجَاجٌ" یَسْطَعُ

ترجمہ: ''اور مقام حنین کے کنوؤں پر ہمارا لشکر ایک ایسی چٹان کی طرح موجود تھا جو اسی طرح ہلائی نہیں جاسکتی تھی جس طرح کسی کے دماغ سے نفاق دور نہیں کیا جاسکتا تھا''

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے ذریعے سے مدد و نصرت پہنچائی گئی اور ہم ایک ایسا گروہ تھے کہ ہر افتاد میں نفع نقصان پہنچا رہے تھے۔''

''ہم نے غزوہ حنین کے روز بنو ہوازن کو اپنے نیزوں سے میدان جنگ سے پیچھے دھکیل دیا جب اڑتا ہوا غبار جنگ ہمارے گھوڑوں کو اپنے اندر چھپائے ہوئے تھا''۔

اِذْ خَافَ حَدَّهُمُ النَّبِیُّ وَ اَسنَدُوْا

جَمْعًا تَکَادُ الشَّمْسُ مِنهُ تَخْشَعُ

تُدْعَیٰ بَنُوْ جُشَمٍ وَ تُدْعَیٰ وَسطَهُ

اَفْنَاءُ نَصْرٍ وَالْاَسِنَّةُ شُرَّعُ

حَتّٰی اِذَاقَالَ الرَّسُوْلُ مُحَمَّد"

اِبَنِیْ سُلَیْمٍ قَدْوَ فَیْتُمْ فَارْفَعُوْا

رُحْنَاوَ لَوْ لاَ نَحْنُ اَحْجَفَ بِاسُهُمْ

بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَحْرَزُوْمَا جَمَّعُوْا

ترجمہ: ''اور جب ہوازن نے ایک عظیم لشکر کا سہارا لیا تھا جس سے سورج کی روشنی بھی مدھم ہو رہی تھی اور اس بحر ناپیدا کنار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندیشہ فرما رہے تھے۔ اس وقت بنو جشم اور ان کے درمیان بنو نصر کی مختلف جماعتوں کے گروہ کو پکار پکار کر جمع کیا جا رہا تھا اور تیر و سنان زور سے برس رہے تھے''۔

''یہاں تک کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اے بنو سلیم تم لوگوں نے وفاداری کا حق ادا کر دیا اب تم لوگ ہاتھ روک لو'' ہم شام کو واپس ہو گئے اگر ہم نہ ہوتے تو ہوازن کی لائی ہوئی مصیبت و دشواری مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچاتی اور ان کی افواج ان پر بری طرح حاوی ہو جاتی۔''

اشعار کا چوتھا مجموعہ

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوہ حنین کے موقع پر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس نے درج ذیل اشعار بھی کہے جو کہ اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جا رہے ہیں۔

عَفَا مِجْدَل" مِنْ اَهْلِهٖ فَمُتَالِعُ
فَمِطْلاَ اَرِیْکَ قَدْ خَلاَ فَالْمَصَانِعُ
دِیَار" لَنَا یَا جُمْلُ اِذْ جُلُّ عَیْشِنَا
رَخِیّ" وَصَرْفُ الدَّارِ لِلْحَیِّ جَامِعُ
حُبَیْبَةَ" اَلْوَتْ بِهَا غُرْبَةُ النَّوٰی
لِبَیْنٍ فَهَلْ مَاضٍ مِنَ الْعَیْشِ رَاجِعُ
فَاِنْ تَبْتَغِی الْکُفَّارَ غَیْرَ مَلُوْمَةً
فَاِنِّیْ وَزِیْر" لِلنَّبِیِّ وَ تَابِعُ

ترجمہ: ''مجدل کے مقام کا نام ونشان مٹ گیا (مجدل ایک محل یا قلعہ کا نام ہے) وہاں کے رہنے والوں کے نہ ہونے سے مجدل ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اسی طرح متالع بھی مٹ گیا (متالع نجد کے ایک پہاڑ کا نام ہے) پھر مقام اریک کی زمین خالی ہو گئی اس جگہ پانی بھرنے کا مقام بھی خالی ہو گیا۔ اے جمل ہمارے تمام دیار مٹ گئے (جمل ایک عورت کا نام ہے) تم وہ جگہ یاد کرو جہاں ہماری زندگی کا بیشتر حصہ عیش وعشرت میں بسر ہوا پھر ایسے حادثات رونما ہوئے جنہوں نے سارے قبیلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔''

''اسی طرح پیارے بنو حبیب کا بھی یہی حال ہوا۔ غریب الوطنی اور فراق نے ان کا نام ونشان بھی لپیٹ کر رکھ دیا۔ بتاؤ کیا اب گزرے ہوئے دن بھی پھر واپس آ سکتے ہیں۔ پھر اگر تم کفار کو ملامت کے قابل نہیں خیال کرتے اب بھی ان کے طالب ہو تو ہوا کرو میں تو اب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع فرمان ہوں اور آپ کا مددگار بھی''۔

عَانَا اِلَیْهِمْ خَیْرُ وَفْدٍ عَلِمْتُهُمْ
خُزَیْمَةُ اَوِالْمَرَّارُ مِنْهُمْ وَ رَاسِعُ
مِئَنَا بِاَلْفٍ مِنْ سُلَیْمٍ عَلَیْهِمْ
لَبُوْس" لَهُمْ مِنْ نَسْجِ دَاوٗدَ رَائِعُ
نُبَایِعُهٗ بِالْاَخْشَبَیْنِ وَاِنَّمَا
یَدُاللّٰهِ بَیْنَ الْاَخْشَبَیْنِ نُبَایِعُ

ترجمہ: ''ہمیں اسلام کی طرف ایک ایسی بہترین جماعت نے دعوت دی جسے میں خوب جانتا ہوں۔ اس جماعت میں خزیمہ اور مرار وراسع شامل ہیں۔''

''اسی طرح ہم نے بنوسلیم کے ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ اس دعوت حق کو قبول کیا۔ جن کے جسموں پر ان کی پسندیدہ زرہیں ہیں ان زرہوں کی بناوٹ ایسی ہے جس طرح گویا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہیں۔ جب ہم مکہ کے دو پہاڑوں اخشبین پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے تو اصل میں ہم خود اللہ کے ہاتھ پر ہی بیعت کر رہے تھے''۔

فَحَسْبُنَا مَعَ الْمَهْدِیِّ مَكَّةَ عَنْوَةً

بِاَسْیَافِنَا وَالنَّقْعُ كَابٍ وَ سَاطِعُ

عَلَانِیَةً وَالْخَیْلُ یَغْشٰی مُتُوْنُهَا

حَمِیْم'' وَ اٰنٍ مِنْ دَمِ الْجَوْفِ نَاقِعُ

ترجمہ: ''پھر ہم نے ہدایت یافتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی عدنی تلواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ کے مشرکین کو روند ڈالا جس وقت غبار جنگ خوب بلند ہو کر اڑ رہا تھا اور گھوڑوں کی پشتیں پسینے سے شرابور تھیں اور ان کے پیٹ گرم گرم خون سے بھرے ہوئے تھے۔''

وَیَوْمَ حُنَیْنٍ حِیْنَ سَارَتْ هَوَازَن''

اِلَیْنَا وَضَاقَتْ بِالنُّفُوْسِ الْاَضَائِعُ

صَبَرْنَا مَعَ الضَّحَاكِ لَا یَسْتَفِزُّنَا

قِرَاعُ الْاَعَادِیْ مِنْهُمْ وَالْوَقَائِعُ

اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ یَخْفِقُ فَوْقَنَا

لِوَاءِر ''كَخُذْرُوْفِ السَّحَابَةِ لَامِعُ

عَشِیَّةَ ضِحَاكُ ابْنُ سُفْیَانَ مُعْتَصٍ

بِسَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ الْمَوْتُ كَانِعُ

نَذُوْدُ اَخَانَا عَنْ اَخِیْنَا وَلَوْ نَرٰی

مَصَا لاً الْكِنَّا الْاَقْرَبِیْنَ نَتَابِعُ

ترجمہ ''غزوہ حنین کے موقع پر جب بنوہوازن ہماری طرف بڑی قوت سے بڑھکر آئے اس وقت انسانی پسلیوں میں سانس رُک رہا تھا۔ ہم نے صبر واستقلال سے کام لیا۔ دشمنوں کے مقابلے اور ان کے لائے ہوئے حوادث و تکالیف نے ہمیں نہ تو پریشان کیا اور نہ ہی ہلکا سا بھی متزلزل کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہمارے

سروں پر چمکنے والا اسلامی جھنڈا یوں لہرا رہا تھا جیسے اڑتے ہوئے بادلوں کے کنارے لہراتے ہیں۔''

''جس روز شام کے وقت ضحاک بن سفیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مبارکہ ہاتھ میں لیے پکار رہے تھے۔ اور موت قریب کھڑی تھی۔ ہم اپنے بھائیوں کی اپنے بھائیوں سے ہی مدافعت کر رہے تھے (یاد رہے بنوسلیم اور بنوہوازن ایک دوسرے کے بھائی تھے کیونکہ دونوں قبیلے بنوقیس کی نسل سے ہیں اور آگے چل کر دونوں کا سلسلہ نسب ایک دوسرے سے اس طرح مل جاتا ہے۔ ابن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس) ہم اس وقت کفر و اسلام میں کوئی گنجائش دیکھتے تو اپنے رشتہ داروں کا ساتھ دیتے (یعنی بنوہوازن کا۔ مگر یہ کیونکہ حق و باطل کی جنگ تھی اس لیے کسی قسم کی قرابت یا بھائی چارہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔)

وَلٰكِنَّ دِيْنَ اللهِ دِيْنَ مُحَمَّدٍ

رَضِيْنَا بِهٖ فِيْهِ الْهُدٰى وَالشَّرَائِعُ

اِقَامَ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ اَمْرَنَا

وَلَيْسَ لِاَمْرٍ حَمَّهُ اللهُ دَافِعُ

ترجمہ: ''لیکن اللہ تعالیٰ کا دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے جس کو ہم نے پسند کیا کیونکہ اسی میں ہدایت و راستی، اصول حیات و زندگی کے قوانین ہیں۔ اس دین سے گمراہی کے بعد ہمارا معاملہ سدھرا ہے۔ اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھ دیا اسکو دور کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔''

اشعار کا پانچواں مجموعہ

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس کے پانچویں مجموعہ اشعار کو ترجمہ سمیت رقم کیا جاتا ہے۔

تَقَطَّعُ بَاقِيْ وَصْلِ اُمِّ مُؤَمَّلٍ

بِعَاقِبَةٍ وَاسْتَبْدَلَتْ نِيَّةً خُلْفًا

وَقَدْ حَلَفَتْ بِاللّٰهِ لَا تَقْطَعُ الْقُوٰى

فَمَا صَدَقَتْ فِيْهِ وَلَا بَرَّتِ الْحَلْفَا

خُفَافِيَّةٌ بَطْنُ الْعَقِيْقِ مَصِيْفُهَا

وَتَحْتَلُّ فِي الْبَادِيْنَ وَجْرَةَ فِالْعُرْفَا

فَاِنْ تَتْبَعِ الْكُفَّارَ اُمُّ مُؤَمَّلٍ

فَقَدْ زَوَّدَتْ قَلْبِيْ عَلٰى فَايِهَا شَغْفَا

ترجمہ: ''آخر کار اُمّ مؤمّل کا رہا سہا تعلق بھی ختم ہو گیا اور اس نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنی نیت ہی بدل ڈالی

ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اللہ کی قسم اٹھا کر کہا تھا کہ ہمارے درمیان جو عہد و پیان کی ڈور قائم ہو چکی ہے اسکو کبھی بھی نہیں توڑا جائے گا۔ مگر وہ اپنے اس عہد میں سچی ثابت نہ ہو سکی اور نہ ہی اس نے اپنی قسم کو پورا کیا۔ بنوسلیم کی شاخ خاندان بنوخفاف کے لیے موسم گرما گزارنے کے لیے حجاز کی وادی عقیق کے نشیبی علاقوں والی جگہ ہے۔ اس طرح دیہات کے لوگوں میں وقت گزارنے کے لیے وہ لوگ وجرۃ اور عرف کے مقام پر جا کر قیام کرتے ہیں۔''

''اب اگر امِّ مومل کفار کے تابع فرمان ہو گئی تو اسکی یہ حرکت میرے اور اسکے درمیان جدائی و فراق کی خلیج اور بڑھا دے گی۔''

وَ سَوْفَ یُنَبِّیْھَا الْخَبِیْرُ بِاَنَّنَا
اَبَیْنَا وَ لَمْ نَطْلُبْ سَوِی رَبِّنَا حِلْفًا
وَاَنَا مَعَ الْھَادِیْ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
وَفِیْنَا وَ لَمْ یَسْتَوْفِھَا مَعْشَر'' اَلْفًا
بِفِتْیَانَ صِدْقٍ مِنْ سُلَیْمٍ اَعِزَّۃٍ
اَطَاعُوْا فَمَا یَعْصُوْنَ مِنْ اَمْرِہٖ حَرْفًا

ترجمہ: ''اور بہت جلد اسے وہ لوگ جو باخبر ہیں بتادیں گے کہ ہر بات سے بے نیاز ہو کر اپنے پروردگار کے علاوہ نبی علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حلف وفاداری کا پکا عہد کر لیا ہے اور اس طرح اور کوئی گروہ ایسا نہیں جس نے ہزار کی تعداد پوری کر لی ہو۔ بنوسلیم کے یہ ایک ہزار نوجوان وہ ہیں جنہوں نے صداقت پسندی اور باعزت زندگی بسر کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر کمر باندھی ہے۔''

خَفَاف'' وَذَکْوَان'' وَ عَوْف'' تَخَالُھُمْ
مَصَاعِبَ زَافَتْ فِیْ طُرُوْقَتِھَا کُلُفًا
کَاَنَّ النَّسِیْجَ الشُّھْبَ وَالْبِیْضَ مُلْبَس''
اُسُوْدًا تَلَاقَتْ فِیْ مَرَاصِدِھَا غُضُفًا
بِنَا عَزَّ دِیْنُ اللّٰہِ غَیْرَ تَنْحُلٍ
وَزِدْنَا عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ مَعَہٗ ضِعْفًا
بِمَکَّۃَ اِذْجِئْنَا کَاَنَّ لِوَاءَ نَا
عُقَاب'' اِرَادَتْ بَعْدَ تَحْلِیْقِھَا خَطْفًا
عَلیٰ شُخَصِ الْاَبْصَارِ تَحْسِبُ بَیْنَھَا
اِذَاھِیَ جَالَتْ فِیْ مَرَاوِدِھَا عَزْفًا

ترجمہ: ''اور جو آپ علیہ السلام کے ایک لفظ مبارک کی بھی نافرمانی نہیں کرتے۔ یہ خاندان خفاف، خاندان ذکوان اور خاندان عوف کے لوگ ہیں۔''

''ان لوگوں کو جب تم دیکھو گے تو یہ خیال کرو گے کہ وہ ان کالے کالے اونٹوں کی مانند ہیں جو اونٹیوں (اونٹنیوں) پر پوری طرح حاوی ہیں۔ یہ لوگ سرخ اور سفید زرہیں اور خود پہنے ہوئے ان لٹکے ہوئے کانوں والے شیروں کی مانند معلوم ہوتے ہیں جو اپنے اڈوں پر باہم ملا کرتے ہیں۔''

''اللہ کا دین کسی خوف و تکذیب کے بغیر ہمارے ذریعے غالب ہو گیا ہے اور ہم نے ان میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے جو لوگ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔''

''جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمارا جھنڈا گویا اس باز کی طرح تھا جو حلقہ بنانے کے بعد جھپٹنے کے لیے پر تولتا ہے اور جب وہ اپنی جولان گاہ میں ایک شور کے ساتھ ٹوٹے تو آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے والے دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں کہ وہ تو اندر آ پہنچا ہے۔''

عَذَاةَ وَطِئْنَا الْمُشْرِكِيْنَ وَلَمْ نَجِدْ
لِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَدْلاً وَلاَ صَرْفًا
بِمُعْتَرِكٍ لاَ يَسْمَعُ الْقَوْمُ وَسْطَهٗ
لَنَا زَجْمَةً'' اِلاَّ التَّذَامُرُ و النَّقَفَا
بِبِيْضٍ نُطِيْرُ الْهَامَ عَنْ مُسْتَقَرِّ هَا
وَ نَقْطِفُ اَعْنَاقَ الْكُمَاةِ بِهَا قَطْفَا
فَكَائِنْ تَرَكْنَا مِنْ قَتِيْلٍ مُلَحَّبٍ
وَاَرْمَلَةٍ تَدْعُوْ عَلىٰ بَعْلِهَا لَهْفَا
رَضَا اللّٰهِ نَنْوِىْ لاَ رَضَا النَّاسِ نَبْتَغِىْ
وَلِلّٰهِ مَا يَبْدُوْا جَمِيْعًا وَمَا يَخْفىٰ

ترجمہ: ''مکہ میں جب ہم مشرکین کو روند رہے تھے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کے مقابلہ میں ہم نہ تو کوئی فدیہ قبول کر رہے تھے نہ کوئی توبہ بلکہ ہر قیمت پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تکمیل کر رہے تھے۔ میدان جنگ میں اس روز جب لوگ اپنے اندر ہماری مار و مار کی آوازیں اور سروں کے کٹ گرنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں سن رہے تھے اور ہم اپنی تلواروں سے دشمنوں کی کھوپڑیاں کاٹ کاٹ کر گرا رہے تھے اور بہادر جنگجوؤں کی گردنیں اس طرح کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے جیسے پھل اور ترکاریاں آسانی کے ساتھ کاٹ کر پھینکی جاتی ہیں۔''

''پھر کتنے ہی آدمی ہم نے کاٹ کر رکھ دیئے ان کی تکا بوٹی کر ڈالی اور کتنی ہی عورتیں ایسی تھیں جن کو بیوہ کر دیا

گیا تھا۔ وہ بیوہ عورتیں اپنے شوہروں کا نام لے کر کف افسوس سے ہاتھ مل مل کر نوحہ کر رہی تھیں۔ اللہ کی رضا ہمارا نظریہ تھا ہمارا مطمح نظر تھا۔ ہم لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ جو ظاہر ہو یا پوشیدہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں آجاتا ہے۔''

چھٹا مجموعہ اشعار

کتب سیر میں آتا ہے کہ یہ مجموعہ اشعار بھی عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس کا ہے جسکو ہم چھٹا مجموعہ کے نام سے اردو ترجمہ کے ساتھ یہاں رقم کر رہے ہیں۔

مَابَالَ عَيۡنِکَ فِيۡهَا عَائِر'' سَهِر''

مِثۡلُ الۡحَمَاطَةِ أَغۡضَى فَوۡقَهَا الشُّفُرُ

عَيۡن'' تَاَوَّبَهَا مِنۡ شَجۡوِهَا ارَق''

فَالۡمَاءُ يَغۡمُرُ هَا طَوۡرًا وَ يَنۡحَدِرُ

كَاَنَّهُ نَظۡمُ دُرٍّ عِنۡدَ نَاظِمَةٍ

تَقَطَّعَ السِّلۡکُ مِنۡهُ فَهُوَ مُنۡتَشِرُ

ترجمہ: ''تیری اس آنکھ کا کیا حال ہے جس میں کوئی چیز بڑی جاگ رہی ہے۔ اور کھٹک رہی ہے۔ اس طرح جیسے کوئی تنکا ہے جسکو پلکوں نے اوپر سے بند کر لیا ہے۔ غم والم کے باعث آنکھ کو بیداری نے رات کے وقت گھیر لیا۔ آنسوؤں سے نکلنے والا پانی کبھی اوپر بہنے لگتا ہے اور کبھی نیچے گرنے لگتا ہے یہ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ گویا موتیوں کی ایک لڑی ہے جس کا دھاگہ پرونے والی آنکھ سے رابطہ ٹوٹ گیا ہے اور یوں وہ بکھر کر رہ گئی ہے۔''

يَا بُعۡدَ مَنۡزِلِ مَنۡ تَرۡجُوۡ مُوَدَّتَهُ

وَمَنۡ اَتٰى دُوۡنَهُ الصَّمَانَ فَالۡحَضَرُ

دَعۡ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ عَهۡدِ الشَّبَابِ فَقَدۡ

وَلَّى الشَّبَابُ وَزَارَ الشَّيۡبُ وَالزَّعَرُ

وَاذۡكُرۡ بَلَاءَ سُلَيۡمٍ فِيۡ مَوَاطِنِهَا

وَ فِيۡ سُلَيۡمٍ لِاَهۡلِ الۡفَخۡرِ مُفۡتَخَرُ

قَوۡم'' هُمۡ نَصَرُ والرَّحۡمٰنَ وَاتَّبَعُوۡا

دِيۡنَ الرَّسُوۡلَ وَ اَمۡرُ النَّاسِ مُشۡتَجِرُ

لَا یَغْرِسُوْنَ فَسِیْلَ النَّخْلِ وَسْطَهُمْ
وَلَا تَخَاوَرُ فِیْ مَشْتَاهُمُ الْبَقَرُ
اَلَّا سَوَابِحَ کَالْعِقْبَانِ مُقْرَبَةً
فِیْ دَارَةٍ حَوْلَهَا الْاَخْطَاءُ وَالْحَكَرُ

ترجمہ: ''اور فراق جو منزل جان و جاناں جسکی الفت و مودت کی تو امیدیں کرتا ہے اور جس کے سامنے اب صمان اور حضر کے مقامات حائل ہو گئے ہیں۔ جوانی کے اس ذکر کو چھوڑ کر جو پہلے ہو چکا ہے۔ اب تو حال یہ ہے کہ جوانی نے منہ موڑ لیا ہے اور سر کے بالوں میں سفیدی نمودار ہو چکی ہے۔ اور اپنے ہی ہم وطنوں میں بنو سلیم کی جو آزمائش ہو رہی ہے اس کا ذکر اور قصہ یہ ہے کہ بنو سلیم میں وہ لوگ موجود ہیں جن پر فخر کرنے والے فخر کر سکتے ہیں۔''

''بنو سلیم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے کاموں میں مدد کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا اس وقت اتباع کیا جب دوسرے لوگوں کا معاملہ حجت بازی اور اختلاف میں پڑا ہوا تھا۔''

''بنو سلیم اپنے قلعے میں کھجور کے درخت نہیں لگاتے کہ ان کے موسم سرما گزارنے کے مقام پر مویشی آوازیں نکالیں۔ یعنی یہ لوگ زراعت یا جانور پالنے کا کام نہیں کرتے بلکہ جنگجوئی اور سیاحت ان کا مشغلہ ہے۔''

تُدْعَی "خُفَافٌ" وَ "عَوْفٌ" فِیْ جَوَانِبِهَا
وَحَیُّ "ذَكْوَانَ لَا مِیْلٌ" وَلَا ضُجُرُ
اَلضَّارِبُوْنَ جُنُوْدَ الشِّرْكِ ضَاحِیَةً
بِبَطْنِ مَكَّةَ وَالْاَرْوَاحُ تَبْتَدِرُ
حَتّٰی دَفَعْنَا وَ قَتْلَاهُمْ كَاَنَّهُمْ
"نَخْلٌ" بِظَاهِرَةِ الْبُطْحَاءِ مُنْقَعِرُ

ترجمہ: ''اس کے چاروں گوشوں پر خاندان ذکوان، عوف اور خفاف کے لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ یہ لوگ نہ تو غیر مسلح ہیں اور نہ ہی تنگ حال و تنگ دست۔ جو مکہ مکرمہ کے دامن میں شرک و کفر کی افواج کو کھلے عام اپنی تلواروں سے قتل کر رہے تھے اور یوں ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل نکل کر ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہی تھیں۔''

''پھر یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ہم نے ان لوگوں کو پیچھے دھکیل دیا اور مشرکین و کفار کے مقتولین میدان جنگ میں یوں پڑے ہوئے نظر آ رہے تھے جیسے کھجور کے درخت جڑ سے اکھڑے پڑے ہوں۔''

وَنَحْنُ یَوْمَ حُنَیْنٍ كَانَ مَشْهَدُنَا
لِلدِّیْنِ عِزًّا وَ عِنْدَ اللّٰهِ مُدَّخَرُ

اِذْ نَرْکَبُ الْمَوْتَ مُخْضَرًّا بَطَائِنُهٗ

وَالْخَیْلُ یُنْجَابُ عَنْهَا سَاطِعٌ کَدِرُ

تَحْتَ اللِّوَاءِ مَعَ الضَّحَاکِ یَقْدُمُنَا

کَمَا مَشِیَ اللَّیْثُ فِیْ غَابَاتِهِ الْخَدِرُ

فِیْ مَازِقٍ مِنْ مَّجَرِّ الْحَرْبِ کَلْکَلُهَا

تَکَادُ تَافُلُ مِنْهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

وَ قَدْ صَبَرْنَا بِاَوْطَاسٍ اَسِنَّتَنَا

لِلّٰهِ نَنْصُرُ مَنْ شِئْنَا وَ نَنْتَصِرُ

حَتّٰی تَاَوَّبَ اَقْوَامٌ مَنَازِلَهُمْ

لَوْلَا الْمَلِیْکُ وَ لَوْ لَا نَحْنُ مَا صَدَرُوْ

فَمَا تَرٰی مَعْشَرًا قَلُّوْا وَلَا کَثُرُوْا

اِلَّا قَدْ اَصْبَحَ مِنَّا فِیْهِمْ اَثَرُ

ترجمہ: ''غزوہ حنین میں ہماری شرکت دین کی سربلندی، عزت اور آخرت میں نیکیوں کو حاصل کرنے کے لیے تھی۔ جب ہم موت کے گھوڑے پر سوار تھے اور اسکے اسرار اس وقت نمایاں ہو رہے تھے۔ ان گھوڑوں کے سموں کے نیچے سے گہرا گرد و غبار جو میدان جنگ میں ہوتا ہے اڑ رہا تھا۔''

''ہم جھنڈے کے نیچے اس ضحاک کے ساتھ تھے جو ہمارے آگے آگے اسی طرح چل رہا تھا۔ جیسے کچھار سے شیر نکل کر چلتا ہے۔ اس روز معرکہ جنگ بڑی ہی شدت کے ساتھ ہو رہا تھا۔ جنگ کے اس خوف کی وجہ سے سورج اور چاند تک بھی غروب ہوئے جا رہے تھے۔''

''اور مقام اوطاس میں ہم لوگ اللہ کی رضا کے لیے نیزوں کو نہایت صبر و استقلال سے استعمال کر رہے تھے۔ ہم اللہ کے لیے ہی جسکو چاہتے تھے مدد دیتے تھے اور کامیابی و کامرانی و نصرت حاصل کر رہے تھے۔ پھر یہاں تک کہ سب جماعتیں اپنی اپنی منزلوں پر واپس چلی گئیں اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہماری نصرت میں شامل نہ ہوتی تو یہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔ پس تم کوئی گروہ ایسا نہ دیکھو گے چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر جن کے جسموں پر ہمارے ڈالے ہوئے زخموں کے نشانات موجود نہ ہوں ضرور موجود ہوں گے۔''

ساتواں مجموعہ اشعار

عباس بن مرداس کے مجموعہ اشعار کا ساتواں حصہ اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ الَّذِیْ تَهْوِیْ بِهٖ
وَجْنَاءُ مُجْمَرَةُ الْمَنَاسِمِ عِرْمِسُ
اَمَّا اَتَيْتَ عَلَی النَّبِیِّ فَقُلْ لَهٗ
حَقًّا عَلَيْکَ اِذَا اطْمَاَنَّ الْمَجْلِسُ
يَا خَيْرَ مَنْ رَّکِبَ اَعْطِیَّ وَمِنْ مَشٰی
فَوْقَ التُّرَابِ اِذَا تُعَدُّالْاَنْفُسُ
اِنَّا وَفِيْنَا بِالَّذِیْ عَاهَدْتَنَا
وَالْخَيْلُ تُقْدَعُ بِالْکُمَاةِ وَ تُضْرَسُ

ترجمہ: ''اے وہ شخص جسکو نہایت مضبوط، فربہ، جمے ہوئے پاؤں اور گٹھے ہوئے جسم والی اونٹنی لیے جارہی ہے۔اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتو خود پر اس بات کو فرض قرار دے دینا کہ تم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اطمینان اور ادب سے بیٹھو گے۔''

''جب ادب سے بیٹھ جاؤ تو میری طرف سے خدمت اقدس میں عرض کرنا اے وہ اعلیٰ و بلند انسان کے شمار کرتے وقت جو ان سب میں بہتر ثابت ہوا ہے اور جو آج تک پوری دنیا میں اونٹوں پر سوار ہوئے ہیں اور جو اس کرہ ارض پر پیدا ہونے کے بعد آج تک چلے ہیں۔''

''آپ نے ہم سے جو عہد لیا تھا اسے ہم نے ایسے وقت میں پورا کیا جب بڑے بڑے مسلم بہادر، جری، جنگجو جو ہمارے گھوڑوں کو روک کر زخمی کر رہے تھے۔''

اِذَا سَالَ مِنْ اَفْنَاءِ بُهْثَةَ کُلِّهَا
جَمْعٌ'' تَظَلُّ بِهِ الْمَخَارِمِ تَرْجُسُ
حَتّٰی صَبَحْنَا اَهْلَ مَکَّةَ فَيْلَقَا
شَهْبَاءَ يَقْدُمُهَا الْهُمَامُ الْاَشْوَسُ
مِنْ کُلِ اَغْلَبَ مِنْ سُلَيْمٍ فَوْقَهٗ
بَيْضَاءُ مُحْکَمَةَ الدَّخَالُ وَ قَوْنَسُ

ترجمہ: ''جب قبیلہ بہثہ کے تمام گروہ ایک کثیر جمعیّت کی حیثیت سے ابھرے تو اس جم غفیر کے سامنے پہاڑ تک کے راستے ہل گئے یہاں تک کہ ہم نے صبح سویرے اہل مکہ پر ایسے عظیم لشکر کے ہمراہ حملہ کیا۔''

''اس لشکر کے اسلحہ سے ایک چمک پیدا ہو رہی تھی اور جس کی قیادت ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والا اور تیور والا سردار کر رہا تھا۔ اس لشکر میں بنو سلیم کا ایک مضبوط اور سخت جان آدمی بھی شریک تھا۔ اسکے جسم پر نہایت ہی

مضبوط بناوٹ کی چمکتی ہوئی زرہ تھی اور جس کے سر پر اونچا خود تھا۔''

یَرْدِی الْقَنَاۃَ اِذَا الْجُسَرَ فِی الْوَغیٰ

وَ تَخَالُہٗ اَسَدً اِذَا مَایَعْبِسُ

یَخْشِی الْکَتِیْبَۃَ مُعْلِمًا وَ بِکَفِّہٖ

غَضْب'' یَقُدُّبِہٖ وَلَدْن'' مِدْعَسُ

وَ عَلیٰ حُنَیْنٍ قَدْوَفَی مِنْ جَمْعِنَا

اَلف'' اُمِدُّ بِہِ الرَّسُوْلُ عَرَنْدَسُ

کَانُوْ اَمَامَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ رَیْئَۃً

وَالشَّمْسُ یَوْمَئِذٍ عَلَیْہِمْ اَشْمَسُ

ترجمہ: ''جب میدان جنگ میں بنوسلمٰی کا سپاہی دلیری اور جرأت مندی کا مظاہرہ کرتا نیزوں کو دشمنوں کے خون سے خوب سیراب کرتا اور پھر جب ترش روئی دکھاتا تو یوں گمان ہوتا کہ وہ بالکل شیر ہے اپنے ہاتھ میں نیزہ وتلواراور سنان لیے جنگی مدد سے وہ چیر پھاڑ کرتا ہوا دشمن کے لشکر پر چھایا جارہا تھا۔''

''غزوہ حنین میں ہماری جمعیت میں سے پورے پورے ایک ہزار سخت جان آدمی ہو گئے جن کے ذریعے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمک پہنچائی گئی دشمن کے خلاف''

''یہ ایک ہزار سخت جان لوگ مسلمانوں کی پوری پوری مدد کر رہے تھے۔اس وقت ان پر ایک سورج نہیں بلکہ کئی سورج روشنی کر رہے تھے۔(سورج کی روشنی سے یہاں شاعر کی مراد وہ چمکتی ہوئی زرہیں اور تلوار وخود وسنان ہیں جوان کے پاس تھے گویا اس اسلحہ جنگ کو شاعر یہاں سورج کی مانند روشن ہونے سے تشبیہ دے رہا ہے)''

غَضِبِیُ وَ یَحْرُ سُنَا الْاِلٰہُ بِحِفْظِہٖ

وَاللّٰہُ لَیْسَ بِضَائِعٍ مِنْ یَحْرُسُ

وَلَقَدْ حُسِبنَا بِالْمَنَاقِبِ مَحْبِسًا

رَضِیَ الْاِ لٰہُ بِہٖ فَنِعْمَ الْمَحْبِسُ

وَغَدَاۃَ اَوْطَاسٍ شَدَّدْنَا شَدَّۃً

کَفَتِ الْعَدُوَّ وَقِیْلَ مِنْھَا یَا اَحْبِسُوْا

تَدْعُوْ اھَوَازِنُ بِالْاَخَاوَۃِ بَیْنَنَا

ثُدٰی'' تَمُدُّبِہٖ ھَوَازِنُ اَیْبَسُ

حَتّٰی تَرَکْنَا جَمْعَهُمْ وَ کَاَنَّهٗ

غَیْرٌ" تَعَاقَبُهُ السِّبَاعُ مُفَرَّسُ

ترجمہ: ''ہم دشمن کی صفوں میں گھسے چلے جارہے تھے۔اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی امان میں لیے ہماری نگہبانی فرمارہا تھااور اللہ تعالیٰ جس کا نگہبان ونگران ہووہ برباد نہیں ہوسکتا۔''

''ہمیں طائف کے راستے پر گامزن مقام مناقب پر روکا گیااور اس کوروکنے سے ہمارا خدا راضی تھا اس لیے ہمارا یہ روکا جانا بھی کس قدر اچھا و بہتر تھا۔اور جنگ اوطاس میں ہم نے ایک شدید حملہ کیا کہ وہی دشمن کے لیے کافی ثابت ہوا اور پھر اسی حملہ کی کیوجہ سے آخر دشمن کی طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ اے لوگو اب بس کرو بند کرو کافی ہوگیا۔''

''اہل ہوازن ہمیں بھائی بن کر اپنی طرف بلاتے ہیں جبکہ ہمارے درمیان والدہ کی وہ چھاتی جس سے بنو ہوازن نے بھی دودھ پیا تھا بالکل سوکھ چکی ہے۔پھر ہم نے دشمن کا یہ حال کردیا جیسے جنگلی گدھے ہوں جن کو درندوں نے چیر پھاڑ ڈالا ہو''

آٹھواں مجموعہ اشعار

بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یہ مجموعہ اشعار بھی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس سے ہی منسوب ہے۔ اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جارہے ہیں۔

نَصَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ غَضْبَ لَهٗ

بِاَلْفِ کَمِیِّ لاَ تُعَدُّ حَوَاسِرُهٗ

حَمَلْنَا لَهٗ فِی عَامِلِ الرُّفْحِ رَایَةً

یَذُوْرُ بِهَا فِیْ حَوْمَةَ الْمَوْتِ نَاصِرُهٗ

وَ نَحْنُ خَضَبْنَاهَا دَمًا فَهُوَ لَوْ نُهَا

غَدَاةَ حُنَیْنٍ یَوْمَ صَفْوَانُ شَاجِرُهٗ

ترجمہ: ''سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں دشمنوں پر ہمیں جوش وغصہ آیا تو ہم نے ایک ہزار جنگجو مسلح نوجوانوں کی مدد سے آپ کی مدد واعانت کی۔ان ہزار جوانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے زرہ نہ پہن رکھی ہو۔ہم لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا مبارک اپنے نیزے کی نوک پر اٹھالیا جس کے بعد آپ کے حامی موت کے منہ میں داخل ہوکر دشمنوں سے شدید جنگ کررہے تھے۔''

''ہم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کو دشمن کے خون سے رنگ دیا تھا اس لیے جھنڈے کا

رنگ بھی خونین رنگ کا تھا۔ جب غزوہ حنین میں صفوان اسی خون میں آلودہ ہو رہا تھا۔''

وَ كُنَّا عَلَى الْإِسْلَامِ مَيْمَنَةً لَهُ

وَكَانَ لَنَا عَقْد للّوَاءِ وَ شَاهِرُهُ

وَكُنَّا لَهُ دُوْنَ الْجُنُوْدَ بِطَانَةً

يُشَاوِرُنَا فِيْ اَمْرِهٖ وَ نُشَاوِرُهُ

دَعَانَا فَسَمَّا نَا الشِّعَارَ مُقَدَّمًا

وَكُنَّا لَهُ عَوْنَا عَلٰى مَنْ يُنَاكِرُهُ

جَذَى اللّٰهُ خَيْرًا مِنْ نَبِيٍّ مُحَمَّدًا

وَ اَيَّدَهٗ بِالنَّصْرِ وَاللّٰهُ نَاصِرُهُ

ترجمہ: ''اور ہم اسلامی لشکر کے میمنے (دائیں بازو کی فوج) پر مقرر تھے اس طرح میدان جنگ میں جھنڈا گاڑنا اور اسے اٹھانا ہمارا کام تھا۔

اور ہم محافظ کے لشکر کی حیثیت سے ہر بات اور ہر امر کے راز داں تھے وہ اپنے معاملات میں ہم سے مشورہ کریں اور ہم ان سے مشورہ کرتے تھے۔ اسلام نے ہمیں حق کی دعوت دی جسکو ہم نے قبول کرلیا تو ہمیں آپ نے اپنے خاص لوگوں میں سب سے پہلے رکھا۔ اور ہم اس شخص کے خلاف تھے جو اس دعوت کا انکار کرتا اور ہم اسلام کے مددگار و معاون تھے۔ اللہ کریم سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزائے خیر دے اور آپ علیہ السلام کو اپنی نصرت اور اعانت سے طاقت پہنچائے اور اللہ کریم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مددگار ہے''۔

نواں مجموعہ اشعار

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشعار کا یہ مجموعہ بھی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مرداس کا ہی ہے۔ اشعار اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جا رہے ہیں۔

مَنْ مُبْلِغُ الْاَقْوَامَ اَنَّ مُحَمَّدً

رَسُوْلُ الْاِ لٰهِ رَاشِد'' حَيْثُ يَمَّمَا

دَعَا رَبَّهٗ وَ اسْتَنْصَرُ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

فَاَصْبَحَ قَدْ وَ فّٰى اِلَيْهِ وَ اَنْعَمَا

سَرَيْنَا وَ وَاعَدْنَا قُدَيْدً ا مُحَمَّدًا

يَؤُمُّ بِنَا اَمْرًا مِنَ اللّٰهِ مُحْكَمَا

تَمَارَوْا بِنَا فِی الْفَجْرِ حَتّٰی تَبَیَّنُوْا
مَعَ الْفَجْرِ فِتْیَانًا وَغَابًا مُقَوَّمَا

ترجمہ: ''دنیا کی تمام قوموں کو یہ پیغام پہنچانے والا کون ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں کا ارادہ فرماتے ہیں وہاں کا ہی سیدھا راستہ اختیار فرماتے ہیں۔''

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار سے ہی دعا فرمائی اور اسکی نصرت و اعانت طلب فرمائی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا پوری فرماتے ہوئے آپ کو انعامات و اکرامات سے سرفراز فرمایا۔''

''ہم رات کے وقت نکلے جب ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قدید کا وعدہ کیا تھا۔ آپ اللہ کی جانب سے امر محکم کے لیے ہماری قیادت فرما رہے تھے۔''

''جب لوگوں نے ہمارے فجر کے وقت میں پہنچنے کے بارے میں شک کیا مگر انہوں نے عین فجر کے وقت ہی ہمارے نوجوانوں کو بہترین نیزوں کے ساتھ جو وہ سیدھے کیے ہوئے تھے دیکھ لیا۔''

عَلَی الْخَیْلِ مَشْدُوْدًا عَلَیْنَا دُرُوْعُنَا
وَرَجْلاً کَدُفَّاعِ الْاَتِیِّ عَرَمْرَمَا
فَاِنَّ سَرَاۃَ الْحَیِّ اِنْ کُنْتَ سَائِلاً
سُلَیْمٌ وَفِیْهِمْ مِنْهُمْ مَنْ تَسَلَّمَا
وَجُنْدٌ مِنَ الْاَنْصَارِ لَا یَخْذُلُوْنَهٗ
اَطَاعُوْ فَمَا یَعْصُوْنَهٗ مَا تَکَلَّمَا

ترجمہ: ''یہ سب نوجوانان گھوڑوں پر سوار تھے جبکہ ہماری زرہیں ہم پر کسی ہوئی تھیں اور ان پیادہ کو بھی دیکھ لیا۔ جو کہ اس سخت چٹان کی مانند تھے۔ جو سخت سیلاب کو بھی روک لیتی ہیں۔''

''اگر تم دریافت کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سردار قبیلہ اصل میں بنو سلیم ہی ہیں ان سرداروں میں وہ بھی شامل ہیں جنہوں نے خود کو سردار ثابت کرنے کے لیے بنو سلیم سے وابستگی اختیار کی۔''

''اور نصاریٰ کی فوج بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ انہوں نے آپ کی اطاعت کی ہے اس لیے آپ جو بھی حکم فرماتے ہیں وہ لوگ بے چون و چرا اسکی تعمیل کرتے ہیں۔''

فَاِنْ تَکُ قَدْ اَمَّرْتَ فِی الْقَوْمِ خَالِدًا
وَقَدَّمْتَهٗ فَاِنَّهٗ قَدْ تَقَدَّمَا
بِجُنْدٍ هَدَیْهُ اللّٰهُ اَنْتَ اَمِیْرُهٗ
تُصِیْبُ بِهٖ فِی الْحَقِّ مَنْ کَانَ اَظْلَمَا

خَلَفْتُ یَمِیْنًا بَرَّۃً لِمُحَمَّدٍ

فَاَکْمَلْتُھَا اَلْفًا مِّنَ الْخَیْلِ مُلْجَمَا

ترجمہ: ''پس اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنادیا ہے اور یوں انکو آگے کردیا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے لشکر کے ہمراہ آگے بڑھے ہیں جسے اللہ نے ہدایت کی اور جس کے آپ امیر ہیں۔ اس لشکر کے ذریعے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیں گے جو حق کو پہچاننے میں تاریک خیال ہیں''۔

''میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک قسم اٹھائی جسکو میں نے پورا کرنا ہے اس لیے میں نے ایک ہزار لگام دیئے ہوئے گھوڑے خدمت اقدس میں پیش کرکے اپنی قسم کو پورا کرلیا۔''

وَقَالَ نَبِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ تَقَدَّمُوْا

وَحُبَّ اِلَیْنَا اَنْ نَکُوْنَ الْمُقَدَّمَا

وَبِتْنَا بِنَھْیِ الْمُسْتَدِیْرِ وَ لَمْ یَکُنْ

بِنَاالْخَوْفُ اِلَّا رَغْبَۃً وَ تَحَزَّمَا

اَطَعْنَاکَ حَتّٰی اَسْلَمَ النَّاسُ کُلُّھُمْ

وَ حَتّٰی صَبَحْنَا الْجَمْعَ اَھْلَ یَلَمْلَمَا

یَضِلُّ الْحِصَانُ الْاَبْلَقُ الْوَرْدُوَسْطَہٗ

وَلَا یَطْمَعِنُّ الشَّیْخُ حَتّٰی یُسَوَّمَا

سَمَوْنَا لَھُمْ وِرْدَ الْقَطَازَفَّہٗ ضُحًی

وَکُلٌّ تَرَاہُ عَنْ اَخِیْہِ قَدْ اَحْجَمَا

لَدُنْ غُدْوَۃً حَتّٰی تَرَکْنَا عَشِیَّۃً

حُنَیْنًا وَقَدْ سَالَتْ دَوَافِعُہٗ دَمًا

اِذَا شِئْتَ مِنْ کُلٍّ رَأَیْتَ طِمِرَّۃً

وَفَارِسَھَا یَھْوِیْ وَرُمْعًا مُحَطَّمَا

وَ قَدْ اَحْرَزَتْ مِنَّا ھَوَازِنُ سَرْبَھَا

وَحُبَّ اِلَیْھَا اَنْ نَحِیْبَ وَ نُحْرَمَا

ترجمہ: ''اور مسلمانوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ آگے بڑھو تو اس وقت یہ حکم ہمارے لیے بہت ہی راحت کا سبب بنا کہ ہم سب سے آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کریں۔''

''ہم سب چوڑی چوڑی زرہوں میں ملبوس تھے ہمیں کسی قسم کا خوف وڈر نہیں تھا ہمیں بس شوق وعزم مجبور کرنے لگا تھا۔

ہم نے آپ کی اطاعت کی یہاں تک کہ سب لوگ اسلام لے آئے پھر یہاں تک کہ ہم نے صبح صبح یلملم پہاڑ کے لوگوں کے اجتماع پر حملہ کر دیا جن کے اندر ہمارا سرخ ابلق گھوڑا کھویا جا رہا تھا۔ پھر بوڑھے آدمی کو اس وقت سکون نصیب نہیں ہوتا جب تک اس کے جسم پر نشان جنگ نہ لگ جائے۔''

''ہم سب ان یلملم کے مشرکین کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسقدر تیزی سے صبح صبح چل پڑے جس طرح پرندہ صبح کو پانی پینے کے لیے دوڑتا ہے اور تم دیکھ رہے تھے کہ ہر شخص اپنے بھائی سے بھی غافل ہو کر بھاگا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے میدان حنین کو صبح تک ایسے کر دیا کہ وہاں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔''

''جب بھی تم چاہتے ہم میں سے ہر شخص کو دیکھ لیتے کہ گھوڑا اور اس کا سوار تیزی سے چلا جا رہا تھا۔ اور لڑتے لڑتے اس کا نیزہ ٹوٹ رہا تھا۔ اس وقت بنو ہوازن اپنے جانور ہم سے بچا کر اپنے قبضے میں کرنے لگے کیونکہ ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ ان کے اموال سے ہم دور ہی رہیں تو اچھا ہے۔''

خدیج کے اشعار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ غزوہ حنین کے بارے میں جہاں اور بہت سے شعراء نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔ وہاں خدیج بن عوجاء نے بھی چند اشعار کہے جو اردو ترجمہ کے ساتھ رقم کیے جا رہے ہیں۔

لَمَّا دَنَوْنَا مِنْ حُنَيْنٍ وَمَائِهِ
رَاَيْنَا سَوَادًا مُنْكَرَ اللَّوْنِ اَخْصَفَا
بِمَلْمُوْمَةٍ شَهْبَاءَ لَوْ قَذَفُوْا بِهَا
شَمَارِيْخَ مِنْ غَزْوَىْ اِذَنْ عَادَ صَفْصَفَا
وَلَو اَنَّ قَوْمِىْ طَاوَعَتْنِىْ سَرَاتُهُمْ
اِذَن مَا لَقِيْنَا الْعَارِضَ الْمُتَكَشِّفَا
اِذَنْ مَالَقِيْنَا جُنْدَاٰلَ مُحَمَّدٍ
ثَمَانِيْنَ اَلْفًا وَ اسْتَمَدُّوْا بِخُنْدِفَا

ترجمہ: ''جب ہم جنگ حنین کے موقعہ پر مقام حنین اور اسکے چشمے کے قریب پہنچے تو ہم نے الگ الگ مسلمہ قبائل کے لوگوں کو دیکھا ان کے سائے ہر سو نظر آ رہے تھے وہ اسلحہ والی ایسی عظیم فوج تھی کہ اگر وہ فوج غروی کے بلند پہاڑوں کو اٹھا کر پھینکتے تو پہاڑ بھی پس کر یوں بن جاتے کہ گویا ہموار زمین ہے۔''

''اور اگر میری قوم کے سردار میری بات مان لیتے تو ہم اس امنڈتے ہوئے بادل سے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی ہزار فوج سے مقابلہ نہ کرتے اور پہلے ہماری قوم خندف سے امداد حاصل کرتی۔''

ابو ثواب کے اشعار

قبیلہ بنو سعد بن بکر کے ایک فرد ابو ثواب نے غزوہ حنین کے موقعہ پر جو اشعار کہے اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جا رہے ہیں:

اَلَاھَلْ اَتَاکَ اَنْ غَلَبَتْ قُرَیْش''

هَوَازِنَ وَالْغُطُوْبَ لَهَا شُرُوْطُ

وَ كُنَّا يَا قُرَيْشُ اِذَا غَضِبْنَا

يَجُیَ مِنَ الْغِضَابِ دَمُ غَبِيْطُ

فَاَصْبَحْنَا تُسَوِّقُنَا قُرَيْش''

سِيَاقَ الْعِيْرِ يَحْدُوْهَا النَّمِيْطُ

وَكُنَّا يَا قُرَيْشُ اِذَا غَضِبْنَا

يَحِيئُ مِنَ الْغِضَابِ دَم'' عَبِيْطُ

فَلَا اَنَا اِنْ سُئِلْتُ الْخَسْفَ آبٍ

وَلَا اَنَا اَنْ اَلِيْنَ لَهُمْ نَشِيْطُ

سَيُنْقَلُ لَحْمُهَا فِیْ كُلِّ فَجٍّ

وَ تُكْتَبُ فِیْ مَسَامِعُهَا الْقُطُوْطُ

ترجمہ: ''کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ اہل قریش ہوازن پر غالب آ گئے ہیں اور حوادث وہ ہیں جنکی شرائط ہوتی ہیں۔ اور اے قریش ہم وہ لوگ ہیں کہ جب غضبناک ہوتے تھے تو غصے کی وجہ سے ہم لوگوں کی آنکھوں میں تازہ خون اتر آتا ہے۔''

''اور اے قریش جب ہم غضبناک ہو جاتے ہیں تو گویا وہ لوگ بن جاتے کہ جیسے ہماری ناک میں نسوار یعنی سعوط ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن اب ہماری حالت یہ ہے کہ قریش اور عام لوگ حدی پڑھتے جاتے ہیں اور ہمیں یوں ہانکے لیے جا رہے ہیں جیسے اونٹوں کو ہانکا جاتا ہے۔''

''اس موقعہ پر اگر مجھے ذلت اختیار کرنے کے لیے کہا جائے تو میں نہ تو انکار ہی کروں گا اور نہ ہی اس بات سے خوشی محسوس کروں گا کہ ان کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھوں۔''

''لیکن بہت جلد قریش کا گوشت ہر گلی میں پھرا کرے گا اور ان کے کانوں میں علامتی پروانے (یعنی ذبح کرنے کے پروانے) لکھ کر لگا یا جایا کریں گے۔''

ابن وہب کے اشعار

ابوثواب نے جب مذکورہ اشعار تحریر کیے تو قبیلہ بنو تمیم کی ایک شاخ بنو اسید کے ایک فرد عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وہب نے ان اشعار کا جواب دیا وہ جوابی اشعار بمعہ اردو ترجمہ یہ ہیں۔

بِشَرْطِ اللّٰہِ نَضْرِبُ مِنْ لَقِیْنَا

كَاَفْضَلَ مَا رَاَیْتَ مِنَ الشُّرُوْطِ

وَ كُنَّا یَا هَوَازِنُ حِیْنَ نَلْقٰی

نَبُلُّ الْهَامَ مِنْ عَلَقٍ عَبِیْطِ

یَجْمَعُكُمْ وَ جَمْحَ بَنِی قَسِیٍّ

نَحُکُّ الْبَرْکَ كَالْوَرَقِ الْخَبِیْطِ

اَصَبْنَا مِنْ سَرَاتِكُمْ وَ مِلْنَا

بِقَتْلٍ فِی الْمُبَابِنِ وَالْخَلِیْطِ

بِهِ الْمُلْتَاثُ مُفْتَرِشُ یَدَیْهِ

یَمُجُّ الْمَوْتَ كَالْبَكْرِ النَّحِیْطِ

فَاِنْ تَکُ قَیْسُ عَیْلَانَ غِضَابًا

فَلَا یَنْفَکُّ یُرْغِمُهُمْ سَعُوْطِیْ

ترجمہ: ''تم لوگوں نے جتنی بھی شرائط دیکھی ہیں ان شرائط میں سب سے افضل واعلیٰ شرط اللہ کی شرط ہے جسکی وجہ سے ہم ان لوگوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں جو ہمارے مقابلے میں آتے ہیں۔''

''اے ہوازن یاد رکھو ہم وہ لوگ ہیں کہ جب دشمن کے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو دشمنوں کی کھوپڑیاں خون سے تر بہ تر کر دیتے ہیں۔''

''اے ہوازن جو تمہارے اور بنو ثقیف کے قبائل پر مشتمل فوج تھی ہم نے اس فوج کو جنگ کے دوران اپنا بھاری سینہ اس پر رکھ کر کچل ڈالا ہے۔ تم لوگ اس طرح کچلے گئے ہو جس طرح مویشیوں کے کھانے کا کچلا ہوا کٹا چارہ ہوتا ہے۔ ہم نے تمہارے سرداروں کو مارا اور تمہارے شکست خوردہ اور مقابلہ کرنے والوں کو قتل کرنے میں بڑی دلچسپی لی۔ ان میں ملتاث بھی مارا گیا جو دونوں ہاتھ پھیلا کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ اور یوں وہ زندگی کی آخری سانس لے رہا

تھا۔ اسکی حالت ایسی تھی جیسے اونٹ خرخراہٹ سے لمبے لمبے سانس لیتا ہے۔ اگر قیس عیلان کے لوگ غضب و غصے میں جل رہے ہیں تو ان کو ہماری ڈالی ہوئی نسوار ہمیشہ ذلیل و خوار کرتی رہے گی۔''

ابوخراش کے اشعار

صاحب سیر تحریر کرتے ہیں کہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے زہیر بن عجوہ ہذلی کو جنگ حنین میں گرفتار کرلیا اسکی مشکیں باندھ دی گئی۔ جمیل بن معمر حجی نے زہیر کو دیکھ کر کہا کیا تم ہمارا غصہ غیظ و غضب کسی طرح دور کرسکتے ہو پھر رک رک کر اسکی گردن اڑادی۔ زہیر کے مرثیے میں اُس کے چچازاد بھائی ابوخراش نے یہ اشعار کہے۔

عَجَّفَ اَضَیَا فِی جَمِیْلُ بْنُ مَعْمَرٍ
بِذِیْ فَجَرٍ تَاوِیْ اِلَیْهِ الْاَرَامِلُ
طَوِیْلِ نِجَادِالسَّیْفِ لَیْسَ بِحَبْدَرٍ
اِذَا هُتَزَّ وَاسْتَرْخَتُ عَلَیْهِ الْحَمَائِلُ
تَکَا دُیَدَاهُ تُسْلِمَانِ اِزَارَهٗ
مِنَ الْجُوْدِ لِمَا اَذْلَقَتْهُ الشَّمَائِلُ
اِلٰی بَیْتِهٖ یَاوِی الضَّرِیْکُ اِذَا شَتَا
وَمُسْتَنْجٌ بَالِی الدَّرِ یَسِیْنَ عَائِلُ
تَرَوَّحَ مَقْرُوْرًا وَهَبَّتُ عَشِیَّةٌ
لِهَا حَدَابٌ تَحْتَثُّهُ فَیُوَائِلُ

ترجمہ: ''جمیل بن معمر نے ایسے فیاض اور سخی مہمان نواز شخص کو قتل کر کے مہمانوں کو کمزور اور دبلا پتلا بنادیا ہے۔ اسکے ہاں تو تباہ شدہ حاجت مند آ کر پناہ لیا کرتے تھے۔''

''اسکی تلوار کا پرتلا طویل تھا کیونکہ وہ کمزور اور کوتاہ قامت نہ تھا اور اسکی تلوار لٹکانے کی پیٹی بھی بہت لمبی تھی۔''

''وہ ایسا شخص تھا کہ شمال کی ٹھنڈی ہوائیں چل کر اسکو تنگدست و تنگ حال بنائیں وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی چادر تک دوسروں کے حوالے کر کے سخاوت کردیتا تھا۔''

''جب موسم سرما آتا تو محتاج لوگ اسکے گھر آ کر پناہ لیا کرتے تھے۔ رات کو بھٹکا ہوا مسافر جو بوسیدہ کپڑے پہنے ہوتا اور قلاش شخص سردی کے ہاتھوں تنگ اسکے ہاں آتا اور راحت پاتا تھا۔ جب موسم سرما میں شام کی سخت طوفانی ہوائیں چلتیں اور یہ مسافر اس وقت کسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہوتا تو یہاں پناہ حاصل کرتا۔''

فَمَا بَالُ اَهْلَ الدَّارِلَمْ يَتَصَدَّعُوْا
وَقَدْ بَانَ مِنْهَا اللَّوْ ذَعَيُّ الْحَلَائِلُ
فَاُقْسِمُ لَوْلاَ قَيَّهُ غَيْرَ مُوْثَقٍ
لاَبَکَ بِالنَّصْفِ الضَّبَاعُ الْجَيَائِلُ
وَاِنَّکَ لَوْ وَاجَهْتَهُ اِذَا لَقِيْتَهُ
فَنَازِلْتَهُ اَوْ کُنْتَ مِمَّنْ يُنَازِلُ
نَطَلَّ جَمِيْل" اَفْحَشَ الْقَوْمُ صِرْعَةً
وَلٰکِنَّ قِرْنَ الظَّهْرِ لِلْمَرْءِ شَاغِلُ

ترجمہ: "اس کے گھر کے لوگوں کا کیا حال ہے جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے مگر اس کا فصیح اللسان سردار گھر سے دور ہو گیا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس کا مقابلہ کرتے اور اپنے آپ کو قیدی کی حیثیت سے بندھا ہوا نہ پاتے تو دوسرا احتمال صرف یہ تھا کہ تمہیں قتل کر دیا جاتا اور تمہارے پاس دامن کوہ میں بڑے بڑے بجوؤں کی آمد ورفت شروع ہو جاتی اور یاد رکھو اگر تو اس سے ملتا اور مبارزہ طلب کرتا یا مبارزہ طلب کرنے والوں میں شامل ہوتا۔ پھر اس کا سامنا کرتا تو جمیل تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بری طرح قتل کر کے پچھاڑ دیا جاتا اور پیٹھ کے پیچھے سے حملہ کرنے والا تو دوسرے آدمی پر غالب آ ہی جاتا ہے۔"

لَمَيْسَ کَعَهْدِ الدَّارِ يَا اُمَّ ثَابِتٍ
وَلٰکِنَّ اَحَاطَتْ بِالرِّقَابِ السَّلاَسِلُ
وَعَادَ الْفَتٰی کَالشَّيْخِ لَيْسَ بِفَاعِلٍ
سِوَی الْحَقَّ شَيْئًا وَاسْتِرَاحَ الْعَوَاذِلُ
وَاَصْبَحَ اِخْوَانُ الصَّفَاءَ کَاَنَّمَا
اَهَالَ عَلَيْهِمْ جَانِبِ التُّرْبِ هَائِلُ
فَلاَ تَحْسَبِی اَنِّی نَسِيْتُ لَيَالِيًا
بِمَکَّةَ اِذْلَمْ نَعُدُ عَمَّا نُحَادِلُ
اِذَا النَّاسُ نَاس" وَالْبِلاَدُ بِغَرَّةٍ
وَاِذَا نَحْنُ لاَ تُثْنِی عَلَيْنَا الْمُدَاخِلُ

ترجمہ: "اے اُمّ ثابت یہ گھر جیسا عہد نہیں یہ تو اسلام کی زنجیریں ہیں جن میں ہماری گردنیں جکڑی گئی ہیں۔ یعنی

ہم حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں اس لیے ہم اپنی ذاتی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ ہم تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مرضی وحکم سے ہر کام سرانجام دیتے ہیں۔''

''اور نوجوان اب بوڑھوں کی طرح حق بات کے سوا اور کچھ نہیں کرتے اور ملامت گر عورتوں کو بھی اب آرام مل گیا ہے۔ اب حق وعدل کے سوا ظلم اور باطل نہیں جسکے مقابلے کے لیے نوجوانوں کو اٹھنے اور ان کے نہ اٹھنے پر شرمندگی اور ملامت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔''

''اور ایسے مخلص بھائی بن گئے گویا ان پر کسی نے اتنی مٹی ڈال دی ہے کہ یہ اٹھ نہیں سکتے۔''

''پس یہ گمان نہ کر کہ میں مکہ کی ان راتوں کو بھول گیا ہوں جب ہم نے جس چیز کا مقصد کیا تھا۔ اس سے یوں ہی واپس نہیں آ گئے تھے جب انسان انسان تھے اور بلاد میں ایک قسم کی غفلت تھی اور جب ہم پر دروازے بند نہیں کیے جاتے تھے۔''

مالک بن عوف کے اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جنگ حنین کے موقعہ پر مالک بن عوف نے اپنے قرار پر اعتذار (عذر خواہی) کرتے ہوئے یہ اشعار تحریر کیے جو کہ اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیے جا رہے ہیں۔

مَنَعَ الرُّقَادَ اُغْمِضُ سَاعَةً

نَعُم'' بِاَجْزَاعِ الطَّرِيْقِ مُخَضْرَمُ

سَائِلُ هَوَازِنَ هَلْ اَضُرُّ عَدُوَّهَا

وَاُعِيْنُ غَارِمَهَا اِذَا مَايَغْرَمُ

وَكَتِيْبَةٍ لَبَّسْتُهَا بِكُتَيْبَةٍ

فِئَتَيْنِ مِنْهَا حَاسِر'' وَمُلَاَّمُ

وَ مُقَدَّمٍ تَعْيَا النَّفُوْسُ لِضِيْقِه

قُدِّ مْتُهُ وَّ شُهُوْدُ قَوْمِىْ اَعْلَمُ

فَوَرَدْتُهُ وَ تَرَكْتُ اِخْوَانًا لَهُ

يَرِدُوْنَ غَمْرَتَه وَ غَمْرَتَه الدَّمُ

فَاِذَا انْجَلَت غَمَرَاتُهُ اَوْرَثْنِى

مَجْدَ الْحَيَاةِ وَمَجْدَ غُنْمٍ يُقْسِمُ

ترجمہ: ''راستے کے موڑوں پر چلتے ہوئے کان کٹے ہوئے اونٹوں کے خیال نے میری نیند حرام کر دی۔ اس لیے

رات بھرایک لمحے کے لیے بھی میری آنکھ نہ لگ سکی۔"

"ہوازن سے پوچھو آیا میں مقابلہ کر کے دشمنوں کو نقصان پہنچاتا ہوں یا نہیں پھر جب ان کا کوئی آدمی قرض ادا کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں یا نہیں۔ اور کتنے ہی لشکر ایسے ہیں کہ ان کو میں نے دوسرے لشکر میں ملا دیا اور ان کی ایک جماعت بنادی جن میں کچھ اگر زرہ والے تھے تو کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس زرہ نہ تھی۔"

"اور بہت سے ایسے میدان کارزار بھی ہیں جن کی تنگی و دہشت کی وجہ سے بڑے بڑے سورمے اس میدان میں کودنے سے قاصر رہے ہیں۔ مجھے ان سورموں میں سے آگے کیا گیا اور میری قوم میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے مجھے اچھی طرح دیکھ لیا اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"مجھے آگے کیا گیا اس طرح میں گھاٹ پر پہنچ گیا ہاں میں نے جنگی بھائیوں کو پانی پلایا دراصل وہ پانی خون ہی تھا۔ پھر جب دشمن خون کا پانی خوب پی چکے تو پھر اس نے مجھے زندگی میں شرف بخشا اور مال غنیمت عطا کر کے مجھے عزت بخشی۔"

كَلَّفْتُمُوْنِي ذَنْبَ آلَ مُحَمَّدٍ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ مَنْ اَحَقَّ وَاَظْلَمُ

وَخَذَلْتُمُوْنِي اِذَا قَاتِلُ وَاحِدًا

وَخَذَلْتُمُوْنِي اِذْ تُقَاتِلُ خَثْعَمُ

وَاِذَا اُبْنِيَتِ الْمَجْدَ يَهْدِمُ بَعْضُكُم

لاَ يَسْتَوِىْ بَانٍ وَآخِرُ يَهْدِمُ

وَاَقَبَّ مِخْمَاصِ الشِّتَاءِ مَسَارِعٍ

فِي الْمَجْدِ يَنْمِىْ لِلْعُلاَمُتَكَرَّمُ

اَكْرَهْتُ فِيْهِ اَلَّةَ يَزَنِيَّة

سَحْمَاءَ يَقْدُمُهَا سِنَان" سَلْجَمُ

وَتَرَكْتُ حَنَّتَة تَرُدُّوَلِيَّهٗ

وَتَقُوْلُ لَيْسَ عَلاَ فُلاَنَةَ مَقْدَمُ

وَ نَصَبْتُ نَفْسِىْ لِلرِّمَاحِ مُدَجَّجًا

مِثْلَ الدَّرِيَةِ تُسْتَحَلُّ وَ تُشْرَمُ

ترجمہ: "تو نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے گناہ کے ارتکاب کی تکلیف دی اور خدا ہی زیادہ عالم ہے کہ کون زیادہ نافرمان اور زیادہ غیر منصف تھا۔"

''اور جب میں تن تنہا جنگ کر رہا تھا تو تم نے مجھے اکیلا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور جب خثعم لڑ رہے تھے تو تم نے اس موقع پر مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔''

''اور میں جب مجد کی بنیاد رکھتا تھا تو تمہارے کچھ لوگ اسکو مسمار کر دیتے تھے۔ مجد کی بنیاد رکھنے والے اور اسکو مسمار و منہدم کرنیوالے برابر نہیں ہو سکتے۔''

''موسم سرما کے بہت سے دبلی کمر اور دبلے پیٹ والے مجد و شرف کے حصول کے لیے سبقت کرنے والے شریف، مخلص، نجیب اور بلندیوں پر پرورش پانے والے لوگ ہیں کہ مین نے ان میں ذی یزن بادشاہ حمیر سیاہ حربہ والا جسکے آگے لمبا سنان لگا ہوا ہے بزور داخل کر دیا تھا۔''

''پھر اسکی بیوی کو ایسا کر دیا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے اپنے شوہر کو واپس کر رہی تھی کہ میدان جنگ میں جا کر مرنا فلانی کا کام نہیں ہے''۔

''اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نیزوں کے لیے میں نے اپنے آپ کو نشانہ بنالیا گویا میں نشانہ سیکھنے کا وہ حلقہ تھا جو نیزہ بازی کی مشق کرنے کے لیے بالکل حلال سمجھ لیا اور پارہ پارہ کر دیا جاتا ہے۔''

غزوہ طائف 8 ہجری

غزوہ طائف ماہ شوال 8 ھ میں ظہور پذیر ہوا غزوہ طائف اصل میں غزوہ حنین کے سلسلے کی ہی ایک کڑی تھی۔ طائف ایک سرسبز و شاداب بڑا شہر ہے جو کہ مکہ مکرمہ سے دو تین منزلوں پر واقع ہے اس مقام تک عرفات کے راستے سے ہوتے ہوئے وادی نعمان میں ایک رات بسر کرنے کے بعد پہنچتے تھے۔ طائف سطح سمندر سے 1700 میٹر بلند اور مکہ مکرمہ سے فاصلہ 65 کلومیٹر ہے۔ طائف کے نواح میں ہی شحمہ کی پہاڑی بستی واقع ہے جہاں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا بچپن گزارا تھا اور جہاں حلیمہ سعدیہ رہتی تھیں۔ طائف اپنے پھولوں کی پیداوار کے لیے بہت مشہور ہے۔ یہاں کے انار اور انگور وغیرہ اپنی مثال آپ ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا اور پھل بہت مشہور ہیں، یاد رہے طائف کا نام حجاز مقدس نہیں بلکہ یہ تو حجاز مقدس کا ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جو باغ اصحاب صریم کے قبضہ میں تھا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ نون والقلم میں ہے۔ اسی سرزمین سے حضرت جبریل علیہ السلام اکھاڑ کر مکہ مکرمہ لے آئے تھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرانے کے بعد اس کو اسی جگہ پر واپس رکھ دیا تھا۔ اس لیے یہ علاقہ طائف کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس سے پہلے وہ باغ صنعا کے علاقہ میں تھا اور جو جگہ اب طائف کہلاتی ہے اس جگہ کو پہلے وج کہا جاتا تھا جو کہ قوم عمالیق کے ایک شخص کے نام پر ہے کیونکہ اس مقام پر سب سے پہلے وہی وج نامی شخص آ کر مقیم ہوا تھا۔ (و اللہ اعلم)

ایک قول ہے کہ اس شہر کو طائف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ شہر ملک شام میں تھا جہاں ہر طرف سبزہ زار

ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اسے سرزمین عرب کی اس اجاڑ اور بے برگ وگیاہ وادی میں منتقل فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبریل علیہ السلام اس شہر کو اٹھا کر یہاں لائے تو انہوں نے اس کے گرد طواف کیا تھا یعنی اس کے چاروں طرف گھومے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی تھی کہ مکے والوں کو پھلوں کی دولت عطا فرما دے جس کو قبول فرماتے ہوئے اللہ جل شانہٗ نے اس شاداب اور پھلوں سے بھرپور شہر کو یہاں منتقل فرما دیا۔

غزوہ حنین کے بیشتر شکست خوردہ افراد جن میں ان کا امیر لشکر مالک بن عوف نصری بھی شامل تھا بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ ان شکست خوردہ لوگوں نے پہلے سے ہی قلعہ طائف کی مکمل مرمت کرنے کے بعد اس قدر اسلحہ اور سامان خورد ونوش وہاں جمع کر لیا تھا جو ان کے لیے ایک سال تک کافی تھا۔ ان لوگوں نے قلعہ کے تمام دروازے بند کر لیے اور مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے بھاگ کر قلعہ بند ہونے کی خبر ملی تو آپ نے حنین سے حاصل شدہ تمام مال غنیمت اور قیدیوں کو جعرانہ کے مقام پر جمع فرما کر حکم دیا کہ ہم طائف جا رہے ہیں واپسی پر اس مال اور قیدیوں کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔ اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد دشمن کو قرار واقعی سزا دی جا سکے۔ روانگی کے وقت طفیل بن عمرو دوسی کو حکم دیا کہ تم چند موحدین کو ہمراہ لے کر ذی الکفلین کے بت خانہ کو مسمار کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ ذی الکفلین ایک لکڑی کا بت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کے مطابق اسلامی لشکر کی روانگی سے پہلے ہی ذی الکفلین کو تباہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے انہوں نے اپنی قوم کو مدد کے لیے ساتھ لیا اور جا کر اس لکڑی کے بت کو جلا کر تباہ کر دیا ادھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی لشکر کو ہمراہ لے کر طائف پہنچ گئے اور قلعہ کا محاصرہ کے چار روز بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔ یمن کے ایک گوشہ میں آباد طاقتور قبیلہ) بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ طائف پہنچ کر لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ واپسی پر وہ اپنے ساتھ ایک دبابہ یعنی پتھر پھینکنے والی منجنیق بھی لائے۔

زرقانی جلد 3 صفحہ 28

عیون الاثر جلد 2 صفحہ 200

طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 448

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 508

مقام حنین سے طائف کی طرف روانگی سے قبل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت ایک ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر بطور مقدمہ (ہراول دستہ) اپنے آگے طائف کی طرف

روانہ کیا۔ اسکے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود لشکر اسلام کو ہمراہ لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے۔

غزوۂ حنین میں اور طائف کے محاصرے میں عروہ ابن مسعود اور غیلان ابن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک نہیں ہوئے تھے یہ دونوں یمن کی ایک وادی جُرش میں دبابہ۔ منجنیق اور ضبر چلانے کا فن سیکھ رہے تھے۔ دبابہ آلات حرب میں سے ایک آلا ہے لکڑی پر چمڑا منڈھ کر آدمی اس میں بیٹھ کر بہ حفاظت قلعے کی دیواروں تک پہنچ جاتے تھے۔ منجنیق سے بڑے بڑے پتھر قلعوں کے اندر پھینکتے تھے۔ ضبر یعنی ڈھالیں جوڑ کر حفاظتی دیوار بن جاتے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ طائف کی طرف روانگی سے قبل جن جن شعراء نے اشعار کہے اور ان اشعار کا مجاہدین پر کس قدر خوشگوار اثر ہوا اس زمانے کے رواج کے مطابق جنگ سے پہلے جوشیلے اور پر مغز اشعار کہنا لشکر کے حق میں ہمیشہ فائدہ مند ثابت ہوتا تھا۔ اس موقعہ پر کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک (بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد ب غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج۔ قبیلہ بنو سلمہ سے ہیں) نے جو اشعار کہے وہ ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

کعب بن مالک کے اشعار

قَضَیْنَا مِنْ تِھَامَةَ كُلَّ رَیْبٍ
وَخَیْبَرَ ثُمَّ اَجْمَعْنَا السُّیُوْفَا
نُخَیِّرُ ھَا مَلَوْ نَطَقَتْ لِقَالَتْ
تِوَا طِعُھُنَّ دَوْسًا اَوْ ثَقِیْفَا
فَلَسْتُ لَحَاضِنٍ اِنْ لَّمْ تَرَوْھَا
بِسَاحَةِ دَارِكُمْ مِنَّا اُلُوْفَا

ترجمہ: ''مقام خیبر اور تہامہ سے ہم لوگوں نے ہر قسم کے شک وشبہ کو دور کر کے تلواریں جمع کیں۔ (یعنی اہل تلوار کو آرام کرنے کے لیے کہا) ان لوگوں کو یہ بھی اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مقابلہ کریں اور اگر چاہیں تو آرام کریں یہ ان کی مرضی ہے۔ اگر ان تلواروں کو بولنے کی قدرت مل جاتی تو وہ یوں بول اٹھتیں کہ ہم دشمن کو کاٹ کاٹ کر رکھنے والی ہیں اس لیے اب دوس وثقیف کا رُخ کرو اگر تم نے انہیں اپنے یار کے درمیان ہزاروں کی تعداد میں نہیں دیکھا تو میں چھپانے والا نہیں ہوں''۔

وَنَنْتَزِعُ الْعُرُوْشَ بِبَطْنِ دَجٍّ
وَتُصْبِحُ دُوْرُكُمْ مِنْكُمْ خُلُوْفَا

وَيَاتِيكُم لَنَا سَرَعَانُ خَيْلٍ
يُغَادِرُ خَلْفَهُ جَمْعًا كَثِيفًا
اِذَا نَزَلُوْا لِسَاحَتِكُمْ سَمِعْتُمْ
لَهَا مِمَّا اَنَاخَ بِهَارَجِيفَا
بِاَيْدِيهِمْ قَوَاضِبُ مُرْهَفَاتٌ
يُزِدْنَ الْمُصْطَلِيْنَ بِهَا الْحُتُوْفَا
كَاَمْثَالِ الْعَقَائِقِ اَخْلَصَتْهَا
قُيُوْنُ الْهِنْدِ لَمْ تُضْرَبْ كَتِيفًا
تَخَالُ جَدِيَّةَ الْاَبْطَالِ فِيْهَا
غَدَاةَ الزَّحْفِ جَادِيًا مَدُوْفَا
اَجِدَّ هُمْ اَلَيْسَ لَهُمْ نَصِيْحٌ
مِنَ الْاَقْوَامِ كَانَ بِنَا عَرِيْفَا
يُخَبِّرُهُمْ بِاَنَّا قَدْ جَمَعْنَا
عِتَاقَ الْخَيْلِ وَ النُّجُبَ الطُّرُوْفَا
وَاَنَّا قَدْاَتَيْنَا هُمْ بِزَحْفٍ
يُحِيْطُ بَسُوْرِ حِصْنِهِمْ صُفُوْفَا

ترجمہ: ''ہم درج کے بطن سے مکانوں کی چھتیں اکھاڑ کر پھینک رہے تھے اور یوں یہ گھر بھی تمہارے خلاف ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تم لوگ ان کو خالی کر کے بھاگ گئے تھے۔''

''اور ہم سے آگے آنیوالے سوار اپنے پیچھے ایک کثیر جماعت کو چھوڑ کر تمہارے پاس پہنچ گئے تھے۔''

''ہمارے یہ سوار جب تم لوگوں کے پاس پہنچ گئے تو تم لوگوں نے اونٹوں کا شور سنا ہو گا جو وہاں بٹھائے گئے تھے۔''

''ان کے ہاتھوں میں وہ تیز تلواریں تھیں جن کی گرمی سے لوگوں کو موت سے ہم کنار کیا جا رہا تھا۔''

''یہ تلواریں بجلی کی شعاعوں کی مانند تھیں۔ جن کو ہندوستان کے آہن گروں نے خالص لوہے سے تیار کیا تھا۔ یہ تلواریں دروازے کی چوکھٹ کی مانند بھدی اور موٹی بنی ہوئی نہیں تھیں۔''

''جنگ کے روز بڑے بڑے بہادروں کے خون ان تلواروں کی دھاروں کے ساتھ لگے ہوئے تھے جن سے تم لوگوں کو گمان ہوا ہو گا کہ ان میں زعفران شامل کیا گیا ہے۔ (یعنی یہ تلواریں زعفران سے مخلوط کر دی گئی ہیں)۔''

''کیا ان لوگوں کی طرف سے کوشش ہو رہی ہے کیا ان جماعتوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان کو نصیحت کرے اور ہمارے بارے میں ان کو آگاہ کرے۔''

''جو انہیں یہ خبر دے کہ ہم نے پرانے شریف النسل اور کریم الاصل گھوڑے جمع کئے ہیں''

''کوئی ایسا نہیں جو انہیں خبر دے کہ ہم ان پر ایک عظیم الشان لشکر لائے ہیں جو ان کے قلعے کی چار دیواری کو چاروں طرف سے صف بہ صف ہو کر گھیرے گا۔''

رَئِیْسُهُمَ النَّبِیُّ وَ کَانَ صُلْبًا
تَقِیَّ الْقَلْبِ مُصْطَبِرًا عَزُوْفَا
رَشِیْدَ الْاَمْرِ ذُوْ حُکْمٍ وَعِلْمٍ
وَحِلْمٌ لَمْ یَکُنْ نَزِقًا خَفِیْفَا
نُطِیْعُ نَبِیَّنَا وَ نُطِیْعُ رَبًّا
هُوَالرَّحْمٰنُ کَانَ بِنَا رَؤُفَا
فَاِنْ تُلْقُوْا اِلَیْنَا السَّلِمَ نَقْبَلْ
وَنَجْعَلُکُمْ لَنَا عَضُدًا وَرِیْفَا
وَاِنْ تَابُوْ نُجَاهِدُ کُمْ وَ نُصْبِرُ
وَلَا یَکُ اَمْرُنَا رَعِشَا ضَعِیْفَا
نُجَالِدُ مَا بَقِیْنَا اَوْ تُنِیْبُوْا
اِلَی الْاِسْلَامِ اِذْعَاناً مُفِیْفَا
نُجَاهِدَ لَا نُبَالِی مَنْ لَقِیْنَا
اَ اَهْلَکْنَا التِّلَادَ اَمِ الطَّرِیْفَا
وَکَمْ مِنْ مَعْشَرٍ اَلَبُّوْا عَلَیْنَا
صَمِیْمَ الْجِذْمِ مِنْهُمْ وَالْحَلِیْفَا
اَتَوْنَا لَا یَرَوْنَ لَهُمْ کِفَاءً
فَجَدَّ عْنَا الْمَسَامِعَ وَالْاُنُوْفَا

ترجمہ: ''اس لشکر کے سردار اعلیٰ فخر کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو کہ ریڑھ کی ہڈی ہیں جو کہ پاکیزہ دل نہایت ہی صبر فرمانے والے اور نہایت ہی زاہدانہ زندگی بسر کرنے والے ہیں۔''

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے سادھے معاملہ فرمانے والے قوت فیصلہ رکھنے والے صاحب

علم اور بردبار ہیں۔ آپ ہلکی طبیعت رکھنے والے یا جلد غصہ میں آنیوالے نہیں ہیں۔''

''ہم لوگ اپنے نبی صلی اللہ یہ وآلہ وسلم کا حکم ماننے والے ہیں ہم رب کائنات کا حکم ماننے والے ہیں جو کہ بڑا مہربان اور ہم لوگوں پر بڑی ہی عنایت کرنے والا ہے۔''

''پس اگر تم صلح کے سلسلہ میں پیش رفت کرو گے تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور تم لوگوں کو اپنے لیے باز و اور شاداب مقام بنائیں گے۔''

''اور اگر تم لوگ صلح کرنے سے انکار کرتے ہو تو ہم تم سے جہاد کریں گے اور اس بات کو ہر اعتبار سے برداشت کریں گے اور یوں ہمارا معاملہ کمزور اور متزلزل نہیں ہوگا۔''

''اور ہم جب تک زندہ ہیں تم لوگوں کے ساتھ تلوار سے جنگ کرتے رہیں گے یہ سلسلہ یہاں تک جاری رہے گا کہ جب تک تم توبہ کرنے کے بعد نہایت خشوع وخضوع، عجز وانکساری سے اسلام کے دامن میں آ کر پناہ نہ لے لو۔''

''ہم تم سے جہاد کرتے رہیں گے ہم اسکی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم کس کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ ہم نے اپنا پرانا مال تباہ کر دیا ہے یا نیا اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔''

''بے شمار گروہ ایسے ہیں جن میں خالص حلیف ہمارے پاس جمع ہو چکے ہیں''

''اگر وہ گروہ ہمارے پاس یہ خیال کرتے ہوئے آئے ہیں کہ ہم ان کی برابری نہیں کر سکتے تو ہم ان لوگوں کی ناک کان کاٹ لیں گے۔''

بِكُلِّ مُهَنَّدٍ لَيِّنَ صَقِيْلٍ
نَسُوْقُهُمْ بِهَا سَوْقًا عَنِيْفًا
لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالْاِسْلَامِ حَتّٰى
يَقُوْمَ الدِّيْنَ مُعْتَدِلاً حَنِيْفًا
وَ تُنْسَى اللاَّتَ وَ الْعُزّٰى وَوَدّ''
وَ نَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوْفَا
فَاَمْسُوْا قَدْ اَقَرُّوْا وَاطْمَاَنُّوا
وَمَنْ لاَ يَمْتَنِعَ يَقْبَلُ خُسُوْفَا

ترجمہ: ''ہر ہندی نرم لچکدار اور صیقل شدہ تلوار سے جوان لوگوں کو ان کے ناک اور کان کی رسی کے ساتھ اللہ اور اسلام کی طرف ہانک کر لائے گی۔ یہ اس لیے کہ دین حنیف اعتدال کے ساتھ سیدھا سیدھا قائم ہو جائے۔''

''اور لات وعزیٰ اور ودّ کو بھلا دیا جائے اور ہم ان بتوں کے ہار اور بندے وغیرہ چھین لیں۔ اسکے بعد ان کو

قرار وطمانیت حاصل ہو جائے پھر جولوگ باز نہ آئیں ان کو ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑے۔''

کنانہ کے اشعار

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کے اشعار کے جواب میں کنانہ ابن عبد یالیل بن عمرو نے بھی اشعار کہے جو کہ اردو ترجمہ کے ساتھ یہاں تحریر کیے جارہے ہیں۔

مَنْ كَانَ يَبْغِيْنَا يُرِيْدُ قِتَالَنَا

فَاِنَّا بِدَارٍ مُعْلَمٍ لاَ نَرِيْمُهَا

وَجَدْنَا بِهَا الْاٰبَآءُ مِنْ قَبْلِ مَا تَرٰى

وَ كَانَتْ لَنَا اَطْوٰءُ هَا وَ كُرُوْمُهَا

وَقَدْ جَرَّبْتَنَا قَبْلُ عَمْرِو ابْنِ عَامِرٍ

فَاَخْبَرَ هَاذُوْرَايِهَاوَ حَلِيْمُهَا

وَقَدْ عَلِمَتْ اِنْ قَالَتْ الْحَقَّ اَنَّنَا

اِذَا مَااَبَتْ صُحْرُالْخُدُوْدِنُقِيْمُهَا

نُقَوِّمُهَا حَتّٰى يَلِيْنَ شَرِ لِيْسُهَا

وَ يُعْرَفُ لِلْحَقُّ الْمُبِيْنُ ظُلُوْمُهَا

عَلَيْنَا دِلاَ ص'' مِنْ تُرَاثِ مُحَرِّقٍ

كَلَوْنَ السَّمَاءِ زَيَّنَتْهَا نُجُوْمُهَا

نُرَفِّعُهَا عَنَّا بِيْضِ صَوَارِمٍ

اِذَا جُرِدَتْ فِیْ غَمْرَةٍ لاَ نَشِيْمُهَا

ترجمہ: ''جو شخص ہم سے بغاوت کرتا ہے پھر وہ ہم سے لڑنے کا منصوبہ تیار کر لیتا ہے تو ہم اپنے نشان زدہ دیار سے کسی طرح ٹلنے والے نہیں ہیں۔''

''تمہیں دیکھنے سے پہلے اسی جگہ ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے کہ یہ کنوئیں اور انگوروں کے باغ وغیرہ سب ہمارے ہیں۔''

''اور اس سے قبل قبیلہ عمرو ابن عامر ہمارا تجربہ اچھی طرح کر چکا ہے اس قبیلے کے صاحب الرائے اور عاقل لوگوں نے ہمیں خود اس امر کی اطلاع دی ہے۔''

''اگر یہ سچی حق بات کہیں تو ٹھیک کیونکہ انہیں علم ہے کہ ہم نے تکبرانہ انکار کرنیوالے لوگوں کے چہرے سیدھے کر دیئے

ہیں۔''

''ہم لوگ ٹیڑھے منہ رکھنے والے لوگوں کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ انکا یہ ٹیڑھا پن بالکل نرم پڑ جاتا ہے۔اور پھر یہاں تک کہ ان کے وہ لوگ جو ٹیڑھا پن رکھتے ہیں حق کو جان لیتے ہیں۔''

''ہماری یہ زرہیں وہ ہیں جن کو ہم نے محرق سے وراثت میں حاصل کیا ہے (محرق ابن عامر کو کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے عرب کو آگ سے جلایا تھا) ہماری یہ زرہیں آسمان کے رنگ کی ہیں جن کو ستاروں نے سجا رکھا ہے۔''

''ہم ان زرہوں کو ان چمکنے والی تیز کاٹ کی تلواروں کے ساتھ اپنے سے اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو اگر گھمسان کی جنگ میں ایک دفعہ ننگی ہو جائیں تو پھر ہم انہیں نیام میں واپس نہیں رکھتے۔''

شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف روانہ ہوئے تو اس موقعہ پر شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عارض حبشی نے یہ اشعار کہے۔اشعار اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

لَا تَنْصُرُوْ اللّاتَ اِنَّ اللّٰهَ مُهْلِكُهَا

وَكَيْفَ يُنْصَرُ مَنْ هُوَ لَيْسَ يَنْتَصِرُ

اِنَّ الَّتِي حُرِّقَتْ بِالسَّدِّ فَا شْتَعَلَتْ

وَلَمْ يُقَاتَلُ لَدَىٰ اَحْجَارَ هَاهَدَرُ

اِنَّ الرَّسُوْلَ مَتٰى يُنْزِلَ بِلَادَكُمْ

يَظْعَنُ وَ لَيْسَ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا بَشَرُ

ترجمہ: ''اے لوگو! لات کی مدد مت کرو۔ اللہ اسکو ہلاک وتباہ کرنیوالا ہے اور پھر جو اپنی مدد آپ نہیں کرسکتا وہ دوسروں کی کس طرح مدد کرسکتا ہے۔''

''یہ وہ لات ہے جس کو وادی میں جلایا گیا اور پھر اسکی آگ خوب دہکتی رہی اس بت کے پتھروں کے پاس لا کر اسکے خون کا بدلہ لینے کے لیے کسی قسم کا کوئی قتل نہیں کیا گیا''۔

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تمہارے شہر میں تشریف لائے ہیں تو تم لوگ سب کچھ چھوڑ کر کوچ کر جاتے ہو اور یوں یہاں کے باشندوں میں کوئی انسان ہی نظر نہیں آتا۔''

طائف کا راستہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ سے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں نخلہ، یمانیہ پھر قرن اور اسکے بعد ملیح سے ہوتے ہوئے لیۃ کے مقام پر بحرۃ الرغاء پہنچے۔ مقام لیۃ پر مالک بن عوف نصری کا ایک قلعہ تھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قلعہ کو منہدم کروا دیا پھر یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی اور وہاں نمازیں بھی ادا فرمائیں۔

ابن اسحٰق کا بیان کہے کہ مجھے عمرو ابن شعیب نے بتایا کہ جب فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحرۃ الرغاء میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے اس مقام پر خون بہا کے قصاص میں ایک شخص کے قاتل کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور یوں یہ سب سے پہلا قصاص تھا جو کہ اسلام میں لیا گیا۔ اس قتل کا پس منظر یہ تھا کہ بنولیث کے ایک آدمی نے بنو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جرم ثابت ہونے پر اس مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کرنے کی سزا دی گئی۔ یہاں سے اس راستے روانگی اختیار کی جسے ضیقہ کہا جاتا تھا۔ فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راستے کا نام دریافت فرمایا تو لوگوں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس راستے کا نام ضیقہ ہے۔ عربی زبان ضیقہ کے معنی (تنگ) کے ہیں نام سن کر ارشاد فرمایا "بَلْ هِيَ الْيُسْرٰى" (''یعنی یہ راستہ تنگ نہیں بلکہ آسان ہے'') اس راستے کو عبور کرنے کے بعد نخب کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ اس درخت کو صادرہ کہا جاتا تھا۔ یہ درخت بنوثقیف کے ایک آدمی کی ملکیتی زمین کے قریب واقع تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو پیغام بھیجا کہ ''تو اپنے باغ میں سے نکل جاو ورنہ ہم تیرے باغ کو خراب کر دیں گے''۔ اس شخص نے باغ کو چھوڑ کر نکل جانے سے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں آپ نے باغ کو برباد کر دینے کا حکم فرمایا۔

طائف کے تمام راستوں کو طے کرنے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر سمیت قلعہ طائف کے نیچے خیمہ زن ہوئے۔ مالک بن عوف نصری جو کہ ہوازن کا سپہ سالار تھا۔ اپنی فوج کے ہمراہ اس قلعہ میں پہلے سے ہی قلعہ بند ہو چکا تھا اس نے کئی سالوں کا سامان خورد و نوش پہلے ہی اس قلعہ میں اکٹھا کر لیا تھا۔ قلعہ دفاعی اعتبار سے بہت محفوظ تھا۔ مسلمانوں نے بڑی کوشش کی کہ قلعہ میں کسی نہ کسی طریقے سے داخل ہو جائیں مگر کامیابی نہ ہو سکی قلعہ کی فصیل سے دشمن کے تیر اندازوں نے اسقدر سخت تیر اندازی کی کہ مسلمانوں کے بہت سے سپاہی شدید زخمی ہو گئے چند رفقاء نے جام شہادت بھی نوش کیا جنکی تعداد بارہ تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کو دست بدست مقابلہ کے لیے للکارا مگر دشمن نے جواب دیا کہ ہم قلعہ سے باہر آ کر نہیں لڑیں گے۔ ہمارے پاس کئی سالوں کا راشن اور سامان حرب موجود ہے۔ جب یہ ختم ہو جائے گا تو ہم تلواریں سونت کر قلعہ سے باہر آ کر لڑیں گے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے مسلمانوں کو قلعہ کی فصیل سے دور ہٹا کر اس نئی تعمیر شدہ مسجد کے قریب خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ یہ مسجد آج بھی طائف میں موجود ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ محاصرہ اسقدر طویل ہوگیا کہ ہم چالیس روز تک محاصرے کی کیفیت میں رہے۔ بعض اہل سیر مدت محاصرہ بیس روز جبکہ چند پندرہ روز اور کچھ اٹھارہ روز تحریر کرتے ہیں۔ (و اللہ اعلم)

طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 449

سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 584

مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 510

فتح الباری جلد 1 صفحہ 420

تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 618

البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 618

اس سفر میں امہات المومنین میں سے سیدہ زینب اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہمراہ تھیں۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے الگ خیموں کا بندوبست تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں خیموں کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد ثقیف اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نماز پڑھنے کی جگہ عمرو ابن امیہ ابن وہب ابن معتّب بن مالک نے ایک مسجد تعمیر کرائی اس مسجد میں ایک ستون تھا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ اس سے آواز سنائی نہ دیتی ہو۔ زخمی ہونے والوں میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ بعض صاحب سیر کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابو المحجن ثقفی نے تیر برسایا تھا جس سے وہ زخمی ہوگئے گو ان کا یہ زخم مندمل ہوگیا تھا مگر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عہد صدیقی میں یہی زخم پھر سے کھل گیا اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان بارہ شہداء میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ اور اس طرح شہدائے غزوۂ طائف میں چار انصاری۔ سات قریشی اور ایک کا تعلق قبیلہ لیث سے تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کو حکم فرمایا کہ ''اہل طائف کے جو پھل دار درخت ہیں ان سب کو کاٹ کر باغات ویران کردیئے جائیں''۔ مجاہدین نے ان درختوں کو کاٹنا شروع کردیا تا کہ مشرکین اس نقصان سے ذلیل ورسوا ہوسکیں۔ باغات کے مشرکین مالکوں کو جب علم ہوا تو انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی قرابت کا واسطہ دے کر زاری کے ساتھ گزارش کی کہ آپ ہمارے درخت نہ کاٹیں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّی اَدَعُھَا لِلّٰہِ وَلِلرَّحِمِ

ترجمہ:۔ ''میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اور رحم وکرم قرابت داری کے واسطے ان درختوں کو کاٹنے سے روکتا ہوں۔''

اسلامی لشکر کے ایک دستہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے پہلی دفعہ دبابہ میں بیٹھ کر (دبابہ لکڑی کی ایک اونچی مچان کو کہتے ہیں جس کے نیچے پہیے لگے ہوتے ہیں اور اس مچان کے اندر بیٹھ کر اسے دھکیل کر قلعہ کی فصیل کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر سپاہی مچان میں محفوظ بیٹھ کر تیر اندازی کرتے ہوئے فصیل پر چڑھ جاتے ہیں) مشرکین کے قلعے کی فصیل کے پاس چلے گئے۔ مشرکین ثقیف نے ان مجاہدین پر فصیل سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کر دیں جس کے نتیجہ میں دبابہ کو آگ لگ گئی اور یوں مسلمانوں کو مجبوراً فصیل سے دور ہٹنا پڑا۔

غزوۂ طائف میں منجنیق کا استعمال

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک سے پہلی دفعہ قلعہ پر منجنیق استعمال کی تھی جو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب میں وہ پہلی ذات مقدسہ تھی جنہوں نے طائف کے قلعہ بند مشرک دشمن پر پتھروں کی بارش کرنے کا حکم فرمایا۔

سنگ باری کے نتیجہ میں اہل قلعہ میں سے کچھ لوگ باہر نکل کر مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہوئے مگر جانی نقصان اٹھانے کے بعد دوبارہ قلعہ بند ہو گئے۔ لڑائی کے دوران حضرت ابوسفیان صخر بن حرث (حارث) کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے انہوں نے اپنی ضائع شدہ آنکھ کو اپنی ہتھیلی پر رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا ''اے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کون سی آنکھ کو پسند کرتے ہو وہ جو تمہیں جنت میں عطا کی جائے یا وہ جو تمہیں دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ عطا فرما دے''۔ یہ فرمان سن کر عرض کیا میرے نزدیک وہ آنکھ محبوب ترین ہے جو جنت میں عطا کی جائے یہ عرض کرنے کے بعد اپنا نکلا ہوا ڈھیلا زمین پر پھینک دیا۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ دوسری آنکھ سے بھی وہ جنگ یرموک میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نابینا ہو گئے تھے۔ ابوسفیان ابن حرث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا (تایا) حرث (حارث) کے بیٹے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ کیونکہ انہوں نے دایہ حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ ان کے والد حرث (حارث) حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ زخمیوں میں ابوسفیان ابن حرب بھی شامل تھے جو ہندہ بنت عتبہ کے شوہر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد تھے۔

مواہب لدنیہ روایت از: حافظ بدرالدین عراقی شرح شریف
مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 511 وتاریخ ابن سعد وغیرہ

طائف کے غلاموں کی آزادی کا اعلان

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اپنے نقیبوں کو حکم فرمایا کہ قلعہ کی فصیل کے قریب جا کر اعلان کر دو کہ جو غلام قلعہ سے نکل کر ہمارے پاس ہماری پناہ میں آجائے گا وہ آزاد ہو گا۔ اس اعلانِ رحمت کے بعد قلعہ سے دس بارہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق 23 غلام باہر نکل کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان میں ابوبکرہ بھی تھے۔ (جماعت کے باپ) ان کی نسبت سے باہر نکلنے والے غلاموں کو ابوبکرہ کہا گیا۔ ابوبکرہ کا اصل نام نفیع بن الحارث تھا یہ اخیار صحابہ میں سے ہوئے ہیں۔ ان سب غلاموں کو آزاد کر دیا گیا اور یوں ان کی آزادی حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی گئی۔ ان آزاد غلاموں کو ایک ایک صحابی کے سپرد کر دیا گیا تا کہ وہ ان کی جملہ ضروریات پُوری کریں۔ اہل طائف کے لئے ان غلاموں کی آزادی بڑی ہی شاق تھی چنانچہ بعد میں جب طائف کے لوگ مُسلمان ہوئے تو انہوں نے ان غلاموں کو واپس لینے کے لئے خدمتِ اقدس میں گزارش کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ”وہ اب تمہارے غلام نہیں رہے بلکہ وہ تو اللہ کریم کے آزاد کردہ ہیں“۔

ایک وضاحت

یہاں اس بات کی مزید وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت نفیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوبکرہ کیوں رکھی گئی۔ اوپر اسکی ایک وجہ پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں دُوسری وَجہ یہ تھی کہ حضرت نفیع بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فصیل سے ایک گراری یا چرخی کی مدد سے (جس کو رہٹ یا کنویں سے پانی کھینچنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) لٹک کر فصیل سے نیچے آئے تھے چونکہ گراری یا چرخی کو عربی زبان میں بکرہ کہتے ہیں اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ان کی کنیت ہی بکرہ رکھ دی۔

(از: بخاری شریف جلد 2 صفحہ 260)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 754)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 584)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 448)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 510) وغیرہ

ابی رغال کی قبر سے گزر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب اپنے لشکر کے ہمراہ طائف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک قبر پر سے گزر ہوا۔ ابن اسحٰق متعدد دُوسرے حوالوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

زبانی روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم اس قبر کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ قبر بنوثقیف کے ایک شخص ابی رغال کی ہے جو پہلے قوم ثمود کے ہمراہ رہتا تھا۔ جب قوم ثمود پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تو یہ شخص وہاں سے بھاگ کر اس جگہ آ گیا۔ اور اپنے لئے قیام گاہ تعمیر کر لی۔''

''موت سے قبل اس شخص نے وصیت کی کہ میری قبر میں میرے جسم کے ہمراہ میرا جمع شدہ سارا سرمایہ بھی دفن کر دیا جائے اس کے لواحقین نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے ساری دولت بھی قبر میں دفن کر دی'' پھر ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم مبارک کے مطابق جب اس شخص کی قبر کو کھودا تو اس میں مدفون خزانہ برآمد ہوا۔ اس خزانے کے لئے یہ بات بھی مشہور تھی کہ اگر کسی نے اس خزانے کو استعمال کیا تو وہ شدید مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ بات گزشتہ لوگوں کی توہم پرستی ہی ہے خزانے کو استعمال کرنے سے کسی قسم کی کوئی مصیبت یا آفت پیش نہیں آسکتی۔''

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 755)

یہ روایت ابوداؤد نے بھی یحییٰ بن معین، وہب ابن جریر بن حازم اور ان کے والد نے ابنِ اسحٰق کے حوالہ سے پیش کی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو یزید بن زریع انہوں نے رُوح بن قاسم اور اسمٰعیل بن امیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

بنوثقیف سے گفتگو

طائف کے محاصرہ کے دوران ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلِ ثقیف کے ساتھ گفتگو ہوئی۔ بنوثقیف کے چند سرکردہ لوگ قلعہ سے باہر نکل کر ان سے گفتگو کے لئے آئے۔ ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ ہمارے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے قریش اور بنوکنانہ کی چند عورتوں کو بھی آنا چاہیئے تھا مگر بنوثقیف کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ہماری یہ عورتیں باہر نکلیں تو ان کو گرفتار کر لیا جائے گا دوسرا ان عورتوں نے بھی باہر آنے سے انکار کر دیا۔ ان عورتوں میں آمنہ بنت ابوسفیان یا بعض روایات کے مطابق میمونہ بنت ابوسفیان بھی شامل تھیں جو کہ عروہ ابن مسعود کی بیوی اور داؤد بن ابومرہ کی والدہ تھیں۔ اسی طرح جن عورتوں نے باہر آنے سے انکار کیا تھا ان میں فراسیہ بنت سوید بن عمرو بن ثعلبہ بھی شامل تھیں جن کے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن بن اقارب تھا۔

ابن اسود بن مسعود نے ابوسفیان ومغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا تم لوگ جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہو کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتادوں پھر کہا تم لوگوں کو اسود بن مسعود کے بیٹوں کی ملکیتی جگہ کا اچھی طرح علم ہے اس پُورے علاقہ طائف میں کوئی بھی جائیداد اسود بن مسعود کے بیٹوں کی جائیداد کے مقابلہ میں قیمتی اور پھل دینے

والی نہیں ہے۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے اس جگہ کے درختوں کو کاٹ دیا تو پھر کبھی بھی وہ سرسبز وآباد نہیں ہوں گے۔ آپ دونوں اُن سے بات کریں کہ اگر وہ اس جگہ کو اپنے لئے لینا چاہیں تو لے لیں اور اگر اللہ اور اپنے رشتہ داروں کے لئے چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ دیں کیونکہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے درمیان جو قرابتداری ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب اسود بن مسعود کی درخواست پہنچی تو آپ نے اس مذکورہ جائیداد کو اسود بن مسعود کے بیٹوں کے لئے چھوڑ دیا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 586)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 754)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خواب

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے محاصرۂ طائف کے دوران ایک رات خواب دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے سامنے دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا گیا کچھ روایات میں آتا ہے کہ مکھن سے بھرا ہوا پیالہ پیش کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نوش فرمانے سے پہلے ہی ایک مُرغ نے اپنی چونچ ڈال کر اس پیالے کو انڈیل دیا اور یُوں سارا دودھ یا مکھن بہہ گیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ خواب کی تعبیر بتانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اس خواب کی تعبیر دریافت فرمائی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ کی طرف سے اس سال قلعہ فتح کرنے کی اجازت نہیں ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میرے نزدیک بھی اس خواب کی یہی تعبیر ہے۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 587)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 754)

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 513) وغیرہ

حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مُعاویہ سے مشورہ

کُتب سیر میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت نوفل بن مُعاویہ دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اہلِ ثقیف کی مثال ایسی لومڑی کی مانند ہے جسکو اگر پکڑنے کی کوشش کریں تو وہ پکڑی نہیں جاتی بلکہ اپنی بلوں میں گھس کر چھپ جاتی ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو کسی قِسم کا نقصان نہیں پہنچاتی۔ اگر آپ علیہ السلام اس لومڑی کے بل پر کھڑے رہیں تو یہ پکڑی جائے گی اور اگر آپ علیہ السلام اس لومڑی کو آزاد چھوڑ دیں تو یہ کوئی ضرر بھی نہیں پہنچا سکتی پھر سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم میرے عِلم میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو طائف فتح کرنے کی ابھی اجازت عطا نہیں کی اس لئے اگر آپ حکم فرمائیں تو لشکر کو یہاں سے واپسی کا اعلان کر دوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میری طرف سے لشکر کو کوچ کا حکم سُنا دو''۔ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو واپسی کا حکم سنایا تو لوگوں نے کچھ لیت ولعل کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم واپس کِس طرح جا سکتے ہیں جبکہ ابھی طائف فتح نہیں ہوا۔ یہ سُن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''صبح کے وقت لڑائی پر جاؤ'' چنانچہ مجاہدین صُبح کو جنگ پر گئے تو زخمی ہو کر واپس آئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اِنَّا قَافِلُوْنَ غَداً اِنْشَا اللہ تَعَالیٰ'' ''انشاء اللہ ہم کل واپس ہوں گے'' یہ سُن کر اہلِ لشکر خوش ہو گئے اور واپسی کے لئے کوچ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ان کو دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔

جب کوچ کا وقت آیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اس طرح پڑھو:۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَ حَدَهٗ۔''

ترجمہ:۔ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا وعدہ سچا ہے۔ اُسؓ نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اس اکیلے نے احزابی لشکر کو شکست دی۔''

پھر جب اہلِ لشکر نے اپنا ساز وسامان اٹھا کر کوچ کیا تو فخر دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا اے مجاہدینِ اسلام اب یوں پڑھو:

''اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ ط عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ''

ترجمہ: ہم پلٹنے والے، توبہ کرنیوالے، عبادت گزار ہیں اور اپنے ربّ کی حمد (تعریفیں) کرتے ہیں۔''

اس موقعہ پر حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اہلِ طائف کے لئے بددُعا کیجئے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ ثقیف کو ہدایت فرما اور انہیں مسلمان کی حیثیت سے ہمارے پاس بھیج دے۔''

اہم نکتہ

اس جگہ قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم دشمنوں کے خلاف جہاد پر نکلتے سامانِ حرب یعنی گھوڑے، ہتھیار اور دوسرے آلات جہاد وغیرہ تیار فرما لیتے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو تیاری کا حکم دیتے سامانِ خورد ونوش اور آلاتِ حرب کِسی صحابی کے حوالے فرما کر خود خالی ہاتھ ہوتے اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دیتے اور یہ دُعا پڑھا کرتے۔

"آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ."

اس دُعا میں دیگر تمام اسباب کی نفی ہو جاتی تھی اور پھر یہ حقیقت بھی ہے کیوں کہ انسان اپنے تمام جملہ افعال کے ساتھ اللہ کریم کا ہی پیدا کردہ ہے۔ پس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اختیارات عطا فرما دیتا ہے پس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے اور سب کچھ اُسی کی طرف رجوع ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو کفار کو قتال کے بغیر ہی ہلاک فرما دے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: سورۃ محمد آیت 4

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۟ ذٰلِكَ ؕۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰـكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾

ترجمہ: "تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔ بات یہ ہے اور اللہ چاہتا تو آپ ہی ان سے بدلہ لیتا مگر اس لئے کہ تم میں ایک کو دوسرے سے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا۔"

مکلف پر ہر دو حالتوں کا امتثال (حکم کی تعمیل) واجب ہے یعنی اسباب فراہم کرنے میں بھی جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عادت مبارکہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے پہلے اسباب مہیا فرماتے تھے تاکہ امّت کو ایسا کرنے کی عملی تشریح دکھائی جا سکے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ اور یُوں سارا معاملہ خداوند قدوس کے سپرد فرما دیتے تھے۔ پھر اللہ جو کچھ بھی چاہتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ پر ظاہر فرما دیتا اللہ کریم ہی اصل حقیقت کا جاننے والا ہے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 449)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 433)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 758)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 433، مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 514) وغیرہ

عُیَینہ بن حِصن اور اس کا خُفیہ ادارہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے حکم مُبارک پر جب لشکرِ اسلام کوچ کے لئے تیار ہو رہا تھا مجاہدین اپنا اپنا سامان باندھ چکے تھے۔ اس موقعہ پر سعید بن عبید بن عمرو ابن علاج نے صدا بلند کی کہ آیا کوئی خاندان ایسا ہے جو یہاں رکنا چاہتا ہو اس صدا کے جواب میں عُیینہ بن حِصن نے کہا ہاں خدا کی قسم یہ لوگ یعنی (اہلِ طائف) بڑے صاحبِ اثر اور شرف والے ہیں۔

عُیینہ بن حصن کا یہ جواب سُن کر ایک مُسلمان نے کہا اے عُیینہ۔ خدا تجھے غارت کرے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی بجائے ان لوگوں کی تعریف و مدح کر رہا ہے جبکہ روانگی سے قبل تو یہاں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی مدد و نصرت کا عہد کر کے آیا تھا اس پر عُیینہ بن حِصن نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں یہاں ہرگز اس ارادے سے نہیں آیا تھا کہ لشکرِ اسلام کے ساتھ مل کر بنو ثقیف سے جنگ کروں میرا منشا تو صرف یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) طائف کو فتح کر لیں گے تو میں بنو ثقیف سے اپنی باندی واپس حاصل کر لوں گا اور شاید اس کے بطن سے میرا کوئی بیٹا بھی ہو۔ ثقیف، ذہانت و فطانت کے اعتبار سے عجیب و غریب قوم ہے۔

اُبَیّ بن مَالک قشیری

محاصرہ طائف کے دوران ثقیف والوں نے مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس دوسی کے کُچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری کی وَجہ یہ تھی کہ مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس مُسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے ثقیف کے خلاف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی بھرپور عملی حمایت کی تھی۔ اہل ثقیف بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن قیس دوسی سے فرمایا کہ "تم اپنے آدمیوں کے بدلے میں ثقیف کا جو شخص سب سے پہلے نظر آئے اسکو پکڑ لو" چنانچہ ابی بن مالک قشیری مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پکڑ لیا اسکے نتیجہ میں ثقیف نے مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آدمی چھوڑ دیئے اور یوں مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن مالک قشیری کو آزاد کر دیا۔ اس واقعہ کے راوی ابن اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ (1)

اس واقعہ کے بعد ضحاک بن سفیان نے ابی ابن مالک کے ساتھ اپنی خلش کی وَجہ سے چند اشعار بھی کہے جو کہ اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔ (2)

اَتَنسَی بَلاَئِی یَا اُبَیّ ابنِ مَالِکٍ
غَدَاۃَ الرَّسُولُ مُعرِض" عَنکَ اَشوَسُ (3)

يَقُوْدُکَ مَرْوَانُ ابْنُ قَيْسٍ بِحَبْلِهٖ
ذَلِيْلاً كَمَا قِيْدَ الذَّلُوْلُ الْمُخَيَّسُ
فَعَادَتْ عَلَيْکَ مِنْ ثَقِيْفٍ عِصَابَةٌ"
مَتٰى يَأْتِهِمْ مُسْتَقْبِسُ الشَّرِّ يَقْبِسُوْا
فَكَانُوْا هُمُ الْمَوْلٰى فَعَادَتْ حُلُوْمُهُمْ
عَلَيْکَ وَ قَدْ كَاوَتْ بِکَ النَّفْسِ تَيْأَسُ

ترجمہ: "اے ابی ابن مالک کیا تو میرے اس وقت کے احسان کو بھول گیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تجھ سے اعراض فرمارہے تھے اور مروان ابن قیس تجھے اپنی رسی سے بندھے نہایت ذلّت کے ساتھ لئے جارہا تھا۔ وہ تجھے اس طرح لئے جارہا تھا جیسے کسی نہایت ہی ذلیل اور حقیر آدمی کو لے جایا جاتا ہے"۔

"پھر جب ثقیف کی وہ جماعت تیرے پاس آئی جس کے پاس جب بھی کوئی شر کی چنگاری سلگانے آتا ہے تو یہ اسکے لئے انتظام کردیتے ہیں"

"وہ یعنی ثقیف تیرے آقا بن گئے مگر جب تیرے بارے میں ان کی سمجھ میں کچھ آگیا تو انہوں نے اُسی وقت تجھے رہا کردیا حالانکہ اس وقت تیری رُوح مایوس ہوچکی تھی"۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 588)

مُہاجر شُہداء کے اسماء گرامی

غزوۂ طائف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لشکر میں سے جو مہاجر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید اور زخمی ہوئے ان کے اسماء گرامی کی تفصیل یہ ہے:۔

(1) قبیلہ قریش کی مشہور شاخ خاندان بنوامیّہ ابن عبدشمس میں سے حضرت سعید بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس خاندان کے حلیف بنواسد بن غوث کے حضرت عرفط بن حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2) قبیلہ بنوتیم بن مرّہ کے لوگوں میں سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندار جمند حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ گو اس غزوہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثقیف کی طرف سے چلائے جانے والے تیر سے زخمی ہوئے۔ تیر کا یہ زخم گو منہدم ہوگیا مگر بعد میں عہد صدیقی میں دوبارہ کھل گیا اور اسکی وجہ سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(3) حضرت عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تعلق قبیلہ بنومخزوم سے تھا اس غزوہ میں تیر لگنے کی وجہ سے شہید ہوئے۔

(4) حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ قبیلہ بنوعدی بن کعب میں سے تھے اور اس قبیلہ کے حلیف تھے اسی غزوہ میں شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔

(5) حضرت سائب بن حارث بن قیس بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوئے ان کا تعلق قبیلہ بنوسہم بن عمرو سے تھا۔

(6) قبیلہ بنوسہم بن عَمرو میں سے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یہ حضرت سائب بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔

(7) حضرت جلیحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی غزوۂ طائف میں جام شہادت نوش فرمایا ان کا تعلق قبیلہ بنو سعد بن لیث سے تھا۔

شُہداءِ انصار کے اَسماءِ گرامی

غزوہ طائف میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے لشکر میں جو انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(1) حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ان کا تعلق انصار مدینہ کے قبیلے بنوسلمہ سے تھا۔

(2) حضرت حارث بن سہل بن ابوصعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا ان کا تعلق انصار مدینہ کے قبیلے بنومازن بن نجار سے تھا۔

(3) حضرت منذر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا تعلق قبیلہ بنوساعدہ سے تھا۔

(4) حضرت رقیم بن ثابت بن ثعلبہ بن زید بن لوذان بن معاویہ بھی اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ ان کا تعلق انصارِ مدینہ کے قبیلہ اوس سے تھا۔

غزوہ طائف میں لشکرِ اسلام کی طرف سے شہید ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے سات کا تعلق مہاجرینِ قریش سے چار کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا جبکہ ایک صحابی بنولیث سے تھے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 589)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 424) وغیرہ

غزوہ حنین وطائف کے بارے میں حضرت بُجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب فتح وکامرانی کے بعد غزوہ طائف سے واپس تشریف لائے تو اس موقع پر حضرت بجیر ابن زہیر بن ابوسُلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار کہے جن میں وہ غزوہ حنین اور غزوہ طائف کا ذِکر کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں:

كَانَتْ عُلاً لَهٗ يَوْمَ بَطْنِ حُنَيْنٍ
وَغَدَاةَ اَوْطَاسٍ وَ يَوْمَ الْاَبْرَقِ
جَمَعَتْ بِاَغْوَاءٍ هَوَازِنُ جَمْعَهَا
فَتَبَدَّدُوْا كَا الطَّائِرِ الْمُتَمَزِّقِ
لَمْ يَمْنَعُوْا مِنَّا مَقَامًا وَاحِدًا
اِلَّا جِدَارَهُمْ وَ بَطْنَ الْخَنْدَقِ
وَلَقَدْ تَعَرَّضْنَا لِكَيْمَا يَخْرُجُوْا
فَتَحَصَّنُوا مِنَّا بِبَابٍ مُغْلَقٍ
تَرْتَدُّ حَسْرَانًا اِلٰى رَجْرَاجَةٍ
شَهْبَاءَ تَلْمَحُ بِالْمَنَا يَا فَيْلَقِ
مَلْمُوْمَةٍ خَضْرَاءَ لَوْ قَذَفُوْا بِهَا
حَضْنًا لِظِلٍّ كَاَنَّهٗ لَمْ يُخْلَقِ
مَشْيَ الضِّرَاءِ عَلٰى الْهَرَاسِ كَاَنَّنَا
قُدُرٌ" تَفَرَّقُ فِي الْقَيَادِ وَ تَلْتَقِي
فِيْ كُلِّ سَابِغَةٍ اِذَا مَا اسْتَحْصَنَتْ
كَاَنَّهِي هَبَّتْ رِيْحُهُ الْمُتَرَقْرِقِ
جُدُلٌ" تَمُسُّ فُضُوْلُهُنَّ نِعَالَنَا
مِنْ نَسْجِ دَاوٗدَ وَ اٰلِ مُحَرِّقِ

ترجمہ ”ہم بطن حنین، اوطاس اور مقام ابرق کی جنگوں میں معرکوں پہ معرکے سرانجام دے کر دلوں کی پیاس بجھا رہے تھے۔“

”ہوازن نے اپنی غلط روی کی وجہ سے اور اپنی گمراہی کے باعث مقابلے کے لئے بڑی فوجیں تیار کرلی تھیں۔مگر پاش پاش ہونیوالے پرندوں کی طرح ان کی افواج تتر بتر اور منتشر ہو کر رہ گئیں۔“

”بنو ہوازن والے ہم سے اپنی جگہ نہ بچا سکے ہاں البتہ وہ لوگ اپنی چہار دیواری اور خندق کو ہم سے بچا سکے۔“

”ہم نے ان لوگوں سے صرف اس لئے تعرض کیا کہ وہ اپنی جائے پناہ سے نکل کر بھاگ نہ سکیں بلکہ وہ اپنے دروازے بند کر کے قلعوں کے اندر محفوظ رہ سکیں اور وہ محفوظ ہو گئے۔“

''ہوازن کو آخر کار مجبوراً ان چمکنے والے ہتھیاروں اور ایسے ہنگامہ خیز لشکر کی طرف لوٹ کر آنا پڑا۔ جس میں موت ہی موت کوندرہی تھی۔''

''جس میں بے شمار ہتھیاروں کو اکٹھا کیا گیا تھا۔ اور یُوں معلوم ہورہا تھا جیسے سبز رنگ ہو۔ اگر اس لشکر کو اٹھا کر پہاڑ پر پھینک دیا جاتا تو پہاڑ کا ایسا حال ہوجاتا کہ گویا جیسے اس کا پہلے وجود ہی نہ ہو۔''

''یہ عظیم لشکر اس طرح چل رہا تھا جیسے ہراس یعنی کانٹے دار گھاس پر چل رہا ہو۔ یہ شکاری شیر کی طرح چل رہا تھا۔ ہم لوگ ان گھوڑوں کی طرح چل رہے تھے جن کے پچھلے پاؤں اگلے پاؤں کی جگہ ایک ساتھ پڑتے ہوں یعنی جو دوڑتے وقت تو الگ الگ ہوجاتے ہیں مگر پھر ایک دُوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔''

''لشکر کا ہر آدمی ایسے زرق برق زرہ پہنے ہوئے تھا کہ وہ اُسے پہن کر جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ ایک تالاب ہے جو تیز ہوا چلنے کی وجہ سے حرکت میں آیا ہوا ہے۔ یہ زرہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے بنی ہوئی تھیں شاہ حمیر کے آل محرق کی جن کا فاضل حصّہ ہمارے پاؤں کے ساتھ لگ رہا تھا''۔

ہوازن کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی دُعاء

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب طائف سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں آپ کا لشکر کے ہمراہ دَحنا نامی جگہ سے گزر ہوا۔ آپ علیہ السلام وادی دحنا سے گزرتے ہوئے مقام جعرانہ میں پہنچ گئے تمام اصحاب آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور وہ اسیران جنگ بھی جو ہوازن سے گرفتار کئے گئے تھے۔ جب آپ علیہ السلام نے ثقیف سے کوچ فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے چند نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم آپ علیہ السلام ان لوگوں کے لئے بددُعا فرمائیں رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اِھْدِ ثَقِیْفًا واٰتِ بِھِمْ''

ترجمہ: اے اللہ تو بنو ثقیف کو سیدھا راستہ دکھا اور ان لوگوں کو لے آ''

مُقام جعرانہ اور اموال کی تقسیم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم طائف سے واپس آکر مقامِ جعرانہ میں تشریف فرما ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز تک اس مقام پر غنائم حنین کی تقسیم نہ فرمائی جو کہ چھ ہزار بردے (قیدی)، چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی پر مشتمل تھی۔ یاد رہے ''اوقیہ'' چالیس درہم کے برابر وزن کا نام ہے بعض روایات کے مطابق مالِ غنیمت میں بکریوں کی تعداد حساب اور گنتی سے باہر تھی۔

مقامِ جعرانہ میں مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے میں تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ہوازن

کے وفد کا انتظار فرما رہے تھے تا کہ وہ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیں اور یوں وہ لوگ اپنا کھویا ہوا مال واپس حاصل کر سکیں۔ چند روز کے انتظار کے باوجود جب وہ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہو سکے تو آپ علیہ السلام نے مالِ غنیمت کی تقسیم شروع فرما دی تا کہ قبائل کے سردار اور اشراف مکّہ جو اس غزوہ میں شامل تھے اور مالِ غنیمت کو بڑی ہی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے منہ بند کیے جا سکیں۔

مالِ غنیمت اور مؤلفۃ القلوب

مالِ غنیمت کی تقسیم فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ابتداء مولفۃ القلوب سے کی۔ یہاں 'مولفۃ القلوب' کی تشریح کر دینا نہایت ضروری ہے تا کہ اس عربی لفظ کے معنٰی سے پوری آگاہی حاصل ہو جائے۔ ''مولفۃ القلوب وہ لوگ تھے جو نئے نئے مُسلمان ہوئے اور ان کا دِل اسلام کے ساتھ جوڑنے کے لئے انہیں مالی مدد دی گئی تا کہ وہ لوگ اسلام پر مضبوطی سے جم جائیں۔''

رحمتِ عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مولفۃ القلوب کو مالِ غنیمت میں سے گراں قدر اور بڑے بڑے حصّے عطا فرمائے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم، آج تو آپ علیہ السلام قریش میں سب سے بڑھ کر سخی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے تبسّم فرمایا ابوسفیان نے پھر عرض کیا اس مال میں سے مجھے کچھ عنایت فرمائیں۔ یہ سُن کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ''ابوسُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی دے دیں'' اس پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرے بڑے بیٹے یزید کو بھی حصہ عطا فرمائیں آپ نے اسکو بھی ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمانے کا حکم دیا ابوسفیان نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم میرا بیٹا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہے آپ علیہ السلام نے ان کو بھی ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی دینے کا حکم فرمایا۔ یہ سب کچھ مل جانے کے بعد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں آپ علیہ السلام تو جنگ کے زمانہ میں بھی کریم تھے اور امن کے زمانہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر کریم ہیں۔ آپ عیہ السلام تو حد سے بھی زیادہ بڑھ کر عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

اس طرح گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حرب اور اسکے بیٹوں کو جو مالِ غنیمت عطا فرمایا وہ تقریباً اٹھارہ کلو چاندی اور تین سو اونٹ تھے۔

حکیم بن حزام

اسی طرح حکیم بن حزام کو ایک سو اونٹ عطا فرمائے تو اس نے مزید سو اونٹ کی درخواست کی وہ بھی رحمتِ عالم نے اسکو عطا فرما دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے محسوس فرمایا کہ وہ اور زیادہ چاہتا ہے تو فرمایا ''سو اونٹ اور

دے دو۔"

صفوان بن اُمیّہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے صفوان بن امیّہ کو سو اونٹ، سو اونٹ، سو اونٹ کر کے تین سو اونٹ عطا فرما دیئے۔ اہلِ سِیَر تحریر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم صفوان بن امیّہ کو ہمراہ لے کر ایک گھاٹی پر سے گزرے وہ گھاٹی بکریوں اور دُوسرے جانوروں سے بھری پڑی تھی۔ صفوان ان کی طرف بار بار دیکھ رہا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا "کیا تمہیں یہ مال اچھا لگتا ہے" عرض کی جی ہاں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں نے تمہیں یہ سب کچھ بخش دیا" صفوان نے فوری اس مال پر قبضہ کر لیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اللہ کے نبی کے سوا کوئی دوسرا آدمی اس قدر سخاوت نہیں کر سکتا۔ پھر کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور یوں مولفۃ القلوب کی فہرست میں آ گیا۔

مالِ غنیمت اور دیگر قریشی رُؤسَاء

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے دُوسرے قریشی رؤسا کو بھی مال سے خوب نوازا چنانچہ حارث بن کلدہ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ چند دُوسرے قریشی رؤسا کو بھی سو سو اونٹ دیئے گئے جبکہ مزید قریشی رؤسا کے حصّے میں پچاس اور چالیس چالیس اونٹ آئے اور رؤساءِ عرب کی جماعت کثیرہ کو جیسے سہل بن عمرو، حویطب بن عبد العزیٰ، اسید بن حارثہ ثقفی، حارث بن ھشام (برادر ابو جہل)، قیس بن عدی، اقرع بن حابس تمیمی اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگوں مثلاً علاء بن جاریہ ثقفی، مخرمہ بن نقفل، سعید بن یربوع، عثمان بن نوفل، ہشام بن عمرو عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے۔ ایک قول کے مطابق یہ مجموعہ غنائم میں سے عطا فرمائے جبکہ دوسرے قول کے مطابق خُمس میں سے عطا فرمائے۔ لوگوں میں یہ جود و سخا دیکھ کر مشہور ہو گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اس طرح بے دریغ عطیات عطا فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو فقر کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کا حِساب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مالِ غنیمت کو مولفۃ القلوب میں تقسیم فرمانے کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لشکر کے دیگر تمام شرکاء کو ایک جگہ اکٹھا کرے ان پر تقسیم ہونے والے مال کا حساب لگائیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور یُوں ہر ایک فوجی کے حصّے میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں۔ ہر سوار کو بارہ بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 451)

(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 591)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 422)
(الشفاء از قاضی عیاضؒ جلد 1 صفحہ 86)
(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 517)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 760)

اہم وضاحت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس موقع پر مالِ غنیمت کی جو تقسیم فرمائی اس میں ایک نہایت ہی حکیمانہ فراست کارفرما تھی جو کہ انسانی تقاضوں کے عین مطابق تھی۔ انسانی فطرت کا جب ہم غور سے مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمّس ہو جاتی ہے کہ اکثر لوگ اپنی عقل کی بجائے اپنے پیٹ کے راستے سے بھی حق کو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً جیسے جانور کو بھوک کی حالت میں مٹھی بھر گھاس یا سبز چارہ دیکھے تو وہ اس چارہ کو حاصل کرنے کے لئے اسکے پیچھے پیچھے اپنے محفوظ ٹھکانے تک پہنچ جاتا ہے بالکل اسی طرح انسانوں کے لئے بھی مختلف قسم کے اسباب کشش پیدا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ ایمان کی دولت سے مانوس ہو کر اسکو حاصل کرنے کے لئے پر جوش بن جائے اور یوں اس مالِ کثیر کو حاصل کرے دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہو سکے۔ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس موقع پر مالِ غنیمت کی اس تقسیم کو ایسے حکیمانہ انداز سے عطا فرمایا جو لوگوں کے لئے باعثِ تسکین قلب ثابت ہوئی۔

ہوازن پر لطف وعطا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب طائف سے لوٹ کر جعرانہ میں خیمہ زن ہوئے تو قبیلہ ہوازن کا ایک وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ اس قبیلے کے چھ ہزار بچے اور عورتیں مسلمانوں کی قید میں تھیں۔ اس کے علاوہ مذکورہ قبیلے کے جانور، بکریاں اور اونٹ جس قدر مقدار میں مسلمانوں کے پاس تھے ان کا کوئی حساب نہ تھا۔ یہ وفد حاضرِ خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن شعیب نے اپنے والد کے ذریعے اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو کی روایت بیان کی یہ وفد نمازِ عصر سے قبل دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اہلِ وفد نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم لوگ جڑ بھی ہیں اور شاخ بھی یعنی قبائل کی اصل بھی ہم سے ہے اور پھر ان قبائل کی جو شاخیں پھوٹ کر گروہ اور خاندان میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ وہ بھی سب ہم ہی سے ہیں۔ پھر مزید گفتگو کرتے ہوئے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جو مصیبت آفت ہم لوگوں پر آئی ہے وہ آپ کی ذاتِ اقدس سے کسی طرح بھی پوشیدہ ومخفی نہیں ہے۔ آپ ہم پر رحم واحسان فرمائیں اللہ کریم آپ پر رحم و احسان کرے گا۔ ہم امید قوی رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے اموال اور بردے واپس فرمادیں گے۔

اسی وفد میں سے ایک شخص جس کا نام زہیر اور کنیت ابوصرد تھی کھڑا ہوا اور عرض کی اے اللہ کے برحق رسول ان قیدی عورتوں میں آپ علیہ السلام کی پھوپھیاں آپ کی خالائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کو دودھ پلانے والیاں بھی موجود ہیں۔ انہوں نے سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلِہٖ وسلّم کی کفالت کی۔ اگر ہم حارث بن ابوشمر وجو کہ شام کا غسانی بادشاہ تھا یا نعمان بن منذر جو کہ عراق کا بادشاہ تھا کو دودھ پلاتے پھر ہم پر یہ مصیبت نازل ہوتی جواب نازل ہوئی ہے تو ہم اس سے بھی مہربانی کی امید رکھتے جبکہ آپ کی ذات تو کائنات میں سب سے بہتر کفالت فرمانے والی ہے اس ذاتِ مقدسہ سے تو ہم ہر قسم کے رحم، عفو و درگذر کی پوری پوری امید رکھتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے یہ گفتگو سُن کر ارشاد فرمایا کہ ''میں نے اس مقام پر آ کر مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے تم لوگوں کا بہت انتظار کیا کہ تم لوگ یہاں آ کر میرے ساتھ اس سلسلے میں گفتگو کرو گے مگر افسوس تم لوگ بہت دیر سے آئے۔ میرے نزدیک سچی بات زیادہ پسندیدہ ہے میں اب تمہارے اموال اور جملہ قیدی مجاہدین میں تقسیم کر چکا ہوں پھر بھی میں تم لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ قیدی یا اموال میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو تمہیں واپس مل جائے گا''۔ وفد نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ہم مال کو اختیار نہیں کرتے بلکہ اہل وعیال کو حاصل کرنے کا اختیار استعمال کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا ''اے وفد ہوازن مالِ غنیمت میں سے جو کچھ میرے اور بنوعبدالمطلب کے حصّے میں آئے گا وہ تمہارا ہوا'' مزید ارشاد فرمایا کہ ''جب میں نماز ظہر پڑھالوں تو تم لوگ کھڑے ہو کر مُسلمانوں سے یُوں مخاطب ہونا کہ ہم اپنے بچّوں اور عورتوں کے سلسلے میں اہلِ اسلام سے سرکارِ دو عالم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی سفارش کرانا چاہتے ہیں اسکے بعد میں تمہارے بچے اور عورتوں کی رہائی کے لئے مُسلمانوں سے سفارش کروں گا''۔

رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب نماز ظہر سے فارغ ہو چکے تو ہوازن کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے سامنے وہ کچھ ہی بیان کیا جو کُچھ کہنے کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ان کو پہلے ہی مشورہ دیا تھا۔ ہوازن کی درخواست سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے بنوہوازن اس مالِ غنیمت میں سے جو کچھ میرے اور بنوعبدالمطلب کے حصّے میں آئے وہ سب تمہارا ہے''۔ پھر ارشاد فرمایا ''اے مسلمانو!

تمہارے بھائی ہوازن مُسلمان ہو کر میرے پاس آئے ہیں اور جو درخواست انہوں نے کی ہے میں نے اُسے قبول کرتے ہوئے اپنے اور بنو عبد المطلب کے حصّے میں آنیوالا مال انہی لوگوں کو واپس کر دیا ہے۔ تم سب میں سے جو کوئی اس بات پر راضی ہو اور طیّب خاطر سے اپنے حصّہ سے دست بردار ہونا چاہتا ہو ہو سکتا ہے اور اگر کسی کو ایسا کرنا منظور نہیں ہے تو اسکو اس کے عوض اس کے بعد فئے (غنیمت) کا مال ہاتھ آنے پر اس کا حق میں دے دوں گا"۔

جو لوگ اس وقت حاضر تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ہم آپ کے اس فرمان مبارک پر رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے بلا عوض طیبِ خاطر اسکو قبول کرتے ہیں۔ اُسی وقت مہاجرین اُٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جو کُچھ ہمارے حصّہ میں آیا وہ سب کچھ آپ علیہ السلام کے لئے ہی ہے۔

تمام انصار نے بھی یہی عرض کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا" جاؤ اور اپنے مختاروں و عارفوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ان کو میرے پاس لاؤ تا کہ وہ مجھ سے بات چیت کریں" لوگ وہاں سے چلے گئے اور اپنے مختاروں و عارفوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا:

ہم سب آپ کے فرمان مبارک کو صدقِ دل سے قبول کرتے ہیں۔ اس موقع پر اقرع بن حابس جو کہ بنو تمیم کا سردار و پیشوا تھا اٹھا اور عرض کیا میں اور بنو تمیم اس بات پر راضی نہیں ہیں۔ اسی وقت عیینہ بن حصن فزاری جو کہ بنو فزار کا پیشوا تھا وہ بھی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں اور میری قوم بھی اس بات پر راضی نہیں ہیں۔

عباس بن مرداس نے بھی کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں اور بنو سلیم بھی راضی نہیں ہیں۔ بنو سلیم نے اُسی وقت عباس بن مرداس کو جھٹلا دیا اور عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب کا سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا ہے آپ علیہ السلام اس سارے مال کو جس کو چاہیں عنایت فرما دیں ہم راضی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ" جو لوگ مال واپس کرنے کے بارے میں راضی نہیں ہیں اسکو میں ہر قیدی کے بدلے میں چھ اونٹ دیتا ہوں"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے تمام قیدی بنو ہوازن کو واپس کر دیئے اور مزید اپنی طرف سے ان قیدیوں کو کپڑے اور خلعتیں بھی عطا فرمائیں اسکے بعد فرمایا" اے بنو ہوازن تمہارا رئیس مالک بن عوف جس نے ہمارے ساتھ قتال کیا تھا کہاں ہے"۔ ہوازن نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم وہ ابھی تک طائف میں ہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا" اگر وہ بھی ہماری خدمت میں حاضر ہو تو اسکو بھی مال اور اسکے بیوی بچے نیز ایک سو اونٹ عطا کرونگا"۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ طائف سے چل کر حاضر خدمت ہوا کلمہ حق پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے حسب وعدہ اسکے بیوی بچے، مال مویشی اور سو اونٹ اسکو عطا فرمائے۔ اور یوں اسکو بھی مولفۃ القلوب میں شامل فرمایا:

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 593)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 448)

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 423)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 26)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 423)

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 520،521)

کنیزوں کی واپسی

سیرۃ ابن ہشام میں ابنِ اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو دجزہ یزید ابن عبید السعدی نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مالِ غنیمت میں سے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک باندی عطا فرمائی جس کا نام ریطہ بنت ہلال ابن حیان بن عمیرہ بن ہلال بن ناصرہ بن قصیہ بن نصر بن سعد تھا۔

اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک لونڈی جو مالِ غنیمت میں آئی تھی عطا فرمائی اس لونڈی کا نام زینب بنت حیّان بن عمرو بن حیان تھا۔ ایک باندی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تو انہوں نے وہ لونڈی اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرما دی۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ مجھ سے نافع مولی حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے اس لونڈی کو ماموں کے پاس جو بنو جمح میں سے تھے حفاظت کی غرض سے بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارادہ تھا کہ جب میں طائف سے واپس آؤں گا۔ تو اس باندی کو حاصل کر لوں گا۔ طائف سے واپسی پر جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام جعرانہ میں نماز ظہر سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو واپس کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ حکم سُن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بنو جمح جا کر اس میری باندی کو بھی واپس لا کر بنو ہوازن کے حوالہ کر دیا جائے چنانچہ لوگ گئے اور اس باندی کو لا کر ہوازن کے حوالے کر دیا۔

مالِ غنیمت میں سے بنو ہوازن کی ایک بوڑھی عورت عیینہ ابن حصن نے حاصل کی اس بوڑھی عورت کو عیینہ ابن حصن نے یہ خیال کرتے ہوئے حاصل کیا تھا کہ یہ بوڑھی عورت یقیناً بنو ہوازن کے ہاں کسی اعلیٰ خاندان میں سے ہوگی جس کا نسب بہت اعلیٰ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اسی بوڑھی عورت کا بہت زیادہ فدیہ لگے گا اوریوں میں سب سے زیادہ فائدہ میں رہوں گا۔ مگر جب رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو

واپس کرنے کا حکم فرمایا تو عیینہ ابن حصن نے بھی اس بوڑھی عورت کو ہوازن کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سب اسیر اور کنیزیں بنو ہوازن کے حوالے کر دی گئیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 593)

مالک بن عوف کا قبولِ اسلام

گو ہم گزشتہ صفحات میں مالک بن عوف کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر چکے ہیں مگر یہ واقعہ مختصراً تحریر کیا گیا تھا یہاں ہم پڑھنے والوں کی دلچسپی اور تاریخی حقائق سے تفصیلاً آگاہی کے پیشِ نظر اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے دستِ حق پرست پر جب اہلِ ہوازن کا وفد دائرہ امن میں داخل ہو چکا تو آپ علیہ السلام نے گفتگو کے دوران وفد کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ ”مالک بن عوف کے قبیلہ کا کیا ہوا وہ کہاں ہے“۔ وفد کے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مالک بن عوف ثقیف کے ہمراہ طائف میں ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”تم لوگ جا کر اسکو خبر کر دو کہ اگر وہ میرے پاس مُسلمان ہو کر آئے تو میں نہ صرف اس کا مال اور اہل و عیال ہی واپس کر دوں گا بلکہ مزید انعام کی شکل میں اسکو سو اونٹ اور بھی عطا کروں گا“

لوگوں نے طائف میں مقیم مالک بن عوف کو یہ خبر پہنچا دی یہ خبر سُن کر مالک بن عوف نے سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔ مالک بن عوف کو اس بات کا بھی ڈر تھا کہ اگر بنو ثقیف کو میرے اس ارادے کا علم ہو گیا تو یہ لوگ مجھے زبردستی روک لیں گے اور یوں میں اس نعمت عظیم کو حاصل نہیں کر سکوں گا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مجھے عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مالک بن عوف نے اپنے غلام کو اونٹنی تیار کر کے ایک پوشیدہ جگہ پہنچ کر انتظار کرنے کا حکم دیا۔ اُدھر خود طائف سے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر بڑے راز سے اس جگہ پہنچ گیا جہاں اسکی اونٹنی پہلے ہی حسبِ حکم تیار موجود تھی۔

مالک بن عوف اس اونٹنی پر سوار ہو کر مقام جعرانہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے سامنے حاضر ہو کر اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا آپ علیہ السلام نے اس کے اہل و عیال اور مال کو ہی واپس نہ کر دیا بلکہ اُسے مزید اپنی طرف سے سو اونٹ بھی عطا کیئے۔ مالک بن عوف نے اسلام قبول کرتے وقت جو اشعار کہے وہ اُردو ترجمہ کے ساتھ یہاں تحریر کیئے جاتے ہیں۔

مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِہٖ
فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم)

اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ اِذَا اجْتُدِیْ

وَمَتٰی تَشَأْ یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدِ

وَاِذَ لُکْتِیْبَۃ" عَرَّدَتْ اَنْیَابُھَا

بِالسَّمْھَرِیِّ وَضَرْب" کُلُّ مُھَنَّدِ

فَکَاَنَّہٗ لَیْث" عَلٰی اَشْبَالِہٖ

وَسْطَ الْھَبَادَۃِ خَادِر" فِیْ مَرْصَدِ

ترجمہ: "دنیا کے تمام انسانوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جیسا انسان نہ میں نے سُنا اور نہ دیکھا۔"

"جب اُن سے عطیے طلب کئے جائیں تو پُوری طرح عنایت فرماتے ہیں اور جب بھی تم چاہو مستقبل میں ہونے والی بات وہ تمہیں بتا دیتے ہیں۔"

"سمہری نیزوں اور ہندی تلواروں کی مار سے جب ان کے لشکر کے دانت خوب مضبوط اور تیز ہو جاتے ہیں تو وہ غبارِ جنگ میں اس شیر کی مانند معلوم ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کی نگرانی کے لئے دشمن کی گھات لگائے غضب ناک ہو کر کچھار میں بیٹھا ہو۔

مالک بن عوف جب دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ان کو ثمالہ، سلمۃ اور فہم کے قبائل پر عامل مقرر فرما دیا تھا۔ مالک بن عوف ان کی جمعیت ہمراہ لے کر بنو ثقیف کے ساتھ برابر قتال کرتے رہے۔ ثقیف کا جو بھی قافلہ باہر نکلتا مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی شدّت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتے اور یُوں ثقیف کو ناقابلِ بیان نقصان پہنچاتے حتّٰی کہ بنو ثقیف اس بات سے تنگ آ گئے اور آخرکار انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 595)

(مدارج النبوّۃ جلد 2 صفحہ 521)

مالِ غنیمت

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم حنین کے قیدیوں کو ہوازن کے سپرد کرنے کے بعد جعرانہ سے روانہ ہوئے تو لشکرِ اسلام کے لشکری بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل کھڑے ہوئے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مالِ غنیمت کی بکریاں اور اونٹ ہم میں تقسیم فرما دیں ان لوگوں نے یہ تقاضہ اس شدّت سے کیا کہ رحمتِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مجبوراً ایک درخت کی طرف سمٹ گئے۔ درخت کے نیچے سے گزرتے وقت آپ علیہ السلام کی چادر مبارک ٹہنیوں نے اُچک

لی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا "مجھے میری چادر لا کر دو" اور فرمایا "اے لوگو غور سے سُن لو! خدا کی قسم حقیقت یہ ہے کہ اگر تہامہ کے درختوں کی تعداد کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں وہ سب بھی تم لوگوں میں ہی تقسیم فرما دیتا اور یوں تم لوگ نہ تو مجھے بزدل و دروغ پاتے اور نہ ہی بخیل"۔ یہ فرمانے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اونٹ کے پہلو کی طرف کھڑے ہو گئے اور اس اونٹ کے کوہان سے کچھ بال لئے اور اپنی دو انگلیوں میں دبا کر ہاتھ مبارک بلند کیا اور فرمایا "خدا کی قسم تمہارے اس مالِ غنیمت میں میرا حصہ خُمس کے علاوہ ان بالوں کے برابر بھی نہیں ہے اور یاد رکھو اس مال میں سے حاصل شُدہ خُمس بھی میں واپس کر دوں گا۔ تم لوگ سوئی اور دھاگہ تک بھی اس مالِ غنیمت میں جمع کر دو کیونکہ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا قیامت کے روز عار، نارِ جہنم اور باعثِ ذلت و رسوائی ہو گا"۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا یہ فرمان مبارک سُن کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور بالوں سے بُنے ہوئے دھاگے کا ایک گٹھا (گٹھری) خدمتِ اقدس میں پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم میں نے مالِ غنیمت میں سے یہ گٹھا اس لئے حاصل کیا تھا تاکہ اس دھاگے سے اپنے زخمی اونٹ کا نمدہ بنا سکوں۔ سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا "اس گٹھری میں جو میرا حصّہ تھا اسکو استعمال کرنے کی تمہیں اجازت عطا کرتا ہوں"۔ انصاری صحابہ نے پھر عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مجھے اس گٹھری کو استعمال کرنے کی اب بالکل حاجت نہیں ہے ان الفاظ کے ساتھ ہی دھاگے کی وہ گٹھری مالِ غنیمت میں پھینک دی۔

کُتب سِیَر میں آتا ہے جس کو ابن ہشام نے بھی زید بن اسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والدِ محترم سے سُنا کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غزوہ حنین میں شامل تھے جنگ کے فوراً بعد وہ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی تلوار خون آلودہ تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھ کر کہا کہ میں تو یہ سمجھی کہ آپ جنگ کرنے کے بعد خون آلودہ تلوار کے ساتھ تشریف لائے ہیں مگر یہ تو بتائیں کہ آپ کو مالِ غنیمت میں سے کیا ملا ہے۔ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا یہ سوئی لو اور اس سے اپنے کپڑے سی لیا کرنا۔ مگر جب مُنادی کرنے والے کی صدا سُنی کہ لوگو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے بھی مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز حاصل کی ہے اسکو واپس کر دے"۔ اس مُنادی کے سنتے ہی وہ سوئی اور دھاگہ اپنی بیوی سے لے کر فرمایا "اب تو تمہاری یہ حاصل کردہ سوئی اور دھاگہ بھی گیا"۔ پھر وہ دونوں چیزیں بیوی سے لے کر واپس مال غنیمت میں شامل کر دیں۔

سُبحَان اللہ کیا مقام ہے ان لوگوں کا سچ ہے یہی لوگ جنّت کے حقدار ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا فریضہ (مشن) ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی فرمانبرداری کو بنا لیا تھا۔ آج بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر وہ دین و دنیا میں حقیقی ترقی چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنا کر

صدقِ دِل سے گامزن ہو جائیں دُعا ہے اللہ کریم ہم سب مسلمانوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی سنتِ مقدسہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سیّد المرسلین۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 596 وغیرہ)

ایک اہم وضاحت

مولفۃ القلوب ان جدید الاسلام مسلمانوں کو کہا جاتا ہے جن کی دلداری مقصود ہو۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ظاہری حیات میں جو شخص نیا نیا اسلام قبول کرتا ہے تو اسکے حالات اس قسم کے ہوتے کہ کچھ نہ کچھ مدد دیئے بغیر وہ اپنا کاروبار زندگی نہیں چلا سکتا تھا اس کے تالیف قلب کے لئے مالی اعتبار سے امداد کا بندوبست کر دیا جاتا تھا۔ ایسے لوگ اپنے اہل وعیال اور مذہب حق کے لئے بڑے کامیاب ومددگار ثابت ہوتے تھے۔یاد رہے کہ مولفۃ القلوب کی شرط ابتداء اسلام کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ اب بھی کسی وقت اگر مسلمانوں کے کسی گروہ کو ایسے حالات جن کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں واسطہ پڑ جائے تو ان کی مدد کر دینا نہایت ہی مستحکم قدم اور ضروری ہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

اہلِ سِیَر اپنے اپنے زمانے میں گذشتہ چودہ سو سال سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے موضوع پر لکھتے چلے آرہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔

اصحابِ سِیَر نے اپنے اپنے حالات اور حوالہ کتب کی دستیابی کے مطابق الحمدللہ اسقدر گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں جو کہ احاطہ قلم سے باہر ہیں موجودہ زمانہ میں خداوند کریم کا ہم لوگوں پر کرم خاص ہے کہ ہمارے پاس کتب سِیر کا بے کراں سرمایہ موجود ہے، جسکی مدد سے ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی سیرت مقدّسہ کے بارے میں ہر پہلو کو کافی حد تک تفصیلاً اجاگر کر سکتے ہیں۔یہاں بھی ان کتب سیر میں سے وہ واقعات جن کو کسی صاحبِ سیر نے قلم بند کیا ہے کسی نے نہیں کیا یکجا کر کے قدر دانوں اور علم کے متلاشیان کے لئے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

ایک بات کی ذہن میں صاف کرنے کی ضرورت ہے کہ اُوپر جو کلمات درج کئے ہیں کہ کسی نے کوئی واقعہ تحریر کیا ہے اور کسی نے چھوڑ دیا ہے اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ وہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا کچھ لوگوں نے خود ہی لکھ دیا ہے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ جدید تحقیقی صورت جس کا ہمیں موقع میسر آگیا ہے ہم ہر کتاب سے واقعات کو اکٹھا کرنے کے بعد تحریر کرنے کی سعی کر رہے ہیں یہی وَجہ ہے کہ کتاب ضخیم ہوگئی ہے۔باقی الحمدللہ تمام واقعات برحق اور سچے ہیں جن کو صاحبِ سیر حضرات نے اپنے اپنے زمانے میں کتب کی دستیابی کے بعد تحریر کیا ہے۔جسے جو مواد جہاں سے اور جیسے میسر آیا لکھ دیا یہ سارا مواد ہم اللہ کریم کے فضل اور سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلِہٖ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے تحریر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اللہ قبول فرمائے آمین۔

یہاں ہم ان لوگوں کے خاندان نام اور نسب کے بارے میں تحریر کر رہے ہیں جنھوں نے جعرانہ کے مقام پر بیعت کرنے والوں میں غزوہ حنین سے حاصل شدہ مالِ غنیمت تقسیم فرمایا انہی لوگوں کو مولفۃ القلوب کہتے ہیں۔

ان لوگوں کے نام مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں میں رائج قبائل کی ترتیب کے اعتبار سے درج ہیں۔ اس ترتیب کو حضرت امام شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور عبید بن عبداللہ بن عتبہ وغیرہ نے سیّدنا حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے تحریر کیا ہے جنکی سند نہایت ہی صحیح اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔

(1) خاندان بنو امیّہ بن عبد شمس میں اسکے سردار ابوسفیان بن حرب بن امیّہ، طلیق بن سفیان بن امیّہ اور خالد بن اسید بن ابوالعیص بن امیّہ وغیرہ۔

(2) خاندان بنی عبدالدار بن قصی میں شیبہ بن عثمان بن ابوطلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار، عکرمہ بن عامر (بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار) وغیرہ۔

(3) بنومخزوم بن یقظہ کے خاندان میں سے زہیر بن ابوامیّہ بن مغیرہ، حارث بن ہشام بن مغیرہ، خالد بن ہشام بن مغیرہ، ہشام بن ولید بن مغیرہ، سفیان بن عبدالاسد (بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم) اور سائب بن ابو السائب بن عائذ بن عمر بن مخزوم وغیرہ۔

(4) بنونصر بن معاویہ میں سے مالک بن عوف بن سعید یربوع

(5) بنوسلیم بن منصور کے قبیلہ میں سے عباس بن مرداس بن ابوعامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اخوالحارث بن بہثۃ بن سلیم

(6) قبیلہ بنوعامر بن ربیعہ میں خالد بن ہوذہ بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ اور حرملہ بن ہوذہ بن ربیعہ بن عمرو۔

(7) بنوغطفان کے قبیلے کی ایک شاخ بنوفزارہ میں سے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر۔

(8) قبیلہ بنوکلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ میں سے یہ قبیلہ بنوعامر بن صعصعہ کی شاخ ہے پھر آگے بنوعامر بن صعصعہ بنوقیس کی شاخ ہے۔ علقمہ بن علاثۃ بن عوف احوص بن جعفر بن کلاب اور لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب۔

(9) بنوبکر بن عبدمناۃ بن کنانہ کے قبیلہ میں سے نوفل بن معاویہ بن عروہ بن صخر بن رزن بن یعمر بن نفاثۃ بن عدی بن الدّیل۔

(10) قبیلہ بنوعامر بن لُوی میں سے حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابوالقیس بن عبدِ وُدّ اور ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن حبیب۔

(11) بنوسہم کے خاندان میں سے عدی بن قیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(12) خاندان بنوعدی بن کعب میں سے مطیع بن اسود بن حارثہ بن نضلہ اور ابوجہم بن حذیفہ بن غانم۔

(13) قبیلہ بنوجمح بن عمرو میں سے صفوان بن امیہ ابن خلف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عمیر بن وہب بن خلف اور احیحہ بن امیہ بن خلف۔

(14) بنوتمیم کے قبیلے کی شاخ بنوحنظلہ میں سے اقرع بن حابس بن عقال جو بنومحاشع بن وارم سے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب مالِ غنیمت تقسیم فرما چکے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم آپ علیہ السلام مالِ غنیمت میں سے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سوسو اونٹ عطا فرمائے ہیں مگر جعیل بن سراقہ کو چھوڑ دیا ہے اُسے مالِ غنیمت میں سے کچھ عطا نہیں فرمایا۔

گوہرفشاں ہوئے لبِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کہ ''جعیل بن سراقہ دنیا بھر کے لوگوں سے بہتر ہے۔ دنیا کا ہر آدمی عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس جیسا ہے اس لئے میں نے ان دونوں کو تالیفِ قلب (دل جوئی یا دلداری) کے لئے مالِ غنیمت میں سے کافی حصّہ عطا کیا ہے۔ تاکہ یہ دونوں اسلام قبول کرلیں جبکہ دوسری طرف جعیل بن سراقہ کو اسکے اسلام کے حوالہ کردیا ہے''۔

مالِ غنیمت کی تقسیم پر منافقین کا اعتراض

یہاں ہم ان لوگوں کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو اپنی بُری شقی طبیعت کی وجہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ذاتِ مقدسہ پر اعتراض کرنے سے باز نہ آئے اور یوں دین و دنیا میں خود ہی ذلیل و رسوا ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے قبیعہ اور سفیان نے اعمش اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مالِ غنیمت کی یہ تقسیم اللہ کو حاضر و ناظر جان کر فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی زبان سے یہ کلمات سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کو اسکی اطلاع دی آپ علیہ السلام نے اس انصاری کی یہ بات سُن کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذائیں دی گئیں مگر انہوں نے پھر بھی صبر کیا۔''

(اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح مُسلم میں اعمش کے حوالے سے بیان کیا ہے)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے منصور کی زبانی معتمر

کے حوالے سے سُنا کہ غزوہ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد ایک انصاری نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مالِ غنیمت کی یہ تقسیم اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کی ہے۔ اس بات کا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرتا تو اور کون کرتا ہے''۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے مزید ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں قوم نے اس سے بھی زیادہ ایذائیں دیں مگر انہوں نے صبر فرمایا''

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے مقسم بن ابوالقاسم مولی عبداللہ بن حارث بن نوفل کی روایت بیان کی کہ میں اور تلید بن کلاب لیثی دونوں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس مکّہ پہنچے وہ اس وقت اپنا جوتا ہاتھ میں لٹکائے بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے۔

ہم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ آپ غزوہ حنین کے بعد جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے وہاں موجود تھے انہوں نے جواب دیا ہاں۔ پھر ہم نے کہا کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے جو سرکار علیہ السلام سے مالِ غنیمت کے بارے میں گفتگو کی وہ بھی آپ علیہ السلام نے سُنی تھی۔ جواب دیا ہاں۔ میں وہاں موجود تھا کہ بنو تمیم کا ایک شخص ذوالخویصرہ نامی حاضرِ خدمت ہوا اور آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس وقت مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آج کے دن جو کچھ آپ علیہ السلام نے کیا وہ میں نے دیکھا ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''ٹھیک ہے بتاؤ پھر تم نے کیسا دیکھا؟''

اس بدبخت نے کہا:

''لَمْ اَرَکَ عَدَلْتَ'' ''میں نے آپ کو عدل کرتا ہوا نہیں پایا''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کرتے ہوئے کہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس شخص کی یہ گستاخانہ گفتگو سُن کر غُصّہ آ گیا۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بُرا ہو جب عدل میرے پاس نہیں ہو گا تو کس کے پاس ہو گا۔''

یہ گفتگو سُن کر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''نہیں اسے چھوڑ دو عنقریب اسکی جماعت ہو گی جو دین میں بال کی کھال نکالا کرے گی اور ان کا حال ایسا ہو گا جیسے تیر کسی جسم میں لگ کر اور اس میں گھس کر نکل جاتا ہے اسکے لوہے میں دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہ ملے۔ پھر اگر خود تیر میں دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہ آئے۔ پھر اس کے سوفار (تیر کا سر) میں دیکھا جائے

تو اس میں بھی کوئی چیز نہ پائی جائے۔ گویا تیر لگا اور معدے کی غلاظت اور خون سے صاف باہر نکل گیا۔"

گویا دین میں ایسے اشخاص کے شامل ہونے اور خارج ہونے کی مثال ایسے تیر کی سی ہے جو کمان سے نکلتا ہے تو کسی طرف راہ نہ پا کر سَر کے بل زمین پر آ رہتا ہے۔

ان روایات کو دیگر بہت سے ثقہ راویوں نے بھی مذکورہ حوالوں کے ساتھ کتب سیر میں بیان کیا ہے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 599)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 762،763)
(صحیح بخاری شریف وصحیح مُسلم شریف)
(تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 427 وغیرہ)

ایک کوڑا اور اس کا مُعاوضہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر ایک صحابی رسول جو کہ وہاں موجود تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اپنی اونٹنی پر سوار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے پہلو میں چلا آ رہا تھا۔ میرے پاؤں میں ایک بھاری اور وزنی جوتا تھا اچانک میری اونٹنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی اونٹنی سے ٹکرائی جس کے نتیجہ میں میرا جوتا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی پنڈلی مُبارکہ سے ٹکرا گیا جس سے آپ کو تکلیف پہنچی۔ آپ علیہ السلام نے میرے پیروں پر کوڑا مارتے ہوئے ارشاد فرمایا "تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے پیچھے رہو"۔ میں نے فوراً اپنی اونٹنی کو روک دیا۔

دُوسرے دن رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا۔ میں نے اپنے دِل میں سوچا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مجھے ضرور کل کے واقعہ کی بابت طلب فرمایا ہے چنانچہ میں ڈرتا ہوا حاضر خدمت ہوا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھ کر فرمایا "کل تمہارا جوتا میری پنڈلی سے ٹکرایا تھا جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی اور میں نے تمہارے پاؤں پر کوڑا مارا۔ میں نے تمہیں اس وقت اس لئے بلایا ہے کہ کل کی مار کا تمہیں معاوضہ دوں"۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اپنی رحمت کامل کے مطابق اس کے کوڑے کے عوض مجھے اسّی (80) بھیڑیں عطا فرمائیں سبحان اللہ قربان جائیں اس ادا جود وسخا کے۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 428)

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے غزوہ حنین سے

حاصل شدہ مالِ غنیمت قریش اور دیگر قبائل عرب میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو اس مال سے کچھ عنایت نہ فرمایا تو اس موقعہ پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج) نے جو اشعار کہے وہ ترجمہ کے ساتھ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:۔

زَادَتْ هُمُوْم" فَمَاء الْعَيْنُ مُنْحَدِرُ
سَحًّا اِذَا حَفَلَتْهُ عِبْرَة" دِرَرُ
وَجْدًا بِشَمَّاءَ اِذْشَمَّاءُ بَهْكَنَة"
هَيْفَاءُ لاَ دَنَس" فِيْهَا وَلاَ خَوَرُ
دَعْ عَنْكَ شَمَّاءَ اِذْ كَانَتْ مَوَدَّتُهَا
نَذْرًا وَ شَرُّ وِصَالِ الْوَاصِلِ النَّذِرُ
وَاْتِ الرَّسُوْلَ فَقُلْ يَاخَيْرَ مُؤْتَمِنٍ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا مَا عُدَّدَالْبَشَرُ
عَلاَمَ تُدْعٰى سُلَيْم" وَهِىَ نَارِ حَدّ"
قُدَّامَ قَوْمٍ هُمْ اٰوَوْاوَهُمْ نَصَرُوْا
سَمَّاهُمُ اللهُ اَنْصَارًا بِنَصْرِهِمْ
دِيْنَ الْهُدٰى وَعَوَانُ الْحَرْبُ تَسْتَعِرُ
وَسَارِعُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاعْتَرَفُوْا
لِلنَّائِبَاتِ وَمَا خَامُوْا وَمَا ضَجِرُوْا
وَالنَّاسُ اَلْبٌ" عَلَيْنَا فِيْكَ لَيْسَ لَنَا
اِلَّا السُّيُوْفَ وَاَطْرَافُ الْقَنَاوَزَرُ
نُجَالِدُالنَّاسَ لا نُبْقِى عَلٰى اَحَدٍ
وَلاَ نُضَيِّعُ مَا تُوْحِىْ بِهِ السُّوَرُ
وَلاَ تَهِرُّ جُنَاةُ الْحَرْبِ نَادِيْنَا
وَنَحْنُ حِيْنَ تَلَظّٰى نَارُهَا سُعَرُ
كَمَارَدَدْنَا بِبَدْرٍ دُوْنَ مَا طَلَبُوْا
اَهْلَ النِّفَاقِ وَفِيْنَا يُنْزَلُ الظَّفَرُ

وَنَحْنُ جُنْدُکَ یَوْمَ النَّعْفِ مِنْ اُحُدٍ

اِذْ حَزَّبَتْ بَطَرًا اَحْزَابَهَا مُضَرُ

فَمَا وَ نِیْنَا وَمَا خِمْنَا وَمَا خَبَرُوْا

مِنَّا عِثَارًا وَ کُلُّ النَّاسُ قَدْ عَثَرُوْا

ترجمہ ''افکار وہموم (ذمہ داریاں) بہت بڑھ گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ آنکھوں کا پانی موسلا دھار بہہ رہا ہے جب آنسوؤں نے اس بہتے ہوئے پانی کو اکٹھا کیا۔''

''یہ سب کچھ شماء کی وجہ سے ظہور میں آیا کیونکہ شمّاء گوشت سے بھری ہوئی پتلی کمر والی ہے۔ نہ ہی اسکی ذات میں کوئی میل وکچیل ہے اور نہ ہی کسی قسم کا فتور ہے۔''

''مگر شمّاء کو چھوڑ بھی دو کیوں کہ اسکی محبّت والفت بڑی قلیل وحقیر ہے اور کسی کے وصال کی سب سے بُری چیز یہ ہے کہ اس کا وصال بہت تھوڑا ہوتا ہے۔''

''اور سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس چلو اور آپ سے عرض کروائے مومنین کے لئے سب سے اعلیٰ وارفع جائے پناہ جب دُنیا کے انسانوں کا شمار کیا جا رہا ہو۔''

''قبیلہ بنوسلیم کو کس وجہ سے طلب کیا جاتا ہے جب کہ وہ اس قوم کے سامنے بالکل خالی ہے جس نے پناہ دی اور جس نے اسکی اعانت کی ہے۔''

''اللہ کریم نے ان لوگوں کا نام انصار رکھا ہے کیونکہ انہوں نے دینِ ہدایت کے کاموں میں اس وقت نصرت واعانت کی جس وقت خونریز جنگ کی آگ خوب زوروں پر بھڑک رہی تھی۔''

''اور ان لوگوں نے راہِ خدا میں تیزی سے آگے بڑھ کر مقابلے کئے اور ہر شدائد اور نازل ہونے والے مصائب میں صبر واستقلال سے کام لیا۔ ان لوگوں نے نہ تو کسی قسم کی کمزوری دکھائی اور نہ ہی کسی حال میں تنگدل ہوئے۔''

''آپ کے سلسلے میں لوگ ایک ہجوم کی شکل میں ہم پر ٹوٹ پڑے اور یوں ہمارے لئے تلواروں اور نیزوں کی نوکوں کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں۔''

''ہم نہایت بہادری سے لوگوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور میدان میں کسی دُوسرے پر چھوڑ کر الگ نہیں ہو جاتے اور قرآن کریم کی سُورتیں جن چیزوں کی وحی کرتی ہیں۔ ہم انہیں ضائع نہیں کرتے۔''

''اور جنگ کے مجرم یعنی اسکو بھڑکانے والوں کی محفل سے ہم اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے اور جس وقت جنگ کی آگ مشتعل ہوتی ہے تو پھر ہمارے اندر بھی آگ لگ جاتی ہے۔''

''جس طرح غزوہ بدر میں منافق جو چاہتے تھے ہم لوگوں نے ان کی اس چاہت سے ان کا منہ پھیر دیا۔ اور

یوں پھر فتح و کامرانی ہمارے حصّے میں آئی تھی۔''

''اور ہم غزوہ اُحد میں اُحد کے پہاڑ کے دامن کی جنگ میں آپ کے لشکری تھے۔ جب قبیلہ مضر نے گھمنڈ و غرور سے مختلف جماعتوں کو اکٹھا کیا تھا۔''

''پس اس موقعہ پر نہ ہم نے کمزوری دکھائی نہ ہم سے بزدلی سرزد ہوئی اور نہ ہی لوگوں نے ہم میں کسی قسم کی کوئی لغزش اس وقت دیکھی جبکہ تمام لوگ ٹھوکریں کھاتے پھر رہے تھے۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 600)

انصار کا حال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوۂ حنین کے موقعہ پر مالِ غنیمت تقسیم فرماتے ہوئے مولفۃ القلوب یعنی وہ لوگ جو دائرہ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے اور جنکی دلداری مقصود تھی ان کی طرف خصوصی توجّہ فرماتے ہوئے ان لوگوں کو سب کی نسبت بہت ہی نوازا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس عمل مبارک کو لوگ ابتداء میں نہ سمجھ سکے اس لئے کچھ لوگوں کی زبانوں پر حرف اعتراض آ گیا۔ خاص طور پر انصار اس زد میں آئے کیونکہ غزوہ حنین سے حاصل شدہ مالِ غنیمت سے وہ لوگ محروم رہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ میدانِ جنگ میں مشکل کے وقت انہی لوگوں کو پکارا گیا تھا اور جواب میں یہ لوگ ہوا کی مانند دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ شریک ہو کر قتال میں مشغول ہو گئے تھے اور یوں نظر آنے والی شکست شاندار فتح میں تبدیل ہو گئی تھی۔ مگر مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت وہ لوگ دیکھ رہے تھے کہ میدانِ جنگ سے بھاگ جانے والے تو مالا مال ہیں اور یہ جاں نثار بالکل ہی خالی ہاتھ ہیں۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن اسحاق نے محمود بن لبید ابوسعید خدری کی روایت بیان کی جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قریش مکّہ اور دیگر قبائلِ عرب کو مالِ غنیمت میں سے عطیات عطا فرمائے اور انصار کو اس مال میں سے کوئی حصہ نہ دیا تو انصار کے کچھ لوگوں کے دِلوں میں خیال پیدا ہوا اور وہ ایک دُوسرے کے ساتھ چہ میگوئیاں کرنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کسی کہنے والے نے کہا خدا کی قسم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہاں آ کر اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ لوگوں کا یہ کہنا سُن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ نے مالِ غنیمت کی جو تقسیم فرمائی ہے انصار کا ایک گروہ اس تقسیم کے بارے میں اپنے دلوں کے اندر کچھ خیال کر رہا ہے کہ قریش اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیات دیئے لیکن انصار کے ایک گروہ کو کچھ نہیں دیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے''۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں

بھی تو اپنی قوم کا ایک فرد ہی ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اچھا تو اپنی قوم کو اس احاطے میں جمع کرو''۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید بیان کرتے ہوئے کہا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ حکم سُن کر باہر نکل گئے اور انصار کو اس احاطے میں جمع کیا۔ انصار کے ساتھ کچھ مہاجرین بھی آ گئے۔ سعد نے ان کو بھی اندر آنے دیا۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ بھی آئے مگر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اندر آنے سے روک دیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا گروہِ انصار آپ کے حکم کے مطابق جمع ہو گیا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس گروہ کے پاس تشریف لائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

''اے گروہِ انصار یہ تمہاری چہ میگوئیاں کیسی ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں اور یہ کیا ناراضگی ہے جو تم لوگ دِل ہی دِل میں مجھ پر محسوس کر رہے ہو اور تم لوگوں کے دل میں یہ غم و غصہ کیسا ہے جو تم نے مجھ پر کیا ہے۔ کیا میں تم لوگوں کے پاس اس حالت میں نہیں آیا تھا کہ تم لوگ گمراہ تھے اور پھر اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ تم لوگ محتاج و قلاش تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالدار و غنی کر دیا۔ اور تم باہم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دِلوں کو جوڑ دیا۔''

لوگوں نے جواب میں عرض کیا کیوں نہیں اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا احسان اور فضل سب سے بڑھ کر ہے۔

اسکے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا

''اے گروہِ انصار مجھے جواب کیوں نہیں دیتے''۔ انصار نے جواب دیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم آپ علیہ السلام کو کیا جواب دیں گے۔ اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہی کا احسان اور فضل و کرم ہے۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ ہی مانی جائے گی کہ آپ (یعنی میں) ہمارے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا۔ ہم نے آپ علیہ السلام کی تصدیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا تھا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مدد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو وطن سے باہر نکال دیا گیا تھا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پناہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم محتاج تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو آسودگی دی، آپ علیہ السلام کی غمگساری کی''

پھر مزید ارشاد فرمایا ''اے گروہ انصار تم دنیا کی حقیر اور کم تر چیز کے لئے غمگین و رنجیدہ ہو گئے اس

عارضی دولت کے ذریعے تو میں نے کچھ لوگوں کی دلداری کی ان کے دِل جوڑے تا کہ وہ مُسلمان ہو جائیں جبکہ تم لوگوں کو میں نے تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا۔''

''اے گروہِ انصار کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے کجاووں میں اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو (پلٹو) پھر فرمایا قسم ہے اس ذاتِ مقدسہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا اور اگر سارے لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلتے تو میں انصار ہی کی گھاٹی میں چلتا۔ اے خدا انصار پر، ان کی اولاد پر، ان کے بیٹوں کے بیٹوں (یعنی پوتوں) پر اپنا رحم و کرم فرما۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوسعید سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج المتوفی 74ھ مدینہ منورہ 1170 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ خطاب مُبارک سُن کر گروہِ انصار اسقدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور ایک زبان ہو کر عرض کیا ہم اس تقسیم سے راضی ہیں کہ ہمارے حصّے میں اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہوں۔

اس خطاب کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم واپس اندر تشریف لے گئے اور یوں لوگوں کا وہ مجمع بکھر گیا۔

(از: سیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 602،603)
(صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 620،621)
(فتح الباری جلد 8 صفحہ 40)
(زرقانی جلد 3 صفحہ 38)
(تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 426)
(تاریخِ ابن الاثیر جلد 2 صفحہ 131)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 769)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 524)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی عُمرہ کی ادائیگی اور مدینہ منوّرہ کو واپسی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جعرانہ میں مالِ غنیمت تقسیم فرمانے کے بعد عُمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل باقی مالِ غنیمت کے لئے حکم فرمایا کہ "اسکو مرّ الظہران کے کنارے مقام مجنّہ میں محفوظ کرلیا جائے"

(روایت از ابن اسحٰق)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عمرہ کے لئے احرام باندھا اور یُوں عمرہ ادا فرمانے کے بعد مدینہ منورہ کے لئے واپس روانگی اختیار فرمائی۔ مکّہ مکرمہ میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت عمر کی صرف بیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے (20 سال کی عمر کے تھے) ان کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے چھوڑا تا کہ وہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا کرنے کے لئے ان کو قرآن وسُنّت کی تعلیم دیں۔

ابنِ ہشام رقمطراز ہیں کہ مجھے زید بن اسلم سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گزر اوقات اور معاش کے لئے صرف ایک درہم روزانہ مقرر فرمایا۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لوگو سُن لو جسے ایک درہم کی بُھوک تھی اسکے دِل کی بُھوک کو اللہ کریم نے دُور فرمایا۔ پھر کہا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میرے معاش کے لئے ایک درہم یومیہ مقرر فرمایا ہے اس لئے اب مجھے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عُمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی کے بارے میں کئی ایک روایات ملتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معتبر اور صحیح ترین روایت یہ ہے کہ آپ 24 ذی قعدہ 8ھ عیسوی تقویم (کیلنڈر) کے مطابق 15 مارچ 630ء کو واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ فرمائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کتنے حج ادا فرمائے انہوں نے جواب دیا کہ حج تو صرف ایک بار فرمایا البتہ چار مرتبہ عُمرے ادا فرمائے۔ جن میں پہلا تو وہ تھا جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ادا فرمایا دوسری دفعہ ذی قعدہ کے ماہ میں ادا فرمایا جب آپ مدینے سے مکّہ تشریف لے گئے۔ تیسری مرتبہ جعرانہ سے واپسی پر براہِ راست مکہ مکرمہ تشریف لے جا کر عمرہ ادا فرمایا اور چوتھا عُمرہ آپ نے اپنے پہلے اور آخری حج (حجۃ الوداع) کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔

روایت از بخاری و مسلم، ابوداؤد وغیرہ جس کو ترمذی نے حسن اور صحیح بیان کیا ہے۔

حضرت امام احمد، ابونصر اور داؤد رحمہما اللہ تینوں نے حضرت عمرو، عکرمہ اور ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے چار مرتبہ عمرہ ادا فرمایا۔ پہلا صلح حدیبیہ کے وقت دوسرا قضا جبکہ تیسرا عُمرہ جعرانہ سے واپسی پر براہِ راست مکہ مکہ جا کر اور چوتھا عمرہ اوّل یعنی پہلے اور آخری حج (حجۃ الوداع) کے ساتھ ادا فرمایا۔

گو ایک دو روائتیں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے عُمروں کی تعداد تین بتائی گئی ہے جو کہ تاریخ، حقائق اور کتب سِیَر کے حوالوں کی روشنی میں حیرتناک بات معلوم ہوتی ہے۔ ان راویوں میں نافع کا نام بھی آتا ہے جس نے تعداد صرف تین بتائی ہے جبکہ کتب سیر کی اکثریت، اجماع، اور صحیحین کی متعدد روایات میں مجموعی تعداد 4 بتائی گئی ہے۔ اس طرح دیگر تمام راویوں نے عمرہ جعرانہ بھی انہی میں شامل کیا ہے۔

یہاں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ان کے خیال کا ذِکر کر دینا اشد ضروری ہے۔ فرماتے ہیں ہم سب اور پُوری کائنات میں بسنے والے ہر ذی عقل مرد و عورت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ فتح مکہ کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا شہر میں فاتحانہ انداز سے داخل ہونا اور دوسری طرف اسی شہر سے آٹھ سال قبل مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما جانا۔ ان دونوں میں کِس قدر فرق کتنا لمبا چوڑا فاصلہ ہے جو کہ ہر عقلمند اور ذی شعور کے لئے درس کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ مکّہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔

انصار نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ہر حال میں دلجوئی کی۔ آپ اس شہر میں اجنبی تھے مگر اہلِ شہر نے یہ اجنبیت محسوس ہی نہیں ہونے دی۔ انصار نے آپ علیہ السلام کی اپنی جانوں و مالوں سے بڑھکر قدر و منزلت کی آپ علیہ السلام کی ہر حال میں مدد کی پھر جو نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے ساتھ نازل کیا گیا ان لوگوں نے اس نور کی پیروی کرتے ہوئے دین و دنیا کی دولت و راحت حاصل کی۔ مگر سبحان اللہ جس شہر نے آج سے آٹھ سال قبل ایک مہاجر کی حیثیت سے آپ علیہ السلام کا استقبال کیا تھا آج اس قلیل عرصہ کے بعد وہی شہر آپ علیہ السلام کا پھر استقبال کر رہا ہے لیکن انداز یہ ہے کہ آج مکہ مکرمہ آپ علیہ السلام کے زیرنگیں ہے اور اس مقدس شہر نے اپنی ہیبتِ کبریائی اور جاہلیت کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے قدموں مبارکہ کے تلے ڈال دیا ہے اور یوں سرکار اس شہر کی گذشتہ خطائیں معاف فرما کر اللہ کے سچے دین مذہب اسلام کے ذریعے سرفرازی، ترقی عروج اور عظمت بخش رہے ہیں۔

کعب بن زُہیر کا قُبولِ اِسلام

اور

اُن کے قصیدے کا قصّہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم غزوہ طائف سے فارغ ہوکر مقامِ جعرانہ پر خیمہ زن ہوئے۔ حنین سے حاصل شدہ مالِ غنیمت لشکریوں میں تقسیم فرمایا اور فارغ ہوکر مکہ مکرمہ عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اس موقعہ پر بجیر بن زہیر بن ابی سلمٰی نے اپنے والد زہیر کی طرف سے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھا جس میں اپنے بھائی کو بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مکّہ کے اس شخص کو جو فتح مکہ سے پہلے ہی نہیں بلکہ ہجرتِ مدینہ سے بھی قبل اپنے اشعار میں سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ہجو کیا کرتا تھا اسکو قتل کروا دیا تھا۔ اب قریش کے شاعروں میں صرف ابن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب باقی تھے جنہوں نے مکّہ چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگ کر چھپ چھپا کر اپنی زندگیاں بچا رکھی تھیں اے بیٹا اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں جس قدر جلد ممکن ہوسکے حاضر ہوکر معافی مانگ لو۔ کیونکہ ہم نے بھی سُن رکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنے گزشتہ تمام گناہوں سے معافی مانگ کر صدق دِل سے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی درخواست کرے تو رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اسکو قتل کرنے سے ہی نہیں چھوڑ دیتے بلکہ اسکو معاف بھی فرما دیتے ہیں۔ مزید تحریر کرتے ہوئے بجیر بن زہیر نے اپنے باپ کی طرف سے بھائی کعب کو یہ بھی لکھا کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو زمین کے کِسی گوشے میں بھی اسکو پناہ نہیں مِلے گی۔

کعب بن زہیر کو جب بھائی کا یہ خط موصول ہوا تو اس نے جواب میں بجیر بن زہیر کو ایک منظوم خط لکھا جس میں اس نے اپنے گزشتہ تمام بداعمال کا صدقِ دِل سے اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اب بھی خود کو مامون سمجھتا ہے مزید تحریر کیا کہ اے میرے بھائی میرے اس خط کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ذات سے نہ چھپانا۔

بجیر بن زہیر پہلے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اپنے تمام گناہوں سے سچے دِل کے ساتھ توبہ کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا اور دوسرا کعب کو اُسکے بھائی نے خط میں یہ تحریر کردیا تھا کہ میرا یہ خط خدمت اقدس میں پیش کردیا جائے اسکو چھپایا نہ جائے۔ چنانچہ بجیر بن زہیر، کعب بن زہیر کا خط لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے خط کی عبارت سماعت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ''کعب نے گناہوں کے

اعتراف کی حد تک تو سچ کہا ہے مگر اس نے یہ بات بالکل غلط تحریر کی ہے کہ وہ اب تک مامون ومصون ہے اور رہے گا''

جبیر بن زہیر نے جب زبان درفشاں سے کعب بن زہیر کے بارے میں اصل حقیقت حال سے آگاہی حاصل کی تو اس نے بھائی کو خط لکھا اور اس میں وہ تمام باتیں درج کر دیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم سے سنیں تھیں۔ کعب نے جب فرمانِ مقدس سُنا تو اس کے قدموں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی دُوسرا اس نے لوگوں سے یہ بھی سُن رکھا تھا کہ اب وہ خود کو مقتول ہی سمجھے اسلئے کعب بن زہیر بہت ہی گھبرایا۔ پھر اس نے خوف کی وجہ سے کم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی توفیق سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کی خدمت میں آپ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ اس قصیدے نے عربی زبان میں وہ بلند مقام حاصل کر لیا کہ یہ قصیدہ اُن ایام میں دیگر باقی تمام مدحیہ قصیدوں سے زیادہ مشہور اور مقبول ہوا۔ اس قصیدے کو آج تک عربی زبان میں قصیدہ بانت سعاد کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ اس قصیدے میں کعب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کی صفاتِ کریمانہ شانِ رحمت کی بہت مدح کی اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے یہ التجا بھی کی تھی کہ وہ اُسے دشمنوں سے محفوظ رکھے کیونکہ قصیدہ لکھنے والے کو اپنے دشمنوں کی طرف سے بے حد خوف وخطرہ لاحق تھا۔

کعب بن زہیر یہ قصیدہ لکھنے کے بعد اسکو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور ایک ایسے شخص کے ہاں قیام پذیر ہوا جسکے ساتھ اُس کے جہینہ میں بہت عرصہ تک گہرے تعلقات رہ چکے تھے۔ ان ایام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ قیام مدینہ کے دوران دُوسرے ہی روز کعب بن زہیر نماز فجر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد اس نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ رحمتِ عالم کون ہیں صحابی نے اشارہ سے اسکو بتایا کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم وہ تشریف فرما ہیں جاؤ اور آپ علیہ السلام سے امان طلب کر لو۔

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ کعب بن زہیر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کے سامنے جا کر بیٹھ گیا آپ کا دست حق پرست بڑے ادب کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم اگر کعب بن زہیر حاضر خدمت ہو کر حالتِ اسلام میں آپ علیہ السلام سے امن کا طالب ہو اور اپنے گزشتہ تمام گناہوں کی معافی مانگے تو کیا آپ علیہ السلام اسکی معذرت قبول فرماتے ہوئے اُسے معاف فرما دیں گے۔ قربان جائیں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کے جو سب کچھ جانتے تھے تبسّم کے ساتھ ارشاد فرمایا ''ہاں میں اسکو امان عطا کر دوں گا'' کعب بن زہیر نے سر جھکا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم کعب بن زہیر میں ہی ہوں۔

کعب بن زہیر کی یہ گفتگو سُن کر انصارِ مدینہ میں سے ایک صحابی بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اس گستاخ دشمنِ خدا کی گردن مار دوں۔ انصار کی یہ بات سُن کر رحمتِ عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اس سے دُور ہٹ جاؤ کیونکہ یہ اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد عاجزی و

انکساری سے معافی طلب کرنے آیا ہے''

بعض کُتبِ سیر میں مذکور ہے کہ قصیدہ بانت سعاد کعب کے علاوہ اس کے بھائی کا لکھا ہوا ہے لیکن صحیح روایات اور اصحاب سیر کی اکثریت کے مطابق یہ قصیدہ کعب بن زہیر کا ہی لکھا ہوا ہے۔ پھر اصحاب سیر تحریر کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ قصیدہ کعب بن زہیر کی زبانی خود سماعت فرمایا۔ ابن اسحٰق نے بھی یہودی روایت تحریر کی ہے۔ قصیدہ بانت سُعاد سُن کر رحمتِ عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کعب بن زہیر کو اپنی یمنی چادر مبارکہ عطا فرمائی۔ سُبحان اللہ

(از البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 771،770)

رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حضور جب کعب نے اپنا آپ ظاہر کر دیا تو ابنِ اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ اس انکشاف کو سُن کر ایک انصاری اُچھل کر کعب پر آئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے اور اس دشمنِ خُدا کو چھوڑ دیجئے تا کہ میں اسکی گردن تلوار سے اڑا دوں۔ انصاری کی یہ بات سُن کر رحمتِ عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اسے جانے دو یہ توبہ کر چکا ہے اب اس کا پچھلی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے'' راوی بیان کرتا ہے کہ کعب کو انصار کے اس قبیلے پر جس سے انصاری کا تعلق تھا غصّہ آ گیا کیونکہ انصاری کا کعب کے ساتھ سلوک بہتر نہ تھا۔ جبکہ مہاجرین میں سے ہر ایک نے کعب کے حق میں کلمہ خیر ہی کہا تھا۔ کعب نے بعد میں اس انصاری قبیلے کے بارے میں ایک ہجو بھی لکھی تھی۔ گو ہم یہ واقعہ اوپر بھی بیان کر چکے ہیں لیکن حوالہ صرف البدایۃ والنہایۃ ہی سے لیا گیا تھا۔ اور یہ حوالہ سیرۃ ابن ہشام سے لیا گیا ہے۔ جس میں کچھ زیادہ تفصیل موجود ہے اس لیے یہاں دوبارہ ذکر کر دیا ہے۔ دوسرا ابن ہشام میں کعب کا قصیدہ اور پھر حالتِ اسلام میں انصار کی طرف سے دِل صاف ہو جانے کے بعد ان کے حق میں مدح کے اشعار بھی موجود ہیں جن کو تحریر کرنا یقیناً نہایت فائدہ مند ہوگا جو کہ اُردو ترجمہ کے ساتھ رقم کیا جا رہا ہے۔

قصیدہ بانت سُعاد

بَانَت سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتبُوْلُ

مُتَیَّم'' اِثْرَ ھَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلُ

وَمَا سُعَادُ غَدَاۃَ الْبَیْنَ اِذْرَحَلُوْا

اِلَّا اَغَنُّ غَضِیْضُ الطَّرفِ مَکْحُوْلُ

ترجمہ: ''میری سُعاد مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ اسلئے آج کل میرا قلب بیمارِ محبّت، لاغر اور نا قابل رہائی اسیر الفت یار

ہو کر محبوبہ کے نقشِ پا کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھاننے میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گیا ہے۔ جدائی کے وقت سُعاد کی آنکھیں بیمار تھیں اور جب اس کے گھر کے لوگ اُسے لے کر کوچ کر رہے تھے تو اسکی مترنم آواز اس کم سن ہرنی کے سوا کچھ اور معلوم نہیں ہو رہی تھی جو غصّہ کیساتھ آواز نکالتی ہے اور اسکی آنکھیں بیمار سی اور شرمیلی ہوتی ہیں۔''

هَيْفَاءُ مُقْبِلَةً عَجْزَاءُ مُدْبِرَةً

لاَ يَشْتَكِي قِصَرٌ مِنْهَا وَلاَ طُوْلُ

فَيَالَهَا خُلَّةً لَوْ اَنَّهَا صَدَقَتْ

بِوَعْدِهَا اَوْ لَوْ اَنَّ النُّصْحَ مَقْبُوْلُ

ترجمہ: ''جسے سامنے سے آتا ہوا دیکھو تو اس کا پیٹ اور کوکھیں دُبلی نظر آئیں گی اور واپس جاتے ہوئے پشت کی طرف دیکھو تو بڑے بڑے سرین نظر آئیں گے اور یوں دیکھنے والا نہ اسکو کوتاہ قامتی کے بارے میں شاکی ہوگا اور نہ بے ڈول ڈیل دراز قامتی کا کیونکہ اس کا قد متناسب اور میانہ ہے۔ پس کس قدر افسوس ہے اس محبّت وصداقت والی سُعاد کا۔ کاش وہ اپنے وعدے کی سچی و پکی ہوتی اور میری نصیحت قبول کر لیتی اور یوں اسکی محبت وصداقت پُوری ہو جاتی۔''

تَجْلُوْا عِوَارِضَ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ

كَاَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ

شُجَّتْ بِذِيْ شَيَمٍ مِنْ مَآءِ مَحْنِيَةٍ

صَافٍ بِاَبْطَحَ اَضْحٰى وَهُوَ مَشْمُوْلُ

تَنْفِي الرِّيَاحُ الْقَذٰى عَنْهُ وَاَفْرَطَهُ

مِنْ صَوْبِ غَادِيَةٍ بِيْضٌ يَعَالِيْلُ

ترجمہ ''سعاد جب تبسم کرتی تو اسکے آبدار چمکیلے سفید دانت نمایاں ہو جاتے جن سے بھینی بھینی خوشبو آتی تھی گویا جیسے انہیں بار بار وہ خوشبودار شراب پلائی گئی ہے جس کی تیزی کو سرد پانی سے توڑ دیا گیا ہو۔ پتھریلی وادی کے صاف و شفاف پانی کی مانند جس پر شمالی ہوائیں چل چکی ہوں اور جو صبح صبح سُورج کی تمازت سے بھی پہلے لے لیا گیا ہو اور اس وادی کے پانی سے ہواؤں نے تنکے وغیرہ اڑا کر اُسے آئینہ کی طرح شفاف بنا دیا ہو اور اس سے پہلے صبح کی بارش سے اس پر بُلبلے پڑ چکے ہوں۔

لٰكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيْطَ مِنْ دَمِهَا

فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَاِخْلاَفٌ وَتَبْدِيْلُ

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰی حَالٍ تَکُوْنُ بِهَا

کَمَا تَلَوَّنُ فِیْ اَثْوَابِهَا الْغُوْلُ

وَمَا تَمَسَّکُ بِالْعَهْدِ الَّذِیْ زَعَمَتْ

اِلَّا کَمَا یُمْسِکُ الْمَاءُ الْغَرَابِیْلُ

ترجمہ ”مگر وہ ایسی الفت وصداقت والی ہے کہ ستم ظریفی، عیاری، چالاکی وعدے کے ایفاء سے گریز اسکے تلون اور عادت میں شامل ہے۔“

”پھر وہ جس حال میں بھی ہوتی ہے اس پر ہمیشہ قائم رہتی ہے اور یوں رنگ بدلتی ہے گویا جیسے اس کے کپڑوں میں بیابانی غول موجود ہو (یہاں غول بیابانی سے مراد ایک رنگ کے کپڑوں میں ظاہر ہو کر راہ گیروں کو ڈرانے والے کے ہیں)“۔

”اور وہ جو عہد کرتی ہے اسکی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے چھلنی میں پانی کی (یعنی جس طرح اگر چھلنی میں پانی ڈالا جائے تو وہ باہر نکل جاتا ہے بالکل اسی طرح وہ اپنے وعدہ پر بھی ذرا دیر بھی قائم نہیں رہتی۔)

فَلَا یَغُرَّنَّکَ مَا مَنَّتْ وَمَا عَدَتْ

اِنَّ الْاَمَانِیَّ وَالْاَحْلَامَ تَضْلِیْلُ

کَانَتْ مَوَاعِیْدُ عُرْقُوْبٍ لَهَا مَثَلاً

وَمَا مَوَاعِیْدُهَا اِلَّا الْاَبَاطِیْلُ

اَرْجُوْ وَ اٰمُلُ اَنْ تَدْنُوْا مَوَدَّتُهَا

وَمَا اِخَالُ لَدَیْنَا مِنْکِ تَنْوِیْلُ

ترجمہ: ”پس اس نے تجھے جن چیزوں کا لالچ دیا اور جو وعدے کئے ہیں اس کے فریب میں نہ آجانا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جو آرزوئیں اور تمنائیں کرتا ہے اور اسکے خواب جو وہ دیکھتا ہے گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔“

”اس کے وعدوں کی مثال عُرقوب کے وعدوں کی سی ہے (عُرقوب کو وعدہ خلافی میں اہلِ عرب کے ہاں ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے) دراصل اسکے وعدے باطل اور غلط ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔“

”گو میں تمہاری طرف سے عنایات حاصل کرنے کا خیال تک بھی نہیں کرتا پھر بھی توقع اور امید لگائے بیٹھا ہوں کہ شاید تمہاری محبت تمہیں مجھ سے قریب کردے۔“

اَمْسَتْ سُعَادُ بِاَرْضٍ لَا یُبَلِّغُهَا

اِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِیْبَاتُ الْمَرَاسِیْلُ

وَلَنْ یُبَلِّغَهَا اِلاَّ عُذَا فِرَة"

لَهَا عَلَى الْاَیْنِ اِرْقَال" وَ تَبْغِیْلُ

مِنْ کُلِّ نَضَّاخَةَ الذِّفْرِیْ اِذَا عَرِقَتْ

عُرْضَتُهَا طَامِسُ الْاَعْلَامِ مَجْهُوْلُ

ترجمہ"سعاداتنی دوردراز سرزمین میں پہنچ گئی کہ اس تک صحیح نسل کے قوی، تیز رفتار اور تیز رو مضبوط اونٹوں کے سوار کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

"اور اب سُعاد تک اس مضبوط تیز رفتار اونٹنی کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا جو تھک جانے کے باوجود اپنی تیز روی کو نہیں چھوڑتی اور نہ ہی اسکی چال میں کوئی فرق آتا ہے۔"

"ایسی اونٹنیاں جو نہایت ہی تیزی سے اپنی جان مصیبت میں ڈال کر پسینہ ہی پسینہ ہو جانے والیاں ہوں۔ جس وقت ایسی اونٹنیوں کو پسینہ آ جائے تو ان کے کانوں کا پچھلا حصّہ پسینے سے شرابور ہو جائے۔ کثرت سے سفر کرنے کی وجہ سے یہ مٹے ہوئے راستوں کو بھی خوب جانتی ہیں۔"

تَرْمِی النِّجَادَ بِعَیْنِیْ مُفْرِدٍ لَهَقٍ

اِذَا تَوَقَّدَتِ الْعِزَّانُ وَالْمِیْلُ

ضَخْم" مُقَلَّدُهَا فَعْم" مُقَیَّدُهَا

فِیْ خَلْقِهَا عَنْ نَبَاتِ الْفَحْلِ تَفْضِیْلُ

غَلْبَاءُ وَرْجَنَاءُ عُلْکُوْم" مُذَکَّرَة"

فِی دَفِّهَا سَعَة" قُدَّ امُهَا مِیْلُ

وَجِلْدُهَا مِنْ اَطُوْمٍ مَا یُوَلِّیْسُهٗ

طِلْع" بِضَاحِیَةِ الْمَتِیْنِ مَهْزُوْلُ

حَرْف" اَخُوْهَا اَبُوْهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ

وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شَمْلِیْلُ

یَمْشِی الْقُرَادُ عَلَیْهَا ثُمَّ یُزْلِقُهٗ

مِنْهَا لَبَان" وَاَقْرَابُ زَهَا لِیْلُ

ترجمہ"وہ اونٹنی جنگلی بیل کی مانند تیز آنکھوں کے تیر جو جنگل اور بیابان راستوں کے نشانات پر مارتا ہے وہ نشان جو مٹ چکے ہیں۔ اس وقت جب پتھریلی زمین اور ریت کے اونچے اونچے تودے سورج کی تپش سے آگ کی مانند جلتے ہیں۔"

''اسکی وہ گردن خوب موٹی اور بھری ہوئی ہے جس میں قلادہ ڈالا جاتا ہے۔ پھر اسکے چاروں پیروں میں رسیاں باندھی جاتی ہیں وہ پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس اونٹنی کو دوسری اونٹنیوں پر بڑی فضیلت حاصل ہے۔''

''موٹی گردن اور بڑے بڑے جبڑوں والے نہایت طاقتور اور مضبوط نر اونٹ کی طرح جس کا جسم بھی بہت بڑا ہو اور اس کی جیسی مادہ اپنے پیٹ میں بڑے سے بچے کی گنجائش رکھتی ہو اور ایسی اونٹنی لمبے لمبے قدم رکھنے والی ہے۔''

''اسکی کھال کچھوے کی کھال جیسی ہو جیسے دھوپ کی حرارت اور تیزی کھلی ہوئی پشت کے دائیں اور بائیں حصّے پر بھوک کی وجہ سے دُبلی چچڑیاں بھی نہ کاٹ سکیں۔''

''وہ پہاڑ کی ایک چٹان کی طرح ہو۔ اس کا بھائی اور اس کا باپ اور اسی طرح اسکی ماں بھی اصل و نسل والی ہوں۔ گویا اس طرح اسکی نسل میں کسی قسم کا دوسرا خون شامل نہ ہو اور یہ ہی ہے لمبی پشت اور گردن والی تیز و سبک رفتار۔''

''چچڑیاں اس کے اوپر چلتی ہوں مگر اس کا سینہ اور اس کی چکنی چکنی کوکھیں ان چچڑیوں کو پھسلا پھسلا کر گرا دیتی ہوں۔''

عَیْرَانَۃ'' قُذِفَتْ بِالنَّحْضِ عَنْ عُرُضٍ
مِرْفَقُهَا عَنْ نَبَاتِ الزُّوْرِ مَفْتُوْلُ
کَاَنَّمَا فَاتَ عَيْنَيْهَا وَمَذْلَجِهَا
مِنْ خَطْمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرَطِيْلُ
تُمِرُّ مِثْلَ عَسِيْبِ النَّخْلِ ذَاخُصَلٍ
فِیْ غَارِزٍ لَمْ تَخَوَّنَهُ الْاَحَالِيْلُ
قَنْوَاءُ فِی حُرَّيَتِهَا لِلْبَصِيْرِ بِهَا
عِتْقٌ'' مُبِيْنٌ'' وَفِی الْخَدَّيْنِ تَسْهِيْلُ
تَغْدِیْ عَلٰی يَسَرَاتٍ وَهِیَ لَاحِقَۃ''
ذَوَابِلٍ مَسُّهُنَّ الْاَرْضَ تَحْلِيْلُ
سُمْرِ الْعُجَايَاتِ يَتْرُكْنَ الْحَصٰی زِيَمًا
لَمْ يَقْهِنَّ رَئُوْسَ الْاُكُمِ تَنْصِيْلُ

ترجمہ ''تیز رفتاری اور طاقت میں یہ وحشی حمار کی طرح ہو جسکے ہر پہلو سے گوشت ختم کر دیا گیا ہو اور یوں اسکی کہنیاں

اس کے سینے کی پسلیوں وغیرہ سے الگ ہٹی رہتی ہوں جسکی وجہ سے اس کی رفتار میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔''

''اسکی ناک اور جبڑوں سے اسکی آنکھوں اور حلق تک ایک مستطیل سا پتھر معلوم ہوتا ہے۔''

''یہ اونٹنی اپنی لمبائی اور موٹائی میں کھجور کے شاخوں والے تنے کی مانند ہے۔ یہ لمبے بالوں والی دُم کو اپنے تھنوں پر چلاتی ہے۔ جنہیں دودھ کے دوہنے نے گھٹایا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چلنے میں بڑی قوی و مضبوط ہے۔''

''یہ اونٹنی خمدار ناک والی ہے۔ اچھی اصل اور اچھی نسل کے اونٹوں کی پہچان رکھنے والے کے لئے اس کے دونوں کانوں میں ان کے حسین وطویل ہونے کے باعث کھلی ہوئی اصلیت اور اسکے دونوں رخساروں میں نرم اور چکنے ہونے کے باعث کھرا پن موجود ہے''۔

''یہ اونٹنی تیروں جیسے ہلکے پھلکے پاؤں سے بہت تیز بھاگتی ہو۔ اسکی تیز رفتاری کی یہ حالت ہو کہ اسکے زمین پر بس پاؤں برائے نام ہی لگتے ہوں اور آگے نکل جانے والے اونٹوں کو فوراً پکڑ لیتی ہو۔''

''اس اونٹنی کے پاؤں کے اعصاب گندم گوں نیزوں کی مانند ہوں۔ جو کہ کنکریوں کو بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ اسکو اپنے پاؤں کی سختی کی وجہ سے نعل لگانے کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہ نعل اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ اونٹوں کو سخت اور سنگلاخ زمین پر چلتے وقت ان کے پاؤں کو زخمی ہونے سے بچایا جا سکے۔''

كَاَنَّ اَدْبَ ذِرَاعَيْهَا وَقَدْ عَرِقَتْ

وَقَدْ تَلَفَّحَ بِالْقُوْرِ الْعَسَاقِيْلُ

يَوْمًا يَظَلُّ بِهِ الْحِرْبَاءُ مُصْطَخِدًا

كَاَنَّ ضَاحِيَه بِالشَّمْسِ مَمْلُوْلُ

وَقَالَ لِلْقَوْمِ حَادِيْهِمْ وَقَدْ جَعَلَتْ

وُرْقُ الْجَنَادِبِ يَرْكُضْنَ الْحَصٰى قِيْلُوْا

شَدَّ النَّهَارِ ذِرَاعًا عَيْطَلٍ نَصَفُ

قَامَتْ فَجَاوَبَهَا نُكْدٌ مَثَاكِيْلُ

نَوَّاحَةٍ رِخْوَةِ الضَّبْعَيْنِ لَيْسَ لَهَا

لَمَّا نَعَى بِكْرَهَا النَّاعُوْنَ مَعْقُوْلُ

تَفْرِى اللَّبَّانَ بِكَفَّيْهَا وَمِدْرَعُهَا

مُشَقَّقٌ عَنْ تَرَاقِيْهَا رَعَابِيْلُ

ترجمہ: ''جس وقت سراب چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہو اور یہ سب کچھ سخت گرمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس دن جس میں گرگٹ بھی شدید گرمی کی وجہ سے بھنا جا رہا ہو سورج کی سخت کرنوں کے سامنے اس کے ظاہری

بدن کا حصّہ گرم گرم ریت میں جل کر یوں بن گیا ہو گویا جیسے روٹی ہوتی ہے۔''

''جب قافلے کا حُدی خواں بھی سست واداس ہو کر اہل قافلہ کو دوپہر کے وقت سو جانے کے لئے کہہ رہا ہو اور پھر سبز سبز ٹڈیاں بھی نیچے اتر کر پتھروں میں اپنے پنجے گاڑ کر ٹھہر رہی ہوں۔ اس شدید ترین قیامت کی گرمی میں اس اونٹنی کے اگلے دونوں ہاتھوں کا تیز چلنے کے لئے جلد از جلد اور بار بار پلٹنا گویا اس دراز قد اور ادھیڑ عمر عورت کے دونوں ہاتھوں کے بار بار مارنے کے برابر ہو۔ ایسی ادھیڑ عمر عورت جو کھڑی ہو کر ہاتھوں کی مدد سے منہ اور سینہ پیٹ پیٹ کر نوحہ کر رہی ہو اور پھر اس کا جوش بڑھانے کے لئے فاقد الولد اور ایسی عورتیں جن کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو اس عورت کے ساتھ مل کر اس کو مزید ماتم کرنے پر اکساتی ہوں۔''

''یہ عورت بہت ہی قائم کرنے والی ڈھیلے ڈھیلے بازوؤں والی ہو۔ جس کے ہاتھ منہ اور سینہ پیٹنے میں اچھی طرح چلتے ہیں۔ جب اسکو مخبر نے اس کے پہلے بچّے کے فوت ہونے کی اطلاع دی تو اسکی عقل ہی جواب دے گئی ہو۔ اسلئے وہ تھکاوٹ کا احساس بھی نہیں کرتی ہو اس غم کی وجہ سے بس چلنے میں اس اونٹنی کا بھی یہی حال ہو یعنی عقل سے ہاتھ دھو کر تھکنے کا نام ہی نہ لے۔''

''پھر وہ عورت دونوں ہاتھوں کی مدد سے اپنا سینہ کوٹ رہی ہو اور اس کا گریبان اسکے سینے تک پھٹ چکا ہو یعنی چاک ہو چکا ہو۔''

تَسْعَی الْغُوَاۃُ جَنَابَیْھَا وَقَوْلُھُمْ
اِنَّکَ یَابْنَ اَبِی سُلْمَی لَمَقْتُوْلُ
وَقَالَ کُلُّ صَدِیْقٍ کُنْتُ اٰمِلَہٗ
لَا اُلْھِیَنَّکَ اِنِّی عَنْکَ مَشْغُوْلُ
فَقُلْتُ خَلُّوْا اسَبِیْلِی لَا اَبَالَکُمْ
فَکُلُّ مَا قَدَّرَا الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلُ
کُلُّ ابْنِ اُنْثٰی وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتَہٗ
یَوْمًا عَلٰی اٰلَۃٍ حَدْبَاءَ مَحْمُوْلُ
نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِی
وَالْعَفُوْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَامُوْلُ
مَھْلًا ھَدَاکَ الَّذِیْ اَعْطَاکَ نَافِلَۃَ الْ
قُرآنِ فِیْھَا مَوَاعِیْظ'' وَ تَفْصِیْلُ

لَا تَاخُذَنِّیْ بِاَقْوَالِ الْوُ شَاۃِ وَ لَمْ
اُذْنِبْ وَلَوْ کَثُرَتْ فِیَّ الْاَ قَاوِیْلُ

ترجمہ:''اور فتنہ پیدا کرنے والے لوگ اسکے چاروں طرف چغل خوری کرر ہے ہوں اور کہہ رہے ہوں اے ابن ابوسلمٰی تم توقتل کئے جانے والے ہو'' (اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابن ابوسلمٰی کی اسلام دشمنی اور اہلِ حق کی ہر وقت ہجو کہنے کی وَجہ سے اس کے قتل کی اجازت دیتے ہوئے اسکو جائز قرار دیا تھا)''

''اور پھر ہر یار دوست نے جس سے بھی میں کچھ امید رکھتا تھا یہی بات کہی کہ میں تمہیں غافل رکھ کر کسی طرح دھوکہ وفریب دینا چاہتا ہوں۔ میں تم سے بالکل الگ ہوں اسلئے مجھ سے کسی قسم کی مدد اور بھلائی کی امید ہرگز نہ رکھنا۔''

''میں نے کہا تمہارا باپ نہ رہے (یعنی وہ مرجائے) میرا راستہ چھوڑ دو۔ پھر اللہ کریم کی طرف سے جو نہایت ہی رحیم اور سب سے بڑھکر مہربانی کرنے والا ہے۔ اس نے جو میرے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ ہو جائے گا۔''

''ہر والدہ کا بیٹا (یعنی انسان) چاہے اس کو طویل عمر نصیب ہو یا نہایت ہی قلیل وقت ایک نہ ایک دن اس پلنگ پر ضرور اٹھایا جائے گا جس پر میت کو لے کر جاتے ہیں۔ (پھر موت کا کیا ڈر میری ہلاکت پر دشمنوں کو خوش نہ ہونا چاہیے)''

''مجھے خبر دینے والے نے باخبر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے تنبیہ فرمائی ہے۔ مگر مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عفوودرگزر حاصل ہو جانے کی امید قوی لگی ہوئی تھی۔''

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سہولت سے سوچیئے۔ آپ کو اس عظیم ذات نے ہدایت فرمائی ہے جس نے آپ کو نبوّت کے ساتھ قرآن کریم عنایت فرمایا۔ قرآن کریم میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہدایات ہیں جنکی پوری پوری تفصیل موجود ہے۔''

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ چغلخوروں کی باتوں پر مت جائیں میرے بارے میں وہ لوگ کتنی ہی اور کیسی ہی طرح طرح کی باتیں کریں مگر میں نے تو کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے۔''

لَقَدْ اَقُوْمُ مُقَامًا لَوْ یَقُوْمُ بِہٖ
اَدی وَاسْمَعُ مَا لَوْیَسْمَعُ الْفِیْلُ
نَظَلَّ یَرْعَدُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ
مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَنْوِیْلُ

حَتّٰی وَضَعْتُ یَمِیْنِی مَا اُنَا زِعُهٗ
فِیْ کَفِّ ذِیْ نَقِمَا تٍ قِیْلُهٗ الْقِیْلُ
فَلَهُوَاَ خُوْفُ عِنْدِیْ اِذَاکُلِّمَهٗ
وَقِیْلَ اِنَّکَ مَنْسُوْب" وَمَسْئُوْلُ
مِنْ ضَیْغَمٍ بِضَرَاءِ الْاَرْضِ مُخْدَرُهٗ
فِیْ بَطْنِ عَثَّرَ غِیْلُ دُوْنَهٗ غِیْلُ
یَغْدُوْ فَیُلْحِمُ ضِرْغَامَیْنِ عَیْشُهُمَا
لَحْمُ مِنَ النَّاسِ مَعْفُوْر" خَرَادِیْلُ
اِذَا یُسَاوِرُ قِرْنًا لَا یَحِلُّ لَهٗ
اَنْ یَّتْرُکَ الْقِرْآنَ اِلَّا وَ هُوَ مَغْلُوْلُ
مِنْهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الْجَوِّ نَافِرَةً
وَلَا تَمَشّٰی بِوَادِیَةِ الْاَ رَاجِیْلُ

ترجمہ: ''خدا کی قسم میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مجلس میں حاضر ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ اگر ہاتھی بھی اس پاک مجلس میں آ کر یہ سب باتیں سُن لیتا تو وہ بھی کانپنے لگتا۔''

''ہاتھی صرف اس صُورت میں کانپنا بند کرتا جب اس کے لئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے عفو و درگذر و بخشش کا حکم آ جاتا۔''

''پس میں نے اپنا ہاتھ صاحب نقمات (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے ہاتھ مبارک میں دے دیا (جو کفار سے سخت انتقام لینے والے ہیں)''

''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قول مبارک ہی اصل میں قول ہے (کیونکہ آپ کا قول مبارک ہی نافذ ہونے والا ہے) مگر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے گفتگو کر رہا تھا تو اس وقت مجھے کہا جا رہا تھا کہ تمہاری طرف یہ یہ باتیں منسوب ہیں۔''

''پھر مجھے کہا جاتا کہ ان باتوں کا جواب دو اس وقت سرکار دو عالم نورِ مجسم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے لئے جنگل کے شیر کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیبت ناک تھے۔ جس کا کچھار بطن عثر میں ہو (یعنی وہ جگہ جہاں کے درندے مشہور ہوں) جس میں درختوں کی جھاڑیاں ایک دوسری سے بالکل قریب اور متصل ہیں''

''جو صبح صبح حملہ کر کے اپنے دونوں بچوں کے لئے گوشت مہیا کرے۔ جن کی روزی اللہ کریم نے زمین پر شکار کئے ہوئے انسانوں کے گوشت کے پارچے یا ٹکڑے رکھے ہیں۔''

"جب وہ اپنے مقابلے میں موجود دُوسرے شیر پر حملہ کرے اور پھر اُچھل کر حملہ کرے تو اس کے لئے یہ بات جائز نہ ہو کہ وہ اُسے شکست دیئے بغیر چھوڑ دے یعنی وہ اسکو شکست دے کر ہی چھوڑے گا۔"

"اس سے تو مقامِ جوّ کے درندے بھی گھبراتے ہوں اور اسکے رہنے والے جنگل سے پیادہ گزرنے والے راہگیر اکیلے یا جماعتیں بھی خوفزدہ ہوں۔ (مختصراً اس سے انسان اور درندے سب خوف زدہ ہوں۔)"

وَلاَ یَزَالُ بِوَادِیْهِ اَخُوْ ثِقَةٍ

مُضَرَّ جُ الْبَزَّ وَالدُّرْسَانِ مَاکُوْلُ

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْر" یُسْتَضَاءُ بِهٖ

مُهَنَّد" مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

فِیْ عُصْبَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ

بِبَطْنِ مَکَّةَ لَمَّا اَسْلَمُوْا زُوْلُوْا

زَالُوْا فَمَا زَالَ اَنْکَاس" وَلاَ کُشُف"

عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلاَ مِیْل" مَعَازِیْل"

ترجمہ: "اور اسکی وادی سے جو بھی بہادر سے بہادر آدمی گزرے وہ اسکی جگہ کا ہوکر رہ جائے۔ اسکو کھالیا جائے اور اسکے ہتھیار و کپڑے خون آلود ہو کر وہیں پڑے رہ جائیں۔"

"اِس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش تک نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک ایسا نور ہیں جس سے حق کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک نیام سے نکلی ہوئی ننگی ہندی تلوار ہیں"

"قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ جس کے کہنے والے نے اس وقت جب یہ مسلمان ہو چکا تھا بطن مکہ مکرمہ میں آکر کہا کہ بس یہاں سے ہجرت کر چلو (گویا یہاں مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر چلو)"

"ہجرت کر کے گئے تو یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جنگ کے موقعہ پر کمزور و بے ڈھال بے تلوار اور بے ہتھیار قسم کے لوگ ہوں (بلکہ مضبوط اور ماہر جنگ تھے)۔"

شُمَّ الْعَرَانِیْنَ اَبْطَال" لَبُوْسُهُمْ

مِنْ نَسْجِ دَاوٗدَ فِیْ الْهَیْجَا سَرَابِیْلُ

بِیْض" سُرَابِغُ قَدْ شُکَّتْ لَهَا حَلَق"

کَاَنَّهَا حَلَقَ الْقَضْعَاءُ مَجْدُوْلُ

لَیْسُوْا مَفَارِیْعَ اَنْ نَالَتْ رِمَاحُهُمْ

قَوْمًا وَ لَیْسُوْا مَجَازِیْعًا اِذَا نِیْلُوْا

يَمْشُوْنَ مَشْيَ الْجَمَالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ

ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّوْدُ التَّنَابِيْلُ

لَا يَقَعُ الطَّعْنُ إِلَّا فِي نُحُوْرِهِمْ

وَمَا لَهُمْ عَنْ حِيَاضِ الْمَوْتِ تَهْلِيْلُ

ترجمہ: ''یہ اونچی اونچی ناک والے مہاجرین بہادر ہیں اور یہ جنگ کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کی بنی ہوئی مضبوط زرہیں پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔''

''یہ زرہیں (زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے) زیادہ چمکدار اور بڑی ہوگئی ہیں۔ ان زرہوں کے حلقے ایک دوسرے کے ساتھ نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ پیوست ہیں۔ گویا یوں لگتے ہیں جیسے کوکھرو کے حلقے ہیں جو کہ نہایت ہی پائیدار ہیں۔''

''یہ مہاجرین وہ لوگ نہیں ہیں کہ جب جنگ کے بعد ان کے نیزے کسی قوم پر غالب آجائیں تو یہ لوگ غرور میں نہیں آتے اور اگر خدانخواستہ یہ لوگ مغلوب ہو جائیں تو واویلا نہیں کرتے شور نہیں ڈالتے۔''

''یہ سفید خوبصورت اونٹوں کی طرح باکمال اور پُر وقار چال چلتے ہیں جبکہ دُوسری طرف سیاہ چھوٹے قد کے لوگ بھاگتے ہیں تو ان کی تلواریں ان کی حفاظت کرتی ہیں۔''

''محاربت میں نیزوں کی ضرب ان لوگوں کی پشت پر نہیں بلکہ ان کے سینوں پر کھاتے ہیں، (بھاگتے ہوئے پیٹھ پر چوٹ نہیں کھاتے) اور نہ ہی یہ لوگ موت کو گلے لگانے سے کسی قسم کا تامل یا ڈر محسوس کرتے ہیں''۔

مدحِ انصار

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عاصم بن قتادہ نے کہا کہ جب کعب نے یہ شعر پڑھا: ''إِذَا عَرَّدَ السُّوْدُ التَّنَابِيْلُ ''یعنی جب سیاہ رنگ کے چھوٹے قد والے لوگ بھاگتے ہیں۔ یہاں کعب کی مراد گروہِ انصار تھا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کعب جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کی امان سے اپنی حیثیت کو ظاہر کر چکا تو اس موقعہ پر انصار کے ایک فرد نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر تن سے جُدا کر دوں مگر آپ نے اجازت نہ دی اور کعب کو بخش دیا۔

یہی وجہ ہے کہ کعب نے انصار سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ شعر کہا جس کو سُن کر انصار بھی کعب سے ناراض ہوگئے۔ کعب نے اپنے اشعار میں مہاجرین کی کھُل کر تعریف کی کیونکہ یہ لوگ کعب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے تھے۔ کعب جب اسلام لے آئے۔ حق وصداقت نے ان کے دِل و دماغ میں گھر کر لیا تو پھر انہوں نے

انصار کی شان میں اشعار کہے۔ ان اشعار میں انصارِ مدینہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے ہمراہ ابتدائی ایام میں مشکل اور آزمائش میں پڑنے اور پھر خیر و برکت کے اعتبار سے سُرخرو ہونے کا ذکر کیا ہے۔

وہ اشعار اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں:۔

مَنْ سَرَّہٗ كَرَمُ الْحَيَاةِ فَلا يَزَلُ

فِیْ مِقْنَبٍ مِنْ صَالِحِی الْاَنْصَارِ

وَرِثُوا لْمَكَارِمَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ

اِنَّ الْخِيَارَهُمْ بَنُو الْاَخْيَارِ

اَلْمُكْرِهِيْنَ السَّمْهَرِیَّ بِاَذْرُعٍ

كَسَوٰ الِفِ الْهِنْدِیِّ غَيْرُ قِصَارِ

وَالْبَائِعِيْنَ نُفُوْسَهُمْ لِنَبِيِّهِمْ

لِلْمَوْتِ يَوْمٍ تَعَانُقٍ وَكِرَارِ

وَالْقَائِدِيْنَ النَّاسَ عَنْ اَدْيَانِهِمْ

بِالْمَشْرَفِیْ وَبِالْقَنَا الْغَطَّارِ

ترجمہ: ’’جو شخص یہ چاہے کہ وہ زندگی کی شرافت سے محفوظ ہو جائے تو اسکو انصار کے صالح مجاہد سواروں کے ساتھ رہنا چاہیے۔‘‘

’’یہ انصار وہ ہیں جو نسلاً بعد نسل صاحب حشمت چلے آ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہترین لوگ صرف انصار کی نسل کے لوگ ہیں۔‘‘

’’یہ انصار وہ ہیں جو اپنے ہاتھوں کے ساتھ سمہری نیزوں کو جو لمبی ہندی تلواروں کے کناروں کی طرح ہوں خوب چلاتے ہیں۔‘‘

’’یہ انصار اپنے پیارے نبی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے لئے سخت سے سخت ترین گھمسان کی جنگ میں جانوں کو موت کے عوض فروخت کر دیتے ہیں۔‘‘

’’یہی انصار اپنی مشرقی تلوار اور اپنے حرکت میں رہنے والے نیزوں کے ذریعے دُوسرے لوگوں کو ان کے اپنے اپنے الگ الگ مذاہب سے ہٹانے والے ہیں۔‘‘

يَتَطَهَّرُوْنَ يَرَوْنَهٗ نُسُكًا لَهُمْ

بِدَمَاءِ مِنْ عَلَقُوْامِنَ الْكُفَّارِ

دَرِبُوْا کَمَا دَرِبَتْ بِبَطْنِ خَفِیَّۃٍ
غُلْبُ الرِّقَابِ مِنَ الْاَسْوَدِ ضَوَارِیْ
وَاِذَا حَلَلْتَ لِیَمْنَعُوْکَ اِلَیْہِمْ
اَصْبَحْتُ عِنْدَ مَعَاقِلِ الْاَعْفَارِ
ضَرَبُوْا عَلِیًّا یَوْمَ بَدْرٍ ضَرْبَۃً
دَانَتْ لِوَقْعَتِہَا جَمِیْعُ نِزَارِ
لَوْ یَعْلَمُ الْاَقْوَامُ عِلْمِیْ کُلَّہٗ
فِیْہِمْ لَصَدَّقَنِی الَّذِیْنَ اُمَارِیْ
قَوْمٌ'' اِذَاخَوَتِ النُّجُوْمُ فَاِنَّہُمْ
لِلطَّارِقِیْنَ النَّازِلِیْنَ مَقَارِیْ

ترجمہ: ''یہ لوگ کُفّار کے ان لوگوں کے خون سے پاکیزگی حاصل کرتے ہیں۔ جو لٹکے ہوئے ہیں۔ اور یوں وہ اسے اپنے لئے عبادت خیال کرتے ہیں۔''

''یہ دشمنوں کا شکار کرنے کے اسی طرح عادی ہو گئے ہیں۔ جس طرح اڈے میں موٹی بھری ہوئی گردن والے چیر پھاڑ کرنے والے شکاری شیر عادی ہیں۔''

''اور جب تم ان لوگوں کے پاس جا کر اتر وان کی پناہ طلب کرو پھر وہ تمہاری حفاظت کریں تو پھر سمجھ لو کہ تم پہاڑی بکروں کے بچوں کی حفاظت گاہ میں پہنچ گئے ہو۔''

''ان لوگوں نے غزوہ بدر میں علی بن مسعود بن مازن غسانی پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اسکی وجہ سے تمام بنو نزار نے اپنا رویہ ٹھیک کر لیا۔''

''انصار کے بارے میں میری طرح اگر لوگوں کو علم ہو جائے تو جو لوگ مجھ سے ان کے بارے میں پوچھتے ہیں پھر میری ہی تصدیق کریں گے۔''

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تک ستارے ٹوٹتے ہیں۔ (پھر بارش نہ ہونے سے قحط پڑ جاتا ہے)۔ تو یہ لوگ رات کے وقت پریشانی کے عالم میں آ کر اترنے والے مہمانوں کی مکمل ضیافت کے لئے ان کے ناشتہ دانوں کو خوب بھر دیتے ہیں۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 608 تا 618)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 769 تا 770)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 426)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 523) وغیرہ

متفرق واقعات سالِ (ہشتم) 8 ہجری

گذشتہ صفحات پر ہم سالِ ہشتم (8 ہجری) میں پیش آنے والے غزوات، ان کی تفصیل اور ان غزوات میں اہلِ حق کے ہاتھ دشمنوں کا جو جو مالِ غنیمت آیا پھر اس مال کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کس طرح مجاہدین اسلام میں تقسیم فرمایا تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہیئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت مُبارکہ کے ہر پہلو پر کما حقہٗ تحریر کرنا محال ہے مگر پھر بھی اللہ کی بخشی ہوئی توفیق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے کچھ نہ کچھ ضرور بیان کر چکے ہیں دُعا ہے اللہ کریم قبول فرمائے۔ آمین

اس سال میں جو مزید واقعات رونما ہوئے اور جہاں سے کتب سیر کی مدد سے ہمیں مل سکے تحریر کیے جا رہے ہیں تا کہ علم کے متلاشی اس سے پوا پورا فائدہ اٹھا سکیں اور اس گناہ گار ناچیز کے حق میں دعائے خیر کریں کہ اللہ کریم مجھے اور آپ سب کو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سچی اور عملی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ابو سُفیان کی گورنری (امارۃ)

علمائے کرام اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تالیف قلوب کی خاطر ابوسفیان بن حرب کو نجران کا گورنر مقرر فرما دیا۔ یاد رہے نجران یمن کے ایک علاقہ کا نام تھا۔ جب مکّہ شریف سے نجران کی طرف سفر کیا جائے تو اس سفر کی مجموعی مدّت دو ماہ اور سولہ دن ہے۔ اب سعودی عرب کا شہر نجران وادیٔ نجران میں حدودِ یمن کی طرف واقع ہے۔ نجران کا شہر، صنعاء سے تقریباً 255 کلومیٹر شمال میں ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

اسی سال کے دوران سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خیال فرمایا کہ اپنی زوجہ اُم المومنین سیدہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے کر فارغ کر دیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ مجھے طلاق نہ دیں پھر خدا کی قسم کھا کر مزید عرض کیا میری یہ خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنی زوجیت میں ہی رہنے دیں کیوں کہ قیامت کو میں بھی آپ کی ازواج میں سے اٹھائی جاؤں جو کہ میرے لئے دین و دنیا کی سب سعادتوں سے بڑھ کر سعادت ہے۔ میں اپنی خوشی سے اپنی باری آج سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیتی ہوں تا کہ میرا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے خوشی کا باعث بنے۔ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس خواہش کو خوشی سے قبول فرمایا اور ان کو طلاق دینے کا ارادہ بدل دیا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی پیدائش مبارکہ

سال ہشتم کے دوران ہی ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بدن اقدس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے صاحبزادے حضرت ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت ہوئی۔فرزند ارجمند کی ولادت 8ھ میں ہوئی اور سولہ ماہ کی عمرِ عزیز میں ان کا وصال ہو گیا بعض روایات کے مطابق 18 ماہ بعد وصال ہوا۔ چند صاحبِ سیر کے نزدیک ان کی عُمر دو سال تھی بہر حال وصال کے سن یعنی 10ھ پر تمام اصحاب سیر کا اتفاق ہے ان کا وصال رضاعت کے دوران ہی ہوا تھا۔حضرت ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا ذکر 8ھ میں ہونے والے واقعات کی روشنی میں تحریر کر دیا انشاء اللہ ان کی زندگی کے بارے میں مفصّل حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی اولاد کریمہ کے باب میں پیش کیا جائے گا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا وصال

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی پیاری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اِسی سال وصال ہوا۔ آپ کی یہ دخترِ نیک اختر ابو العاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ان کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے تھے۔صاحبزادے کا اسمِ گرامی علی تھا جو کہ سنِ بلوغت کی حدوں کے قریب تھے۔کتب سیر میں آتا ہے کہ فتح مکّہ کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اپنے اس نواسے کو اپنی سواری مبارکہ پر اپنا ردیف بنا رکھا تھا۔بیٹی کا اسمِ گرامی امامہ تھا۔اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سیدّ نا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد ان سے نکاح فرمایا تھا۔(واللہ اعلم)

مدینہ منوّرہ اور مہنگائی

اسی سال مدینہ منورہ میں خشک سالی کی وجہ سے غلہ کے نرخ بہت زیادہ ہو گئے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غلہ مہنگا ہو جانے کے بارے لوگوں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے شکایت سُن کر ارشاد فرمایا ”تم لوگ مجھے نرخ مقرر کرنے کے بارے میں کہہ رہے ہو“۔ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللہَ ھُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ"

"یعنی نرخ تو اللہ کریم مقرر فرماتا ہے کیونکہ قبض وبسط اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔"

"اور میں یہ امید قوی رکھتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات ہو تو وہ اس حال میں ہو کہ مجھ پر کسی سے زیادتی کرنے کا کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہ ہو نہ ہی کسی کے خون اور نہ ہی کسی کے مال کا۔"

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے منبر کی تیاری

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے مسجدِ نبوی کی جب تعمیر فرمائی تو اس وقت مسجد کے اندر کوئی مستقل منبر نہیں بنایا گیا تھا۔ اسی سال مسجد نبوی میں منبر تیار کیا گیا۔ کچھ اصحاب سیر اس منبر کے تیار ہونے کا سال 7ھ بیان کرتے ہیں مگر قوی روایت کے مطابق منبر اسی سال یعنی ہشتم ہجری میں تیار کیا گیا۔ منبر جب تیار ہو گیا تو آپ اس پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اس منبر کو کس نے تیار کروایا تھا اس سلسلے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ آگے چل کر اس کا ہم ذکر کریں گے۔ کتب سیر کے تمام راوی اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نئے منبر شریف کی تیاری سے پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کھجور کے اس ستون کے اس ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک نیا منبر شریف تیار ہو گیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے نئے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا تو اس پرانے کھجور کے ستون جس کا نام ستون حنانہ تھا نے رونا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ مشہور حدیث میں مذکور ہے۔ جسکی سند تواتر کو پہنچتی ہے۔ اور یوں اس حدیثِ پاک کی خصوصیات بھی ثابت ہیں۔ ستون کا آپ علیہ السلام کے فراق میں رونا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے معجزات میں شامل ہے۔ انشاء اللہ آگے معجزات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے باب میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

احادیث نبوی کے راوی محدثین بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی تعمیر سے لے کر آٹھویں ہجری تک جبکہ نیا منبر تیار نہیں ہوا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم اسی ستون کے ساتھ تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب کبھی خطبہ مبارک لمبا ہو جاتا اور آپ علیہ السلام کچھ تھکاوٹ محسوس فرماتے تو اس ستون کے ساتھ ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ پھر جب نیا منبر شریف تیار ہو گیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جمعہ کے روز ستون حنانہ کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ستون نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی آواز مبارکہ کو سنا اور آپ علیہ السلام کو اپنے قریب نہ پا کر رونا شروع کر دیا یعنی آواز کے ساتھ فریاد کی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ستون اس طرح رو رہا تھا۔ جیسے کسی اونٹ کا بچہ گم ہو جائے اور وہ اسکو نہ پا کر روتا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ وہ ستون اس عاشق کی طرح رو رہا تھا جس کا محبوب اُس سے بچھڑ گیا ہو۔ ستون اسقدر رقت آمیز آواز سے رویا کہ مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بھی دِل بھر آئے اور انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔

یہ سارا قصّہ دیکھ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم ستون کے قریب تشریف لائے۔ اور اپنا دستِ حق پرست اس پر رکھا پھر ستون کو اپنی آغوش مبارکہ میں لے کر ارشاد فرمایا ''اے ستون اگر تم چاہو تو تم کو واپس تمہاری پہلی جگہ باغ میں پہنچا دیا جائے جہاں تو پھر سرسبز و شاداب ہو کر بار آور ہو جائے اور اگر تمہاری خواہش ہو کہ تمہیں جنّت کی زمین میں دبا دیا جائے جہاں تو جنّت کی کیاریوں اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو اور پھر تیرے پھل کو انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگ کھایا کریں''۔ اس کے بعد جب تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ستون کو اپنی آغوش مبارکہ میں رکھا فرماتے رہے۔

''نَعَمْ قَدْ فَعَلْتُ. نَعَمْ قَدْ فَعَلْتُ.''

''ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم یہ ستون آپ علیہ السلام سے کیا کہہ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ستون جنّت میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اسی لئے میں نے کہا'' قَدْ فَعَلْتُ.'' پھر فرمایا'' یہ ستون ہماری جُدائی کی وَجہ سے رو پڑا تھا۔''

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی یہ حدیث مبارکہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اے مسلمانو! غور کرو لکڑی کا ایک ٹکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی جدائی کی وَجہ سے رو پڑا تھا۔ اس نے آہ و فغاں برپا کی تھی کیا تم کو اس سے بڑھ چڑھ کر سرکارِ دو عالم کی محبت اور لقائے محبوب کا شوق نہیں ہونا چاہیئے جبکہ اللہ کریم نے تمہیں تو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

مسجد نبوی کا منبر شریف اثل غابہ کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو کہ چوب گز کے درخت سے ملتا جلتا ہے مگر قد و قامت میں چوب گز کے درخت سے بڑا ہوتا ہے۔ غابہ اس جنگل کو کہا جاتا ہے جس میں بہت ہی کثیر تعداد میں درخت ہیں یہ جنگل مدینہ منورہ سے چودہ (14) کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس منبر کی لمبائی دو ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ تھی پھر منبر کی ہر سیڑھی ایک بالشت تھی۔ منبر کا یہ طول و عرض عین صحیح اقوال کے مطابق ہے۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین کے زمانے تک اپنی اصل حالت میں جُوں کا تُوں ہی رہا۔

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے خلافت کے ابتدائی سال اس منبر شریف کو استعمال نہ فرمایا۔ پھر چھ سال کے بعد منبر شریف کی پہلی سیڑھی پر کھڑا ہو کر خُطبہ ارشاد فرمانا شروع کیا۔ ایسا کرنے کی وَجہ یہ تھی کہ منبر شریف کی پہلی سیڑھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے استعمال میں تھی جس پر کھڑے ہو کر آپ خُطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد منبر شریف کے اُوپر کی جانب سے نیچے آتے ہوئے

دوسری سیڑھی خلیفہ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعمال فرمایا کرتے تھے جبکہ تیسری سیڑھی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلوہ افروز ہو کر خطبہ مبارک دیتے تھے اور یہ وہ سیڑھی تھی جس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیٹھا کرتے تھے۔ اسلئے ادب کی وجہ سے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے سب سے نچلی سیڑھی استعمال کی۔ سبحان اللہ رحمتِ عالم کی کیا شان پوچھیں۔ سرور کائنات علیہ السلام کے ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کھڑے ہونے کی جگہ پر خود کھڑا ہونا ادب کے خلاف خیال کرتے تھے۔ مسجد نبوی کے اس منبر شریف کو سب سے پہلے جس نے قبطی غلاف پہنایا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کُتب سیر میں ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد نبوی کے اس منبر شریف پر غلاف چڑھایا۔ انہوں نے یہ خواہش بھی کی کہ یہ مسجد نبوی کا منبر شریف اپنے ہمراہ شام لے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے جب منبر شریف کو اسکی جگہ سے جنبش دی گئی تو اچانک ہر سو سخت اندھیرا چھا گیا۔ سُورج کو گہن لگ گیا یہاں تک کہ دن کے وقت آسمان پر ستارے نظر آنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خیال ترک کر دیا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ منبر شریف کو اسکی جگہ سے ہٹا دینا میرے نزدیک حفاظت کی غرض سے تھا۔ کیونکہ یہ لکڑی کا بنا ہوا ہے اسلئے مجھے اندیشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں اسکو گھن نہ لگ جائے۔ اسکے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منبر شریف کے چھ مزید درجے بڑھا کر اسکے اوپر منبر شریف کو رکھوا دیا تاکہ منبر شریف بلند ہو جائے اور خطبہ سننے والے خطبہ دینے والے کو دیکھ سکیں اور یُوں خطبہ دینے والا خطبہ سننے والوں کو دیکھ سکے۔

(از: تاریخ مدینہ و روضۃ الاحباب وغیرہ)

بنو عبّاس کے خلیفہ مہدی (158ھ - 169ھ) کے زمانہ تک یہ منبر شریف اپنی اصل حالت میں موجود رہا بعد ازاں خلیفہ مہدی نے اس منبر شریف میں مزید اضافہ کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (93ھ - 179ھ) نے اسکو ایسا کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (41ھ-60ھ) والا اضافہ شدہ منبر شریف زمانے کی طوالت کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکا تھا اسلئے عباسی خلفاء نے اس منبر شریف کی تجدید کر دی تھی۔ اور مزید تبرّک کے لئے منبر شریف کے دُوسرے درجوں کو مزیّن کر دیا تھا۔ اس طرح بعد میں آنے والا ہر خلیفہ و بادشاہ اس منبر شریف میں اپنے زمانے میں تجدید کرتا رہا اور یُوں سابقہ منبر شریف کی اصل حالت تقریباً بدل چکی تھی۔ روم یعنی ترکی کے سلطان مراد خاں بن سُلطان خاں کے حُکم سے 998ھ میں خام لکڑی کی مدد سے ایک عظیم الشان منبر شریف تیار کیا گیا جس کے اوپر سات پہلوؤں والا قبضہ بنایا گیا۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ" مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ"

ایک اور حدیث میں یوں آتا ہے:

"مَا بَیْنَ حُجْرَتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ"

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

"مَا بَیْنَ حُجْرَتِیْ وَ مِنْبَرِیْ مِنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ عَلٰی."

مگر امام بخاری نے اتنا اضافہ فرمایا ہے:

"وَ مِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ."

کچھ روایات ایسی بھی ہیں جن میں یوں آتا ہے:

"نَزْعَۃٍ مِّنْ نَزْعِ الْجَنَّۃِ."

بعض علماء نزع کی تفسیر باب کے معنی میں کرتے ہیں۔ کچھ نے اس کے معنٰی درجہ کے کئے ہیں چند اس سے مراد وہ باغ جو اونچی جگہ ہو لیتے ہیں۔ مذکورہ احادیث اور روایات کی تشریح کرتے ہوئے اسکی وجوہات کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ روضۃ جنت سے بقعہ شریف کو تشبیہ دیں تو جو لوگ اس مقام میں مقدسہ پر بیٹھے ہوئے ذکر واشغال میں مصروف ہوتے ہیں یہ ان لوگوں کے حق میں رحمت کا نزول اور سعادت سے بہرمندی کے معنٰی میں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجد کو جنت کے باغ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کچھ علما کے خیال میں اس عظیم الشان مکان میں عبادت وطاقت کا شرف ہے۔ اپنے اس خیال کی تائید میں وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں کہ

"اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ." یعنی "جنّت تلواروں کے سائے میں ہے" یا

"اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ" یعنی "جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

مذکورہ احادیث سے مراد یہ ہے کہ جنّت کو حاصل کرنے کے لئے راہِ خدا میں تلوار استعمال کرنا پڑے گی اور یوں ہی ماؤں کی ہر جائز خدمت بجالانا گویا جنت کی نعمتوں کا مستحق ٹھہرنا ہے۔ مذکورہ تمام تاویلات اہل ظاہر کی ہیں جو کہ حقیقت کو نہیں پاسکتیں۔

اصل حقیقت اور تحقیق یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کا یہ کلام مبارک اپنی حقیقت پر محمول ہے اور آپ کے حجرہ شریف و منبر شریف کے درمیان ان معانی میں جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے کہ کل قیامت کے دن اس جگہ کو فردوس میں تبدیل کیا جائے گا۔ اور یہ جگہ باقی ساری زمین کی طرح فناہ وتباہ نہیں ہوگی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حقیقت پر سب کا متفق ہونا تحریر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور دوسرے تمام اکابر محدثین حضرات نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

حضرت ابن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ علماء مالکیہ کے اکابر علماء میں سے ایک ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے یہ

بقعہ شریف جنّت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہو اور وہاں سے زمین پر بھیجی گئی ہو جیسا کہ حجرِ اسود اور مقام ابراھیم کے بارے میں روایت آتی ہے اور پھر قیامت قائم ہونے کے بعد اسکو دوبارہ جنّت میں لے جایا جائے۔ جو لوگ اس جگہ عبادات واذکار میں مشغول رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جنّت کا حق دار ہونا ضروری ہے۔

ظاہری طور پر اگر دیکھیں تو دنیا کی باقی تمام زمین کی مانند یہ ٹکڑا بھی ایسا ہی لگتا ہے کیونکہ اس جگہ اور جنّت کے درمیان کوئی حجاب بھی حائل نہیں ہے۔ کیونکہ انسان جس وقت تک اپنی تخلیق کے اعتبار سے طبعی کیفیات کے حجابات میں ہے اور احکام بشریہ اس پر غلبہ کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس زندگی میں اس پر چیزوں کی حقیقت کا واضح ہونا اور آخرت کے امور کا عیاں ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے جو خبریں دی ہیں ان میں کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیئے اور یہی ایمان کی نشانی ہے اور جو لوگ رسالت کے اس ارشاد میں شک وشبہ تشنگی یا برہنہ پن کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

خثعم کے عبادت خانہ کا انہدام

امام بخاری نے فتح مکہ کے بعد خثعم کے عبادت خانے کا ذِکر کیا ہے جس میں وہاں کے لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اسکو کعبہ مکرم کی ایک شاخ خیال کرتے تھے اور یوں اس عبادت گاہ کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا اور دوسری طرف کعبہ مکرمہ کو مشرکین عرب کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ آگے چل کر امام بخاری فرماتے ہیں کہ یوسف بن موسیٰ اور ابو اسامہ نے اسمٰعیل بن ابی خالد قیس اور جریر کے حوالے سے بیان کیا کہ جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے فرمایا۔ ''کیا تم ذوالخلصہ کو ختم نہیں کرو گے؟'' جریر نے عرض کیا ضرور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم۔

جب جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ جانیوالے ڈیڑھ سو (150) سواروں کو لے کر یمن کے ان مذکورہ قبائل خثعم وبجیلہ کی طرف جانے لگے تو کہنے لگے میرے ساتھ جانے والے سوار غیر تربیت یافتہ ہیں اسلئے مجھے ان پر بھروسہ نہیں ہے۔ جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اپنا دستِ حق پرست ان کے سینے پر اس طرح رکھا کہ انہیں اپنے سینے میں ہاتھ مُبارک کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ان کیلئے دُعا فرمائی جس کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: ''یااللہ اسے ثابت قدم رکھنا اور اسکو ہادی ومہدی بنا دینا''

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی دُعا مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ ان سواروں کی طرف سے پھر کسی قسم کی کوئی کوتاہی دیکھنے میں نہ آئی۔ جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے سواروں کے ہمراہ خثعم اور بجیلہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک عمارت تھی جس میں بت نصب تھے اور وہ لوگ ان بتوں کی پرستش کرتے تھے اور

اسکو کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ جریر نے اس عمارت کو نذرِ آتش کر دیا اور یوں تمام بتوں کو مسمار کر دیا۔ اسی سفر کا حال بیان کرتے ہوئے جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے سواروں کے ہمراہ یمن پہنچا تو وہاں میری ایک ایسے شخص کے ساتھ ملاقات ہوئی جو زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق تیروں سے فال نکالتا تھا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ اگر تمہار نبی واقعی اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) ہوا تو میرے ترکش سے چلایا ہوا تیر تمہاری گردن میں پیوست نہیں ہوگا۔ اس پر جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا لو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تم تیر چلاؤ اس شخص نے اپنی طرف سے تاک کر جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پر تیر چلایا مگر نشانہ خطا گیا۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے اپنی تلوار نکال کر اس شخص سے کہا کہ اگر اب بھی تم نے کلمہ شریف نہ پڑھا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ بہر حال جب جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سواروں سمیت یمن کی اس عبادت گاہ یعنی بت خانے کی عمارت کو راکھ کا ڈھیر بنا کر واپس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی کامیابی کا مژدہ سُنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''بـــارک اللہ'' اور پھر ہر سوار کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ دفعہ مبارک باد دی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (191ھ - 256ھ) کی طرح حضرت امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ (204ھ - 261ھ) نے بھی اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم۔ جریر بن عبداللہ البجلی اور کئی حوالوں کے ساتھ جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

وفدِ عبدالقیس کی آمد

اسی سال کے متفرق واقعات میں سے عبدالقیس کے وفد کی آمد بھی ہے۔ یہ لوگ مشرقی عرب (بحرین) کے باشندے تھے۔ وفد کے معنیٰ لوگوں کی ایک ایسی جماعت کے ہیں جو کہ دوسروں کی طرف سے قاصد بن کر آتے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے پیغام یا خط دوسری جگہ پہنچا سکیں۔

نسل ربیعہ کے قبیلہ اسد کے جدِ اعلیٰ کا نام عبدالقیس بن قصی تھا۔ اسی قبیلے کا ایک وفد جو کہ بیس لوگوں پر مشتمل تھا۔ اسی سال مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے سردار کا نام عبداللہ بن عوف اشج تھا۔ اس وفد کی آمد سے ایک روز پہلے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''مشرق کی جانب سے چند لوگ تمہارے پاس آرہے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی خوشی اور میلان سے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوں گے''۔ ساتھ ہی ان لوگوں کے سردار کی علامت بھی ارشاد فرما دی۔ چنانچہ اگلے روز یہ 20 (بیس) آدمیوں کا وفد حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ہم ربیعہ ہیں یعنی ربیعہ بن معد بن عدنان یعنی اس قبیلہ کا جدِ اعلیٰ قریش سے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ

وَالْوَفْدِ " (ترجمہ: اے لوگو۔ اے قاصدو تمہارا آنا مبارک ہو اور تم کشادہ و فراخ جگہ میں آئے)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب آپ علیہ السلام کا کوئی محبوب آپ علیہ السلام کے پاس آتا تو آپ اسکے حق میں مذکورہ دُعا فرمایا کرتے۔ اہل وفد نے یہ کلمات رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی زبان درفشاں سے سننے کے بعد عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم) ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ آپ علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ دوسرا ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر بن نزار واقع ہے۔ مضر بن نزار، ربیع بن نزار کا بھائی تھا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے اجداد میں سے تھے۔ مضر حضرت ابراھیم علیہ السّلام کے دین پر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔ کہ مضر دین اسلام پر ہیں اسلئے ان کو گالی مت دیا کرو۔ مضر کا یہ نام اس لئے مشہور ہوا کہ وہ ترش دودھ بہت پسند کرتے تھے۔ ایک اور وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ان کا رنگ بہت سفید تھا اسلئے ان کا نام مضر پڑ گیا۔ یعنی سفید چہرے والا مضر احمر۔

وفد عبدالقیس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہمیں ایسا مفصل حکم اور اعمال کرنے کے لئے حکم فرمائیں جس سے حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور یوں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے تاکہ ہم یہ احکامات واپس جا کر اپنی قوم کو بتا سکیں اور یوں ہم اپنی قوم کیساتھ مل کر جنّت میں اپنی جگہ بنا سکیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اس وفد کو عقیدہ، ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور مالِ غنیمت سے پانچواں حصّہ نکالنے کی تعلیم وہدایت ارشاد فرمائی۔

اہلِ وفد نے احکامات اسلام سُن لینے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم سے عرض کیا کہ ہمیں ان برتنوں کے بارے میں حکم فرمائیں جن میں ہم لوگ اپنے گھروں میں کھاتے پیتے ہیں۔ وفد کی مراد خاص طور پر ان برتنوں کے بارے میں حکم حاصل کرنا تھا جن میں وہ اور ان کی قوم شراب حرام ہونے سے پہلے شراب پیتے تھے اور اب بھی ان کے استعمال میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اہل وفد سے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ چار برتن استعمال کرنا حرام ہیں، جو شراب کشید کرنے اور اسکو پینے کے لئے استعمال میں آتے ہیں۔ (ان برتنوں کے نام اور ان کا طریقۂ استعمال یہ تھا)

1۔ حنتم: عربی زبان میں حنتم سبز مٹکے کو کہا جاتا ہے۔ جس میں شراب اور کہن اٹھائی جاتی ہے۔ حنتم صرف اسی مخصوص سبز مٹکے کا نام ہے۔ جس کا ذکر صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔

2۔ دبا: عربی زبان میں خشک کدو کو کہا جاتا ہے جس کا نرم گودا بڑی احتیاط کیساتھ اندر سے نکال لیا جاتا ہے پھر اسکو خشک ہونے کے بعد رنگ کر لیا جاتا ہے اور یوں اس خشک کدو کی شکل صراحی کی مانند ہو جاتی ہے۔

3۔ نقیر: نقیر ایک درخت کی جڑ کا نام ہے جبکہ اکثریت کے نزدیک یہ کھجور کے تنے کو کہا جاتا ہے اس تنے کو

جب وہ گیلا ہوتا بڑی احتیاط کے ساتھ اس کا گودا نکال کر تنے کو خشک کر لیا جاتا تھا اور یوں اسکی شکل ایک بڑے برتن کی طرح بن جاتی بعد میں اس برتن کے اندر نبیذ ڈال کر محفوظ کرنے کے بعد استعمال کی جاتی تھی۔

4۔ **مزفّت:** اس برتن کو زفت کے ساتھ رنگ کر بنایا جاتا تھا۔ زفت اس رنگ کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو پانی کی مار سے محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں اسکو زفت اور قیر بھی کہتے ہیں۔

یہ مذکورہ وہ چار برتن نما چیزیں تھیں جن کا ہم تفصیل سے ذِکر کر چکے ہیں جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اہل عبدالقیس کے پوچھنے پر حرام فرمایا اس سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی جلد اوّل میں تفصیل موجود ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وفد کو ان احکامات کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا کہ ''تم لوگ واپس اپنی قوم میں جا کر لوگوں کو ان کے بارے آگاہ کرنا تا کہ وہ ان احکامات پر عمل کرنے کے بعد دین و دنیا میں سرخرو ہو سکیں''

کُتبِ سیر میں اہلِ قلم بیان کرتے ہیں کہ جب وفد عبدالقیس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور جیسے ہی اہل وفد نے رُخِ انور کی تابانی اور جمال وکمال مصطفٰے کو دیکھا اس قدر مسحور ہوئے کہ فوراً اپنی سواریوں سے اترے اور آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کے دستِ اقدس اور پاؤں مبارکہ کو بوسہ دیا اور یوں اپنی عقیدت ومحبت کا عملی مظاہرہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ذوق وشوق کو برقرار رہنے دیا اور یوں ان کا یہ عملی فعل جائز رکھا گیا۔

وفد عبدالقیس کا سردار اس وفد کے ہمراہ حاضر خدمت نہ ہوا۔ وہ سب سے پہلے اپنی سواری سمیت اس جگہ پر گیا جہاں وفد قیام پذیر تھا غسل کیا پاک صاف کپڑے زیبِ تن کئے اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بڑے وقار سے مسجد نبوی میں داخل ہوا دو رکعت نماز ادا کی۔ دُعا مانگی اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسکی یہ وضع انکساری اور ادب کو بہت ہی پسند فرمایا اور ارشاد ہوا ''اے عبدالقیس تم میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے حِلم اور وقار۔ حِلم یعنی کسی بھی کام میں جلد بازی نہ کرنا معاملات میں ہر طرح سے سوچ بچار کرنا اور وقار کا مطلب جودت نظر (ذہانت) ہے۔

وفد کے سب ارکان حاضرِ خدمت ہو چکے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دریافت فرمایا ''تم میں سے عبداللہ اشج کون ہے۔؟''

اہلِ وفد میں سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عبداللہ اشج میں ہوں۔
اصحابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص خوبصورت نہ تھا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ وفد والوں نے ایسے ظاہری اعتبار سے حقیر شخص کو اپنا سردار کس خُوبی کی بنا پر بنایا ہے۔ اہلِ وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لوگوں کی جلد اور کھال پانی نہیں پیتی۔ مرد میں حقیقتاً زبان اور دِل مطلوب ہوتے ہیں کہ وہ گفتگو اور بات چیت کا مطلب سمجھ سکے

اور گفتگو کرتے ہوئے خود نہایت ہی فصیح اللسان ہو۔ وفد کی یہ بات سُن کر آپ علیہ السلام نے عبداللہ اشج کو اپنے قریب طلب فرمایا اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا اور فرمایا ''تم اپنی قوم کی طرف سے میرے ہاتھ پر بیعت کرو'' یعنی اپنی قوم کے ایمان لانے کی ذمہ داری قبول کرلو اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم یہ بڑا ہی مشکل کام ہے کہ لوگوں کو ان کے دین سے پھیر دیا جائے اس لئے میں اپنی طرف سے تو آپ علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتا ہوں دوسری طرف آپ کسی کو ہمارے ہمراہ کردیں تا کہ وہ جا کر اہل قبیلہ کو دعوتِ اسلام دے اسکے بعد جو اس دعوت کو قبول کرے گا وہ ہمارا ساتھی بن جائے گا اور جو اس دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس کے ساتھ ہم جنگ کریں گے تاوقتیکہ وہ سیدھی راہ پر نہ آجائے۔ عبداللہ اشج کا یہ جواب سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے فرمایا ''بیشک تم نے سچ کہا اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ تم دو خوبیوں کے مالک ہو جو اللہ تعالیٰ کے قریب بہت ہی پسندیدہ ہیں۔ ایک حلم و بردباری اور دوسری وقار''

اشج نے یہ سُن کر کہا خدا کا شکر عظیم ہے کہ اس نے مجھے ان دو خوبیوں سے نوازا ہے۔ پھر خدمتِ عالیہ میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کیا یہ دونوں خوبیاں میرے اندر پیدا ہوگئی ہیں یا میری خلقت ہی اسی پر ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''تمہاری خلقت ہی اسی پر ہوئی ہے''

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اس وفد کو مدینہ منورہ میں رملہ بنت الحارث کے مکان میں ٹھیرایا اور ان لوگوں کی خوب مہمان داری فرمائی۔ یہ وفد دس (10) روز تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔ ان ایام میں عبداللہ اشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم سے قرآن وفقہ کی معلومات حاصل کرتے رہے۔ رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اہل وفد میں سے ہر ایک کو انعامات وتحائف سے نوازا۔ عبداللہ اشج کو سب سے زیادہ عطا فرمایا یعنی ان کو ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ وفد کے ایک منقذ بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر اپنا دست حق پرست بھی پھیرا۔ اور یوں یہ وفد عبدالقیس دین ودنیا کی دولت کے انبار اپنے ہمراہ لے کر دس روز کے قیام کے بعد اپنے قبیلہ کی طرف واپس لوٹا۔ سبحان اللہ۔

تحریمِ متعہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم جب عمرہ ادا فرمانے کے لئے تشریف لائے تو آپ کعبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے۔ کعبہ کے دونوں بازوؤں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے تھام کر فرمایا کہ ''سُن لو آج کے بعد متعہ قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا گیا ہے'' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے جب یہ اعلان فرمایا تو اس وقت رات تھی۔ آپ کے نزدیک سننے والے حاضر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد بہت تھوڑی تھی اس لئے تمام صحابہ کرام کو اس حکم مبارک کی خبر نہ ہوسکی اس لئے لاعلمی کی وجہ سے بعض لوگ اس حکم کے بعد بھی متعہ کرتے

رہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس بات کی خبر ملی تو آپ علیہ السلام نے غزوۂ تبوک میں پھر متعہ کی حرمت (حرام قرار دیا جانے) کا اعلان فرمایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے بعد بھی چند صحابہ نے متعہ کیا۔اس امر کی خبر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سیدنا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی آپ مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر کھڑے ہوئے اور اعلان فرمایا ''اے لوگو سُن لو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے متعہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا ہے آپ کے اس حکم مبارک کے بعد جن صحابہ نے لاعلمی کی وجہ سے متعہ کا ارتکاب کیا ہے اس لئے میں آج جو اعلان کر رہا ہوں اس کو غور سے سُن کر دِل میں راسخ کر لو کہ متعہ حرام ہے اب میرے اس اعلان کے بعد اگر کِسی نے متعہ کیا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اعلان کے بعد متعہ کا عمل ہمیشہ کے لئے موقوف یعنی ختم ہو گیا۔

8ھ کے متفرق واقعات جن کا ذِکر گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔یہ واقعات جن کُتب سیر سے لئے گئے ان کے نام، صفحات اور حصّوں کی فہرست تحریر کی جاتی ہے:

1۔ طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 89۔97
2۔ تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 430،429،428
3۔ سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 630،629،628
4۔ البدایۃ والنہایۃ جلد 4 صفحہ 772،771،770
5۔ زرقانی جلد 3 صفحہ 41،40،39،38
6۔ فتح الباری جلد 8 صفحہ 41،40
7۔ تاریخ ابن الاثیر صفحہ 133،132
8۔ زادالمعاد جلد 2 صفحہ 260 تا 260
9۔ صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 612 تا 622
10۔ مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 520 تا 530، وغیرہ

عمّال کی تقرری

کُتب سیر سے پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد تقریباً سارا جزیرۃ العرب اسلام کے زیرنگیں آچکا تھا۔غزوہ طائف کے بعد عُمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ منورہ تشریف لے آئے جہاں اطراف عرب سے وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا شروع ہوئے اور اسلام کی دولت اپنے دامنوں میں سمیٹ سمیٹ

کر لوٹنا شروع ہوئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے اس بات کی اشد ضرورت محسوس فرماتے ہوئے اسلامی قلمرو کے نظم و نسق کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس سلسلے میں اسلام کی شان و شوکت و سطوت و حکومت قائم فرمانے کے لئے مختلف علاقوں میں الگ الگ والی اور حاکم مقرر فرمائے۔ عاملین زکوٰۃ کی تقرریاں فرمائیں تاکہ مُسلمانوں سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم کے حکم سے مقرر شُدہ رقم بطورِ زکوٰۃ وصول کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلِہٖ وسلّم نے باذان بن ساسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا والی مقرر فرمایا۔ حضرت خالد بن سعید ابن العاص اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا۔ حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرموت کے والی مقرر ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابوُ موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبیدہ اور عدن کا والی مقرر فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کے شہر جند کا حاکم مقرر فرمایا۔ ابوسفیان بن حرب نجران کے والی مقرر ہوئے۔ پھر ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ کے بیٹے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیمائی کا والی مقرر فرمایا۔ عتاب بن اسید کو مکّہ مکرمہ کا والی مقرر فرمایا۔ اور یوں سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تاکہ وہاں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے علم لازوال کے مطابق عدل و انصاف کا بول بالا کریں۔

مذکورہ علاقوں کی طرف والی اور حاکم مقرر فرمانے کا مختصراً تعارف ہم نے پیش کر دیا ہے انشاء اللہ آگے چل کر ان علاقوں کے والی اور حاکموں کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

عاملین زکوٰۃ کے اسمائے گرامی اور علاقے

جیسا کہ ہم گزشتہ باب 8ھ میں رُونما ہونے والے واقعات کو ممکنہ حد تک تفصیلاً بیان کر چکے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فتح مکہ اور دیگر غزوات سے فارغ ہو کر 8ھ کے آخر میں مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تھے۔ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ محرم الحرام 9ھ کا چاند طلوع ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اطراف کے مُسلمان قبائل سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عاملین اور مصدقین کو روانہ فرمایا۔ ان تمام عاملین کو ہدایات فرمائیں کہ ”مسلمانوں سے زکوٰۃ طلب کرتے وقت تقویٰ اختیار کرنا ان لوگوں سے اعلیٰ قسم کا مال بطورِ زکوٰۃ طلب نہ کرنا۔ اسی طرح مسلمانوں کو ہدایات جاری فرمائیں کہ زکوٰۃ ادا کر کے عاملین کو راضی کریں کیونکہ ان کے راضی ہونے میں ہی میری رضا مندی ہے ظاہر ہے جب تم لوگ اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرو گے تو یوُں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرو گے جو کہ اصل میں انسانی زندگی کا مقصد اور کامیابی کی دلیل ہے“۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اطراف میں جو مختلف عاملین روانہ فرمائے ان کے اسمائے گرامی اور علاقوں کے نام جہاں ان کو روانہ کیا گیا تھا ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

عمال کے نام	وہ قبیلہ جسکی طرف وصولی زکوٰۃ کے لئے گئے۔
1۔ عُیَیْنَہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوتمیم
2۔ بریدہ بن الحصیب یا یزید بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسلم وغفار
3۔ عباد بن بشر اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سُلیم ومزینہ
4۔ ابان بن سعید بن عاص قرشی اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بحرین
5۔ عمرو بن حزم بن زید بن لوذان انصاری نجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران
6۔ خالد بن سعید ابن العاص اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	صنعاء
7۔ باذان بن ساسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یمن
8۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	زبیدہ اور عدن
9۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یمن (جند)
10۔ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران
11۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	تیماء
12۔ عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مکہ مکرمہ
13۔ رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جہینہ
14۔ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی فزارہ
15۔ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی کلاب
16۔ بشر بن سفیان کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	خزاعہ کے بنی کعب
17۔ ابن اللّتبیہ ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی ذبیان
18۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بحرین
19۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران اور یمن
20۔ عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد الطائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوطی وبنی اسد
21۔ مالک بن نویرہ یربوعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی حنظلہ
22۔ مہاجر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	صنعاء
23۔ زیاد بن لبید خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرموت

24۔ زبرقان بن بدر تمیمی سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو سعد کی ایک شاخ کی طرف

25۔ قیس بن عاصم بن سنان تمیمی منقری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو سعد کی دوسری کی طرف

ایک وضاحت

یہاں اس امر کی وضاحت کر دینا نہایت ضروری ہے کہ مذکورہ تمام عمال کو محرم الحرام 9ھ کو ایک ہی وقت میں ان علاقوں کی طرف روانہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان عمال میں سے بعض کو بڑی تاخیر کے بعد روانہ کیا گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ اطراف کے جو جو قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے ضرورت کے پیش نظر عمال کو وہاں روانہ کر دیا جاتا تھا مگر عمال کی روانگی محرم 9ھ میں ہی شروع ہوگئی تھی۔ تاریخ کا ہر طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ صلح حدیبیہ تاریخ عالم میں اس قدر اہمیت کی حامل کیوں ہے۔ اس صلح کے بعد اسلام کی حاصل کردہ کامیابی اور کامرانی اس کا عیاں ثبوت ہے۔ فتح مکہ کے بعد کا دور تو اس قدر کامیابی کا دور تھا کہ اسکے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے اور کیوں نہ ہو جب خود مالکِ کائنات نے اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمایا کہ ''لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے''۔ اور ایسا ہی ہوا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 115)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 201)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 531)

سرایا

جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے محرم 9ھ میں اطراف کے قبائل جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کے ہاں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عاملین کو روانہ فرمانے کا سلسلہ شروع کیا تھا اسی طرح جزیرۃ العرب کے تمام علاقوں میں گو امن و امان قائم ہو چکا تھا لوگ فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے مگر بعض علاقے ایسے بھی تھے جہاں بہت سی فوجی مہمات بھی کرنی پڑیں۔ ان فوجی مہمات اور سرایا کی تفصیل و فہرست درج کی جاتی ہے:

سریّہ عُیَیْنہ بن حِصن فزاری محرم الحرام 9 ہجری

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نومُسلم قبائل سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے عاملین مقرر فرمائے تھے۔ اُن میں سے حضرت بشر بن سُفیان کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کو بنی کعب کی طرف روانہ کیا گیا تھا تاکہ وہاں سے زکوٰۃ وصول کریں۔ حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بنی کعب پہنچے تو وہ سب لوگ بنو تمیم کے چشمے پر اکٹھے ہو گئے۔ حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے تمام مویشی ایک جگہ

اکٹھے کیے پھران میں سے زکوٰۃ کے جانور الگ کر لئے۔ بنی کعب تو زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر بنوتمیم نے اپنی پرانی کم ظرفی جہالت اور شدّتِ جفا کے باعث اس چیز کو بُرا خیال کرتے ہوئے بنوکعب سے کہا کہ تم لوگ اتنا زیادہ مال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کیوں دے رہے ہو اس مال کو اپنے پاس ہی رکھو پھر بنوتمیم نے تلواریں سونت لیں اور کہا خدا کی قسم یہاں سے ایک اونٹ بھی نہیں جانے دیں گے۔ یہ صورت حال دیکھ کر بنوکعب نے کہا اے بنوتمیم ہوش کرو ہم لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دستِ حق پرست پر ایمان لا چکے ہیں اور اب ہمارے لئے حضور علیہ السلام کے حکم کی اتباع اور اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور پھر یہ زکوٰۃ دین کے فرائض اور واجبات میں سے ہے۔

بنوکعب کی اس گفتگو کا بنوتمیم پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور تلواریں اور کمانیں نکالے ہوئے جنگ کے لئے تیار رہے۔ اس صُورتِ حال کو دیکھتے ہوئے حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ سے واپس آ گئے اور بڑی تیزی سے مدینہ منورہ پہنچ کر بنوتمیم کا سارا حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔

حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بنوتمیم کا حال سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو بنوتمیم سے اس بدتمیزی کا بدلہ لے''۔ آپ کا یہ فرمان سُن کر حضرت عُیَیْنَہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں بنوتمیم سے اس بدتمیزی کا بدلہ لوں گا خدا کی قسم جب تک بنوتمیم کو خدمتِ اقدس میں پیش نہ کر دوں واپس نہیں آؤں گا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پچاس سواروں کے ساتھ حضرت عُیَیْنَہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوتمیم کی طرف روانہ فرمایا۔

حضرت عُیَیْنَہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اپنا سفر جاری رکھتے اور صبح کے وقت خود اور اپنے ساتھیوں کو چھپاتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس پچاس کے دستے میں کوئی بھی مہاجر یا انصاری شامل نہ تھا۔ یہ دستہ ایک روز اچانک صحرا میں بنوتمیم پر حملہ آور ہوا وہ لوگ لڑنے کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور یوں حضرت عُیَیْنَہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر بنوتمیم کے گیارہ مرد۔ اکیس عورتیں اور تین بچوں کو گرفتار کر لیا اور پھران تمام قیدیوں کو لیکر مدینہ منورہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان قیدیوں کو حضرت رملہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں ٹھہرایا۔

بنوتمیم کے دس افراد پر مشتمل ایک جماعت مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آئی تاکہ اپنے اسیروں کو واپس لے جاسکے۔ اس جماعت میں اقرع بن حابس، عطارد بن حاجب، قیس بن عاصم، نعیم بن سعد، عمرو بن اہتم، رباح بن حارث بن مجاشع، زبرقان بن بدر اور قیس بن حارث شامل تھے۔ یاد رہے اقرع بن حابس بنو تمیم کا بہت بڑا فصیح و بلیغ خطیب اور شاعر تھا اس کا ذکر قبل ازیں تقسیم غنائم حنین بمقام جعرانہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

جس وقت یہ جماعت مدینہ منورہ میں داخل ہوئی اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد نبوی میں موجود نہ تھے

بلکہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے۔ ان لوگوں کو یہ علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس حجرہ مبارکہ میں آرام فرما رہے ہیں لہٰذا ان لوگوں نے ہر حجرہ کے دروازے پر شور مچانا شروع کر دیا اور کہتے رہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (باہر تشریف لائیں) باہر آؤ۔ آپ نے ہمارے بچوں، مردوں اور عورتوں کو کس بناء پر گرفتار کیا ہے۔ ہمارا کیا گناہ ہے۔

ان لوگوں کا شور سُن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع کیا کہ اس قدر بلند آواز میں یہ شور و غوغا بلند مت کرو کیونکہ یہ ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بے ادبی۔ تم لوگ خاموشی سے انتظار کرو آپ تھوڑی دیر کے بعد نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لانیوالے ہیں پھر اپنی حاجت بیان کر دینا۔ اسی دوران شور کی آواز سُن کر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور فرمایا "اے لوگو تم کو کیا ہوا ہے کہ مجھے نیند سے بیدار کر دیا" اور اس فرمان کے بعد مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور ظہر کی نماز با جماعت ادا فرمائی خدا بہتر جانتا ہے کہ اس جماعت کے لوگوں نے نماز ادا کی یا نہیں بہر حال نماز سے فارغ ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ کی طرف تشریف لے جانے لگے تو ان لوگوں نے راستے میں ہی آپ علیہ السلام کو گھیر لیا اور اپنی بات کو اونچی آواز میں دوبارہ کہنے لگے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہ دیا حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ سنتیں ادا فرمائیں اور پھر باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی کے صحن میں جا کر جلوہ گر ہوئے۔

بنو تمیم کے لوگ جب حضور علیہ السّلام کو بلند آواز میں یہ کہہ کر پکار رہے تھے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) باہر آؤ تا کہ ہم آپ سے مفاخرہ اور شاعری میں مقابلہ کریں کیونکہ ہماری مدح زینت ہے اور ہماری مذمت عیب ہے۔ ان کی یہ بے سروپا گفتگو سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "یہ شان تو اللہ کی ہے۔ دُوسرا نہ تو میں شاعر ہوں اور نہ ہی مجھے فخر کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔ اللہ کریم کو اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عظمت اور شان کا کس قدر خیال ہے کہ محبوب کے سامنے اونچی آواز میں بولنا بھی برداشت نہیں کرتا بنو تمیم کے لوگوں کی اس بے ادبی کا فوراً جواب دیا اور قرآن کریم کی آیت نازل فرما دی جس میں ارشاد فرمایا: سورۃ الحجرات آیت 4،5

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤﴾
وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾

ترجمہ: "تحقیق جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں اکثر بے عقل ہیں اور اگر یہ صبر کرتے یہاں تک آپ ان کی طرف خود باہر آ جاتے ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اُمتِ محمدیہ کے لئے عظیم فائدہ

مذکورہ آیتِ قرآنی گو بنو تمیم کے وفد کی اُس بے ادبانہ حرکت کی وجہ سے نازل ہوئی جوان لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شانِ اقدس میں کی مگر قیامت تک آنے والی امت محمدیہ کے لئے یہ عظیم فائدہ ہو گیا اور مسلمانوں کو تعظیم نبی کا حکم دے دیا گیا۔

اس حکم کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، بزرگان دین اور علماء عظام اس حکم کے مطابق عمل کرتے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ تاریخ اسلام بزرگوں کے ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے یہاں تبرکاً چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تا کہ اہلِ ایمان کا ذوق وشوق بڑھے۔ خُدا قبول فرمائے۔ آمین

مفسّر قرآن سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآنی علوم سیکھنے کے لئے سیّد القُراء سیدنا حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ قربان جائیں ادب واحترام کی اس زندہ و تابندہ عملی مثال پر کہ استاذ کے گھر کا دروازہ کبھی نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔ بلکہ استاذ کے انتظار میں دروازے کے باہر ہی بیٹھے رہتے کہ جب حضرت الاستاذ باہر تشریف لائیں گے تو سبق لوں گا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں شاگردِ رشید کا یہ عمل آیا تو فرمایا کہ آپ دروازہ کھٹکھٹا دیا کریں، انتظار کی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ استاذ کی یہ بات سُن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا۔

"اَلعَالِم فی قومه کالنَّبِی فِی امته وقد قال الله تعالیٰ فی حق نبیّه علیه الصَّلوة و السَّلام . وَلَو اَنَّهم صَبَرُوا حتّٰی تَخرُجَ اِلَیهِم لَکَانَ خَیرًا لَّهُم."

ترجمہ: عالم دین اپنی قوم میں نبی کی جگہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک کی شان میں فرمایا: (سورۃ الحجرات آیت 5)۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا

اس ارشاد مبارک کی روشنی میں مجھے استاذ کا ادب اسی طرح ہی کرنا چاہیئے (سبحان اللہ) اسی طرح حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ یہاں تک کہ جب وہ خود اپنی مرضی سے باہر تشریف لائے تو ان کی خدمت میں جو کچھ عرض کرنا تھا کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو استاذ کے ادب سے ترقی رفعت اور شان وشوکت کی ان منازل پر جلوہ گر ہوئے کہ قیامت تک ان کا نام عزّت واحترام سے لیا جاتا رہے گا۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ پڑھا پھر اپنی باقی تمام زندگی اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ اسی عمل میں بسر کی۔

(از: رُوح المعانی جلد 26 صفحہ 131)

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو بنوتمیم کی جماعت حاضر خدمت ہوئی عرض کیا ہم مفاخرہ کے لئے آئے ہیں۔آپ ہمارے شاعر اور خطیب کو کچھ کہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ اجازت مل جانے پر بنوتمیم کے مشہور خطیب عطارد بن حاجب جو کہ اپنی فصاحت و بلاغت میں بہت شہرت رکھتے تھے کھڑے ہوئے اور بنوتمیم کی شان میں بہت کچھ کہا۔اس خطبہ میں حمد وثنا اور بنوتمیم کی ہی مفاخرت تھی۔

عطارد بن حاجب نے جو خطبہ دیا اصل عبارت ترجمہ کے ساتھ تحریر کی جارہی ہے۔

خُطبہ عطارد بن حاجب

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی عَلَیْنَا الفضل وهوا هد الَّذِی جَعَلْنَا ملوکاً وهب لنا اموالا عظاما نفعل فیها لمعروف وجعلنا اعزاهل المشرق واکثر عددًا وعدة فمن مثلنا فی النّاس . السنا برؤس الناس و افضلهم فمن فاخرنا فلیعدد مثل ماعددنا وانا لو شئنا لا کثرنا الکلام ولکنا نستحیی من الاکثار وانا نعرف بذٰلک اقول هذا لان تأتوا بمثل قولنا وامر افضل من امرنا."

ترجمہ:"حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہم کو فضیلت دی اور بادشاہ بنایا اور مال و دولت دی جسے ہم نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں۔اور ہم کو اہل مشرق سے سب سے زیادہ کثرتِ اولاد، عزت والا، قوت والا اور شوکت والا بنایا۔ اسلئے لوگوں میں ہم جیسا کون ہے کیا ہمارے سرداران لوگوں سے برتر نہیں ہیں جو لوگ فخر کے میدان میں ہم سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ ہمارے جیسے مفاخر اور مناقب شمار کریں جس طرح ہم نے اپنے مفاخر بیان کیے ہیں۔اگر ہم چاہیں تو اپنے مفاخر کے بارے میں بڑی طویل تقریر کر سکتے ہیں۔مگر ہمیں اپنے مفاخر بیان کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔میں نے یہ سب کچھ اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی اسکی مثل یا اس سے بہتر بیان کر سکے تو کرے۔"

عطارد بن حاجب تمیمی اپنا خطبہ بیان کر کے بیٹھ گیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زہیر بن مالک امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج) کو حکم دیا کہ وہ عطارد کے خطبہ کا جواب دیں۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں نہایت ہی فصاحت و بلاغت تھی۔ یہاں خطبہ کی اصل عبارت اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کی جاتی ہے۔

خُطبہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی السَّمٰوٰت والارض خلقه قضی . فیهن امره و وسع کرسیه

علمه ولم يكن شيءٌ قط الامن فضله ثم كان من قدر به ان جعلنا ملوكا واصطفى خير خلقه رسولاً اكرم نسبا واصدقه حديثا وافضله حسبًا وانزل عليه كتابًا وائتمنه على خلقه فكان خيرة الله فى العالمين ثم دعا الناس الى الايمان به فامن برسول الله صلى الله عليه وآله وسلّم المهاجرين من قومه و ذوى رحمه اكرم الناس احسابا واحسن الناس وجوها و خير الناس فعالا ثم كانا اوّل الخلق اجابه واستجابه الله حين دعا رسول الله فنحن انصار الله و وزراء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلّم نقاتل الناس حتى يومنوا بالله فمن امن بالله ورسوله منع ماله و دمه ومن كفر جاهدناه فى الله ابدًا وكان قتله علينا يسيرا قول قولى هذا واستغفر الله و للمؤمنين والمومنات وَالسَّلاَمُ عَلَيْكُم.

ترجمہ: ''اس ذات پاک کی حمد جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان میں اپنا حکم جاری فرمایا۔ اس کا علم ساری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جو کچھ بھی اس میں موجود ہے اسکے فضل وکرم سے ہی ہے۔ پھر اسکی قدرت نے ہی ہمیں بادشاہ بنایا اور بہترین خلائق کو اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بنا کر بھیجا جو کہ تمام مخلوق میں حسب ونسب کے اعتبار سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور خدا نے ان پر ایک کتاب نازل فرمائی اور ان کو تمام مخلوق پر امین بنایا۔ پس آپ تمام جہانوں میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں۔ اس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمام لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اور یوں اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر سب سے پہلے مہاجرین ایمان لائے۔ جو آپ کی قوم کے لوگ ہیں۔ آپ کے عزیز رشتہ دار ہیں اور حسب ونست و وجاہت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ یہ لوگ افعال اور اعمال کے اعتبار سے بھی سب امت میں زیادہ بہتر اور افضل ہیں۔''

''پھر مہاجرین کے بعد ہم انصار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دعوتِ حق قبول کرنے میں سب سے مقدم وافضل ہیں۔ ہم انصار اللہ کے دین حنیف کے مددگار ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وزیر ہیں۔ ہم لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال و جہاد کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ لیکن جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لے آیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا۔ لیکن جس نے کفر کیا ہم اسکے ساتھ راہِ خدا میں جہاد وقتال کریں گے۔ اس کا قتل ہم لوگوں کے لئے آسان ہے۔ یہ سب کچھ مجھے کہنا تھا جو کہہ دیا اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے تمام مومنین ومومنات کے لئے دعا مغفرت کرتا ہوں۔''

''والسّلام''

خطبہ کے بعد بنوتمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر جو کہ ان کا بڑا ہی بلند پایہ شاعر تھا کھڑا ہوا اور اس نے مفاخرت ومناقبت میں ایک قصیدہ پڑھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس قصیدے کا جواب دیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر جواب میں قصیدہ غزا فی البدیہہ طور پر پڑھا۔ اسکے بعد بنوتمیم کی طرف سے اقرع بن حابس نے کھڑے ہوکر کہا۔ خدا کی قسم محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) عالمِ غیب سے تائید ونصرت یافتہ ہیں اور کوئی ایسا فضل وکرم نہیں جو آپ کو عطاء نہ کیا گیا ہو۔ آپ کے خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں اور آپ کے شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلیغ ہیں۔ اور آپ کی ہر چیز ہماری ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے۔ اسکے بعد وہ سب کے سب دست حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے سب قیدی رہا کردیئے اور ان کو انعام واکرام سے نوازا۔

(از: زرقانی جلد 3 صفحہ 42،45)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 33، 532)

ہم پہلے بھی ذِکر کرچکے ہیں کہ بنوتمیم نے جس انداز کے ساتھ سرکار دوعالم کو ان کے حجرہ مبارک کے قریب جا کر پکارا۔ اسکے متعلق قرآن کریم میں آیت پاک نازل ہوئی۔ یہاں اس آیت کی تفصیل بیان کر رہے ہیں تاکہ اہلِ عِلم اس آیت کے مطلب اور سیاق اور سباق سے کماحقہٗ مستفید ہوسکیں۔ اس آیت میں رحمت ومغفرت کے ساتھ ساتھ عفو و درگذر کی خبر دینے کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔ مگر کلام کے سیاق اور سُوء ادبی کو دیکھیں تو اس میں تہدید (دھمکی) اور انتقام بھی دکھائی دیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ غفور ورحیم کی صفت اگر نہ ہوتی تو ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بے ادبی اور ترک ادب و تعظیم کی تھی جسکی سزا میں وہ عذاب اور عظیم عتاب کے مستحق ہوگئے تھے۔ مگر یہ اثر اور نتیجہ صرف ان خصائص کا تھا کہ صرف ان لوگوں سے نصیحت و درگذر کے ساتھ کام لیا گیا۔ یاد رہے اس آیت مبارکہ سے پہلے بھی آواز بلند کرنے، گفتگو کے دوران سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی موجودگی میں بلند آواز سے بات کرنے، آپ کا نام لے کر خطاب کرنے سے ممانعت پر مشتمل آیت کریمہ نازل ہوچکی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ سورۃ الحجرات آیت 2

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: ''اے ایمان والوتم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے چلّا کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دُوسرے سے چلّا کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

بنوتمیم کے لوگ بھی اس آیت کریمہ کے حکم میں داخل ہیں۔ بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ بنوتمیم کے کچھ لوگ کسی اور وقت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم میں سے کسی کو ہمارا امیر مقرر فرما دیں۔ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں گذارش کی حضور علیہ السلام اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوتمیم کا امیر مقرر فرما دیں یہ ان کے حق میں اچھا ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مداخلت پسند نہ آئی انہوں نے فرمایا کیا تمہارا مقصد میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میرا مقصد آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ میرا مقصد تو صرف بنوتمیم کی بہتری ہے۔ یعنی وقت کی مصلحت کے مطابق جو بات مجھے قبیلے والوں کے حق میں بہتر لگی میں نے کہہ دی ہے۔ یاد رہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ جذبہ اتباع ان کا طرّہ امتیاز تھا۔ بہرحال دونوں بزرگوں کی اس بات پر گفتگو کے دوران سرکار دوعالم کی موجودگی میں ہی آوازیں بلند ہوگئیں اور اسی وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ سورۃ الحجرات آیت 2

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اٹھائی اور کہا کہ آئندہ ساری زندگی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے سوائے رازدارانہ انداز میں کلام کرنے کے ہرگز کسی دوسرے انداز میں کلام نہیں کروں گا۔ مطلب یہ ہوا کہ گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ پاسِ ادب کی وجہ سے نہایت ہی پست آواز میں گفتگو کروں گا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں نے ہی قسم اٹھائی اس کے بعد جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بیٹھتے تو منہ میں کنکریاں رکھ لیا کرتے تھے تاکہ بات کرتے وقت دشواری محسوس ہو اور یوں آواز نہایت ہی پست رہے۔ سبحان اللہ قربان جائیں اس احترام اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے یہی تو وہ کمال ادب و احترام ہے جسکی بدولت یہ ہستیاں کائنات میں انبیاء علیہم السّلام کے بعد سب سے زیادہ محترم اور باعزّت ٹھہریں۔

(از: بخاری شریف و: بیضاوی شریف)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ثابت بن قیس شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں ہی بند ہو کر بیٹھ گئے کیونکہ فطری طور پر ان کی آواز بہت بلند تھی اس لئے انہوں نے مجلس مبارکہ میں حاضری دینا ہی ترک کر دی کہ کہیں بے خیالی میں آواز جو کہ قدرتی طور پر بلند ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آواز مبارکہ سے بلند ہو گئی تو سارے اعمال ہی برباد ہو جائیں گے اور یوں دین و دنیا کا خسارہ اور تباہی مقدر بن جائے گی۔

(سبحان اللہ) قربان جائیں اس ادب کے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر حاضری کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے دریافت فرمایا کہ "کچھ روز سے وہ نظر نہیں آ رہے اور محفل سے ان کی غیر حاضری کی کیا وجہ ہے"۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد میں بہت ڈر گیا میری آواز چونکہ فطری طور پر بلند ہے اور حکم یہ ہوا ہے کہ اپنی آوازیں آپ علیہ السلام کی آواز مبارکہ سے پست رکھیں۔ میں اپنے اعمال ضائع ہو جانے کے ڈر سے حاضر خدمت نہ ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "تمہارا مقام ایسا نہیں ہے۔ تمہاری حیات خیر کے ساتھ ہے اور تمہارا وصال بھی خیر سے ہی ہو گا اور تم جنّت میں جاؤ گے"۔ یہ خوشخبری سُن کر وہ دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے اور ان کا ڈر خوف جو کہ محبت اور ادب واحترام کی وَجہ سے تھا ختم ہو گیا۔

وضاحت

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ شاید پڑھنے والے کے دِل میں خیال پیدا ہو کہ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں لکھتے ہوئے آیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے یہ واقعات تحریر کرنا مناسب ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اہل ایمان کی جان نثارانہ عقیدت اور سیرۃ النبی کا اصل مقصد تو دلوں میں عزّت واحترام و تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پیدا کرنا ہے تا کہ مسلمان دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بجالانے کی یہ عملی مثالیں ہی ہمارے لئے مشعلِ راہ اور متاعِ آخرت ہے اللہ قبول فرمائے۔

بنو تمیم کی شدت اور جاہلوں جیسی مفاخرت طبعی اور جبلی چیز تھی۔ بخاری شریف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آتی ہے کہ بنو تمیم کی ایک جماعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس جماعت سے ارشاد فرمایا "اے بنی تمیم خوشخبری قبول کر لو" پھر ان لوگوں کو اسلام کے عقائد کی تعلیم دی اور فرمایا "تم اسلام قبول کر لو تمہارے لئے جنّت میں داخلے کا ذریعہ ہے" بنو

تمیم کے اس وفد نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ بشارت سُن کر کہا کچھ ہمیں بھی دیں۔اس سے ان کی مراد دنیوی مال ومتاع حاصل کرنا تھا۔آپ نے ان کی یہ بات سُن کر اسے ناپسند فرمایا جس کے آثار آپ علیہ السلام کے چہرۂ انور سے ظاہر ہو رہے تھے۔اسی وقت یمن سے اشعری لوگوں کی ایک جماعت حاضرِ خدمت ہوئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں سے فرمایا ''تم میری اس دعوتِ حق کو قبول کر لو جس کو بنوتمیم نے قبول کرنے سے انکار کیا ہے'' اشعریوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیں آپ علیہ السلام کی یہ دعوت قبول ہے اور یُوں یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہوئے۔یہ اشعری لوگ دراصل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوم سے تھے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''بنوتمیم تین خوبیوں کی وجہ سے مجھے بہت پسند ہیں۔یعنی ایک یہ کہ اہلِ تمیم دجال پر سب سے زیادہ سخت ہیں اور جب دجال ظاہر ہوگا تو ان لوگوں کی سختی دیکھنے والی ہوگی۔جو یہ دجال کے خلاف استعمال کریں گے۔دوسرا یہ کہ سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس مالِ غنیمت سے ایک لونڈی آئی جسکو انہوں نے حضور علیہ السّلام کے حکم سے آزاد کر دیا۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اس لونڈی کا تعلق حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل ہے یعنی یہ لونڈی عرب ہے۔تیسری بات جو مجھے بنوتمیم کی پسند ہے وہ یہ ہے کہ بنوتمیم کے صدقات کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور یوں بنوتمیم کے لوگوں کی تالیف قلوب اور تسلّی فرمائی۔پھر ارشاد فرمایا دیکھو اس قوم نے بنی کعب کو زکوٰۃ دینے سے روک دیا تھا مگر اب خود اپنی زکوٰۃ ادا کر کے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشنودی حاصل کر چکے ہیں'' بنوتمیم کا یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ ایمان ان لوگوں کے دِل میں راسخ ہو چکا تھا اور یُوں وہ لوگ اخلاقِ نبوی سے بھی مستفید ہوئے۔(واللہ اعلم)

(از: صحیح بخاری شریف)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 535) وغیرہ۔

سریّہ حضرت ولید بن عُقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی المصطلق کی طرف زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسری والدہ سے آپ کے بھائی تھے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ایک پھوپھی زاد بہن ان کی والدہ تھیں۔حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر ہونے والے مسلمانوں میں سے تھے۔جہالت کے زمانہ میں بنی المصطلق کی انکے ساتھ دشمنی تھی۔

بنی المصطلق کو جب علم ہوا کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قبیلہ کی طرف زکوۃ وصدقات وصول کرنے کے لئے آرہے ہیں تو وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور استقبال کیلئے قبیلے کے بیس آدمیوں کو ہتھیاروں سے سجا کر راستے میں کھڑا کر دیا تا کہ وہ لوگ قاصد دربار کا نہایت شان اور گرمجوشی سے استقبال کریں۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دُور سے ہی بنی المصطلق کے جوانوں کو ہتھیاروں کے ساتھ مسلح دیکھا تو شیطان نے ان کے دِل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ لوگ ان کے ساتھ دیرینہ عداوت کی وجہ سے لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ حضرت ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال کے آتے ہی راستے سے ہی واپس مڑ گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اہل المصطلق دینِ اسلام سے مرتد ہو کر ہتھیاروں سے مسلح جنگ وجدال کے لئے قبیلہ سے باہر آگئے تھے۔ اس لئے میں واپس آگیا ہوں تا کہ آپ کی خدمت میں مکمل حال عرض کر سکوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خبر سُنی تو آپ کو بڑا تعجب ہوا ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صورت حال معلوم کرنے کے لئے مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ بنی المصطلق کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں جا کر دیکھا کہ اہل قبیلہ اذان دیتے اور نمازیں ادا کرتے ہیں اور اسی طرح دیگر شعائرِ اسلامی پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے واپس آکر تمام حالات خدمتِ اقدس میں پیش کئے یہاں تک کہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قبیلہ پر بہتان باندھا ہے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ بنی المصطلق نے جب دیکھا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے گئے ہیں تو ان کا ایک وفد مدینہ منورہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکمل حقیقت حال گوش گزار کی اسی موقع پر قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی: سورۃ الحجرات آیت 6

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن
تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿٦﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو قبل اسکے کہ تم نادانی میں کسی قوم پر چڑھائی کر دو اور صبح ہونے پر تمہیں نادم ہونا پڑے۔''

اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''اَلتَّأَنِّیْ مِنَ اللہِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ''

''اطمینان اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور عجلت یعنی جلد بازی شیطان کی طرف سے۔''

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس آیت کریمہ میں غیب کی خبر موجود ہے جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا وہاں انہوں نے شراب نوشی کی اور یُوں ان پر حد جاری کی گئی تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر حد جاری کی تھی۔

بہر حال ایک بات یاد رکھنا چاہئیے کہ اس مذکورہ آیت مبارکہ میں فسق سے لغوی معنی مُراد ہیں۔ یعنی اطاعت سے خروج کرنا خواہ وہ کتنا ہی معمولی درجہ کا خروج ہو یہاں اصطلاحی اور شرعی فسق مراد نہیں ہے۔ گناہ کبیرہ کا ارادہ اور اس پر عمل کرنا اصطلاح شریعت میں فسق کہلاتا ہے۔ حضرت ولید نے جو کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا وہ محض غلط فہمی کی بنا پر تھا انہوںؓ نے حالات کو کما حقہ جانتے ہوئے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا اس لئے یہاں فسق سے مراد لغوی فسق ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ حضرت ولیدؓ کی خبر واقعہ کے خلاف تھی اس لئے فسق کہا گیا۔ اس لئے یہ فسق صحابی کے شرعاً فسق ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

(از: زرقانی جلد 3 صفحہ 46)

بنی المصطلق کے اس قصہ میں کیونکہ براہِ راست ایک صحابی کی شان میں بظاہر ضرب پڑتی ہے اس لئے اسکی مزید وضاحت بیان کر دینا اشد ضروری ہے تا کہ پڑھنے والے کے ذہن میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ حدیث نبوی میں آتا ہے کہ ایمان کے ستّر (70) درجے ہیں۔ جن میں سب سے افضل و اعلیٰ درجہ کلمہ شہادت "اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے۔ جبکہ سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے کانٹا وغیرہ ہٹا دینا ہے۔ باقی (68) درجے ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ جبکہ ان ستّر (70) درجوں میں ہر ایک درجہ پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ اب دُوسری طرف دیکھیں تو قرآن اور حدیث میں فسق اور معصیت وظلم کا اطلاق کفر سے لے کر گناہ صغیرہ تک ہوتا ہے اب ذہن میں رکھنے والی بات یہ ہے کہ جس طرح ایمان کے مختلف مراتب ودرجے ہیں اسی طرح کفر اور معصیت کے بھی الگ الگ درجے اور مراتب ہیں۔ جس کا حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے یعنی عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی (سورۃ طٰہٰ آیت 121) اور کفر پر معصیت کا اطلاق آیا ہے۔ سورۃ الجن آیت 23

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝۲۳

ترجمہ: "اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک اُن کے لئے جہنّم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔"

اب دیکھیں یہ ظاہری بات ہے کہ ان دونوں معصیتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے جبکہ دونوں کے لئے لفظ ایک ہی استعمال کیا گیا جبکہ معنیٰ بالکل مختلف اور الگ الگ ہیں۔ بالکل اسی طرح سُورۃ الحجرات کی اس آیت 6 میں فاسق کا لفظ آیا ہے اسکے لغوی معنی مراد ہیں شرعی معنی نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین عادل وثقہ ہیں ارشاد نبوی ہے "میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جسکی بھی پیروی کرو گے حق پر ہو گے"

اب معاذ اللہ اگر کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرعی فاسق ہوتو اللہ اس سے راضی نہ ہوگا جبکہ وہ فرماتا ہے: سورۃ المائدہ آیت 119

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ
الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾

ترجمہ:۔ ''اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ۔ یہ ہے بڑی کامیابی''۔

سورۃ المجادلہ آیت 22:

لَا تَجِدُ قَوْمًا
يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔ ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سُنتا ہے اللہ کی ہی جماعت کامیاب ہے''۔

اس اَمر کی اگر مزید وضاحت مطلوب ہوتو بخاری شریف میں اسی سلسلے میں ایک باب موجود ہے جس میں ایسے واقعات پر تفصیل حاصل مواد موجود ہے۔

میں نے اپنی ناقص عقل وعلم کے مطابق وضاحت کردی ہے اللہ قبول فرمائے اور قارئین کے دماغ میں اگر کوئی شکوک وشبہات ہیں تو دور فرمائے آمین۔

صفر 9ھ سریّہ قطبہ بن عامر بن حدیدہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صفر 9 ھ میں حضرت قطبہ ابن عامر بن حدیدہ انصاری خزرجی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس سواروں کے ہمراہ قبیلہ خثعم کی طرف روانہ فرمایا۔ ان کو یہ حکم فرمایا کہ قبیلہ خثعم پہنچتے ہی ان لوگوں پر اچانک زبردست حملہ کردیں قبیلہ خثعم تربہ کے قریب تبالہ (تبالہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان 52 فرسخ کا فاصلہ ہے) کے علاقے میں آباد تھا اور یہ قحطانی قبیلہ خثعم بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا سے نسبت رکھتا ہے۔ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سواری کے لئے صرف دس اونٹ تھے جبکہ مجاہدین کی تعداد بیس تھی۔ مجاہدین باری باری اونٹوں پر سواری کرتے ہوئے قبیلہ خثعم کے سر پر پہنچ گئے۔

راستے میں مجاہدین کے اس دستے نے ایک آدمی پکڑ لیا اور اُس سے قبیلہ کے بارے میں معلومات دریافت کیں۔ وہ شخص دستے کے سامنے خود کو گونگا ظاہر کرنے لگا ذرا سختی سے پوچھنے پر اس نے اپنے قبیلے والوں کو زور زور سے پکارنا شروع کر دیا مُسلمانوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ اُسکے شور کی آواز کیونکہ اہل قبیلہ تک نہ پہنچ سکی تھی۔ اس لئے وہ لوگ مسلمانوں کی آمد سے بے خبر رہے ادھر مسلمان رات ہونے کا انتظار کرتے رہے کیونکہ مُسلمان پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ قبیلہ والوں پر شبخون مارا جائے گا۔ قبیلہ خثعم کے سب لوگ رات کو جب سکون کے ساتھ سو گئے تو مسلمانوں نے اچانک زبردست شب خون مارا۔ اہل قبیلہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہوئے اور نہایت ہی سخت جنگ شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں گو مسلمان کامیاب رہے اور ان کے ہاتھ اونٹ اور بکریاں آئیں مگر جنگ میں طرفین کے خاصے آدمی زخمی ہوئے مال غنیمت مدینہ منورہ خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ خمس نکال کر ہر آدمی کے حصے چار اونٹ اور ہر اونٹ کے مقابلے میں دس بکریاں آئیں۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 452)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 537) وغیرہ

سریّہ عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکارِ دو جہاں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صفر 9ھ کو حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی عمرو بن حارثہ کی طرف اپنا نامہ مبارک دے کر روانہ فرمایا تا کہ ان لوگوں کو دعوتِ اسلام پہنچ جائے۔ اہل قبیلہ نے نادانی اور سخت جاہلیت کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف دعوت اسلام سُننے اور مذہب اسلام قبول کرنے سے ہی انکار کیا بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نامہ مبارک دھو کر اسکو ڈول کی تلی (پیندا) میں باندھ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل قبیلہ کا یہ رویہ دیکھ کر واپس مدینہ منورہ آئے اور سارے حالات سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات سُن کر ارشاد فرمایا "ان لوگوں کی عقل ہی جاتی رہی" آپ علیہ السلام کے دہن اقدس سے نکلی ہوئی بات حرف بحرف حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ اس وقت سے لے کر آج تک اور پھر جب تک قیامت قائم نہیں ہو جاتی احمق، نادان تقریباً فاتر العقل اور

گونگے رہیں گے۔

سَرِیّہ ضحاک بن سُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہلِ سِیَر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف کلابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی بہادر شخص تھے یہ وہ شہ سوار تھے جو تلوار لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت تیار کھڑے رہتے تھے ان کی شہ زوری اور طاقت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ سو (100) سواروں کے برابر شمار کئے جاتے تھے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ماہ ربیع الاوّل 9 ھ میں ان کو بنی کلاب کی طرف دعوت اسلام دے کر روانہ فرمایا ان کے ساتھ حضرت اصید بن سلمہ ابن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔اس وفد نے بنی کلاب کو دعوت اسلام دی جسے سُن کر اہل قبیلہ نے نہ صرف ماننے سے انکار کیا بلکہ الٹا اسلام کو گالیاں بکیں اور مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

مجبوراً مسلمانوں کو ان لوگوں کے خلاف جنگ لڑنا پڑی جسکے نتیجہ میں بنی کلاب کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اہلِ حق مالِ غنیمت ہمراہ لے کر فتح وکامرانی کے ساتھ واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

اسی سریّہ میں حضرت اصید بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے باپ سے ملاقات ہوئی جو کہ گھوڑے پر سوار الزّج کے ایک تالاب میں غالبًا نہا رہا تھا۔ بیٹے نے باپ کو اسلام کی دعوت دی مگر باپ نے بیٹے اور اسلام کو بُرا کہا یہ سُن کر حضرت اصید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کے گھوڑے کے پاؤں پر اس زور سے تلوار ماری کہ اسکے پاؤں کٹ گئے اور باپ گھوڑے سے گر کر تالاب میں جارہا۔تالاب کے اندر سلمہ اپنے نیزے کے سہارے پر کھڑا ہو گیا۔اسی اثناء میں کوئی دوسرا صحابی تالاب میں کودا اور اس نے حضرت اصید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ سلمہ کو قتل کر کے جہنّم میں پہنچا دیا۔

اہلِ سِیَر اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اصید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا بلکہ قتل کرنے والا کوئی دُوسرا صحابی تھا۔ (واللہ اعلم)

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 453)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 535)

سریّہ حضرت علقمہ بن مُجزّز المُدلجی المدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (9 ہجری)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خبر ملی کہ حبشی لوگوں کا ایک گروہ جدّہ (مکہ مکرمہ سے فاصلہ 70 کلومیٹر) آیا ہوا ہے جہاں وہ لوگ فساد برپا کر رہے ہیں۔ وہ حبشی لوگ جدہ کے قریب ہی (بحرِ قلزم یعنی بحیرہ

احمر) ایک جزیرہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خبر ملتے ہی حضرت علقمہ بن مجزز المدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو سواروں کا امیر بنا کر حبشیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جدّہ شہر جدّہ بن حزم بن ریان قضاعی سے موسوم ہے جو یہاں پیدا ہوا تھا۔ عام روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ (سری لنکا) اور حضرت حوا کو جدہ کی سرزمین پر جنت سے اتارا گیا تھا اور پھر میدان عرفات میں آملے جدہ زمانہ قدیم سے حج کا دروازہ چلا آرہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جدّہ کی بنیاد رکھی گئی ورنہ اس سے پہلے یہ مچھیروں کی بستی تھی۔

مجاہدین کا یہ لشکر جدہ پہنچ کر اس جزیرہ پر حملہ آور ہونے کی غرض سے سمندر میں اتر گیا۔ حبشیوں کو جب مُسلمانوں کی آمد کا عِلم ہوا تو وہ لوگ جزیرہ ہی چھوڑ کر بھاگ اٹھے۔ اور یُوں مُسلمانوں کا یہ لشکر کامیابی سے مدینہ منورہ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ لشکر کے کچھ آدمیوں نے واپسی میں جلد بازی سے کام لیتے ہوئے امیر لشکر سے درخواست کی وہ واپسی کی اجازت دے دیں امیر لشکر نے ان لوگوں کو واپس جانے کی اجازت دیتے ہوئے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر دستہ مقرر فرما دیا جو کہ فطری طور پر مزاح کی عادت کے مالک تھے۔ راستہ میں ایک شب یہ لوگ رات بسر کرنے کے لئے ایک جگہ ٹھہرے۔ سردی کی شدّت سے بچنے کیلئے لوگوں نے آگ جلائی۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں۔ لوگ اطاعتِ امیر کیلئے آگ میں کودنے کو تیار ہو گئے۔ امیر لشکر نے دیکھا کہ اگر ان لوگوں کو روکا نہ گیا تو یہ آگ میں کود جائیں گے اس لئے امیر دستہ نے پھر حکم دیا کہ لوگو بیٹھ جاؤ میں نے تو تمہیں از راہِ مزاح آگ میں کودنے کا حکم دیا۔

یہ لوگ جب مدینہ منورہ واپس پہنچے تو یہ قصّہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں بیان کیا۔ رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم لوگوں کو معصیت اور خلاف اسلام کرنے کا حکم دیا جائے تو ایسے حکم کو ہرگز نہ مانو کیونکہ معصیت کے حکم کی اطاعت ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے''

صحیح بخاری شریف میں اس سریّہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ اس سریّہ میں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی و حضرت علقمہ بن مجزز المدلجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر تھے (حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی بن اعور بن جعدہ بن معاذ بن عشوارہ بن عمرو بن مدلج کنانی مدلجی)۔ اس سریّہ کا نام سریّۃ الانصار تھا۔ اسی سریّہ کا ذِکر کرتے ہوئے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزید منقول ہے۔ فرمایا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لشکر روانہ فرمایا اور اس لشکر پر انصار کے ایک شخص کو امیر مقرر فرمایا اور لشکریوں کو ہدایت فرمائی کہ جو کچھ تمہارا امیر حکم کرے اس کی اطاعت کرنا، واپسی پر وہ امیر لشکر کِسی وجہ سے غصّہ میں آ گیا اور حکم دیا کہ لکڑیاں اکٹھی کرو لشکریوں نے حکم کی تعمیل کی جب لکڑیاں اکٹھی ہو چکیں تو کہا اُن کو جلایا جائے جب آگ خُوب بھڑک گئی تو لشکریوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ کُچھ لوگ آگ میں امیر کے حکم کی اطاعت کے طور پر کودنے کیلئے تیار ہو گئے۔ لشکر میں چند لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ آگ میں کودنا ہرگز جائز

نہیں اس لئے تم لوگ اس فعل سے باز رہو کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دامن میں ہم لوگ آگ سے بچ کر پناہ لے چکے ہیں۔ اور اب جان بُوجھ کر اُسی آگ میں کودنا کہاں کی عقلمندی ہے اور کیسے جائز ہے۔ ان لوگوں کی مراد یہ تھی کہ ہم ظلمت کی تاریکی سے نکل کر اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے تو دامنِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں پناہ گزیں ہو چکے ہیں۔ اس لئے اَب اسی ظلمت اور جلا دینے والی آگ میں کود جانے کا کیا مطلب و معنٰی ہے۔ یہ بحث جاری تھی کہ جلائی گئی آگ خود ٹھنڈی ہوگئی اور دوسری طرف امیرِ لشکر کا غصّہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ لوگ واپس مدینہ منوّرہ حاضر خدمت ہوئے اور پورا حال خدمتِ اقدس میں بیان کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اگر وہ لوگ اس آگ میں کُود جاتے تو پھر قیامت تک اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے''

اب اگر غور کیا جائے تو اہلِ سیر کے بیان اور بخاری شریف کے کلام میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اہلِ سیر کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ امیر لشکر حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور انہوں نے واپسی کے مشتاق چند جلد باز لوگوں پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ مگر امام بخاری کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے مقرر شدہ تھے۔

مذکورہ شک اور تخالف کوئی مشکل نہیں بلکہ تھوڑی سی محنت کے بعد آسان ترین بن جاتا ہے۔ اب گزشتہ واقعات کو غور سے پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا، جس پر دونوں اتفاق رکھتے ہیں پھر راستے میں حالات کے مطابق حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپسی کے مشتاق جلد باز لوگوں کا امیر مقرر کیا۔ اس طرح یہ مذکورہ دونوں بزرگ اصل میں حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مطابق امیر مقرر ہوئے۔ البتہ ایک چیز کے بارے میں شک کا ازالہ نہایت ضروری ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سریّہ کو سریّہ انصار اور کُچھ نسخوں میں سریّہ انصاری کیوں کہا ہے جبکہ امیر لشکر کا تعلق انصار سے نہیں تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے۔

''وَیُقَالُ اِنَّھَا سَرِیَۃ الاَنصَارِی''

اس قول کی تشریح کرتے ہوئے امام شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے کیا ہی عمدہ طریقے سے اس نکتہ کو حل فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس بیان میں بہت سے اہم قصّوں کی طرف لطیف اشارہ پایا جاتا ہے۔ بظاہر تو اس کلام کے سیاق اور امیر کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر دونوں میں تاویل کریں تو احتمال مزید بعید ہوتا ہے۔ اگر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہاجر ہونا انصاری کہا جائے تو اس سے یہ ہونا مراد ہے کہ انصار یعنی وہ لوگ جنہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدد کی یا مددگار بنے۔ امام ابن جوزیؒ تو کسی تاویل وغیرہ کی طرف گئے ہی نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ ''من الانصار'' یہ چند راویوں کا وہم ہے۔ بہرحال ہم نے اپنی عقل وسوچ کے مطابق تشریح

کر دی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مذکورہ سریّہ کے رُونما ہونے میں تمام اہلِ سیر متفق ہیں۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 453)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 431)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 46)

(زرقانی جلد 3 صفحہ 49)

(صحیح بخاری شریف ومواہب اللدنیہ شریف)

(ابن ماجہ، مستدرک حاکم، مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 536،535)

سریّہ حضرت سیّدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ربیع الثّانی 9 ھ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسی سال ربیع الآخر 9 ھ میں ہی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ طے کے بُت "فلس" (کلیسا) کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مقام پر ایک بڑا بُت خانہ تھا جس میں رکھے ہوئے بت اہل قبیلہ کیلئے معبود و مسجود تھے۔

اس سریّہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ کمان سو اونٹ اور پچاس گھوڑ سوار تھے۔ لشکر کی جھنڈیوں کا رنگ کالا اور پھریرا سفید رنگ کا تھا۔ ابو سعد کے نزدیک لشکریوں کی تعداد دوسو (200) تھی۔ بہرحال 150 کی تعداد پر تمام اہلِ سیر کا اتفاق ہے۔

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر مُسلمانوں کو ہمراہ لئے ہوئے فجر کے بعد حاتم طائی کے محلّہ پر حملہ آور ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فُلس (بت خانہ) کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکا بہت سے مرد وعورتیں اور جانوروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر حاصل ہونے والے مال میں سے خُمس نکال کر باقی مال تقسیم فرمادیا۔ مالِ غنیمت جو بُت خانہ کے اندر سے ملا اس میں دو تلواریں بھی شامل تھیں جو حارث بن شمر نے چڑھائی تھیں۔ گرفتار ہونے والوں میں مشہور زمانہ حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی شامل تھی۔ حاتم طائی کا بیٹا اور سفانہ کا بھائی عدی بن حاتم طائی جو کہ قبیلے کا سردار بھی تھا۔ مسلمانوں کی آمد کا سُنتے ہی ملکِ شام کی طرف بھاگ گیا جہاں اسکے ہم مذہب و مشرب انصار کی بڑی جماعت سکونت پذیر تھی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قیدیوں کو ہمراہ لے کر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تمام حالات بیان کئے۔ گرفتار ہونے والے لوگوں کو مسجد نبوی کے قریب خطیرہ میں ٹھہرایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب اس طرف سے گزرے تو حاتم کی بیٹی سفانہ نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یہ سفانہ نہایت ہی خوش شکل اور فصیح الکلام تھیں۔ بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

آپ مجھ پر احسان فرمائیں اللہ کریم آپ پر فضل و کرم فرمائیگا۔ میرا باپ مر چکا ہے اور جو میرا خبر گیر تھا۔ میرا حقیقی بھائی عدی بن حاتم فرار ہو چکا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا "تمہارا خبر گیر، دیکھ بھال کرنے والا کون تھا، جسکی سرپرستی میں تم زندگی بسر کر رہی تھیں"۔ سفانہ بنت حاتم طائی نے عرض کی اس کا نام عدی ہے جو کہ میرا بھائی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سُن کر فرمایا "وہی عدی جو کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھاگا ہے"۔ یہ فرمانے کے بعد آپ آگے تشریف لے گئے۔ دُوسرے روز پھر اس طرف سے گزرے تو سفانہ کہتی ہیں میں نے پھر عرض کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا اور آگے تشریف لے گئے۔ اس طرح جب تیسرے روز اس طرف سے گزرے اور میں نے سابقہ گذارش پھر گوش گزار کی تو فرمایا "اے سفانہ میں تجھ پر احسان کرتا ہوں واپس جانے میں عجلت نہ کرو میری خواہش ہے کہ فدیہ دے کر واپس جانے والوں میں اگر کوئی قابلِ اعتماد شخص مِل جائے تو اس کے ہمراہ تمہیں واپس روانہ کر دوں۔ آج قبیلہ طے کے کچھ آدمی ملکِ شام جا رہے ہیں اس لئے تم پر احسان فرماتے ہوئے تجھے ان کے ہمراہ واپس بھیج رہا ہوں" پھر آپ علیہ السلام نے ازراہ لطف و کرم جو آپ کا طرّہ امتیاز ہے سفانہ بنت حاتم کو زادِ راہ۔ سواری اور کچھ جوڑے عطا فرما کر رخصت کیا۔

سفانہ بنت حاتم ملک شام پہنچ کر اپنے بھائی عدی بن حاتم سے ملیں اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان سے آگاہ کیا اور کہا آپ علیہ السلام نے تمہارے لئے فرمایا ہے کہ "وہی عدی بن حاتم جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھاگا ہے"۔ اے میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے، میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے کہ تمہارے اور میرے والد بھی ایسا سلوک اور لطف و کرم نہیں کر سکتے۔ میری تمہیں یہ نصیحت و مشورہ ہے کہ فوراً عقیدت اور رغبت کے ساتھ خدمت اقدس میں جا کر حاضری دو اور یوں دین و دنیا کی دولت سے اپنا دامن بھر لو۔

چنانچہ بہن کی گفتگو سننے کے بعد عدی بن حاتم نے جواب دیا کہ میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ اسکے بعد عدی بن حاتم کسی امان یا تحریر کے بغیر ہی شام سے روانہ ہو کر سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور خدمتِ اقدس میں حاضری دی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عدی کی حاضری کو شرف مقبولیت بخشتے ہوئے مزید کرم فرمایا اور ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ گھر جا کر اللہ کریم کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا "اے عدی تم کِس چیز سے بھاگ رہے ہو۔ کیا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے سے بھاگ رہے ہو؟ اگر ایسا ہے تو بتاؤ کیا تمہیں اللہ کے سوا کِسی اور معبود کا علم ہے؟" عدی بن حاتم نے جواب دیا نہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے عدی کیا تم اس لئے بھاگ رہے ہو کہ اللہ اکبر نہیں کہنا چاہتے اگر ایسا ہے تو بتاؤ اللہ سے بڑی کسی چیز کو جانتے ہو؟" عدی بن حاتم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تو مُسلمان ہو چکا ہوں۔ یہ سُن کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دَمک اٹھا۔ آپ نے عدی کو ایک انصاری کے ہاں ٹھہرنے کا حکم دیا اور یوں عدی

بن حاتم صبح وشام بارگاہِ رسالت میں حاضری دیتے رہے۔ عدی بن حاتم کے قبولِ اسلام کا مفصل حال انشاء اللہ دسویں سال کے ''تذکرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین'' میں آئے گا۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین

(از: طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 354)

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 205)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 540)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 432 وغیرہ)

واقعہ ایلاء 9ھ ہجری

لفظ ایلاء نہایت اہم فقہی لفظ ہے۔ جس کے معنیٰ مفصل بیان کیا جانا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں ہم پہلے ایلاء کے لغوی معنیٰ اور اسکی تشریح بیان کر رہے ہیں تاکہ کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔ عام ایلاء اور جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایلاء کے بارے میں فرمایا ہے اس میں فرق کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں۔

لفظِ ایلاء کی تشریح

ایلاء کے لغوی معنیٰ قسم اٹھانے کے ہیں۔ اہل فقہ کے نزدیک ایلاء کا مطلب وتشریح یہ ہے کہ اگر ایک مرد قسم اٹھالے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے نزدیک نہیں جائے گا تو یہ ایلاء ہے۔ قرآن کریم میں اسکے بارے میں یوں حکم ہے کہ آدمی چار ماہ کا عرصہ نہ اپنی بیوی سے تعرض کرے اور نہ ہی اس سے قربت کرے۔ ارشاد ہوا: سورۃ البقرآیت 226

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

(ترجمہ) ''اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

چار ماہ میں اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ اگر میں تم سے قربت کروں تو میرا غلام آزاد ہوگا اور اگر ان چار ماہ میں قربت نہ کی اور یہ عرصہ گزر گیا تو عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (80ھ تا 150ھ) اور ان کے معاصرین وحضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر علمائے دین کا بھی یہی مسلک ہے۔ دیگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس عمل سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ البتہ مرد کو قید کرلیا جائے گا اور یوں اس سے جبراً رجوع کرایا جائے گا۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ مرد کفارہ ادا کرے اگر ایسا نہیں کرسکتا تو پھر عورت کو طلاق

دے دے۔ اگر مرد طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوتو اس سے زبردستی طلاق دلوائی جائے گی اور یوں عورت کو مرد سے جُدا کر دیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

یہاں جو ایلاء زیرِ بحث ہے جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اختیار فرمایا تھا اسکی قسم یہ تھی کہ ایک ماہ کے عرصے تک ان سے مجامعت نہ کی جائے۔ اس ایلاء کا سبب ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تکلیف پہنچی تھی جس کے نتیجہ میں آپ نے قسم فرمائی کہ ایک ماہ تک ازواج کے پاس تشریف نہیں لے جائیں گے تا کہ ان کو احساس ہو جائے اور یوں وہ اپنے عمل پر پریشان ہو کر آیندہ کے لئے احتیاط برتیں۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے۔ کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جنس لطیف ہونے کی وجہ سے زیب وزینت اور ناز ونعمت کو مرغوب رکھتی تھیں۔ اس میں کسی قسم کا شک وشُبہ نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت اور کرم خاص کی وجہ سے ازواج اس لطیف جنس سے بے نیاز اور ابنائے جنس سے ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ مگر پھر بھی یہ لطیف جنس کُچھ حد تک بشریت کی وجہ سے بالکل ختم نہیں ہوسکتی تھی۔ پھر اس زمانہ میں اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں مالِ غنیمت کے آجانے سے ان کے دِلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس مال میں سے تھوڑا سا حصّہ بھی ان کو مِل جائے تو وہ ان کے آرام وسکون کے لئے کافی ہوگا۔

تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں بڑے بڑے اونچے گھرانوں کی صاحب ثروت ازواج شامل تھیں۔ جن میں رئیس قریش کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رئیس اعظم، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لختِ جگر سیّدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی شخصیات شامل تھیں۔

واقعہ ایلاء کے سلسلے میں ارباب سیر نے کئی قول نقل کئے ہیں جن کی تفصیل رقم کی جارہی ہے۔ واقعہ ایلاء کی بنیاد یا تو یہ تینوں واقعے ہیں یا ان میں سے ایک اکثر اربابِ سیر یہی تحریر کرتے ہیں کہ یہ تمام واقعات کیوں کہ ایک ہی زمانے میں یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوئے اس لئے ایلاء ان واقعات کے بعد ہوا۔ چند صاحبِ سیران واقعات میں سے کسی ایک واقعہ کو وجہ بتاتے ہیں یہاں تک کہ جس نے اپنی ذاتی تحقیق کی اسی واقعہ کو ایلاء کا موجب قرار دیا ہے جبکہ جمہور کا خیال یہ ہے کہ ان تین واقعات کے نتیجہ میں واقعہ ایلاء ظہور میں آیا۔ بہر حال ہم یہاں وہ تمام واقعات عرض کررہے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بعض ازواج کے پاس مقررہ وقت سے زیادہ دیر تشریف فرما رہے ہیں۔ جن میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرِ فہرست تھیں اور آپ نے یہ عمل مبارک چند بار سرانجام دیا۔ ایسا کرنے کی

وجہ یہ تھی کہ کہیں سے حضرت زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شہد آ گیا جو انہوں نے سنبھال کر رکھ لیا۔ جس روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقررہ باری پر ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں شہد پیش فرماتیں۔ شہد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت ہی مرغوب تھا آپ نے شہد نوش فرمایا اور یوں وقتِ مقررہ سے کچھ دیر ہوگئی۔ دوسری طرف دیگر ازواج میں سے جسکی باری تھی اسکو تشویش ہوئی کہ حضور علیہ السلام نے آج دیر کیوں فرمائی ہے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آپ نے شہد نوش فرمایا اور یوں حضرت زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں کچھ دیر ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس امر پر رشک آیا انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یا تمہارے گھر میں جب تشریف لائیں تو ہم کہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے دہن اقدس سے مغافیر کی بو آ رہی ہے (مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جسکی گوند سے بُو آتی ہے مگر شہد کی مکھی اس پھول کا رس چوس کر شہد میں شامل کرتی ہے۔) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کی زبانی جب یہ بات سُنی تو ارشاد فرمایا کہ ''میں نے آج سے شہد اپنے اُوپر حرام قرار دیا'' اس پر قرآن کریم میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ سورۃ تحریم آیت 1:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

ترجمہ: ''اے نبی آپ اپنی ازواج کی خوشی کے لئے اُسے کیوں حرام قرار دیتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''

دوسرا قول یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر پر نہیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا اور اُن سے کچھ خدمت لی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب یہ عِلم ہوا تو انہوں نے رشک کی وجہ سے رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دلجوئی کے لئے اُن سے ایک بات ارشاد فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''یہ راز کی بات میرے اور تمہارے درمیان ہے کسی اور کو یہ راز کی بات نہ کہنا'' حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کردی۔ اس سلسلے میں بارگاہ خداوند قدوس سے یہ خطاب نازل ہوا۔ سورۃ تحریم آیت 3

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا ۗ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

ترجمہ: ''اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات ارشاد فرمائی اور پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی۔ اللہ نے نبی (علیہ السّلام) کو اسکی خبر کر دی تو نبی (علیہ السّلام) نے اس کا کچھ حصّہ ان کو بتلا دیا اور کچھ حصّہ چھوڑ دیا۔ پھر جب اُن سے کہا تو اس نے پوچھا کہ آپ کو کِس نے یہ خبر دی۔ نبی (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ خبر والے (علیم وخبیر) نے یہ خبر دی ہے''

تیسرا قول یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ نے باہمی صلاح مشورے سے توسیع نفقہ کا تقاضا کیا اس تقاضا میں نفقہ اور لباس طلب کرنا شامل تھا۔ تمام ازواج اس تقاضا میں شریک تھیں۔ جس وقت یہ تقاضا کیا گیا اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عِلم مبارک میں یہ بات بھی آئی کہ جن جن چیزوں کا تقاضا کیا گیا ہے ان میں سے کچھ اشیاء ایسی بھی تھیں جو موجود نہ تھیں یہاں یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب معاملات میں مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا تھا وہ معاملات خاص تھے مگر نفقہ کی توسیع کے تقاضا میں سب ازواج شامل تھیں۔ بہرحال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قلب مبارک اس چیز سے بھی رنجیدہ ہوا اور یوں آپ کے سکون میں اس قدر خلل اندازی کا موجب بنا کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے نہیں ملیں گے۔ آپ نے ایک بالائی حجرہ مبارک میں قیام فرمایا۔ رباح نامی ایک حبشی غلام کو حجرے کے دروازے پر متعین فرما دیا تاکہ کِسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس عمل مبارک کے بعد سارے مدینہ منورہ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپ علیہ السلام نے تمام ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ یہ خبر سُن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے گئے اور یوں صحابہ کی اچھی خاصی تعداد صحن مسجد نبوی میں غمزدہ و پریشان اکٹھی ہوگئی۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ ایلاء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ ''میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے آکر یہ خبر سُنائی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ میں یہ خبر سنتے ہی مسجد نبوی کی طرف لپکا وہاں جا کر دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی خاصی تعداد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دروازہ مبارک پر بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دربانِ رسالت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا حجرہ مبارک میں جا کر رحمتِ عالم نور مجسم راحتِ جاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے میرے لئے اجازت طلب کرو۔ رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری بات سُن کر اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہنے لگا میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آپ کی خاطر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی مگر سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہ ہی اجازت دی ہے اور نہ کوئی جواب ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت حاصل کرنے کی غرض سے چند بار اندر بھیجا مگر اجازت نہ ملی۔ آخر جب کوئی چارہ نہ رہا تو میں نے رباح رضی اللہ تعاولیٰ عنہ سے باآواز بلند کہا

اے رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاؤ اور میری حاضری کی اجازت طلب کرو شاید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال مبارک ہو کہ میں اپنی بیٹی کی سفارش کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز میرا خیال نہیں ہے۔ بلکہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حکم فرمائیں تو میں ابھی جا کر اپنی بیٹی کا سر قلم کر دوں۔ اور حضور علیہ السلام کے اس حکم مبارک سے سرمو انحراف نہ کروں۔ میں نے یہ الفاظ کہے اور واپسی کیلئے چلا کہ اچانک رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سُنائی دی وہ مجھے بُلا کر کہہ رہا تھا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آ جاؤ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حاضری کی اجازت عطا فرما دی ہے۔ یہ خوشخبری سُن کر میں فوراً ہی حجرہ مبارک میں داخل ہو کر حاضرِ خدمت ہوا۔''

''خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہیں میں نے کسی کو طلاق نہیں دی ہے'' یہ خوشخبری و مژدہ جاں فزا سُن کر میں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔ بالا خانے سے باہر آ کر میں نے یہ خوشخبری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو سنائی جس کو سُن کر ان کے دِلوں کو قرار آیا''

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''قریش کے لوگ اپنی عورتوں کو ہر حال میں اپنے قابو میں رکھتے تھے اور ان پر غالب تھے۔ مگر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرتے ہی دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں۔ انصار کی عورتوں کا یہ انداز زندگی دیکھ کر قریش کی عورتوں نے بھی یہی رویہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ مزید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹ دیا مگر اس نے فوراً ہی مجھے پلٹ کر ایسا جواب دیا۔ بیوی کی اس غیر متوقع حرکت کو دیکھ کر میں نے اُسے کہا میری بات کا الٹ کر جواب دیتی ہو۔ اس نے کہا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کیا چیز ہو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ان کو جواب ہی نہیں دیتیں بلکہ دن بھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روٹھی رہتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بیوی کی یہ بات سُن کر میں نے کہا یہ تو غضب ہو گیا کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن ایسا فعل کرتی ہیں۔ میں فوراً اٹھا اور اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ کیا تم واقعی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دن بھر روٹھی رہتی ہو۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میرے سامنے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اس پر میں نے کہا تمہیں اس بات کا عِلم نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی اصل میں خدا کی ناراضگی ہے۔ خدا کی قسم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا خیال فرماتے ہیں ورنہ تمہیں طلاق دے چکے ہوتے۔ اسکے بعد میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور ان سے بھی تصدیق کے بعد یہی شکایتی جُملے کہے۔ جنہیں سُن کر وہ بولیں اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم ہمارے ہر معاملہ میں دخل دینے لگے ہو یہاں تک کہ اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی

ازواج کے سلسلے میں بھی دخل اندازی شروع کر دی ہے۔ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب سُن کر خاموش ہو گیا اور وہاں سے اُٹھ کر واپس آ گیا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اسی دن رات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ میرے پڑوسی انصاری نے میرے گھر کا دروازہ بڑے زور سے کھٹکھٹایا میں یہ زوردار آواز سُن کر جلدی سے اٹھا اور دروازہ کھول کر پڑوسی سے دریافت کیا خیریت تو ہے اس قدر زور سے رات کو دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ غضب ہو گیا یہ سُن کر میں نے پوچھا کیا کِسی دشمن نے مدینہ منورّہ پر حملہ کر دیا ہے کہنے لگا نہیں بلکہ اس سے بھر بڑھ کر واقعہ ہو گیا ہے۔ میں نے دریافت کیا جلد بتاؤ کیا ہوا ہے۔ انصاری نے جواب دیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی ازواج (رضوان اللہ تعالیٰ عنہن) کو طلاق دے دی ہے۔ میں فجر کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوا اور فجر کی نماز رحمتِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیچھے ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بالا خانہ میں تنہا جا کر بیٹھ گئے۔ میں مسجد سے سیدھا اپنی بیٹی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر بیٹی سے کہا میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے اُٹھ کر مسجد نبوی میں واپس آ گیا صحابہ کرام کی اکثریت مسجدِ نبوی میں بیٹھی رو رہی تھی۔ میں کچھ دیر اُن کے ساتھ بیٹھا رہا مگر طبیعت میں بے چینی اسقدر تھی کہ زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا اٹھا اور بالا خانہ کے قریب جا کر دروازے پر موجود خادم رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اندر جا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے میری حاضری کی اجازت طلب کرو۔ خادم خاص رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آ کر مجھے بتایا کہ میں نے آپ کے لئے عرض کر دیا ہے مگر سرکار علیہ السّلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ سُن کر میں دوبارہ مسجد نبوی میں آ گیا مگر کسی پل چین وقرار نہیں آتا تھا دوبارہ پھر اٹھا اور رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کہا پھر جاؤ اور میرے لئے اجازت طلب کرو۔ وہ دوبارہ گیا مگر اجازت نہ مِلی۔ آخر کار میں سخت بے چینی کی حالت میں دروازے کے قریب گیا اور بآواز بلند پکار کر کہا اے رباح میرے لئے پھر اجازت طلب کر شاید رحمتِ عالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہیں یہ خیال فرما رہے ہوں کہ میں اپنی بیٹی کی سفارش کے لئے حاضر ہوا ہوں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے اپنی بیٹی حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی گردن قلم کرنے کا بھی حکم فرما دیں تو میں بخدا اس حکم کی فوری تعمیل میں حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی گردن ماردوں گا اور ایسا کرنے میں کِسی قسم کی غفلت یا حکم عدولی نہیں کروں گا۔ یہ سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرما دی۔''

حضرت عمر فاروق ارشاد فرماتے ہیں کہ ''حجرہ شریف میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ مالکِ کائنات تاجدار عرب وعجم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک کھردری چارپائی یا چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم اطہر پر چٹائی و چارپائی کے بان کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ سر مبارک کے نیچے کھجور کے پتوں کا تکیہ ہے ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں

جبکہ کونے میں کسی جانور کی کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ دیوار پر ایک طرف گوشت کے چند ناپختہ ٹکڑے لٹک رہے تھے۔ اس صُورتِ حال کو دیکھ کر میرا سینہ تنگ ہوگیا اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میری یہ حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا ''اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیوں رو رہے ہو'' میں نے عرض کیا اے آقا و مولا (علیہ السلام) میرے لئے اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا مقام ہوگا کہ قیصر و کسریٰ تو زندگی کے بھرپور مزے لوٹیں ہر آرام و آسائش ان کو حاصل ہو اور آپ علیہ السلام پیغمبر خدا اور کائنات کے مالک ہو کر ایسی زندگی بسر کریں کہ جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ چکے ہوں۔ سرکار دو عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ سُن کر اُٹھ بیٹھے اور ارشاد فرمایا ''اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ تو دُنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے صرف اس فانی دُنیا کو ہی حاصل کر سکیں گے جبکہ ہمیں اللہ کریم آخرت کی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا''۔ یہ ارشاد نبوی سُن کر حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینان و سکون حاصل ہوا''

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''نہیں'' یہ خوشخبری سُن کر میں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اجازت لے کر مسجد نبوی میں تشریف فرما تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو یہ خوشخبری سُنائی۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔ قبیلہ خزرج) فرماتے ہیں کہ ''ایک روز سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کیلئے آپ کے گھر تشریف لائے دروازے پر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اکٹھے دیکھا جو کہ حاضری کی اجازت کے طالب تھے مگر اجازت حاصل نہ کر سکے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رباح کے ہاتھ اجازت ملاقات طلب کی الحمدللہ ان کو حاضری کی اجازت مل گئی وہ اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد سیّدنا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور حاضری کی اجازت چاہی ان کو بھی اجازت مل گئی اور وہ بھی اندر تشریف لے گئے۔ اندر جا کر دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہایت غم و اضطراب کی کیفیت میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کیفیت کے بارے میں عرض کیا جواب میں رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میری ازواج مُجھ سے نفقہ مانگتی ہیں اور ایسی چیز حاصل کرنے کے بارے میں سوال کرتی ہیں جو موجود نہیں ہے'' یہ سُن کر حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش اگر میری بیوی خارجہ کی بیٹی مجھ سے نفقہ مانگتی تو میں اُٹھ کر اسکی گردن پر ضرب مارتا۔ یہ بات سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسّم فرمایا۔

''حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ میں ہم اپنی عورتوں پر غالب تھے مگر جب ہم مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کی عورتیں اپنے شوہروں پر غالب ہیں۔ مدینہ کی

عورتوں کو دیکھ کر ہماری عورتوں نے بھی ان کی پیروی شروع کر دی ہے ایک روز میں نے اپنی بیوی کے ساتھ بلند آواز میں گفتگو کی اُس نے وہی بات اتنی ہی بلند آواز میں واپس مجھے کہہ دی۔ مجھے بیوی کی یہ حرکت بہت بُری لگی یہ دیکھ کر بیوی کہنے لگی آپ مجھے بُرا کیوں خیال کرتے ہو جبکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ایک روایت کے مطابق تمہاری اپنی بیٹی حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح بات کر لیتی ہے اور ناراض ہو کر دن بھر گزار دیتی ہے۔ یہ سُن کر میں نے کہا حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زیاں کاری کی مرتکب ہوتی ہے جس سے یہ ناپسندیدہ فعل سرزد ہوتا ہے۔''

مذکورہ واقعہ پڑھ کر یہ بات کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ واقعہ ایلاء کا باعث اور ملامت کی وجہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا آپ علیہ السلام سے نفقہ طلب کرنا اور ایسی چیز کا حُصول تھا جو کہ موجود نہ تھی۔ پس اس لئے آپ علیہ السلام نے ازواج سے ایک ماہ کی مدّت تک علیحدگی رکھی۔ یاد رہے وہ مہینہ تیس روز کی بجائے انتیس روز کا تھا۔ چونکہ یہ دن پُورے ہو چکے تھے اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت گاہ سے باہر تشریف لائے اور عام باریابی کی اجازت عطا فرمائی۔ مسجد نبوی سے اٹھ کر سب سے پہلے آپ سیّدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ میں ایک ماہ تک اپنی ازواج سے نہیں ملوں گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ عرصہ رات کو ستارے گِن گِن کر بسر کیا ہے اور میرے شمار میں صرف انتیس دِن ہوئے ہیں۔'' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مہینہ کبھی انتیس دِن کا بھی ہوتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مذکورہ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جن دنوں ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن نے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا تھا ان دنوں نفقہ دینے میں تنگی درپیش تھی اِس لئے یہ مطالبہ ملال کا سبب بنا۔ اسی سلسلہ میں قرآن کریم میں آیت تخییر نازل ہوئی ارشاد ہوا: سورۃ الاحزاب آیات 28،29

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال ومتاع (دنیوی) دیدوں اور تم کو اچھی طرح سے رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اسکے رسول کو اور عالمِ آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے۔''

ان آیاتِ کریمہ کے مطابق اللہ کریم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو باخبر فرمادیں کہ وہ ان دونوں چیزوں میں سے جو چیز پسند کریں ان کو دے دی جائے یعنی دنیا اور آخرت۔ اگر دنیا کو پسند کریں تو فرمادیں آؤ میں تمہیں بہترین رخصتی جوڑے دیکر نہایت ہی عزّت و احترام کے ساتھ رخصت کردوں لیکن اگر ازواج مطہرات اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور ابدی زندگی کو پسند کریں تو ان کو بتادیں کہ ایسی نیکی کرنے والیوں کے لئے بہت ہی بڑا اجر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے لئے رکھا ہوا ہے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد جس جس زوجہ محترمہ نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو اختیار کیا اور اس بات پر قائم و ثابت قدم رہیں ان کیلئے اجر عظیم کا وعدہ پُورا ہوا اور جس نے دنیا کی زندگی طلب کی وہ ذلیل و خوار ہوئی اس کے لئے نہ دین رہا اور نہ ہی اسکو دنیا کی زندگی راس آئی۔

کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ ایک عورت ایسی تھی جس نے آخرت کو اختیار کرنے کی بجائے دنیا کو اختیار کیا تھا لہٰذا وہ نکال دی گئی بعد میں کسی نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ کھجور کی گُٹھلیاں چنتی پھرتی تھی۔ اور ان گٹھلیوں کو اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتی تھی۔ اس عورت سے پُوچھا گیا کہ تم کون ہو اور تمہاری یہ حالت کس طرح ہوگئی۔ عورت نے جواب دیا:

"انا الشقية الّتى اخرت الدّنيا"

ترجمہ: "میں وہ شقی اور بدقسمت عورت ہوں جس نے آخرت کی بجائے دنیا کو اختیار کیا تھا۔"

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے پہلے سیّدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو نازل ہونے والی آیت مبارکہ کے بارے میں آگاہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت کے بارے میں آگاہ ہوتے ہی فوراً جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو اختیار کرتی ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا" اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جواب دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کرلو اور وہ جو جواب دیں اُسکے مطابق عمل کرنا" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے والدین سے کوئی مشورہ نہیں کرنا اور نہ ہی اس سلسلے میں اُن سے مشورہ کرنے کی کوئی حاجت ہے میں تو اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو ہی اختیار کرتی ہوں۔ اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دُوسری تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو اس آیت مبارکہ کے نزول کے بارے میں آگاہ فرمایا جواب میں سب نے دُنیا کی بجائے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اختیار کیا۔

یہاں ایک نہایت ہی اہم نکتہ کی وضاحت کردینا اشد ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو پڑھنے والے کو ان ظاہری واقعات سے دھوکہ لگ سکتا ہے کہ مذکورہ تمام واقعات جو کہ الگ الگ وقت میں پیش آئے یہ ثابت کرتے ہیں

کہ شاید سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ ناراضگی اور ناگواری سے پیش آیا کرتے تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے جنکی پیش آنیوالے حالات تصدیق بھی کرتے ہیں کہ یہ تینوں واقعے ایک ہی زمانے میں پیش آئے اور یہ سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ بخاری شریف میں سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ اسکے ثبوت میں پیش کرنا کافی ہے۔ یہ حدیث کافی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے جس میں واضح طور پر اس بات کی تشریح موجود ہے کہ شہد کا واقعہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا راز فاش کردینا و آیت تخییر کا نازل ہونا سب ایک ہی واقعہ کی کڑیاں ہیں۔

(از: قرآن کریم سورۂ تحریم 1 سورۂ احزاب، آیات 28،29)
(احادیث صحیح بخاری شریف تفسیر سورۂ تحریم کتاب الطلاق، صحیح مسلم شریف باب النکاح)
(ابوداؤد، الامام یعلی, نسائی شریف باب الغیر ۃ)
(فتح الباری جلد 9 صفحہ 250)
(عمدۃ القاری جلد 9 صفحہ 226)
(فتح الباری تفسیر سورۂ تحریم) (روضۃ الاحباب)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 547 تا 543) وغیرہ

غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنگسار کیا جانا

اسی سال ایک عورت غامدیہ سبعیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سنگسار کا واقعہ پیش آیا۔ غامدیہ کی نسبت غامد سے ہے جو کہ غامد قبیلے کا باپ تھا ورنہ اصل میں عورت کا نام سبعیہ تھا۔

یہ عورت سرکار مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے زنا کا اقرار کرتے ہوئے درخواست کی کہ مجھ پر شرعی حد قائم کر کے مجھے ہمیشہ کیلئے پاک فرمادیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ ہمیشہ دوسروں کی عیب پوشی فرمایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اس عورت کی بات سُن کر تغافل فرمایا۔ مگر وہ عورت بار بار شرعی حد کا تقاضہ کر رہی تھی گویا وہ اقامت حد کے بغیر راضی ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس عورت نے بار بار عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری دِلی شدید خواہش یہی ہے کہ مجھ پر حد قائم فرما کر مجھے گناہ سے پاک کردیا جائے۔ مگر رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حد قائم کرنے سے توقف فرما رہے تھے۔

وہ عورت زنا کی وجہ سے حاملہ ہو چکی تھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تک وضع حمل نہ ہوجائے تم صبر کرو کیونکہ تمہارے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بے گناہ ہے اگر تمہیں اس حالت میں سنگسار کی سزادِی

گئی۔ جس کے نتیجہ میں تمہاری موت یقینی ہے تو یہ تمہارا بچہ بے گناہ مارا جائے گا اس لئے جاؤ اور انتظار کرو"۔ وہ عورت چلی گئی اور کچھ عرصہ کے بعد جب بچہ پیدا ہو گیا تو پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ مجھ پر حد قائم فرمائیں۔ قربان جائیں آقا مولا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشاد فرمایا "جاؤ ابھی تمہارا بچہ چھوٹا ہے اگر اس حالت میں سنگسار کر دیا گیا تو بچے کی نگہداشت و پرورش کون کرے گا" محفل میں سے ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس بچے کی رضاعت مَیں اپنے ذِمہ لیتا ہوں۔ مگر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے عورت بچے کو لے جاؤ اور اسکو دودھ پلاؤ تاوقتیکہ رضاعت کا وقت مکمل ہو جائے" وہ عورت یہ حکم مبارک سُن کر بچے کو ہمراہ لے کر چلی گئی تا کہ بچے کی رضاعت کا وقت پُورا کر سکے۔

رضاعت کا وقت پورا ہونے کے بعد وہ عورت بچے کو ہمراہ لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اس وقت بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا بھی پکڑوایا ہوا تھا۔ اُس نے خدمتِ اقدس میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھ پر حد قائم فرمائیں اب میں نے بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ روٹی کھالیتا ہے۔ عورت کی بات سُن کر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کوئی توجہ نہ فرمائی مگر وہ برابر حد قائم کرنے کے لئے بضد رہی۔ آخر اُسکی متواتر تکرار کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کے لئے رجم کا حکم صادر فرمایا۔ اس عورت کو سینہ تک زمین میں گاڑ دیا گیا اور یوں وہ سنگسار کی گئی۔

سیرت نگار اس سنگسار کے واقعہ کو تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پتھر مارنے والوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے ایک پتھر اس عورت کے سر پر مارا جس کے نتیجہ میں سر سے نکلنے والے خون کے چھینٹے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر گر گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو گالی دی اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس عوت کو گالی مت دو۔ خدا کی قسم اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کوئی ظلم و زیادتی کی مدد سے خراج اور عُشر لوگوں سے وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول ہو جائے اور وہ بخشا جائے جبکہ اس مقابلے میں اس کا گناہ زیادہ بڑا اور خراب ہے"

سنگسار کیا جانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس عورت کو زمین سے باہر نکالنے کا حکم فرمایا۔ اسکی نماز جنازہ پڑھی اور پھر اسکو دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ آتے ہیں: "ثُمَّ أَمَرَ فَصُلِّیَ عَلَیْهَا" مذکورہ الفاظ حدیث مجہول اور معروف دونوں طریقوں پڑھے جاتے ہیں۔

اگر حدیث مبارکہ کے الفاظ مجہول طریقے سے پڑھے جائیں تو ان کا مطلب یہ ہوگا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو یہ حکم فرمایا کہ اس عورت کو زمین سے باہر نکالنے کے بعد اسکی نماز جنازہ پڑھیں اور یُوں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود بھی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

شرعی مسئلہ

یہاں ایک شرعی مسئلہ عرض کر دینا بھی موقع کی مناسبت سے اشد ضروری ہے۔ مدیون کی نماز جنازہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پڑھائی، مدیون سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرض لیا اور زندگی میں اسکو واپس ادا نہ کیا ہو۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرض دار اگر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے قرض واپس نہ کر سکا ہو تو الگ بات ہے لیکن اگر کسی شرعی مجبوری کے بغیر اس نے قرض واپس نہ کیا تو اسکی نماز جنازہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا نہیں فرمائی۔ ظاہر ہے صادقین ائمہ اور بزرگانِ دین کے لئے بھی ایسا ہی کرنا لازمی ہے۔

جس شخص نے خودکشی کی اسکی نماز جنازہ ہی نہیں ہوتی۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خودکشی کرے تو حاکم وقت یا بادشاہ جو بھی حکمران ہو وہ خود ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھائے اور نہ ہی پڑھے بلکہ عوام الناس میں سے کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دے۔

حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا جانا

اسی سال حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی سنگسار کیا گیا۔ یہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک اسلمی ایک دُوسرے صحابی حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کر لیا۔ جب حضرت ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس واقعہ کا عِلم ہوا تو انہوں نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ اس معاملے کو تم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں جا کر بیان کرو اور دیکھو آپ علیہ السلام کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا حال عرض کرنے کے بعد درخواست کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے پاک فرما دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''تم پر افسوس ہے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی مغفرت مانگو اور صدقِ دل سے توبہ کرو'' حکم مبارک سُن کر وہ خدمتِ اقدس سے چلے گئے مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے پاک فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میں تجھے کس چیز سے پاک کر دوں'' آپ علیہ السلام کے اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مجمل طور پر یہ عِلم تھا کہ اس شخص سے کوئی خطاء سرزد ہوئی ہے۔ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے زنا اور اسکی ناپاکی سے پاک فرما دیں۔ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سُن کر تاجدار عرب وعجم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا رُخ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوم کر پھر رخِ انور کے سامنے آگئے اور وہی عرض کی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پھر اپنا رُخِ انور دوسری طرف پھیر لیا ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس جانب ہو گئے اور اپنی

عرض دوبارہ پیش کی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''یہ شخص دیوانہ ہے یا پاگل جو بار بار ایک بات کی تکرار کر رہا ہے'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا اس شخص نے شراب پی رکھی ہے کہ نشے ومستی میں ایسی بات کا تکرار کر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ایک صحابی اٹھے اور اس شخص کا منہ سونگھا تاکہ اگر اس نے شراب پی رکھی ہو تو بدبو سے اندازہ ہو سکے مگر ان کو کسی قسم کی بو محسوس نہ ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا اس شخص کے منہ سے کسی قسم کی بو نہیں آرہی اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ہوسکتا ہے اس نے کسی عورت کا صرف بوسہ ہی لیا ہو۔ یا اُسے اپنے ساتھ لگایا ہو اُسے صرف اپنے ساتھ سلایا ہی ہو یا اسکے ساتھ صرف مذاق ہی کیا ہو اور اُن میں سے کسی ایک فعل کو جو اس سے سرزد ہوا زنا خیال کرتا ہو'' اسکے بعد اس شخص کو خدمتِ اقدس میں طلب فرمایا اور ارشاد ہوا ''اے شخص اگر تو ماعز کے زنا کا واقعہ ظاہر نہ کرتا بلکہ پردہ پوشی یعنی ستاری سے کام لیتا تو یہ اَمر تیرے حق میں بہتر ہوتا''۔

حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار دفعہ اپنے زنا کا اقرار کیا جس کے نتیجہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں رجم وسنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں مخصوص مقام سنگستان میں لا کر سنگسار کیا گیا۔ لوگوں نے جب ان کو پتھر مارنا شروع کئے تو سخت تکلیف کو برداشت نہ کر سکے مرنے کے قریب تھے کہ وہ وہاں سے بھاگ نکلے تاکہ اس سخت ترین تکلیف سے خود کو بچا سکیں۔ اتفاقاً ایک شخص کے ہاتھ میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی اس نے وہ ہڈی زور سے ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ماری جس کی ضرب سے وہ زمین پر گر گئے اور پھر لوگوں نے پتھروں کی شدید بارش کر دی جس کے نتیجہ میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو گئے۔

لوگوں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سارا واقعہ گوش گزار کیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سارا واقعہ سُن کر ارشاد فرمایا ''تم لوگوں نے اس کو جب وہ بھاگ رہا تھا چھوڑ کیوں نہ دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتا اور اسکی وہ توبہ قبول ہو جاتی۔ اور یوں اللہ تعالیٰ اس پر اپنا لطف وکرم فرماتا'' اسکے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں استغفار کی اور ارشاد فرمایا ''بے شک اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اسکی توبہ کو ساری اُمّت محمدیہ پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ توبہ سب کے لئے کافی ہو''۔

یہاں شرعی اعتبار سے لفظ توبہ کی تشریح کر دینا بھی ضروری ہے کیونکہ اکثر پڑھنے والوں کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو حدِ زنا جاری کی گئی تھی پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو لفظ توبہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اقامتِ حد کا نام ہی توبہ رکھا کیوں کہ اس کے ذریعے طہارت، برأت اور خلاصی حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ توبہ کرنے سے بھی تو یہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

یادرہے اصل میں توبہ قتل نفس کا حکم رکھتی ہے اور یہاں حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبہ قتل نفس ہی کیا ہے جس کے نتیجہ میں اپنی جان دے دی اور یوں اس سے بڑھ کر قتل نفس کا ادا کیا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔ لفظ توبہ کی تشریح کے بعد مغفرت حاصل کر چکے تھے تو پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے استغفار کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استغفار کرنا اصل میں ان کے حق میں مغفرت کی زیادتی اور درجات میں بلندی کے لئے تھا۔ پھر جس کے لئے خود تاجدار عرب وعجم فخر کائنات رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغفرت کی دُعا فرمائیں۔ اس کے بلندی درجات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اللہ کریم موت کے وقت ہر سچے مُسلمان کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت اور رحیمی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(از: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، صحیح مُسلم شریف، طبری، ابن ابی شیبہ)

(سُنن ابوداؤد، روضۃ الاحباب، مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 548) وغیرہ

سریہ عکاشہ بن محصن اسدی بسوئے قبیلہ عذرہ (9 ہجری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الآخر 9 ہجری میں حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حرثان بن قیس بن کثیر اسدی) کو قبیلہ عُذرہ اور بَلّی کی طرف سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ وہی حضرت عکاشہ بن محصن ہیں جن کو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی ٹہنی عطا فرمادی وہ عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں لوہے کی چمکتی ہوئی تلوار بن گئی۔ اس تلوار کا نام ''عون'' یعنی ''مدد'' تھا۔ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر حساب جنت میں داخلے کی خوشخبری سنائی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارتداد کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں طلیحہ بن خویلد اسدی (کذاب) جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف لڑتے ہوئے بزاخہ کے مقام پر 12 ہجری میں شہید ہو گئے۔

قبیلہ بَلّی ظہور اسلام سے پہلے ہندوستان کے ساتھ گرم مسالوں کی تجارت کیا کرتا تھا اور غزوۂ موتہ میں قبیلہ بَلّی کے دستے ہرقل کی فوج میں شامل تھے یہ قحطانی قبیلہ بلی بن عمرو بن الحافی سے نسبت رکھتا ہے اس کی بستیاں مدینہ منورہ اور وادی القریٰ۔ بحیرہ احمر کے ساحل پر اور عزان تک بَلّی آباد تھے۔ عذرہ کا قحطانی قبیلہ قبیلہ قضاعہ کی شاخ اور عذرہ بن سعد بن ہذیم بن زید بن لیث بن اسود بن اسلم بن الحافی بن قضاعہ سے نسبت رکھتا تھا۔ بنوعذرہ کا ایک وفد صفر 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی اور اسلام قبول کیا۔

غزوہ تبوک رجب 9 ہجری (640 عیسوی)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ طائف سے واپسی پر ماہ ذی الحجہ سے رجب تک کا عرصہ مدینہ

منورہ میں ہی بسر فرمایا۔ ماہِ رجب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ رومیوں کے ساتھ جنگ کیلئے سفر کی تیاری کریں تا کہ رُومیوں کو ان کے اپنے گھر میں ہی جا کر ایسا سبق دیا جائے کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور حملے کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں یہ واقعہ نہایت ہی اہم اور فوجی اعتبار سے بہت بڑا تھا، جس میں تیس ہزار مجاہدین نے حصّہ لیا۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے اس مقام کو تاریخِ عرب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ تبوک مدینہ منورہ سے دمشق کے نصف راستے پر ہے اور مدینہ منورہ سے تقریباً 600 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اس طرح اس مقام کی مسافت چودہ منزل ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے تبوک کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ ایک قلعہ کا نام ہے۔ مشہور کتاب عرب قاموس میں بھی تبوک کو ایک قلعہ ہی لکھا ہے کچھ اصحاب سیر کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک ایسا علاقہ ہے، جس کو تاریخ عرب میں تبوک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس علاقے میں ایک چشمہ موجود ہے جس کو تبوک کہتے ہیں۔ اسلامی لشکر کی آخری منزل چونکہ یہی چشمہ تھا جہاں لشکر اسلام خیمہ زن ہوا اسلئے اس کا نام ہی غزوہ تبوک مشہور ہوا۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لئے صحیح مُسلم شریف کی یہ حدیث ہی پیش کر دینا کافی ہے، جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''تبوک کا چشمہ ہماری آخری حد ہے''۔ بعض کتب سیر میں اس کا نام غزوہ فاضحہ بھی لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس غزوہ میں منافق بڑے ہی ذلیل و رسوا ہوئے تھے جسکی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ فاضحہ کہا گیا اس غزوہ میں اہل حق کو بڑی ہی سخت مشقت برداشت کرنا پڑی۔ بھوک و پیاس کا اس قدر غلبہ رہا، جس کی مثال سیرت مبارکہ میں پیش آنے والے کسی اور غزوہ میں نہیں ملتی۔ سفر نہایت ہی سخت دراز اور موسم گرم ترین تھا۔ جبکہ دوسری طرف دشمن کا لشکر نہایت ہی شان و شوکت اور سامانِ حرب اور سواریوں کی تعدا سے لیس تھا۔ مُسلمانوں کے پاس سامانِ حرب اور سواریوں کی شدید کمی تھی۔ اس بات کا اندازہ ایسے لگایا جا سکتا ہے کہ اٹھارہ (18) مجاہدین باری باری ایک سواری پر سفر کرنے کے بعد مقام تبوک تک پہنچے۔ اہلِ حق کے پاس زادِ راہ اور دیگر اسباب سفر و جنگ بہت ہی تھوڑے تھے ان تمام وجوہات کی بنا پر اس غزوہ کو غزوۃ العُسرت اور جیش عُسرت بھی کہا جاتا ہے۔ غزوۂ تبوک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیات مبارکہ کا آخری غزوہ تھا۔ اس غزوہ کے بعد اطراف عالم اسلام کی سنہری شعاعوں سے پُر نور ہو گیا۔

غزوۂ تبوک کا سبب

تاریخِ اسلام اور سیرتِ نبوی کو پڑھنے کے بعد یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ فتح مکہ حق و باطل کے درمیان آخری فیصلہ کن معرکہ تھا جس کے نتیجہ میں اہلِ عرب اور اطراف میں بسنے والوں کیلئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت میں کسی قسم کا کوئی شک باقی نہیں رہ گیا تھا۔ نتیجہ کے طور پر اہل عرب کے حالات ایک دم تبدیل

ہو چکے تھے۔

مخلوق خدا جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو کر کفر کی تاریکیوں سے آزادی حاصل کر رہے تھے۔ اس بات کا اندازہ اہلِ عرب کے ان وفود کی دربارِ رسالت میں کثیر حاضری سے لگایا جا سکتا ہے۔ اہلِ عرب کے وفود کی آمد اور قبولِ اسلام کے بارے میں ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں۔

مُسلمانوں کی اس تیز رفتار کامیابی کو دیکھتے ہوئے سلطنتِ روم کو شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے رومیوں نے مُسلمانوں کے ساتھ کسی وجہ کے بغیر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ رومیوں کی حکومت ساز وسامان اور نفری کے اعتبار سے اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ اس طاقت نے مُسلمانوں کی کامیابی دیکھ کر اپنا رُخ مدینہ منورہ کی طرف پھیر دیا تا کہ مُسلمانوں کی طاقت کو عرب میں ہی ختم کر دیا جائے۔ اس بات کے ثبوت میں شرجیل بن عمرو غسانی کے ہاتھوں سفیر اسلام حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر ازدی کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے جنہیں حاکم (گورنر) شام (بصرہ) نے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجاہدین کا لشکر دے کر موتہ پر حملہ کا حکم فرمایا تھا۔ اس طرح مجاہدین نے رومیوں کے لشکر کے ساتھ ایک خوفناک جنگ لڑی گو اس جنگ میں رومیوں کو قرار واقعی سزا تو نہ مل سکی بہر حال اس کا نتیجہ یہ ضرور نکلا کہ اطرافِ عرب کے باشندوں پر مُسلمانوں کا رعب و دبدبہ بیٹھ گیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ مُسلمان حق پر ہیں اسی لئے تو انہوں نے روم جیسی عظیم قوت سے ٹکر لے لی ہے جنگِ موتہ کا حال تفصیلاً گزر چکا ہے یہاں تو محض غزوہ تبوک کے اسباب میں سے ایک سبب تحریر کرتے ہوئے۔ مذکورہ حالات لکھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے چند سطور تحریر کی ہیں۔

مکتوباتِ نبوی میں ہم یہ بات تحریر کر چکے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہرقل شاہِ روم کو بھی دعوت حق کا ایک نامہ مبارک ارسال کیا تھا جسکو سُن کر اس نے دینِ اسلام کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا تھا مگر دنیا کی حکمرانی اور اسکے اہل دربار نے ہرقل کو ایسا نہ کرنے دیا اور یوں وہ بدستور عیسائیت پر ہی قائم رہا جس کا ثبوت ہرقل کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے فوج اور ساز وسامان فراہم کرنا اور حملہ کا حکم دینا پیش کیا جا سکتا ہے۔ قیصر رُوم دُور بیٹھا مسلمانوں کی روز بروز ترقی اور قبائلِ عرب کے اندر پیدا ہونیوالی آزادی جوان کو اسلام قبول کرنے کی شکل میں حاصل ہوئی تھی۔ ان کے جذبات اور ترقی کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تمام چیزیں اسکی ذات اور اُسکی حکومت کے لئے زبردست خطرہ بن سکتی تھیں۔ دوسرا مُلک شام کے ساتھ ملتی ہوئی عرب کی سرحدیں بھی اہل حق سے محفوظ نہ تھیں۔ ان تمام وجوہات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہرقل نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی اس طاقت کو پہلے ہی کُچل دیا جائے ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ طاقت اسکی اپنی تباہی و بربادی کا سبب بن جائے۔

مذکورہ وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے قیصر رُوم نے جنگ موتہ کے صرف ایک سال بعد ہی رُومی باشندوں

اور اپنے ماتحت عربوں جن میں غسانی خاندان سرفہرست تھا اور جو شام میں حکومت کر رہے تھے فوج کی فراہمی کا حکم دے دیا۔ اس طرح اہلِ غسان مسلمانوں کے ساتھ ایک خون ریز جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ادھر نصارائے عرب (عرب میں بسنے والے عیسائی) نے ہرقل شاہِ رُوم کو لکھ بھیجا کہ مُسلمانوں کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا وصال ہوگیا ہے لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں۔ عرب پر حملہ کرنے کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئیگا۔ قیصر نے یہ خبر ملتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا اور چالیس ہزار رومیوں کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 434)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 630)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 455)
(زرقانی جلد 3 صفحہ 72)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 28)
(مجمع الزوائد جلد 6 صفحہ 191) وغیرہ
(مواہب للدنیہ، مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 551)

غسّانیوں اور اہلِ رُوم کی تیاریوں کی خبریں

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے وہاں پے در پے یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ غسّانی اہلِ روم کے ساتھ مل کر عرب پر حملہ آور ہونے کی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ مُسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔ دشمن کی تیاریوں کی ان خبروں نے اہلِ حق کو چوکس اور چوکنا بنا دیا تھا وہ ہر وقت دُشمن کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملے کی توقع رکھتے تھے۔ مُسلمانوں کے کان کِسی بھی غیر محتاط آواز کو سُن کر کھڑے ہو جاتے اور وہ خیال کرتے کہ کہیں رومیوں نے حملہ تو نہیں کر دیا۔ مُسلمانوں کو رومیوں کی طرف سے حملے کا ہر وقت شدید خطرہ رہتا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصای ساتھی عوالی مدینہ میں رہتے تھے ہم ایک دوسرے کے پڑوسی تھے ہم ہر وقت رومیوں کی طرف سے حملے کے پیشِ نظر چوکس رہتے ایک روز اچانک میرے انصاری ساتھی نے میرا دروازہ زور زور سے پیٹنا شروع کر دیا اور کہنے لگا کھولو کھولو میں نے دروازہ کھولا اور اس سے پُوچھا کیا غسانی آ گئے۔ اس نے جواب دیا نہیں اس سے بھی بُری بات ہوگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے یہاں صرف رومیوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ بیان کرنا مقصود تھا جس کے لئے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا غسّانی آ گئے جبکہ

مذکورہ تفصیل واقعہ ایلاء کے باب میں گزر چکی ہے۔

(از: بخاری شریف جلد 2 صفحہ 730)

مذکورہ واقعہ سے حالات کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو غسانی اور رومیوں کی طرف سے مُسلمانوں کے پیش نظر تھی۔ انہی ایام میں شام کے نبطی سوداگروں کا ایک قافلہ زیتون کا تیل لے کر مدینہ منورہ آیا یہ سوداگر اکثر زیتون کا تیل فروخت کرنے کے لئے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے مُسلمانوں کو خبر دی کہ ہرقل نے رومیوں اور غسانیوں کو ملا کر ایک لشکر جرار تیار کیا ہے۔ یہ لشکر ہر قسم کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر مدینہ منورہ پر حملے کی غرض سے روانہ ہو چکا ہے لشکر کا مقدمہ الجیش (ہراول دستہ) مقام بلقاء تک پہنچ گیا ہے۔ ہرقل نے لشکریوں کو سال بھر کی تنخواہ قبل از وقت دے دی ہے اور حکم دیا ہے کہ مُسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔

(از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 119)

رُومیوں کی طرف سے مُسلمانوں کو ہر وقت حملے کا خطرہ رہتا جسکی وَجہ سے فضاء میں کچھ کھچاؤ سا پیدا ہو گیا تھا۔ اس ماحول میں منافقین کی ان ریشہ دوانیوں نے مزید اضافہ کر دیا تھا۔ رومیوں کی تیاریوں کے بارے میں لوگ اچھی طرح دیکھ چکے تھے اور خوب جانتے تھے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام کائنات ارض پر بسنے والی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے بلکہ جو جو رکاوٹیں اور مشکلات سامنے آئیں ان کو بڑے احسن طریقے سے عبور فرما لیتے ہیں ہر رکاوٹ کو آپ علیہ السلام نے پاش پاش کر دیا ہے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود یہ منافقین اس امید پر زندہ تھے کہ اگر کوئی موقع ہمارے ہاتھ لگ گیا تو ہم نعوذ باللہ اہلِ حق کو ختم کر دیں گے رومیوں کے اس لشکر کی آمد کی خبر سُن کر وہ پُر امید ہو گئے اور اپنی کارروائیوں کو تیز کر دیا۔ مسلمانوں کے خلاف اپنی ان سازشوں کو تیار کرنے اور سر جوڑ کر صلاح و مشورہ کرنے کیلئے انہوں نے جس مقام کا انتخاب کیا وہاں ایک مسجد تعمیر کر دی جس کو مسجد ضرار کا نام دیا گیا پھر ان منافقین نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے گذارش کی کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھا دیں ایسا کرنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مُسلمانوں کو فریب دے کر اس مسجد کو اللہ کا گھر ظاہر کیا جائے اور یوں ان کو اپنی سازشوں کے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ مل جائے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس مسجد میں نماز کی امامت کو مؤخر فرما دیا کیونکہ آپ جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اس طرح منافقین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور اللہ کریم نے ان کی اس سازش کا پردہ چاک کر دیا غزوہ تبوک سے واپسی پر اللہ کے حکم سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس مسجد ضرار کو منہدم کروا دیا اور یوں منافقین دین و دنیا کی نظر میں ذلیل و خوار ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قطعی جنگی فیصلہ

غزوہ حنین سے واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ غسّانی اور رُومیوں کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں کے بارے متواتر خبریں آرہی تھیں جن کو سماعت فرمانے کے بعد سارے حالات کا وقعت نظر سے مطالعہ فرمارہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ بات بڑی اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر اس موقعہ پر غسانی اور رومیوں کے ساتھ نبرد آزمائی نہ کی گئی اور ان لوگوں کو زبردستی عرب کے علاقے میں گھسنے سے نہ روکا گیا تو اسلام کی دعوت اور مسلمانوں پر اس کا بہت برا اثر پڑیگا۔ اطراف عرب اور قلب میں اغیار پر جو مُسلمانوں کا رعب و دبدبہ بیٹھ چکا ہے اور غزوہ حنین کی شکل میں کفار عرب کے جگر میں جو خنجر اپنا کام کر چکا ہے۔ جس کے نتیجہ میں جاہلیت آخری سانس لے رہی ہے دوبارہ زندہ ہو کر بہت بڑی مشکل و دشواری کا موجب بن جائے گی۔ دُوسرا مشرکین عرب و منافقین ابو عامر کے ذریعے رُومی حکومت سے رابطہ قائم کئے ہوئے کسی مناسب وقت کا انتظار کر رہے ہیں جنگ کی صورت میں جب مُسلمان رومیوں سے برسرِ پیکار ہوں گے تو یہ گروہ پیچھے سے اہل حق کی پشت میں خنجر گھونپ دیں گے۔ اس طرح مسلمانوں کی سالوں سے سخت جان لیوا اسلامی نشر و اشاعت کی کوششیں بے کار جائیں گی اور یوں برسوں کی تمام کامیابیاں ناکامی میں بدل جائیں گی۔ ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حتمی فیصلہ فرمایا کہ رومیوں اور غسانیوں کو عرب کے علاقے میں داخل ہی نہیں ہونے دیا جائے گا بلکہ مسلمان خود آگے بڑھ کر دشمن کے علاقے میں گھس جائیں اور اسکی زمین پر فیصلہ کن معرکہ لڑا جائے گو اس وقت سخت ترین گرمی اور مُسلمانوں کی مالی حالت بھی بڑی نازک تھی مگر ان دشواریوں کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے فیصلہ کا اعلان فرمادیا اور اہلِ حق کو اس فیصلہ کن معرکہ میں حصّہ لینے کی دعوت عام دی۔

غسّانی و رُومیوں کے ساتھ جنگی تیاری کا حکم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رومیوں کے ساتھ ان کی سرزمین پر جنگ کرنے کا حتمی فیصلہ فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ رومیوں کے ساتھ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں نیز صحابہ کرام کو یہ حکم بھی فرمایا کہ اطراف کے قبائل اور اہلِ مکہ کے پاس جا کر جس جوان کا اس قبیلے ساتھ تعلق ہے اس حوالے سے مجاہدین اور سامان حرب اکٹھا کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دستور تھا کہ جب دشمن کے ساتھ جنگ کی غرض سے مدینہ منورہ سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوتے تو کسی اور سمت کا رُخ فرماتے تاکہ دشمن کو معلوم ہی نہ ہو سکے کہ لشکرِ اسلام کس راستے سے حملہ آور ہو گا مگر اس طرزِ عمل سے دشمن کو غلط فہمی میں ڈال کر فائدہ اٹھانا مقصود ہوتا تھا۔ ہر غزوہ سے پہلے صرف اشارہ و کنایہ سے ہی کام لیتے مگر اس دفعہ اپنی عادت کریمہ کے برعکس جنگ کی تیاری کا حکم فرما کر ساتھیوں کو نہ صرف راستے کے بارے میں ارشاد فرمایا بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ "اس دفعہ ہم غسّانی اور رومیوں کے ساتھ ان کی سرزمین پر

ہی فیصلہ کن معرکہ لڑیں گے'' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پہلے ہی معرکہ کی اس لئے نشاندہی فرمادی تھی تا کہ وہ خوب اچھی طرح تیاری کر سکیں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سخت ترین گرم دن دور دراز کا سفر اور دیگر مشکلات کی وجہ سے مجاہدین کو تیاری کا پورا پورا موقعہ دینا ضروری تھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی اہمیت کے بارے میں کھول کر بیان کیا اور سب مجاہدین سے عمومی اور صاحبِ ثروت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے خصوصی طور پر ارشاد فرمایا کہ ''غزوہ میں حصہ لینے والے مجاہدین اور سامان حرب پر خرچ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں'' صدقہ وخیرات کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اللہ کی راہ میں دِل کھول کر خرچ کرنے والوں کو اجرعظیم کی خوشخبری سُنائی۔ قربان جائیں ان مخلص جاں نثارانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ اس قدر قحط سالی، گرمی کی تیزی وشدت اور اس مالی تنگدستی کے باوجود اپنے گھروں سے جو کچھ بھی لا سکتے تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ یہی وہ غلامانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جن کے لئے کہا جاتا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ان میں سے کچھ ایسے خوش قسمت بھی تھے جن کو دُنیا میں فرمادیا گیا کہ ''تم جنتی ہو تمہارا جنّت میں بہترین مقام ہے جہاں تم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہو گے''۔

غزوۂ تبوک میں مُسلمانوں نے جو مالی قربانی کا عملی نمونہ پیش کیا اس کی مثال نہ تو تاریخِ عالم میں پہلے تھی نہ ہے اور نہ ہی قیامت تک ایسی مثال پیدا ہوسکتی ہے۔

غزوہ کے لئے اہلِ ایمان کی مالی وجانی قُربانی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تو ہر ایک اپنی طاقت کے مطابق مال لایا اور خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرو تا کہ تم بے پناہ اجر کے حق دار ٹھہرو یہ حکم سُن کر میں نے اپنے دِل میں گمان کیا کہ اس موقع پر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا۔ میرے پاس اب کافی مال ہے اس میں سے نصف بال بچّوں کے لئے چھوڑا اور نصف مال لا کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھر کیا چھوڑ آئے ہو'' میں نے عرض کی آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور باقی آدھا مال حاضر خدمت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تجھے اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا'' اس کے بعد سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور اپنا مال پیشِ خدمت کیا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوبکر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو عرض کی ''اَذْ خَرْتُ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ''گھر میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں''۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جذبہ اور عمل دیکھ کر مجھے یقین کامل ہو گیا کہ جاں نثاری و مالی قربانی میں کوئی شخص بھی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اصحابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر سارے جاں نثار اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مالی نذرانے لے کر حاضرِ خدمت ہوئے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس جذبے اور قربانی کا عملی ثبوت دیا تاریخ عالم اسکی مثال پیش ہی نہیں کر سکتی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب اُن سے دریافت کیا کہ ''اے صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھر کیا چھوڑ آئے ہو'' جواب میں عرض کیا گھر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو چھوڑ آیا ہوں

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جسم پر اونٹ کے بالوں سے تیار شدہ لباس سجا رکھا تھا اور بٹنوں (بوتام) کی جگہ کانٹے استعمال کیے ہوئے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوشخبری سُنا دیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ لباس اس قدر پسند آیا ہے کہ تمام فرشتوں کو حکم فرما دیا ہے کہ وہ یار غار کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے آج یہی لباس پہنیں۔ (سبحان اللہ کیا بات شان صدیقی کی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خوشخبری جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔ آنسوؤں سے ساری داڑھی تر ہو گئی (سُبحان اللہ) یہ روایت جس طرح ہمیں کتب سیر سے ملی نقل کر دی۔ (واللہ اعلم)

اس موقعہ پر اہل حق نے صدقہ خیرات میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی عملی مثالیں پیش فرمائیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک رات جب چاند اپنی پوری چاندنی سے عالم کو منور کئے ہوئے تھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحن میں بستر مبارک پر دراز تھے سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے قریب تشریف رکھتی تھیں فرماتی ہیں:

''رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سر مبارک میری گود میں تھا اس وقت میں نے خدمتِ اقدس میں گذارش کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا کوئی ایسا خوش قسمت بھی ہے جس کی نیکیاں اس قدر ہوں جتنے آسمان پر یہ ستارے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ہاں ایسا شخص ہے اور وہ عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ مگر عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ تمام نیکیاں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک نیکی کے برابر ہیں''

ایسا فرمانے سے مراد یہ تھی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیاں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں سے بہت زیادہ ہیں۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ حدیث شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کے بارے میں جو ارشاد فرمایا

گیا کہ یہ نیکیاں ان کو کثرت سے نماز پڑھنے زکوٰۃ دینے یا زیادہ روزے رکھنے کی وجہ سے میسر آئیں ہر گز نہیں بلکہ یہ فضیلت یہ شرف ان کو اس خیر کے بدلہ میں جو اُن کے دِل میں ہر وقت موجزن رہتی اور صدق و اخلاص اور معرفت آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وجہ سے نصیب ہوا۔

سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارت کی غرض سے ایک قافلہ تیار کیا ہوا تھا۔ جو ملک شام کی طرف روانہ ہونے والا تھا جیسے ہی ان کو یہ خبر مِلی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلان جہاد کے ساتھ مالی جہاد کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قافلے کی روانگی روک دی اور یوں دوسو اونٹ جن پر سامانِ تجارت لدا ہوا تھا اور ساتھ ہی دوسو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلوگرام) چاندی بھی لاکر دربارِ رسالت میں حاضر کر دی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درجات میں بلندی کی دُعا دی اور فرمایا مجاہدین کے لئے مزید ساز و سامان رسد اور سواریوں کی ضرورت ہے اس دفعہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید ایک سو اونٹ پالان اور کجاووں سمیت خدمتِ اقدس میں حاضر کر دیئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس سے لشکریوں کی ضرورت پوری فرمائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اَرْضِ عَنْ عُثْمَانِ فَاِنِّی عَنْہُ رَاضٍ.''

''اے میرے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا میں ان سے راضی ہوں۔''

لشکرِ اسلام کو مزید سامان کی ضرورت تھی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار (جو کہ تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونے کے سکّے تھے) لاکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آغوش مبارک میں ڈال دیئے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان سکوں کو الٹتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے ''آج کے بعد عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو کام کرے گا وہ اُسے کبھی بھی نقصان نہیں دے گا۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے خدا روزِ قیامت عثمان پر سے حساب اٹھادے۔'' حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر لشکرِ اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ اور سات سو گھوڑے برائے سواری حاضرِ خدمت کئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آستین میں ایک ہزار دینار لائے اور لشکرِ اسلام کی ضروریات پُوری کرنے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پیش کئے تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان دیناروں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ان کو الٹ پلٹ رہے تھے پھر ارشاد فرمایا:

''آج کے بعد عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو کچھ کرے گا وہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا عُثْمَانُ مَا اَسْرَرْتَ وَمَا اَعْلَنْتَ"

"اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم عیاں اور پوشیدہ طور پر جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ نے تم کو وہ سب کچھ بخش دیا۔"

اِس فرمان میں عفو و درگزر کی طرف بشارت ہے یعنی آیندہ اگر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی گناہ یا غلطی کریں گے وہ سب کچھ ان کو معاف ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ جس کو مقبولیت درگاہِ نبوی میسر ہو جائے۔ خداوند کریم اور اسکے برحق آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رضا مندی اور بارگاہِ قبولیت مِل جائے اسکے حق میں بخشش انشاء اللہ ضروری و پوری ہو کر رہے گی۔

ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ ابوعوانہ نے ہم سے حصین بن عبدالرحمٰن، عمرو بن جادان اور احنف بن قیس سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن وقاص و حضرت علی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے کہتے ہوئے سُنا کہ:

"میں آپ لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ سرکارِ مدینہ سُرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ جس نے جیش العسرۃ کو تیار کیا اللہ تعالیٰ اسکو بخش دے گا۔"

میں نے اُس جیش کو مکمل تیار کیا یہاں تک کہ نکیل اور اونٹ کے زانوں کو باندھنے والی رسی بھی فراہم کی۔ ان حضرات نے جواب میں کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (زہری) رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس (29 1/2) کلو گرام) چاندی لیکر آئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسکو قبول فرماتے ہوئے بلندی درجات کی دُعا فرمائی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالِ کثیر لے کر آئے۔ حضرت طلحہ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی کافی مال خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوے وسق کھجوریں لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان کے علاوہ حضرت عقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صاع کھجوریں لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے ساری رات پانی کھینچنے کی سخت ترین محنت کے بعد مزدوری میں دو صاع کھجوریں حاصل کی تھیں جن میں سے ایک صاع آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر کر دی ہیں جبکہ ایک صاع کھجوریں اپنے بال بچوں کے لئے گھر رکھ آیا ہوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان ایک صاع کھجوروں کو کل مال کے اوپر رکھدیا اور دُعائے خیر فرمائی۔ اسکے علاوہ عورتوں نے اپنے ہار، بالیاں، انگوٹھیاں۔ پازیب اور باز و بند غرض جس کے پاس جو کچھ بھی تھا حاضر خدمت کر دیا اس موقعہ پر اہل ایمان نے صدق دِل سے اپنی اپنی طاقت کے مطابق

مال پیش کیا۔ کسی ایک نے بھی بخل یا کنجوسی سے کام نہ لیا۔ ہاں البتہ منافقین ایسے نامراد ضرور رہ گئے جو مسلمانوں کے خلوص پر فقرے چست کرتے اور طرح طرح کی باتیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک دو صاع کھجوریں دے کر یہ لوگ قیصر کی عظیم سلطنت فتح کرنے اٹھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ براءۃ نازل فرمائی جس میں فرمایا: سورۃ توبہ آیت 41،42

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ ''ہلکے اور بوجھل ہو کر نکلو اور راہِ خدا میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرو۔ اگر تمہیں علم ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر فائدہ ملنے والا اور سفر میانہ ہوتا تو ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن مشقت کا سفر انہیں بہت دور معلوم ہوا اور عنقریب اللہ کی قسمیں اٹھائیں گے کہ اگر ہمیں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ وہ لوگ خود کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

(از: سورہ براۃ، سورہ توبہ آیات 41،42)

(جامع ترمذی مناقب حضرت عثمان جلد 2 صفحہ 211)

(سنن نسائی مناقب حضرت عثمان)

(ابن ہشام جلد 2، طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 119)

(زرقانی جلد 3 صفحہ 64، زرقانی جلد 3 صفحہ 65،66)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 30،31)

(مواہب للدنیہ مناقب حضرت عثمان)

(مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 554،555،556) وغیرہ

جدّ ابن قیس کا منافقانہ جواب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلان جہاد فرما کر تیاریوں میں مصروف تھے۔ تیاری کے دوران ہی رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قبیلہ بنی سلمہ کے ایک شخص جدا بن قیس سے کہا "اے جدّ کیا بنوالاصفر یعنی زرد فام لوگوں (رُومیوں کو سفید رنگت کی وجہ سے زرد فام لوگ کہا جاتا تھا) سے جنگ اور مقابلہ کرنے کے لئے یہ سال تمہارے واسطے مناسب ہے" جدّ ابن قیس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشادِ گرامی کے جواب میں کہا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ مجھے اس آزمائش و مقابلہ میں نہ ڈالیں کیونکہ خدا کی قسم میری ساری قوم کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں پر فریفتہ ہونے والا کوئی نہیں مجھے سخت اندیشہ ہے کہ جب میں بنوالاصفر یعنی زرد رنگ والی عورتوں کو دیکھوں گا تو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں حسین و جمیل عورتوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہوں۔ اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔"

جدّ ابن قیس کا یہ جواب سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "میری طرف سے تمہیں اجازت ہے" اور یوں جدا بن قیس سے اعراض فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی جدا بن قیس کے بارے میں قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی۔ سورۃ التوبہ آیت 49

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: "اور ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں مجھے اجازت دے دیجئے اور آزمائش میں نہ ڈالئے کیوں نہ وہ آزمائش میں پڑے اور جہنّم کافروں کو قطعی طور پر چاروں طرف سے گھیرنے والی ہے۔"

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ بنی الاصفر یا بنوالاصفر روم کا نام ہے۔ کیونکہ ان کے جدّ اعلیٰ کا نام روم بن عیص بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام ہے۔ جو زرد رنگ کا تھا کہتے ہیں کہ اس روم بن عیص نے بادشاہ حبشہ کی بیٹی سے نکاح کیا تھا جس سے سفید اور سیاہی کے درمیان زرد رنگ کی اولاد پیدا ہوئی۔

جدا بن قیس نے بظاہر بنوالاصفر یعنی زرد رنگت والی عورتوں کی آزمائش میں پڑنے کا اندیشہ ظاہر کیا کہ میں عورتوں کا رسیا ہونے کی وجہ سے کہیں فتنے میں نہ پڑ جاؤں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تخلف کر کے رغبت نفس کی وجہ سے وہ جس آزمائش میں پڑا وہ تو اس سے بھی بڑی آزمائش تھی جس سے بظاہر وہ خود کو بچانے کا بہانہ کر رہا تھا۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ التوبہ آیت 49

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

ترجمہ:۔ "سُن لو وہ فتنہ ہی میں پڑے اور بے شک جہنّم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔"

منافقین نے اس غزوہ کے بارے میں جو جو موشگافیاں کیں جو جو بہانے تراشے ان کی وجہ سے دردناک

عذاب ان کا مقدر بن گیا اور وہ دین و دنیا میں ذلیل ورسوا ہو گئے۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 631)

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 215) وغیرہ

معذوری کی بناء پر پیچھے رہنے والے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رومیوں کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اس اعلان کو سُنتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رومیوں کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ قبیلے اور برادریاں اطراف سے مدینہ منورہ میں اترنا شروع ہو گئیں سوائے ان لوگوں کے جو منافقین تھے اور دِلوں میں اسلام کیخلاف بغض لئے ہوئے تھے۔ ہاں البتہ تین صحابہ اور بعض روایات میں آتا ہے ان کی تعداد سات تھی، پکے سچے مُسلمان ہونے کے باوجود اس غزوہ میں شرکت نہ کر سکے یہ لوگ مستثنٰی تھے کیونکہ حاجتمند اور فاقہ کش ہونے کی وجہ سے یہ لوگ سفر کے لئے سواریوں کا بندوبست نہ کر سکے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا ہمیں سواریاں عطا فرمائیں تا کہ ہم بھی لشکر کے ساتھ شامل ہو کر شریکِ جہاد ہو سکیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کو جو جواب فرمایا اور قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئیں ان کا مفصل بیان کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسماء گرامی بھی یہاں درج کر دیئے جائیں تا کہ تمام علمی معلومات پوری ہو سکیں۔

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتا ہے کہ انصار کے وہ سات آدمی یہ تھے (1) بنی عمرو بن عوف میں سے حضرت سالم بن عمیر، (2) اخو بنی حارثہ سے حضرت علبہ بن زید، (3) بنی مازن ابن نجار کے اخو حضرت ابولیلٰی عبدالرحمٰن بن کعب، (4) بنی سلمہ کے اخو حضرت عمرو بن الہمام بن الجموع اور (5) حضرت عبداللہ بن المغفل مزنی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اکثریت اصحابِ سیران مسلمانوں کی تعداد تین بتاتی ہے یعنی حضرت عبداللہ بن مقعل کی بجائے حضرت عبداللہ بن عمرو المزنی، (6) حضرت ھرمی بن عبداللہ اخو بنی واقف اور (7) حضرت عرباض بن ساریہ فزاری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے آقائے دو جہاں علیہ السلام ہم پیادہ ہیں سواریوں سے محروم ہیں آپ مہربانی فرما کر ہمارے لئے سواری کا بندوبست فرمادیں تا کہ ہم ان پر سوار ہو کر لشکرِ اسلام کے ہمراہ جہاد میں شرکت کر سکیں۔ ان لوگوں نے ایسے درد اور خلوص سے روتے ہوئے گذارش کی۔ جسکو سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان پر رحم آ گیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "میں تمہارے لئے سواریوں کا بندوبست ضرور کرتا مگر اس وقت میرے پاس سواری کی قِسم کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی صدقے میں سے بچا ہوا کوئی مال میرے پاس ہے" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین جو ضرورتمند تھے یہ جواب سُن کر بڑے مایوس وغمزدہ اور روتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ اس جماعت کو گروہ بکائین کہا جاتا ہے۔ ان کے حق میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔ سورۃ التوبہ آیت 92
ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: ''اور ان لوگوں کے لئے مواخذہ نہیں ہے جو تمہارے پاس آئیں کہ ان کو تم سواری مہیا کرو۔ تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس تمہیں سوار کرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے تو وہ اس طرح واپس جائیں کہ آنسوان کی آنکھوں سے بہہ رہے ہوں بوجہ غم کے اور کہہ رہے ہوں افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔''

ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابن یامین بن عمیر بن کعب نضری، ابو لیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب اور عبداللہ بن مغفل سے ملا اس نے دیکھا کہ وہ دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم رو رہے ہیں۔ اس نے دونوں سے پوچھا دوستو تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے دونوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمیں سواریوں کی ضرورت ہے تا کہ لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر دشمن کے ساتھ جہاد کر سکیں مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیں سواریاں دینے سے معذرت خواہ ہیں۔ یہ سن کر ابن یامین بن عمیر بن کعب نضری نے انہیں اپنا ذاتی اونٹ دے دیا اور ساتھ ہی راستے کے لئے توشہ کے طور پر کھجوریں بھی دیں پس اس طرح وہ دونوں لشکرِ اسلام کیساتھ شامل ہو کر جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔

انسان العیون میں علامہ علی بن برہان الدین حلبی روایت کرتے ہیں کہ ان سات میں سے دو کے لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری کا انتظام کیا اور تین کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواری فراہم کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ان تین کا انتظام اس پورے لشکر کی تیاری کے علاوہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر چکے تھے۔ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ ابن ربیع مسلمانوں میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی عذر کے غزوۂ تبوک میں شرکت سے گریز کیا اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جن پر اسلام کے سلسلے میں کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔

کُتب سیر میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے ساتھی اشعریوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں بھیجا تا کہ میں ان لوگوں کیلئے جہاد میں شرکت کی خاطر سواری کا سوال کروں کیونکہ وہ لوگ تنگدستی اور غربت کی وجہ سے سواری کا بندوبست کرنے کے قابل نہ تھے۔ میں دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے

میرے ساتھیوں نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ ان کے لئے کوئی سواری مہیا فرما دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واللہ میں تمہارے ساتھیوں کے لئے سواری کا بندوبست نہیں کر سکتا'' میں وہاں سے غم گیر حال میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا اور ان کو اطلاع دی کہ سواری کا بندوبست نہیں ہو سکا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میرا سواری طلب کرنے کا سوال سماعت فرمانے کے بعد اس بات کو ناپسند نہ فرمایا ہو میرے اس سوال سے حضور علیہ السلام دلگیری محسوس نہ فرماتے ہوں۔ اور مجھ سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ مجھے دربار اقدس سے الگ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے ہوئے دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دیتے ہوئے سُنا وہ کہہ رہے تھے عبداللہ بن قیس کہاں ہیں (عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی تھا) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کے جواب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں یہاں ہُوں وہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے طلب فرمایا ہے۔ یہ سُن کر میں فوراً رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے ارشاد فرمایا ''یہ سامنے کھڑے ہوئے چھ اونٹ لے لو اور ان کو جا کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دو'' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ اونٹ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرید لئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ اونٹ لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان میں تقسیم کر دیئے۔ میں خود سخت شرمسار اور پریشان تھا کہ میں نے یونہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پریشان کیا اور حضور علیہ السلام نے اونٹ نہ دینے پر قسم بھی اٹھائی اور اب اونٹ دیکر قسم بھی توڑ دی ہے۔ یہ عجیب بات واقع ہو گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عِلمِ نبوّت سے میری اس پریشانی کو جان لیا مجھے طلب کیا اور فرمایا ''خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کو سوار کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اگر میں کسی بات کے لئے قسم اٹھا لوں اور بعد میں یہ دیکھوں کہ قسم کو توڑ دینے میں فلاح و بہتری ہے تو میں قسم کو توڑ دوں اور اس کا کفارہ ادا کر دوں اس لئے میں نے ایسا کیا ہے اور اس میں بہتری ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مُسلم شریف میں حضرت ابوکریب اور حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث یُوں بیان کی ہے۔ یہ دونوں حضرات ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان شُدہ روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں اشعریوں کی ایک جماعت کے ہمراہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا ہمیں سواری عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''قسم بخدا میں تم لوگوں کو سواری نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں ہے'' کچھ دیر کے بعد خدمتِ اقدس میں صدقے کے اونٹ حاضر کئے گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چھ

نگی کوہانوں والے اونٹ ہمیں عطا فرمائے۔ ہم لوگوں نے کہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں اپنی قسم کا تاوان عطا فرمایا ہے اس لئے خُدا کی قسم اس سواری میں ہمارے لئے برکت نہیں ہوگی۔ ہم لوگ واپس خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ساری بات عرض کی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہماری بات سُن کر فرمایا ''میں نے تم لوگوں کو یہ سواری نہیں دی بلکہ یہ تو اللہ نے تمہیں سواری دی ہے''۔ پھر ارشاد فرمایا ''بخدا میں انشاء اللہ قسم نہیں اٹھاؤں گا اور اگر کوئی بات مجھے اس سے بہتر نظر آئے تو میں اُسے اختیار کرلوں گا اور یوں قسم کا کفارہ ادا کردوں گا''

(از: صحیح بخاری شریف باب غزوہ تبوک)
(صحیح مُسلم شریف باب غزوہ تبوک)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 437)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 455)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 34، 35)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 557)
(زرقانی جلد 3 صفحہ 66)

عُتبہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ

حضرت عتبہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے ایک صحابی تھے وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے پاس کوئی مال نہیں ہے کہ خدمتِ اقدس میں پیش کرسکوں۔ اس لئے میں اپنی آبرو کو جو کہ میری متاعِ عزیز ہے لوگوں کے لئے حلال کرتا ہوں۔ لوگ میرے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں میری طرف سے ان کو سب کچھ معاف ہوگا۔ لوگ جس طرح کی خدمت مجھ سے لینا چاہیں لے سکتے ہیں جیسی امداد چاہیں مجھے حکم کریں میں ہر وقت حاضر ہوں۔ میں کسی سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس صدقہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا ہے''۔ قربان جائیں عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر قربان ہونے والے ایسے جاں نثاروں پر جو جان، مال، اولاد سب کچھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم مبارک پر قربان کر دیتے تھے۔ اور بدلہ میں اللہ کریم ان لوگوں کی عزّت وعظمت، جان ومال کو قبول کرتے ہوئے اس میں مزید ترقی فرماتا ہے دُعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین

(از: مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 556)

سازش گاہ کو نذرِ آتش کرنے کا حکم

سویلم یہودی مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھا اس نے اپنے گھر کو اہل حق کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب غزوہ تبوک میں شرکت کے لئے مُسلمانوں کو جہاد کا حکم فرمایا تو اس سازش گاہ کی سازشی حرکات میں بہت تیزی آ گئی۔ تمام منافقین سویلم یہودی کے گھر اکٹھے ہوکر مسلمانوں کو جنگ سے ڈرانے اور بددل کرنے کے لئے لائحہ عمل تیار کرتے اور پھر مسلمانوں کو لائحہ کار کے مطابق غزوہ میں شرکت کرنے سے روکتے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب سویلم کے گھر تیار ہونیوالی سازشوں کی اطلاع مِلی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ اس سازش گاہ کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ''اس سازشیوں کے مرکز کو سازشیوں سمیت جلا کر خاک کر دیں''۔ سویلم یُہودی کا گھر مقام جاسوم کے قریب تھا۔ حسبِ حکم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی) چند دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مقام سازش پر پہنچے اور اس گھر کو سازشیوں سمیت نذر آتش کر دیا۔

ضحاک ابن خلیفہ بھی سازشیوں کے اس گروہ میں شامل تھا اس نے جب دیکھا کہ گھر کو آگ لگا دی گئی ہے تو وہ فوراً گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں سے نیچے کود پڑا۔ ایسا کرنے کے نتیجہ میں اسکی ٹانگ ٹوٹ گئی اسی طرح اس کے دیگر ساتھی بھی چھت پر چڑھ کر نیچے کود پڑے اور یوں وہ سب لوگ اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ بعد میں ضحاک نے اس واقعہ کے بارے میں چند اشعار بھی کہے جو کہ یہاں قارئین کی علمی دلچسپی کے لئے اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

كَادَتْ وَبَيْتِ اللهِ نَارُ مُحَمَّدٍ
يَسِيطُ بِهَا الضَّحَّاکُ وَ ابْنُ اُبَيْرِقِ
وَ ظَلْتُ وَ قَدْ طَبَّقْتُ لِبْسَ سُوَيْلِمِ
اَنُوْءُ عَلٰى رِجْلِى كَسِيْرًا وَ مِرْفَقِى

ترجمہ: ''بیت اللہ کی قسم قریب تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے حکم سے لگائی ہوئی آگ سے ضحاک اور ابن ابیرق جل کر خاک ہو جائے۔ میں سویلم کے چھوٹے سے گھر کے اُوپر چڑھا اور میں ایسا ہو گرا کہ اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اور کہنی پر اٹھتا ہوں۔''

اس کے بعد مزید شعر میں یُوں کہتا ہے۔

سَلام" عَلَیْکُمْ لا اَعُوْدُ لِمِثْلِهَا

اَخَافُ وَمَنْ تَشْتَمِلْ بِهِ النَّارُ یُحْرَقُ

ترجمہ: "تم لوگوں کو سلام۔ میں اب لوٹ کر کبھی نہیں آؤں گا۔ اس جیسی آگ سے میں ڈرتا ہوں اور جسکو یہ آگ لگ جائے گی وہ اس آگ سے جل کر خاک ہو جائے گا۔"

اس سازش گاہ کے نذر آتش ہونے کے بعد منافقین کی کمین گاہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی مگر یہ منافقین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم مبارک کو سُن کر طرح طرح کے بہانے تلاش کرنے لگے تاکہ جنگ میں شرکت سے بچ سکیں۔

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 622)

گروہِ مُنافقین اور اُن کا حال

غزوہ تبوک کا سفر کیوں کہ سخت محنت، موسمِ گرما کی شدّت اور مشقت سے بھرپور تھا۔ اس لئے منافقین نے اپنی اسلام دشمنی کی بنا پر اس سفر میں شمولیت اختیار کرنے سے معذوری بیان کی جو کہ سراسر جھوٹ اور فریب پر مبنی تھی۔ یہ منافقین اس قدر جھوٹے فریبی اور دغا باز تھے کہ نہ صرف خود گرمی اور سفر کی مشقت کو آڑ بنا کر آرام سے بیٹھے رہے۔ بلکہ منافقین کی دِلی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کے دِلوں میں جہاد سے بے رغبتی پیدا کر دیں اور یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طاقت کو کمزور کرنے کا سامان بہم پہنچائیں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سازشوں کو بھی بے نقاب فرما دیا اور قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی۔ سورۃ التوبہ آیت 81،82

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ
خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ
حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

(ترجمہ) "اور انہوں نے کہا گرمی میں جنگ کیلئے نہ نکلو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) فرما دیجئے! جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھیں تو کم ہنسیں اور زیادہ روئیں ان کرتوتوں کے بدلے میں جو وہ کرتے ہیں۔"

لشکرِ اسلام میں اہل حق کے ہمراہ ایسے منافقین بھی شامل ہو گئے جن کا مقصد راہِ حق میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا نہیں تھا بلکہ وہ لوگ تو صرف مال غنیمت کی لالچ اور دنیا کے مال کو حاصل کرنے کی حرص میں لشکر کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ اور سفر کے دوران بھی بُرے کلمات اور مسلمانوں کی دل شکنی کے مرتکب ہوتے رہے مگر آخر میں ذلیل ورسوا ہوئے جو ان کا مقدر تھا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد2 صفحہ621)

(مدارج النبوّت جلد2 صفحہ558) وغیرہ

لشکرِ اِسلام کی تبوک کی طرف روانگی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم مبارک پر لشکر اسلام تیار ہو گیا جسکی تعداد تیس ہزار ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس ہزار مجاہدین اسلام سے زیادہ تھی امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ یہ لشکر جمعرات کو مدینہ منورہ سے مقامِ تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے پہلے لشکرِ اسلام کی اتنی بڑی تعداد کبھی نہیں ہوئی تھی گویا غزوہ تبوک میں شرکت کرنیوالا لشکر اسلام مُسلمانوں کا سب سے بڑا لشکر تھا۔ روانگی کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم فرمایا کہ سارا لشکر ثنیۃ الوداع کے مقام پر ٹھیرے گا۔ گو اس غزوہ میں اہل حق نے ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر مالی قربانیوں کا عملی ثبوت پیش کیا تا کہ لشکر کی ضروریات کو پُورا کیا جاسکے مگر پھر بھی وقت کی کمی اور مجاہدین کی بھاریُ تعداد کی وجہ سے لشکر کے لئے تمام ضروری سامان مکمل نہ ہو سکا۔ سواری اور توشہ کی سخت کمی درپیش رہی۔ چنانچہ اٹھارہ مجاہدین کے حصّے میں ایک ایک اونٹ آیا اور یوں وہ باری باری ایک اونٹ پر ہی سفر کرتے ہوئے مقام تبوک تک پہنچے۔ اور کھانے کے لئے بسا اوقات درختوں کی پتیاں بھی استعمال کی گئیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کفار کے ساتھ جنگ کے لئے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ میں کسی صحابی کو اپنا قائم مقام فرما جاتے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی واپسی تک مدینہ منورہ کا نظم ونسق اور امامت کے فرائض سرانجام دیتا رہتا۔ اس دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ کُچھ روایات سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامل مقرر فرمانے کے بارے میں بھی آتی ہیں جبکہ ایک روایت میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا گیا۔ مگر اجماع اِسی پر ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی عامل مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اہل وعیال کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے مدینہ منورہ چھوڑا تا کہ شیر خدا کے ہوتے ہوئے کسی کو شرارت کی ہمت نہ ہو۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح بُخاری ومُسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانگی کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل وعیال میں خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کسی بھی غزوہ میں کبھی پیچھے نہیں رہا اس دفعہ مجھے پیچھے چھوڑ کر تشریف لے جانے کی کیا وجہ ہے اور پھر مجھے بچوں اور عورتوں کی نگرانی کے

لئے چھوڑے جا رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ ویسی نسبت ہو جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت تھی مگر فرق اتنا ہے کہ ہارون علیہ السّلام نبی تھے اور میرے بعد کسی کے لئے نبوت نہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

یہ بات ہر ایک کو معلوم ہونی چاہیئے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام میقات تشریف لے گئے تو پیچھے اپنی قوم پر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے اس سلسلے میں اللہ کا ارشاد ہوتا ہے: سورۃ الاعراف آیت 142

وَقَالَ مُوسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ

ترجمہ:۔ ''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا''

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو اپنے اہل وعیال کے پاس چھوڑ کر مدینہ منورہ میں ہی قیام کی ہدایت فرمائی۔ منافقین کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے مشہور کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے ہمراہ نہیں لے کر گئے بلکہ ان کو بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے ہیں ایسا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت علی کرم اللہ وجہُ الکریم کو اپنے اوپر بوجھ خیال فرماتے ہیں اور اس طریقے سے وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔ منافقین کی یہ باتیں سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اسلحہ ہمراہ لیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس مقام جُرف جہاں آپ تشریف فرما تھے حاضر ہوئے (جُرف مدینہ منورہ کے شمال میں تین میل دور ایک مقام ہے) خدمتِ اقدس میں سلام پیش کیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منافقین کہہ رہے ہیں کہ آپ نے مجھے مدینہ منورہ میں اپنے پیچھے اس لئے چھوڑا ہے کہ مجھے آپ ایک بوجھ خیال کرتے ہیں اور ایسا کرنے سے اپنا بوجھ ہلکا فرمانا چاہتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے پیچھے مدینہ منورہ میں اسلیئے چھوڑا کہ تم اہل وعیال میں میرا قائم مقام بننے کی سعادت حاصل کرو۔ اور اہل وعیال کی نگرانی کرو''۔ پھر ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے اس مقام پر رہو۔ جس مقام پر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے حضرت ہارون (علیہ السّلام) تھے۔ مگر یہ بات حق ہے کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا''۔ یہ فرمان سُن کر سیّدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اُدھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لشکر کو تبوک کی طرف کوچ کا حکم فرمایا۔

مذکورہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے صرف ایک مسلک کے حضرات یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد خلافت کا حق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو ہی تھا۔ کیونکہ یہ حدیث سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وصیت ہے۔ جبکہ اہل سُنّت والجماعت کا کہنا یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سفرِ تبوک پر جاتے وقت سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی حفاظت ونگرانی کے لئے چھوڑ جانا اور یہ فرمانا کہ میری واپسی تک تم ان لوگوں کی خبر گیری ونگرانی کرنا حضرت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امانت، دیانت، قرب اور اختصاص کو تو بلا شک وشُبہ ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ قدرتی اَمر ہے کہ اہل وعیال کی نگرانی اور خبر گیری اسی کے سپرد کی جاتی ہے جو امانت، دیانت اور اخلاص میں سب سے بڑھ کر ہو عام طور پر اسی فریضہ کے لئے فرزند حقیقی یا داماد پر ہی بھروسہ کرتے ہوئے اسکے سپرد یہ ذمہ داری کی جاتی ہے۔ یہ حدیث شریف تو بالکل واضح ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف غزوۂ تبوک سے واپسی تک اپنا خلیفہ وقائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ حدیث شریف میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ ''اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمہیں اپنے اہل وعیال پر خلیفہ مقرر کرتا ہوں''۔ پھر یہ فرمانا کہ تیرا درجہ وہی ہوگا جو ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد تھا۔ یہ بات بالکل سیدھی اور واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی مدّت غیوبت کے واسطے حضرت ہارون علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام واپس تشریف لے آئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت ختم ہوگئی۔ پھر حضرت ہارون علیہ السّلام سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس سال پہلے وصال فرماگئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت صرف اہل وعیال تک ہی محدود تھی۔ اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوہ پر جاتے وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر کیا جبکہ حضرت سباع بن عرفط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا کوتوال اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی کا امام مقرر کیا جو ہر نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیتے یہاں سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی خلافت و نیابت مطلق نہ تھی بلکہ وہ خلافت ونیابت صرف اہل وعیال کی نگرانی وحفاظت تک ہی محدود تھی۔ اگر یہ خلافت مکمل ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدرجہ اولیٰ واتم امامت کے فرائض بھی سرانجام فرماتے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خلافت کو مطلق بھی مان لیا جائے تو وہ خلافت غزوہ سے واپسی تک ہی محدود تھی اس قسم کی نیابت اور قائم مقامی کی مثالیں ہم ہر روز دیکھتے ہیں اور تاریخ عالم ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ روزانہ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ فلاں صدر، وزیر اعظم یا بادشاہ چند روز یا چند ہفتوں کے لئے دورے پر کسی دوسرے ملک گیا ہے اسکی غیر حاضری میں گورنر، وزیر یا سپریم کورٹ کا جج وغیرہ ملک کے سربراہ کی حیثیت سے بطور قائم مقام خدمات سرانجام دیتا رہے گا اور پھر جیسے ہی ملک کا سربراہ بیرونی دورے سے واپس آتا ہے وہ نیابت اور قائم مقامی خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ یہ وقتی قائم مقامی اور نیابت اس بات کی ہرگز دلیل نہیں ہے کہ ملک کے سربراہ کی وفات پر وہی شخص جو قائم مقامی و نیابت کے

فرائض سرانجام دے چکا ہے اس کا خلیفہ یا سربراہ ہوگا البتہ قائم مقامی کے فرائض سرانجام دینے والے شخص کی قابلیت و اہلیت ولیاقت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے تمام اہل سنّت والجماعت سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہُ الکریم کی لیاقت، اہلیت اور قابلیت کو دِل وجان سے ہی نہیں مانتے بلکہ اس پر پُورا یقین وایمان بھی رکھتے ہیں۔ اُمید قوی ہے کہ مذکورہ تفصیلی دلائل اور تشریح کی روشنی میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہُ الکریم کی اس وقتی نیابت وخلافت جو محض اہل وعیال کی نگرانی تک محدود تھی کو خلافت بلافصل سمجھنے کی غلطی کئے ہوئے ہیں انشاء اللہ ان کی اس غلطی کا ازالہ ہو گیا ہے۔ اور وہ اس سے رجوع کر لیں گے اور حق بھی یہی ہے۔

(از: صحیح بخاری باب غزوہ تبوک، صحیح مسلم باب غزوہ تبوک، ترمذی روایت قتیبہ)

(مسند امام نسائی) (مسند ابوداؤد طیالسی)

(سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 620،621)

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 440)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 36،37)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 560،561)

(زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد 1) وغیرہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ اور ثنیۃ الوداع میں علم اور جھنڈوں کی ترتیب فرمائی سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کا سب سے بڑا علم عطا فرمایا ایک روایت میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

انصارِ مدینہ کے ہر قبیلے کو حکم فرمایا کہ وہ اپنا اپنا جھنڈا تیار کریں پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک انصاری صحابی کو سب سے پہلے جھنڈا عطا فرمایا ان کا نام حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ مگر بعد میں وہ جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار) کے حوالے فرمادیا اس پر حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ شاید مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "ہرگز نہیں بلکہ قسم بخدا قرآن کا عِلم رکھنے والے کو تقدیم حاصل ہے۔ اور زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم سے زیادہ اپنے سینہ میں قرآن کریم کا عِلم رکھتے ہیں" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس حکم مبارک سے ثابت ہوا کہ زندگی کے ہر میدان میں برتری اُسی کو حاصل ہے جو قرآن کریم کا زیادہ عِلم رکھتا ہے بے شک وہ سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو اور حق بھی یہی ہے کیونکہ درجات کی بلندی تقویٰ اور علم کی بنا پر ہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے قبیلہ اوس کا رائیہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور قبیلہ خزرج کا رائیہ حضرت حباب ابن منذر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا پھر آپ علیہ السلام نے انصار کے ہر خاندان اور دوسرے عربی قبائل میں بہت سے رائیات اور لواء تقسیم فرمائے۔ اسی مقام پر لشکرِ اسلام کی گنتی کی گئی اور تعداد تیس ہزار ہوئی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس لشکر میں تقریباً دس ہزار سوار بھی شامل تھے۔ (واللہ اعلم)۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر کے مقدمہ (ہراول دستہ) پر مقرر فرمایا۔ میمنہ (دائیں طرف) پر حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ میسرہ (بائیں طرف) پر مقرر ہوئے۔ مقام ثنیۃ الوداع سے جب لشکرِ اسلام روانہ ہوا تو منافقین کا ایک گروہ لشکر میں شامل تھا۔ جب یہ لشکر جرف کے مقام پر پہنچا تو سردار المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اسلامی لشکر سے نکل گیا لشکر اسلام نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور سخت حالات گرم ترین موسم کے باوجود یہ لشکر اسلام منازل طے کرتا ہوا مقام تبوک جا پہنچا لشکر کیونکہ دن رات سفر طے کرتا رہا اسلئے مجاہدین کو تھکاوٹ دُور کرنے کے لئے مقام تبوک پر ایک روایت میں دو ماہ اور دیگر روایات میں بیس روز تک قیام کرنے کا حکم ہوا۔ اور یُوں یہ لشکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیرکمان مقام تبوک پر خیمہ زن ہوا۔

قصّہ ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب لشکر اسلام تبوک کی طرف روانہ ہوا تو سخت ترین گرمی کا موسم تھا لشکر کی روانگی کے چند روز بعد حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گرم ترین دن کو اپنے اہل خانہ کی طرف واپس مدینہ منورہ آئے تا کہ چند روز آرام کرنے کے بعد دوبارہ لشکر اسلام میں جا کر شامل ہو جائیں۔ مدینہ منورہ اپنے گھر آ کر دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے باغ میں دو سائبان لگا رکھے ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے سائبان کے آگے چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور شیریں وٹھنڈے پانی کا انتظام کیا ہوا ہے۔ لذیذ کھانا تیار ہے۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آئے اور شامیانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر سارا انتظام دیکھا اور کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دھوپ، ہوا اور سخت گرمی میں ہوں اور ابوخیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ٹھنڈے سائے تیار شدہ کھانے کے ساتھ اپنی خوبصورت بیویوں کے ہمراہ مقیم ہو یہ انصاف کی بات نہیں ہے۔ اسکے بعد فرمایا خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی کے شامیانے میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں جا کر حاضر ہوتا ہوں۔ اس لئے تم دونوں میرے سفر کے لئے زادِ راہ تیار کر دو'' دونوں بیویوں نے شوہر کے حکم کے مطابق زادِ راہ تیار کیا حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے تبوک کی طرف چل پڑے منزل پہ منزل طے کرتے ہوئے مقام تبوک پر حاضرِ خدمت ہوئے۔

راستے میں عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلاش میں پایا تو درخواست کی کہ مجھے بھی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے ساتھ لے چلو۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح ایک دُوسرے کے ساتھی بن گئے اور اکٹھا سفر شروع کر دیا۔ دونوں سفر کرتے ہوئے جب تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضرت خثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے دوست میرا تو ایک گناہ ہے جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جانتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت تک مجھ سے پیچھے رہو جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر معافی حاصل نہ کرلوں۔ تم میرے ساتھ حاضر خدمت ہونے کی بجائے بعد میں حاضر ہونا تا کہ تم پر کوئی الزام نہ ہو۔ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور راستے میں ان سے پیچھے رہ گئے اور بعد میں حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت ابوخثیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لشکر کے قریب ہوئے تو مجاہدین نے کہا راستے پر آنے والا شتر سوار ادھر ہی آ رہا ہے یہ سُن کر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "کن ابو خثیمہ" ترجمہ:۔"ابوخثیمہ تو ہو جا"۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ ابوخثیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی ہے۔ حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریب آ کر اپنا اونٹ بٹھایا اور حاضر خدمت ہو کر کہا السّلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

هَولىٰ لَكَ يَا اَبَا خَثِيْمَةَ

"اے ابوخثیمہ تم تو ہلاکت کے قریب ہو گئے"

اس پر ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم علیہ السلام کو سارا قصّہ عرض کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "اے ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے لئے بہتری ہو" اور ان کے لئے دُعا خیر فرمائی۔

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مالک بن قیس تھا (روایت از ابن ہشام) اس وقت مالک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند اشعار کہے جو اُردو ترجمہ کے ساتھ یہاں درج کیے جاتے ہیں تا کہ پُورے حالات معلوم ہو سکیں۔

لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ فِي الدِّيْنِ نَافَقُوْا
اَتَيْتَ الَّتِي كَانَتْ اَعَفَّ وَاَكْرَمَا
وَبَايَعْتُ بِالْيُمْنٰى يَدِى لِمُحَمَّدٍ
فَلَمْ اِكْتَسَبِ اِثْمًا وَلَمْ اَغْشَى مَحْرَمًا
تَرَكْتُ خَضِيْبًا فِي الْعَرِيْشِ وَ صِرْمَةً
صَفَايَا كِرَامًا بَسْرُ هَا قَدْ تَحَمَّهَا

وَ کُنتُ اِذَا شَکَّ الْمُنَافِقُ اَسْمَحَتْ

اِلَی الدِّیْنِ نَفْسِی شَطْرَہٗ حَیْثُ یَمَّمَا

اُردو ترجمہ: ''جب میں نے لوگوں کو دین میں منافقت کرتے دیکھا تو میں نے وہ کام کیا جو نہایت پاکیزہ اور بزرگی والا وشریفانہ تھا۔ اور میں نے اپنا داہنا ہاتھ دے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بیعت کی پس اس کے بعد میں نے پھر نہ کوئی گناہ کیا اور نہ ہی میں نے کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا۔ میں نے شامیانے میں خوبصورت خضاب لگانیوالی بیوی اور بہت اچھے پھل لانے والے خرما کے درخت چھوڑے جن کی گدری ہوئی کھجوریں پک کر سیاہ ہوگئی تھیں اور جب منافق شک کرتا ہے تو میرا دل تیزی سے دین کی طرف جھک کر اس (دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا فرمانبردار ہوجاتا ہے۔''

(از: سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 628)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 38)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 560)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لشکر کو کوچ کا حکم فرمایا لشکر منزل بہ منزل سفر طے کرتا جا رہا تھا لشکر میں سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے رہنے لگے ساتھیوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک ساتھی لشکر سے پیچھے رہ گیا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اسے چھوڑ دو اگر اس میں بھلائی ہے تو اللہ کریم اسکو تمہارے ساتھ ملا دے گا اور اگر کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس سے نجات عطا فرمادی ہے'' لوگوں نے خدمت اقدس میں یہاں تک عرض کی کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اُسے چھوڑ دو اگر اسمیں کچھ بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسکو تمہارے ساتھ ملا دے گا۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس سے راحت بخشی ہے۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوذر غفاری جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری) اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔ اونٹ نے چلنے میں تاخیر شروع کر دی تو آپ اونٹ سے نیچے تشریف لے آئے اپنا سامان اتار کر پشت پر رکھ لیا۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک قدموں کے نشانات پر پیدل ہی سفر شروع کر دیا۔ لشکرِ اسلام نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا تو کسی مسلمان نے پیدل چل کر آنیوالے شخص کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں گذارش کی کہ وہ آدمی پیدل ہی لشکر کی طرف چلا آ رہا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے

ارشاد فرمایا:

''وہ ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوگا۔''

لوگوں نے پیدل چل کر آنیوالے مسافر کو غور سے دیکھا تو کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کی قسم یہ تو ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی ہیں۔ حضور علیہ السّلام نے لوگوں کی یہ بات سُن کر فرمایا ''اللہ تعالیٰ ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رحم فرمائے جو اکیلا ہی چلتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا اور حشر کے دن تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔''

ابنِ اسحاق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی ہے۔ کہ ''گردشِ زمانہ کی وجہ سے سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام ''ربذہ'' میں جلا وطن کر دیا گیا جہاں آپ اپنی بیوی اور غلام کے ہمراہ زندگی بسر کرنے لگے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی بیوی اور غلام کو وصیّت کی کہ ''میری موت کے بعد مجھے غسل دینا اور رات کو مجھے کفن پہنا کر عام راستے پر رکھ دینا پھر صبح کو جو پہلی مسافروں کی جماعت وہاں سے گزرے اس سے کہنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ آپ لوگ ان کے دفن میں ہماری مدد کریں'' چنانچہ جب آپ کا انتقال ہو چکا تو بیوی و غلام نے حسبِ وصیت غسل دیا اور کفنا کر راستے پر رکھ دیا۔ صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہلِ عراق کے ایک قافلے کے ساتھ وہاں سے گزر ہوا۔ راستے پر پڑا ہوا جنازہ دیکھ کر اہلِ قافلہ جھجک کر رہ گئے قریب تھا کہ قافلے کے اونٹ اور گھوڑے جنازے کو روند ڈالتے وہ غلام فوراً کھڑا ہوا اور لوگوں سے کہا یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہے آپ لوگ ان کو دفن کرنے میں ہماری مدد کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سُنا تو بلند آواز میں روتے ہوئے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا چلے گا۔ تنہا مرے گا اور حشر کے وقت تنہا ہی دوبارہ زندہ ہوگا'' یہ فرما کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری سے نیچے اترے اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا اور بعد میں اپنے تمام رفقاء کو بتایا کہ اصل قِصّہ کیا تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ الفاظ کریمہ ارشاد فرمائے تھے۔''

مُسلمانوں کا مقامِ حجر میں قوم ثمُود کے مَساکن سے گزر

لشکرِ اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سربراہی میں تبوک کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں مقامِ حجر سے لشکر کا گذر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اسی جگہ پڑاؤ فرمایا (یاد رہے حجر قومِ ثمود کا دارالحکومت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس مقام کو ''مدائنِ صالح'' بھی

کہا جاتا ہے۔اب یہ مقام عثانی سلطنت کی 1901ء میں تعمیر کردہ دمشق تا مدینہ منورہ حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے جو کہ مدینہ منورہ اور تبوک کے تقریباً وسط میں ہے۔جس کی سنگی عالیشان عمارت اب بھی قائم ہے۔(انجن اور خستہ حال ریل کے ڈبے مدینہ منورہ کے ریلوے سٹیشن پر کھڑے ہیں)۔قدیم ترکی قلعہ موجود ہے۔یہ ریلوے لائن 1917ء میں لارنس آف عربیا کی سازشوں سے 1917ء میں تباہ ہوگئی)

لشکرِ اسلام جب اس مقام پر خیمہ زن ہوا تو اہلِ لشکر نے ان کنوؤں سے پانی بھر لیا جہاں سے قوم ثمود پانی پیتی تھی اس پانی سے آٹا گوندھا اور گوشت کی دیگیں چڑھائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو حکم فرمایا ''ان کنوؤں سے پانی ہرگز نہ پیو نہ ہی اس پانی سے وضو کرو اور تم لوگ جو آٹا گوندھ چکے ہو وہ اونٹوں کو کھلا دو اور گوشت کی دیگیں زمین پر الٹ دو'' یہ بھی حکم ہوا کہ ''رات کے وقت تم میں سے کوئی لشکری اکیلا نہ نکلے اگر نکلنے کی ضرورت ہو تو کسی ساتھی کو ہمراہ لے کر نکلے'' اس طرح حسب الحکم آپ علیہ السلام آٹا جو گوندھ چکے تھے اونٹوں کو کھلا دیا اور گوشت کی دیگیں زمین پر الٹ دیں۔پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور اس کنویں پر جا کر ٹھہرے جہاں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی مجاہدین کو حکم فرمایا ''تم لوگ اس کنویں کا پانی استعمال کرو'' اس طرح اہلِ لشکر کو عذاب یافتہ لوگوں کے قریب جانے سے روک دیا اور فرمایا۔

''مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم لوگوں کو بھی قوم ثمود کی طرح عذاب نہ آلے لہٰذا ان کے پاس مت جاؤ۔''

بُخاری و مُسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر مقام حجر (دیار ثمود) سے ہوا تو ارشاد فرمایا ''ان ظالموں کی جائے سکونت میں مت داخل ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نازل نہ ہو جائے جو ان لوگوں پر نازل ہوئی تھی۔تم لوگ یہاں سے روتے ہوئے گذرو'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک ڈھکا اور تیزی سے چلتے ہوئے اس وادی کو پار فرمایا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو اپنا چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیا اور اپنی اونٹنی مبارکہ کو تیز کر دیا اور فرمایا ''لوگو ان ظالموں کے گھروں میں مت داخل ہونا ہاں البتہ روتے ہوئے داخل ہو اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ جو مصیبت ان ظالموں پر آئی کہیں وہ تم پر نہ آجائے'' (قوم ثمود نے اپنے رہائشی مکانات پہاڑ کھود کر بنائے ہوئے تھے)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام حجر سے لشکر سمیت گزر جانے کے بارے میں جو روایات ہمیں مل سکیں یہاں درج کر دی ہیں۔اللہ قبول فرمائے۔آمین

(از: بخاری شریف باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحجر جلد 2 صفحہ 637)
(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 438) (فتح الباری جلد 6 صفحہ 268)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 42،41) (سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 627،626)
(شرح مواہب جلد 3 صفحہ 73) وغیرہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارش کے لئے دُعاء

عبداللہ بن وہب کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن الحارث نے سعید بن ابی ہلال نے اور اس نے عتبہ بن ابی عتبہ سے اور اس نے نافع بن جبیر اور اس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں غزوہ تبوک میں پیش آنیوالی تنگی کے وقت حالات کے بارے میں بتائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم سخت ترین گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک منزل پر پڑاؤ کیا تو ہمیں پیاس نے اس وقت اس شدت سے ستایا کہ ہم خیال کرنے لگے کہ ہماری گردنیں الگ ہو جائیں گی۔ حالت یہ تھی کہ ہم میں سے ایک شخص کجاوے کی تلاش میں جاتا تو واپس نہ آتا یہاں تک کہ اسکو خیال آتا کہ اسکی گردن الگ ہو جائے گی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا تو وہ اسکے گوبر کو بھی نچوڑتا اور اُسے پی لیتا اور باقی کو اپنے کلیجہ پر رکھ لیتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہیں۔ بارش کے لئے دُعا فرمائیں۔''

''سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہیں بارش کے لئے دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُعا میں بھلائی کا خوگر بنایا ہے۔''

''حضورِ اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تم اس بات کو پسند کرتے ہو'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند فرمائے اور اس وقت تک نیچے نہ کئے جب تک آسمان پر بادل آ گئے اور پھر لگاتار بارش ہونے لگی لشکر کے پاس جس قدر برتن تھے سب پانی سے بھر لئے گئے تمام لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور یوں پیاس سے نجات حاصل ہوئی۔''

یہ واقعہ مقام حجر پر موجود لشکر اسلام کے ساتھ پیش آیا لشکر میں ویسے تو بہت منافق تھے ایک منافق سے کہا گیا تیرا بُرا ہو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نبوّت میں اب بھی تجھے کوئی شک ہے اس بدبخت نے جواب دیا کہ یہ تو ایک گزرنے والی بدلی تھی اس سے کیا ہوتا ہے۔

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 439)
(سیرۃ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 627)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 45)

اہلِ نفاق

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے محمود بن لبید کے حوالے سے بنو عبد الاشہل کے چند آدمیوں کی روایت بیان کی۔ عاصم نے محمود بن لبید سے پوچھا کہ کیا لوگ منافقین کے نفاق کو جانتے تھے۔ محمود بن لبید نے کہا خدا کی قسم آدمی اپنے بھائی، اپنے باپ، اپنے چچا اور اپنے خاندان کے لوگوں میں نفاق دیکھتا تھا مگر یہ لوگ ایک دُوسرے کے متعلق بیان کرنے میں پردہ داری سے کام لیتے تھے۔ اس کے بعد محمود بن لبید نے بتایا کہ میری قوم کے کچھ لوگوں نے ایک منافق کا حال مجھے سُنایا جس کا نفاق ظاہر ہو گیا تھا یہ شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ساتھ جایا کرتا تھا۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب لشکر اسلام کو مقامِ حجر میں پانی کی شدید ضرورت محسوس ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ سے دُعا کی جس کے نتیجہ میں موسلا دھار بارش ہوئی اور لوگوں نے سَیر ہو کر پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ ہم اس منافق کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا تیرا بُرا ہو اسکے بعد بھی کوئی چیز باقی رہ گئی ہے۔ اس منافق نے کہا کہ یہ بادل تو گزر ہی رہا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی کا گُم ہونا

مقام حجر سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لشکر کے ہمراہ بڑی تیزی کے ساتھ گزرے جب لشکرِ اسلام نے اگلی جگہ پڑاؤ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی گم ہو گئی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حکم مبارک پر اس اونٹنی کی تلاش میں نکلے۔ اس وقت ایک صحابی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عقبی بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں موجود تھے یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے۔ عمارہ کی قیام گاہ میں ان کے ساتھ زید بن لصیت القیقاعی منافق بھی رہائش پذیر تھا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ ان کی غیر حاضری میں قیام کی جگہ موجود لوگوں سے زید بن لصیت القیقاعی نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور وہ تم لوگوں سے آسمان کی خبریں بیان کرتے ہیں اور خود اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں۔ یہ بد بخت شخص جب لوگوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کے علم غیب پر تنقید کر رہا تھا تو ادھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''دیکھو کسی شخص نے میرے بارے میں یہ بات کہی ہے یعنی میرے علم پر تنقید کی ہے کہ ویسے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نبوّت کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں میں تم لوگوں کو آسمانوں کی خبریں دیتا ہوں اور خود اپنا یہ حال ہے کہ گم شدہ اونٹنی کا پتہ نہیں۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''خدا کی قسم اے عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں وہی جانتا ہوں جو میرا اللہ مجھے بتا دیتا ہے۔ میرے اللہ نے مجھے میری اونٹنی کا پتہ بتا دیا ہے وہ فلاں گھاٹی میں موجود ہے اور اسکی مہار

درخت کی ایک ٹہنی سے الجھ گئی ہے جاؤ اور اسکو وہاں سے آزاد کرانے کے بعد میرے پاس لے آؤ''۔ حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس جگہ پہنچے جس جگہ کی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نشاندہی فرمائی تھی دیکھا کہ اونٹنی کی مہار ایک جھاڑی کے ساتھ الجھی ہوئی ہے انہوں نے اونٹنی کو آزاد کیا اور اپنے ساتھ لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ پھر جب حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس اپنی قیام گاہ پر آئے تو انہوں نے ساتھیوں کو بتایا کہ آج عجیب واقعہ ہوا۔ میں خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ''کسی شخص نے میرے بارے میں ایسا سوءِ ظن کیا ہے'' اور پھر سارا مذکورہ واقعہ بیان کیا اور مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس شخص کی گفتگو کے بارے میں مطلع فرما دیا اور اونٹنی جس جگہ پر تھی اس مقام کی خبر دی پھر میں حسبِ حکم وہاں گیا اور اونٹنی کو جھاڑی سے آزاد کرانے کے بعد حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ وہاں پر موجود ایک شخص نے کہا میں خدمتِ اقدس میں موجود نہیں تھا مگر خدا کی قسم تمہارے یہاں آنے سے پہلے ہی تمہارے ساتھ مقیم زید ابن لصیت القیقاعی نے یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں کہی تھی۔ یہ سُن کر حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصّہ آ گیا انہوں نے زید کی گردن پکڑی اور کہا اے اللہ کے بندو میری قیام گاہ میں یہ منافق میرے ساتھ رہ رہا ہے اور مجھے علم نہیں ہوسکا۔ پھر زید سے کہا اے خدا کے دشمن مجھ سے دُور ہو اب تم ہرگز میرے ساتھ نہیں رہو گے۔

بعض کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ اس زید بن لصیت القیقاعی نے بعد میں اپنی منافقت سے سچی توبہ کر لی تھی اور مسلمان ہو گیا تھا جبکہ کچھ اصحابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک منافق ہی مشہور رہا اور اس نے توبہ نہیں کی تھی (واللہ اعلم)

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 440، سیرت النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 628)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 41، البیہقی، ابونعیم وغیرہ)

مقام حجر سے اکیلے نکلنے والے لوگ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر کے مقام پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی شخص قوم ثمود کے استعمال ہونے والے کنوؤں سے نہ تو پانی لے کر اپنی پیاس بجھائے اور نہ ہی اس پانی سے وضو کرے'' مزید ارشاد فرمایا ''لشکر میں سے کوئی شخص اکیلا رات کے وقت اپنے کسی ساتھی کے بغیر ہرگز باہر نہ نکلے''۔

لشکرِ اسلام میں سے بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے علاوہ ہر ایک نے حکم مبارک پر عمل کیا۔ بنی ساعدہ کے ان دو آدمیوں میں سے ایک اپنے کسی کام کے لیے رات کو باہر نکلا جبکہ دوسرے نے اپنے اونٹ کی تلاش میں باہر نکلنے کی

غلطی کی، کام کی غرض سے نکلنے والا راستے میں ہی تھا کہ اس کا گلا گھٹ گیا اور جو اپنے اونٹ کی تلاش میں باہر نکلا تھا ہوا کے تیز تھپیڑوں نے اسے اٹھا کر طی کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو فرمایا:

" کیا میں نے تم لوگوں کو پہلے ہی حکم نہیں دیا تھا کہ کوئی شخص بھی اپنے ساتھی کے بغیر باہر نہ نکلے "

اس فرمان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے حق میں دعا فرمائی جس شخص کو راستے میں تکلیف پہنچی تھی وہ تندرست ہو گیا جبکہ دوسرا مقام تبوک میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔ زیاد نے ابن اسحٰق سے جو روایت کی ہے اس میں بیان کیا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو دوسرے شخص کو طی نے آپ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا (واللہ اعلم)

مسلم شریف عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد 2 صفحہ 246

حرکات منافقین

منافقین جو کہ بظاہر مسلمانوں میں شامل تھے ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے روزے رکھتے حج پر جاتے غرض ظاہری طور پر فرائض سرانجام دیتے تھے مگر اندر سے ان کی حرکات مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ گویا آستین کے سانپ والی مثال ان لوگوں پر صادق آتی تھی۔ یہ لوگ کسی بھی مشکل وقت میں اپنی ذلیل حرکتوں سے باز نہ آتے تھے اور کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے گزشتہ صفحات میں انکا ذکر گزر چکا ہے یہاں تبوک کے موقعہ پر ان کی طرف سے اہل حق کو بددل کرنے کے لیے کی جانیوالی حرکات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کہتا ہے منافقین کے ایک گروہ میں ودیعہ بن ثابت اخو بنو عمرو بن عوف بنو اشجع کا ایک آدمی جو بنو سلمہ کا حلیف تھا۔ اس کا نام مخشی بن حمیر تھا مسلمانوں میں شامل تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ اس وقت وہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کیا تم خیال کرتے ہو بنو الاصفر (زرد رنگت والے لوگ) سے جنگ عربوں کی باہمی جنگ کے برابر یا اس طرح کی ہوگی۔ خدا کی قسم کل ہم سب کو رسیوں میں باندھ کر اکٹھا ڈال دیا جائے گا۔ (بنی الاصفر روم کا نام ہے کیونکہ ان کے جداعلیٰ کا نام روم بن عیص بن اسحٰق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام ہے)

یہ گروہ منافقین ایسی باتیں صرف اس لیے کرتا تھا کہ مسلمانوں کو جنگ سے بددل کیا جائے اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور اس طرح اہل حق کے دلوں میں خوف پیدا کر کے ان کو کمزور کر دیا جائے۔ مخشی بن حمیر نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس پر مصالحت کر لینا پسند کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کے سو سو درے مارے جائیں اور ہم کسی طرح

اس بات سے بچ جائیں کہ تمہاری اس قسم کی بات چیت کے متعلق ہم لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم میں کوئی سورۃ نازل ہو جائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "ان لوگوں سے یعنی (منافقین) سے جا کر ملاقات کریں وہ تو قطعی طور پر ہلاک ہو گئے۔ ان کے ساتھ مل کر پوچھو جو وہ باتیں کر رہے ہیں اگر وہ ان باتوں کا انکار کریں تو ان سے کہنا کہ تم غلط بیانی کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے یہ باتیں کی ہیں"۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ منافقین یہ سن کر گھبرا گئے اور سیدھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے جب یہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی کے پاس تشریف فرما تھے۔ ودیعہ بن ثابت نے اونٹنی کی اس رسی کو پکڑ کر جو اونٹنی کے پیٹ پر باندھی جاتی ہے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اسی بات کا قرآن پاک نے ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت 65

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ "اور اے محبوب اگر ان سے دریافت فرمائیں گے تو یہ کہیں گے کہ ہم صرف ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔"

اس حاضری کے موقعہ پر مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا اور میرے باپ کا نام تو دنیا سے مٹ چکا ہے اور اس قرآنی آیت نے میرا نام ہمیشہ کے لیے مٹا دیا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ میرا نام عبدالرحمٰن رکھ دیں اور اللہ کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ایسی جگہ شہادت کی موت نصیب کرے کہ کسی کو میرے بارے میں معلوم ہی نہ ہو سکے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ایسی شہادت پائی کہ لوگوں کو ان کے شہید جسم کا نشان تک معلوم نہ ہو سکا۔

سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 630

لشکر اسلام میدان تبوک میں

لشکر اسلام دشوار گذار راستوں اور سخت گرمی میں سامان رسد کی کمی کے باوجود منازل طے کرتا ہوا تبوک کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اہل حق دشمنان اسلام رومیوں کے ساتھ ٹکرانے کے لیے تیار تھے۔ اس جگہ سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے نہایت ہی بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف اہل حق کو رغبت دلائی۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو ڈرایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات کی خوشخبری دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر اسلام میں موجود مجاہدین کے حوصلے نہایت بلند ہو گئے۔ لشکر اسلام رسد اور سامان زندگی کی کمی کو بھول گئے اور دشمن کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہو گئے۔

خطبہ مبارک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''امابعد! سب سے بہتر بات کتاب اللہ یعنی اللہ کا کلام ہے اور بہتر غناء اور دولت کا غناء اور بے نیازی ہے اور بہترین زاد راہ یعنی سفر کا توشہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور سب سے اونچے درجے کی دانائی اللہ عزوجل کا خوف ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں اور شباب و جوانی جنون کا ایک درجہ ہے۔ سعادت منداور خوش بخت وہ شخص ہے جو دوسروں کے بتائے بغیر خود ہی نصیحت و عبرت حاصل کرے جو شخص دوسرے کے لئے بخشش و درگزر سے کام لیتا ہے اس کی بخشش و مغفرت ہوتی ہے اور جو شخص دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کو معاف فرمادیتا ہے اور جو شخص نقصان پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صلہ اور اس کا معاوضہ عطا فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت مانگتا ہوں''۔

ادھر رومی فوج اور اسکے حریفوں کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر ان کے دلوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ آگے بڑھ کر اہل حق کے ساتھ ٹکرانے کی بجائے بھاگ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ دشمن کے بھاگ جانے سے عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے رعب کو ہر ایک کے دل پر مسلط کر دیا۔ اہل حق نے اس کے بعد ایسے ایسے سیاسی فوائد حاصل کیے کہ شاید اگر جنگ بھی جیت جاتے تو حاصل نہ کر سکتے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب ہرقل شہنشاہ روم کو پتہ چلا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدود شام میں داخل ہو چکے ہیں اور مقام تبوک پر قیام پذیر ہیں تو اس نے بنی غسان کے ایک آدمی کو لشکر اسلام کا حال معلوم کرنے کے لیے تبوک بھیجا اور یہ بھی تاکید کی کہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عادات کریمہ، شکل مبارک، شمائل اور خصائل کا علم حاصل کرے اور واپس آ کر اسکو خبر دے۔ چنانچہ وہ ہرقل کے حکم سے تبوک آیا اور ہر ایک چیز کا غور سے مشاہدہ کرنے کے بعد واپس جا کر ہرقل کے ہر سوال کا مکمل جواب اور پوری معلومات بہم پہنچائیں۔

ہرقل نے حالات سن کر اپنے تمام درباریوں اور شرفاء حکومت کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور کہا مسلمان تبوک تک آن پہنچے ہیں۔ ان کی سرداری محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمارہے ہیں وہی لوگ دین حق پر ہیں اس لیے ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم نصرانیت (عیسائیت) چھوڑ کر اسلام قبول کر لیں۔ قیصر روم ہرقل کی یہ بات سن کر سب لوگ

غصے میں آ گئے اور یوں ایک ہنگامے کی صورت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ قیصر کو اپنی حکومت ہاتھوں سے جاتی ہوئی نظر آنے لگی۔ اس نے فوراً مصلحت کا پہلو اختیار کرتے ہوئے اپنی بات سے رجوع کیا اور یوں اہل دربار اس سے راضی ہو گئے مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں مذکورہ الفاظ اور گفتگو ہرقل مفصل بیان ہو چکی ہے۔

مقام تبوک پر جب دشمن کا دور دور تک نشان نہ پایا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے اہم اشخاص سے مشورہ فرمایا کہ ملک شام کے اندر جا کر وہاں کے حکمرانوں و سرداروں کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ اس مجلس مشاورت میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اللہ کے حکم وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے مطابق ہم سے مشورہ طلب فرمایا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تشریف لے جانے کا حکم ہوا ہے تو اس صورت میں ہم سب آپکی رکاب کے خادم ہیں۔ آپ جس جگہ تشریف لے جائیں گے ہم آپ علیہ السلام کے ادنیٰ خادم کی طرح ساتھ ہوں گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر اس سلسلے میں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تو میں تم لوگوں کے ساتھ مشورہ ہی کیوں کرتا''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہنشاہ روم کا لشکر بہت بڑا ہے جبکہ اسلامی لشکر کی حالت سے آپ علیہ السلام بخوبی واقف ہیں۔ دوسرا رومی لشکر کے بھاگ جانے سے رومی سلطنت کے ہر شہر میں مسلمانوں کی عظمت، طاقت اور شان و شوکت کا چرچا ہو رہا ہے۔ اس لیے اگر ہم لوگ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال رومیوں پر دوبارہ آ جائیں تو یہ بہتر ہوگا آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہی حتمی اور بلند و برتر ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس رائے کو مناسب خیال فرماتے ہوئے اپنا ارادہ ترک فرما دیا۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ سفر تبوک میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی اور پھر مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ آپ جمع تقدیم بھی کرتے تھے۔ (یعنی ظہر اور عصر دونوں ظہر کے وقت اور مغرب و عشاء دونوں مغرب کے وقت میں ادا فرماتے تھے)۔ جمع تاخیر کے معنی یہ ہیں کہ ظہر و عصر دونوں نمازیں عصر کے وقت جبکہ مغرب و عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت ادا کی جائیں)۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب اہل لشکر کو شدید بھوک نے ستایا تو لوگوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اجازت عطا فرمائیں کہ ہم اپنے اونٹوں کو ذبح کریں ان کا گوشت کھائیں اور تیل لگائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگ ایسا کرلو''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس پہلے ہی سواریاں بہت کم ہیں اگر لوگوں نے ایسا کر لیا تو یہ سواری کے جانور اور کم ہو جائیں گے آپ ہمارے توشوں میں برکت اور اضافے کے لیے

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈال دے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ٹھیک ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چمڑے کا ایک فرش منگوا کر زمین پر پھیلایا اور حکم دیا ''جس کے پاس کھانے کی جو جو چیز ہے لا کر اس فرش پر ڈال دو'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حکم کی تعمیل فرمائی کوئی کف بھر مکئی لے کر آیا کسی نے ایک مٹھی کھجوریں حاضر کیں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لے کر آیا غرض جس کے پاس جو تھا لا کر خدمت اقدس میں حاضر کر دیا۔ اس طرح چمڑے کے فرش پر تھوڑی سی کھانے پینے کی چیزیں جمع ہو گئیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور پھر حکم فرمایا کہ ''اپنے اپنے برتنوں میں یہ سب چیزیں ڈال لو''۔ مجاہدین اپنے اپنے برتنوں میں وہ سامان خورد ونوش ڈالنے لگے یہاں تک کہ سارے لشکر میں موجود تمام برتن بھر گئے تمام لوگ کھانے سے سیر ہو گئے اور کھانا اسی طرح بچا رہا اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ اور جو شخص بغیر شک کیے اس کلمہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں کرے گا وہ جنت سے روک دیا جائے گا''

کتب سیر میں آتا ہے کہ تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ''انشاء اللہ کل چاشت کے وقت ہم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جائیں گے۔ سن لو تم میں سے کوئی شخص اس چشمے سے پانی نہ لے'' چنانچہ فرمان مبارک کے مطابق لشکر اسلام چاشت کے وقت اس چشمے پر پہنچا اور دیکھا کہ پانی کا ایک ایک قطرہ اس چشمے میں سے رس رہا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بڑی مشکل سے ایک برتن میں کچھ پانی جمع کیا اور وہ برتن سرکار دوعالم کی خدمت میں حاضر کیا۔ حضور علیہ السلام نے اس پانی سے ہاتھ مبارک اور چہرہ شریف دھو کر وہ پانی واپس خشک چشمہ میں ڈال دیا۔ پانی کا چشمہ میں ڈالنا تھا کہ وہ فوارے کی مانند ابلنے لگا اس ابلتے ہوئے پانی سے لشکر سیراب ہوا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر تو زندہ رہا تو اس خطے کو باغات اور سبزے سے شاداب دیکھے گا''۔ چنانچہ عرصہ کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ تشریف لے گئے تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اس جگہ کو سرسبز و شاداب باغات کا خطہ پایا (سبحان اللہ)۔

از تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 443
سیرۃ النبی کامل از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 632
البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 49
خصائص کبریٰ جلد 1 صفحہ 273

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 563

(مسلم شریف میں ہے کہ آج تک وہ فوارہ موجود ہے، دنیا وہاں سے پانی لے کر استعمال کرتی ہے اور اس فوارہ کی آواز دور سے ہی سنائی دیتی ہے)۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوہ تبوک کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کرنا اہل حق کے ذوق کی تسکین اور ایمان کی قوت کو زیادہ کرنے کا موجب ہے ان کی مقام تبوک پر ہی شہادت ہوئی اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قبر میں اتر کر میت کو لحد میں اتارا۔ اس اعتبار سے یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔

کتب سیر میں اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ کے حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں ہی یتیم ہو چکے تھے۔ ان کا چچا سرپرست تھا جس نے ان کی پرورش کی۔ جوان ہوئے تو اللہ کریم نے انکو کثیر تعداد میں اونٹ اور بکریوں سے نوازا ان کے پاس کئی غلام بھی تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اپنے چچا کی زیر کفالت تھے اس لیے وہی سارے مال اور دولت کا مالک تھا۔ آپ کو بچپن سے ہی اسلام کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ اور دلی خواہش رکھتے تھے کہ اسلام کے دامن سے عملی طور پر وابستہ ہو جائیں۔ مگر چچا کے خوف سے ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس لوٹ گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن اپنے چچا سے کہا اے چچا میں بچپن سے لے کر جوانی تک اسی انتظار میں رہا کہ شاید آج تم اسلام قبول کر لو اور دائرہ امن میں آجاؤ مگر میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا کوئی ذوق وشوق ہے ہی نہیں۔ اب مجھ سے اور برداشت وصبر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مجھے اپنی زندگی کا بھروسہ ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر اسلام قبول کر لوں اور یوں دین ودنیا کی فلاح پاؤں۔

چچا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سن کر کہا خدا کی قسم اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اختیار کیا تو یاد رکھو جو کچھ تمہارے پاس ہے سب کچھ چھین لوں گا یہاں تک کہ تمہارے جسم پر موجود لباس بھی اتروا لوں گا۔ چچا کی یہ بات سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں اسلام قبول کرتا ہوں اور شرک وبت پرستی کو چھوڑتا ہوں۔ میرا سارا مال اسباب تم لے لو میں نے سب کچھ اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا۔ اور یاد رکھو یہ مال و دولت جسکی وجہ سے تم دین حق کو قبول نہیں کر رہے آخر موت کے بعد تمہیں سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ میں اس فانی مال و

دولت کی وجہ سے دین حق قبول کرنے سے نہیں رک سکتا۔ یہ فرمایا اور سب کچھ چھوڑ کر یہاں تک کہ جسم پر پہنا ہوا لباس بھی پھینک دیا۔ سیدھے ماں کے پاس گئے۔ ماں نے صورتحال دیکھ کر وجہ دریافت کی جواب دیا میں نے بت پرستی اور شرک چھوڑ دیا ہے اب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے مجھے کوئی کپڑا دے دو جس سے میں اپنا ستر چھپا سکوں۔ ماں نے بیٹے کی حالت دیکھتے ہوئے ان کو ایک چادر دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک کو تہ بند اور دوسرے حصہ کو چادر بنا لیا۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ذوالبجادین پڑ گیا۔ یعنی دو چادروں والا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے سفر کی تکالیف اٹھاتے ہوئے کسمپرسی کی حالت میں ایک روز سحر کے وقت مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔ مسجد نبوی میں آ کر قیام کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر ادا فرمانے کے لیے مسجد نبوی میں تشریف لائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ مبارک ان پر پڑی تو دریافت فرمایا ''تم کون ہو'' حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں ایک فقیر و مسافر آپ کے رخ رخشندہ کا عاشق ہوں۔ میرا نام عبداللہ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین ہے۔ تم میرے گھر کے قریب ہی میرے پاس رہا کرو'' پھر ان کو اصحاب صُفّہ میں شامل فرما دیا۔ یہ اصحاب اصل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہوتے تھے۔ اور براہ راست حضور علیہ السلام سے علوم قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت حکم مبارک کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین غزوہ تبوک کے لیے تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں باآواز بلند قرآن کریم فرقان حمید کی تلاوت کیا کرتے تھے ان کی بلند آواز دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی عبادت و نماز میں مزاحم ہوتی تھی۔ صحابہ کرام کی عبادت میں اس خلل کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسکو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ نکلا ہوا ہے اور خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف ہجرت کرنے والا ہے''۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مزاج کے مطابق ہی عبادت پر قائم رہنے دیا۔

یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ صاحب حال سے جو کچھ صادر ہو وہ ادب کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ قبول ہے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ادب کے معاملہ میں نہایت ہی معذور ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت ہمیشہ کے لیے باقی ہے اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہجرت تو صرف مدینہ طیبہ کی طرف ہی تھی وہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی

منع کی ہوئی چیز سے دور رہتا ہے اسکی مخالفت کرتا ہے وہ آدمی ہجرت کرنیوالا ہے۔اس طرح ہجرت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کے مطابق جب لشکر اسلام مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہونے لگا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کسی درخت کی چھال لے آؤ''عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیکر کی چھال لے آئے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کیکر کی چھال ان کے بازو پر باندھی اور ارشاد فرمایا ''اے پروردگار میں اس کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں''۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو شہادت کا طالب ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا ''جس وقت تم خدا کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکل پڑے اور تمہیں بخار نے آلیا اور یوں تم بخار کی حالت میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو تمہاری وہ موت اصل میں شہادت کی موت ہی ہوگی''۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کے ہمراہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے جب اسلامی لشکر مقام تبوک پر خیمہ زن ہوا تو چند روز کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آ گیا اور یوں وہ حسب ارشاد رحمت عالم اسی بخار کی حالت میں ہی اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام تبوک میں دفن کے لیے لے کر گئے میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں چراغ اٹھائے ہوئے ہیں جبکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبر میں تشریف فرما ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لحد میں اتار رہے تھے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمار ہے تھے اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ۔جب قبر میں اتار چکے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا اور پھر دعا فرمائی:

"اے اللہ یہ شخص شب وروز میری خدمت میں رہا میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس وقت میرا دل کہہ رہا تھا اے کاش حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بجائے میں اس قبر میں ہوتا۔

قربان جائیں پروانہ شمع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقیدت وایمان پر کہ اپنے آقا ومولا کے ہاتھوں لحد میں اتر جانے کی عظیم تمنا کو کس طرح بیان کر رہے ہیں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اسحاق بیان کرتے ہیں مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں غزوہ تبوک میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ہمراہ تھا۔ نصف شب کو میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ لشکر کے ایک کنارے پر آگ کا ایک شعلہ ہے۔ میں اٹھا اور اس آگ کے شعلے کی طرف چلنا شروع کیا۔ نزدیک پہنچا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین موجود ہیں اور حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ قبر تیار تھی میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحد میں اترے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میّت کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف لحد میں اتارا۔ رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے جاتے تھے ''اپنے بھائی کو میری طرف اتارو'' ان دونوں بزرگوں نے حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لحد میں اتارا پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میت کو پہلو کے بل لٹایا اور دعا فرمائی ''اے اللہ میں اس سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا''۔ محمد بن ابراہیم نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے "اے کاش میں اس قبر میں دفن ہوتا"۔

از: سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 634

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 564-563

حاکم ایلاء یُوحنا کا جزیہ دینا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام تبوک میں جلوہ افروز تھے کہ حاکم ایلاء یوحنا بن روبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا منظور کرنے کے بعد صلح کا معاہدہ کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم ایلاء کو ایک تحریر لکھ کر دی۔ اسی طرح اہل جَرْبا اور اذرح کے باشندوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ بھی تحریری معاہدہ فرمایا یہ تحریر عرصہ دراز تک ان لوگوں کے پاس محفوظ رہی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم ایلاء کو جو تحریر لکھ کر دی، ذیل میں اسی تحریر کا عربی متن اور اردو ترجمہ رقم کیا جاتا ہے:۔

عربی تحریر از سیرۃ النبی از ابن ھشام

بِسمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

هذه امنة مِن الله، محمد النبى رسول الله
ليحنّه بن رؤبة و اهل ايله سفنهم و سيارتهم فى البر و البحر لهم ذمة الله و ذمة محمد النبى و من كان معهم من اهل الشام و اهل اليمن و اهل البحر فمن احدث منهم حدثا فانه لا يحوله ماله دون نفسه و انه طيب لمن اخذه من الناس

ولا طریقا یرید ونہ من بر او بحر

ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔
"یہ تحریر امن کی ضامن ہے جو اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یحنہ (یوحنا) بن روبہ اور اہل ایلاء کے لیے ہے یہ تحریر ان کے خشکی اور سمندر میں قافلوں اور تجارتی جہازوں کی حفاظت کی غرض سے تحریر کی گئی ہے۔ ان کے لیے اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ ہے۔یہی ذمہ ان شامی اور سمندری باشندوں کے لیے ہے جو یوحنا کے ساتھ ہوں۔ ہاں اگر ان کا کوئی آدمی بھی معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا یا کوئی نئی بات پیدا کرے گا تو اسکی جان اور اس کا مال بچانے کے لیے حائل نہیں ہوگا۔گڑ بڑ کرنے والے کا مال اگر کوئی لے لے گا تو لینے والے کے لیے وہ حلال ہوگا۔ یہ بات جائز نہیں ہوگی کہ ہمارے آدمیوں کو کسی بھی چشمے سے جہاں جا کر وہ پانی حاصل کرنا چاہیں یا پھر کسی بھی بری یا بحری راستے سے وہ سفر کرنا چاہیں روکا جائے ایسا کرنے کی اجازت نہ ہوگی''۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ معاہدہ صلح نامہ تحریر ہونے کے بعد حاکم ایلاء (ایلہ) یوحنا (یحنہ) نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سفید خچر پیش کیا۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے اسکے بدلے میں حاکم ایلہ یحنہ یعنی یوحنا کو اپنی ردائے (چادر) مبارکہ عنایت فرمائی۔ ایلہ وہی مقام ہے جسے آج کل ایلات کہتے ہیں یہ خلیج عقبہ کے سر پر ہے۔اسکی جگہ عقبہ نے شہرت حاصل کرلی۔ جربا اور اذرح بھی آس پاس کے مقامات تھے۔

سیرۃ النبی از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 631
البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 54
زرقانی جلد 3 صفحہ 86 بحوالہ ابن ابی شیبہ

حاکم دومۃ الجندل اکیدر کی اطاعت

کتب سیر میں مذکور ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ہمراہ دومۃ الجندل کے حاکم اُکیدر کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔
دومۃ الجندل دمشق سے پانچ منزل کی دوری پر ہے۔(دومتہ الجندل اب سعودی عرب کے شمالی خطہ کے

صوبہ الجوف میں تبوک سے تقریباً چار سو(400) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جبکہ مدینہ منورہ سے تبوک کا فاصلہ تقریباً چھ سو(600) کلومیٹر ہے) وہاں عربی النسل سردار اکیدر قیصر روم ہرقل کی طرف سے حاکم تھا اور عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ حکم مبارک کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رسالے کا سالار مقرر کیا گیا انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بنی کلاب کا علاقہ ہے جو کہ کافی طاقت ور اور کثیر تعداد میں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ وقت نزدیک ہے کہ جب تمہیں حاکم دومۃ الجندل اکیدر پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اس طرح تمہیں اسکے ساتھ جنگ نہیں کرنی پڑے گی بلکہ لڑائی کے بغیر ہی وہ تمہارے قابو میں آجائے گا''۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسالے کو لیکر دومۃ الجندل کی طرف کوچ کر گئے۔ مسلمان رسالہ جس وقت قلعہ کے نزدیک پہنچا اس وقت رات تھی اور روشن چاندنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اکیدر اپنے قلعہ میں موجود بالا خانے میں بیوی کے ساتھ شراب پینے میں مصروف تھا۔ اچانک اس نے قلعہ کی دیوار سے ایک پہاڑی گائے کو سر مارتے دیکھا (پہاڑی گائے کو ہمارے ہاں عرف عام میں نیل گائے کہا جاتا ہے۔)

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ جب اسلامی رسالہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان دومۃ الجندل کے قلعہ کے قریب پہنچا اس وقت روشن چاندنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی فصیل پر بیٹھا گانا سن رہا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لیے وہ کھلی ہوا میں فصیل پر بیٹھا گانا سننے میں محو تھا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعہ کے قریب آئی اور دروازے سے ٹکریں مارنے لگی اسی اکیدر کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''وہ تمہیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا اسکو قتل نہ کرنا بلکہ گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔ ہاں البتہ اگر وہ انکار کرے تو اسکو قتل کر دینا''

اکیدر جنون کی حد تک شکار کا شوقین تھا اس نے جب دیکھا کہ نیل گائے قلعہ کے دروازے کو ٹکریں مار رہی ہے تو شکار کو اس قدر نزدیک دیکھ کر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے بھائی اور چند دیگر ساتھیوں کے ہمراہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نیل گائے کے شکار کے لیے قلعہ سے باہر نکلے۔ نیل گائے نے جب ان لوگوں کو قلعہ سے باہر نکلتے دیکھا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ یہ لوگ بھی اسکے پیچھے ہو لئے۔ اُدھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔ اکیدر کے بھائی حسان نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا مگر مارا گیا۔ اکیدر نے ہتھیار ڈال دیئے اور یوں نیل گائے کا شکار کرنیوالا خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکار ہو گیا۔ اکیدر کے باقی غلام اور ساتھی میدان سے فرار ہو کر قلعہ میں گھس گئے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا ''اکیدر کو زندہ گرفتار کر کے لانا ہے اور اگر وہ آنے سے انکار کرے تو بے شک اسکو قتل کر دینا'' اسی حکم کے مطابق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکیدر سے کہا اگر تم چاہو تو تمہیں جان کی امان مل سکتی ہے ہم تمہیں

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کریں گے مگر شرط یہ ہے کہ قلعہ کی چابیاں ہمارے حوالے کر دو اور ہمارے لئے قلعے کے دروازے کھولنے کا حکم دو۔ اکیدر کے دو بھائی تھے جن میں ایک حسان نامی تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے مگر دوسرا بھائی جس کا نام مصاد تھا قلعہ کا محافظ وسردار تھا اس نے پہلے تو قلعہ میں کچھ مدافعت کی مگر بعد میں بادل نخواستہ قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس خوشخبری کے ساتھ پہلے ہی روانہ کرڈیا کہ دومۃ الجندل قلعہ فتح ہو گیا حاکم ایلاء اکیدر گرفتار ہو چکا ہے اور اس کا بھائی حسان ہلاک ہو گیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاصد کے ہاتھ بطور نشانی اکیدر کے بھائی حسان کی زرطفت کی قباء جو وہ مرتے وقت پہنے ہوئے تھا۔ خدمت اقدس میں روانہ کردی۔ قاصد جب وہ قباء لے کر حاضر ہوا اور خدمت اقدس میں پیش کی تو اسقدر قیمتی اور عمدہ نرم قسم کی قباء کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہاتھوں میں مسل مسل کر دیکھنے لگے۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا:

" کیا تم لوگ اس قباء کو دیکھ کر تعجب کر رہے ہو مجھے اس ذات باری کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ دیکھو جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رومال رکھتے ہیں وہ اس قبا سے کہیں بہتر ہے"۔

ہم اس سے پہلے بھی غزوہ خندق کے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ عجمی بادشاہوں میں سے کسی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک ریشمی رومال بھیجا تھا جس کو دیکھ کر اسکی عمدگی اور نرمی کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس رومال کو چھو چھو کر دیکھتے تھے جس پر سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ اس رومال کو دیکھ کر حیران کیوں ہو رہے ہو جبکہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رومال اپنے پاس رکھتے ہیں وہ عمدگی اور نرمی میں اس رومال سے کہیں زیادہ نرم تر اور بہتر ہے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیدر کو اپنے ہمراہ لے کر سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے اکیدر اور اسکے بھائی کی جان بخشی فرمائی اس نے جزیہ دینا قبول کیا۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں بھی امان نامہ تحریر فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم . ھٰذَا کِتَاب'' مِّنۡ مُحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ لِاُ کَیۡدَرَ اَجَابَ اِلَی الۡاِسۡلَامَ وَ خَلَعَ الۡاَنۡدَادَ وَالۡاَصۡنَامَ اس نامہ مبارک کے آخر میں تحریر تھا ''یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ لِوَقۡتِھَا وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ بِحَقِّھَا۔''

اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار ہزار زرہیں اور چار سو نیزے بھی خدمت اقدس میں حاضر کئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیدر کو یحنہ، دومۃ الجندل، تبوک، ایلہ اور تیما کے ساتھ کی جانے والی شرائط کے مطابق معاہدہ تحریر فرما کر دیا کچھ اصحاب سیر تحریر کرتے ہیں کہ اکیدر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (واللہ اعلم)۔

سیرۃ النبی کامل، از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 632

تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 444-443

طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 456

عیون الاثر جلد 2 صفحہ 22

البدایۃ والنہایہ جلد 5 صفحہ 59

مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 566-565، وغیرہ

سفر تبوک کے فائدے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر تبوک پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لیے بے حد فوائد اور حکمتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ویسے تو اس سفر کے بہت سے فوائد سامنے آئے مگر ہم چیدہ چیدہ اور اہم ترین فوائد یہاں بیان کر رہے ہیں تاکہ ہر مسلمان کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال جان قربان کر دینے والے کن کن نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو ہر صحابی اپنی اپنی طاقت کے مطابق جتنا مال لا سکتا تھا لے کر حاضر خدمت ہوا اور اس طرح مالدار لوگوں کو اجر عظیم جنت کی بشارات اور اپنا مال سبیل اللہ خرچ کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ جبکہ فقراء اور غریب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی دستگیری ہوئی اور یوں لشکر اسلام تاریخ اسلام میں پہلی دفعہ اتنی کثیر تعداد میں جمع ہوا۔

اس موقعہ پر منافقین جو کہ بظاہر مسلمانوں کے ساتھ مل کر عبادات میں حصہ لیتے اور خود کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پکا سچا جاں نثار ظاہر کرتے ان کا بھانڈا پھوٹ گیا گو اس سے پہلے بھی منافقین کا نفاق کئی بار ظاہر ہو چکا تھا مگر اس موقعہ پر تو مکمل طور پر ان کی حرکات نے اصلیت ظاہر کر دی پھر قرآن کریم نے منافقین کے بارے میں سب کچھ کھول کر بیان کر دیا جو مسلمانوں کی آئندہ زندگی کے لیے بڑا ہی فائدہ مند ثابت ہوا اور اہل حق کی شان کو چار چاند لگ گئے۔

اس موقعہ پر اہل حق کو عذاب سے ڈرایا گیا اور خدا کی راہ میں شامل ہونے والے مخلصین کو گراں قدر انعامات کی خوشخبری سنائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایسا زبردست بندوبست فرمایا کہ لشکر اسلام میں توشے اور

دیگر سامان رسد کی کمی پوری ہوگئی۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور وہ دشمن کی زیادہ سے زیادہ فوج کے ساتھ ٹکرانے کو تیار ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا رعب اور دبدبہ ڈال دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ٹکر لینے کی ہمت نہ کرسکے اور یوں دشمن کا ٹڈی دل لشکر میدان سے فرار ہوکر روم کے شہروں میں بکھر گیا۔ رومیوں کے بھاگ جانے سے جزیرہ عرب کے اندر اور باہر مسلمانوں کی فوجی ساکھ کو وہ شاندار فوائد حاصل ہوئے جو شاید جنگ کی صورت میں نہ حاصل ہوتے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے یہ ظاہر فرمادیا کہ جب اللہ کے دین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے تو سب کام چھوڑ کر دین حنیف کی عظمت کے لیے دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے اور ایسے وقت قوم کے قائد کو لشکر کے ساتھ پیش پیش رہنا چاہیے۔ اس غزوہ کے بعد عرب کے اندر اور باہر موجود کفار کو پھر ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں آتے۔

سفر کے دوران، وقت قیام اور واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے جو اسلام کی جان اور اہل حق کا توشہ حیات ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان ویقین میں مزید پختگی اور یقین پیدا ہوا۔ ان تمام معجزات کا ذکر انشاء اللہ العزیز باب معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تفصیل کے ساتھ کیا جائے گا۔

اس غزوہ میں عیسائی حکمرانوں میں سے کئی ایک نے اسلام قبول کیا جن میں حاکم ایلاء (یحنہ یا یوحنا) بن روبہ حاکم دومۃ الجندل اکیدر جیسا طاقتور حاکم نہ صرف جزیہ دینے پر مجبور ہوگیا بلکہ اس نے مال کثیر بھی پیش کیا اسکے علاوہ جرباء اور اذرح کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک امان نامہ لکھوا کردیا جو کہ ان کے پاس رہا۔ ترجمہ امان نامہ تحریر کیا جارہا ہے:۔

"بِسم اللہِ الرحمن الرّحیم"

""محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تحریر اذرح اور جرباء والوں کے لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور یہ کہ انہیں ہر رجب کے مہینے سو دینار پورے پورے ادا کرنے ہونگے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی نصیحت اور احسان کا کفیل ہے۔""

رسول اللہ حکمت

مذکورہ حالات کو دیکھ کر جزیرہ نما عرب کے اندر اور باہر جو قبائل ابھی تک اس امید پر زندہ تھے کہ مسلمان گو پورا عرب فتح کرچکے ہیں مگر رومی وہ طاقت ہیں جو مسلمانوں کو ختم کردیں گے اور یوں وہ لوگ رومیوں کے آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ غزوہ تبوک میں رومیوں کے بھاگ جانے سے وہ لوگ اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اب مسلمانوں کی عظیم

روحانی اور اجتماعی قوت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لیے انہوں نے پرانے دوستوں پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا اور یوں مسلمانوں کے حمایتی بن گئے۔ اس طرح مسلمانوں کی سرحدیں اسقدر وسیع ہوگئیں کہ وہ رومی سرحدوں سے جاملیں اور یہ بات یقینی طور پر اہل حق کی عظیم فتح وکامرانی کا ثبوت ثابت ہوئی۔ دشمنان اسلام اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے اور یوں مذہب اسلام دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 444

طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 457

سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 624

البدایۃ والنہایہ جلد 5 صفحہ 59

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 563

لشکر اسلام کی مدینہ منورہ کو واپسی

ابن اسحاق نے کہا ابن شہاب زہری نے ابن اکیم (اکیمہ) لیثی کے حوالے سے ابورہم غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت یوں بیان کی ہے کہ حضرت ابورہم کلثوم ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک میں جانیوالے لشکر اسلام میں شامل تھے پھران کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ بیعت رضوان کے موقعہ پر بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر ہم لوگ مقام اخضر میں تھے ایک رات جب ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت میں سفر کر رہے تھے خوش قسمتی سے میری اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اونٹنی (قصویٰ) کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آ گئی اچانک میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی مبارکہ بالکل ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ میں نے اپنی اونٹنی کو قصویٰ سے دور ہٹالیا اور یوں سفر جاری رہا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے تھوڑی دور چل کر مجھے پھر اونگھ آ گئی اس دفعہ میری اونٹنی قصویٰ سے ٹکرا گئی اور میرا پاؤں قصویٰ کی رکاب میں چلا گیا میری فوراً آنکھ کھلی اور سخت گھبراہٹ محسوس ہوئی کہ کہیں میری وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچی ہو میں نے اپنی اونٹنی کو قصویٰ سے دور ہٹایا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غفلت کی وجہ سے جو آپ کو تکلیف پہنچی ہے اس کے لیے معافی مانگتا ہوں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''چلتے چلو'' اور پھر مجھ سے ارشاد فرمایا ''بنو غفار کے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو پیچھے رہ گئے ہیں''۔ میں سوالات کے جوابات عرض کرتا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''سرخ بالوں والے ہلکی لمبی داڑھی والوں نے کیا رویہ اختیار کیا''۔ میں نے ان لوگوں کے پیچھے رہنے کے بارے میں عرض کیا۔ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا "سیاہ فام گھونگریالے بالوں والے لوگوں نے کیا

رویہ اختیار کیا" میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم میں ان لوگوں کو اپنے میں سے ہی نہیں سمجھتا۔ فرمایا "تم ایسا کیوں خیال کرتے ہو" میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے اس سلوک کی وجہ سے ارشاد ہوا "نہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے اونٹ مقام شبکہ شدخ (شدخ ایک پانی کا نام ہے) میں سے ہیں"۔ میں ان لوگوں کو بنی غفار میں سے سمجھتا تھا۔ اور مجھے یہ لوگ یاد نہیں آرہے تھے۔ اچانک پھر یاد آ گیا کہ یہ لوگ بنو اسلم کا ایک گروہ ہے جو ہمارے حلفاء میں شامل ہیں۔

میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ بنو اسلم کا گروہ ہیں جو ہمارے حلیفوں میں شامل ہیں۔ پھر سرکار نے فرمایا "ان لوگوں میں سے جو پیچھے رہ گیا تھا اسکو کس بات نے ایسا کرنے پر مجبور کیا وہ ہمارے ساتھ کیوں نہ گیا کس بات نے اسے روکا تھا وہ اپنے اونٹ پر کسی اور کو سوار کرا کر روانہ کر دیتا۔ ایسے شخص کو جو اللہ کی راہ میں خوشی خوشی جہاد کے لیے شریک ہوتا ہے۔ بلا شک وشبہ یہ بات میرے لیے سب سے زیادہ گراں ثابت ہوتی ہے۔ جب کوئی میرے اہل۔ قریش مہاجرین، انصار، بنو غفار اور بنو اسلم میں سے پیچھے رہ جائے اور جہاد کے موقعہ پر اس میں شرکت نہ کرے۔"

طبری جلد 1 صفحہ 443

سیرۃ النبی کامل، از: ابن ہشام جلد 2 صفحہ 632

البدایۃ والنہایہ جلد 5 صفحہ 56

منافقین کے ایک گروہ کی ناپاک سازش

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپسی کا سفر فرمارہے تھے کہ منافقین کے 12 آدمیوں کے ایک گروہ نے ناپاک سازش کی جب سرکار گھاٹی میں سے گزریں گے جو کہ راستے میں آتی تھی اس وقت آپ علیہ السلام کو خاکم بدہن قتل کر دیا جائے۔ ان لوگوں نے اس منصوبے کے مطابق حملہ کرنے کے لیے لوگوں کا انتخاب بھی کر لیا تھا اور یوں دنیا ودین کی رسوائی اور لعنت کا طوق گلے میں ڈالنے کے لیے وہ بدبخت تیار بھی ہو گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کے اس ناپاک منصوبے کے بارے میں ساتھ چلنے والوں کو آگاہ فرما دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو وادی میں سفر کرنے کا حکم دیا اور خود گھاٹی پر چڑھ گئے۔ اس وقت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو "طیب المطیب" کے لقب سے نوازا۔ سلسلہ نسب: عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن لوذیم بن عوف بن عامر الاکبر بن یام بن عنس قحطانی یمنی) اونٹنی مبارکہ کی مہار پکڑے آگے آگے چل رہے تھے جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی کو پیچھے سے

ہانک رہے تھے۔ اُدھر منافقین کا وہ گروہ ڈھاٹے باندھ کر ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اچانک حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے قدموں کی آواز سنی وہ حملہ کرنے کے قریب ہی تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کی طرف روانہ کیا تو وہ فوراً سمجھ گئے کہ جس بات کو ہم نہایت ہی پوشیدہ طریقے سے سرانجام دینا چاہتے تھے اُس میں ناکام ہو گئے ہیں۔ یعنی ہمارا خفیہ منصوبہ عیاں ہو چکا ہے۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی اس لئے وہ لوگ بڑی تیزی کے ساتھ گھاٹی سے اُترے اور دوسرے لشکریوں میں جا کر مل گئے۔ اسکے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو'' عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تاریکی بہت تھی پھر ان لوگوں نے ڈھاٹے باندھ رکھے تھے اس لیے میں ان کو پہچان نہیں سکا البتہ ان لوگوں کی سواریاں پہچانتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ارادے سے باخبر فرمایا اور ایک ایک کا نام بھی بتایا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا آپ علیہ السلام ان لوگوں کے قتل کا حکم نہیں دیں گے ارشاد فرمایا ''میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ لوگ آپس میں باتیں کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔'' اس رازدارانہ گفتگو کی بنا پر ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ''رازداں'' کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ توبہ آیت 74

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ

ترجمہ: ''اُنہوں نے اس بات کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔''

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے محمد بن مسلمہ کے طریقے سے بحوالہ ابواسحٰق عن اعمش عن عمر بن مرہ ابی النحری عن حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کنیت ابو عبداللہ عبسی تھی۔ قبیلہ عطفان کے خاندان عبس سے تعلق تھا۔ سو (100) سے زیادہ احادیث آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ حضرت عثمان غنی ذولنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد چالیس روز زندہ رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت کر لی تھی۔ 36ھ میں وفات پائی) نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ:

''غزوہ تبوک سے واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی (قصویٰ) کی مہار پکڑے میں آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ناقہ کو پیچھے سے ہانک رہے تھے یا شاید میں ہانک رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُہار پکڑے ہوئے تھے۔ اس طرح ہم چلتے چلتے راستے میں آنے والی گھاٹی میں پہنچ گئے کہ اچانک بارہ آدمیوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ میں نے خدمتِ اقدس میں حال عرض کیا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں

کو للکارا۔ وہ آواز مبارک سُن کر وہاں سے بھاگ گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "تم لوگوں نے بھاگنے والوں کو پہچانا ہے؟" ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم ان لوگوں کو نہیں پہچان سکے کیونکہ انہوں نے ٹھاٹھے باندھ رکھے تھے ہم نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔"

"سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "یہ لوگ قیامت تک منافق رہیں گے" پھر ہم سے دریافت فرمایا "کیا تم بھاگنے والوں کے ارادے کو جانتے ہو؟" ہم نے عرض کیا ہم نہیں جانتے "ارشاد فرمایا "ان لوگوں نے گھاٹی میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ساتھ ٹکرانے اور وہاں سے اُسے نیچے گرانے کا منصوبہ بنایا تھا"۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا آپ ان لوگوں کے قبیلے کی طرف پیغام ارسال فرمائیں گے تاکہ اہل قبیلہ ان لوگوں کے سر خدمت اقدس میں پیش کریں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ اہل عرب آپس میں باتیں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اپنی قوم کے قاتل ہیں۔"

ہم نے پھر عرض کیا کہ جب آپ ان پر غالب ہوں گے تو ان لوگوں کو قتل کریں گے؟ ارشاد فرمایا:
"اے اللہ ان پر دبیلہ دے مار"
ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دبیلہ کیا چیز ہے؟
آپ نے فرمایا "دبیلہ آگ کا شعلہ ہے جو ان میں سے کسی کے دِل کی رگ پر پڑے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔"

اسی سلسلہ میں صحیح مُسلم شریف میں آتا ہیں کہ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا تم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اپنے اس فعل کو دیکھا ہے یا یہ صرف تمہاری رائے ہے۔ یا پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمہیں کوئی وصیت فرمائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہ تو ہمیں کوئی وصیت فرمائی ہے اور نہ ہی دُوسرے لوگوں کو کوئی وصیت کی ہے۔ لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مُجھ سے فرمایا کہ "میرے صحابہ میں سے بارہ منافق ہیں۔ ان میں سے آٹھ اس وقت تک جنّت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے۔"

قتادہ کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "میری امت میں بارہ منافق ہیں وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو

جائے۔ اُن میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہوگا۔ وہ آگ کا چراغ ہے جو ان کے کندھوں کے درمیان ظاہر ہوگا اور ان کے سینوں سے پھوٹ نکلے گا''۔

مذکورہ واقعہ کے بارے میں کُتب سیر میں اور بہت سی روایات بھی ملتی ہیں مگر طوالت کی وجہ سے مذکورہ روایات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ روایات قلم بند کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حیات مبارکہ کے تمام شب وروز اور ہر ہر واقعہ پڑھنے کو ملے اور یوں ہر مُسلمان اس نعمتِ عظمٰی سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر دین ودُنیا کی دولت لازوال اپنے دامن میں بھر لے۔ آمین۔

واپسی مدینہ طیبہ کے وقت راستے میں مساجد کی تعمیر

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لشکرِ اسلام کے ہمراہ جب مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے تو لوگوں نے راستے میں کچھ مساجد تعمیر کیں جن میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قیام فرماتے رہے۔ اس طرح تبوک سے لیکر مدینہ منورہ تک مساجد تعمیر کی گئیں اور یہ وہ تمام مقامات تھے جہاں جہاں لشکرِ اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ قیام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب لشکر اسلام مدینہ منورہ سے ایک ساعت کے فاصلے پر ایک مقام پر قیام پذیر ہوا جس جگہ کا نام ''ذی آوان'' ہے تو حضور علیہ السلام نے منافقوں کی طرف سے تعمیر کی جانے والی مسجد ضرار کی جگہ کو گرا دینے کا حکم فرمایا۔

کچھ منافقین نے مدینہ منورہ سے ایک گھڑی کے فاصلہ پر مسجد قباء شریف کے سامنے ایک مسجد مسجدِ ضرار بنا ڈالی جب مسجد تیار ہوگئی تو یہ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم نے بیمار، محتاج اور تیز بارش وسخت سردی سے بچاؤ اور معذوروں کی معذوری کے پیشِ نظر یہ مسجد تعمیر کی ہے اب ہماری خواہش ہے کہ آپ اس مسجد میں تشریف لائیں اور ہم لوگوں کی امامت فرمائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان ایام میں سفر تبوک کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے اس لئے فرمایا کہ ''انشاء اللہ جب ہم تبوک سے واپس آئیں گے تو تم لوگوں کو نماز پڑھائیں گے''۔ اب جبکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تبوک سے شادمان وکامران واپس تشریف لاتے ہوئے مقام ذی آوان پر جلوہ افروز ہوئے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم فرمایا کہ جا کر اُن منافقوں کی تعمیر شدہ مسجد جو کہ مسجد ضرار ہے اسکو مسمار کر دو۔

مسجد ضرار

امام ومیاطی ابن سعد وواقدی اور ابن حزم رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تبوک سے مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں نماز قصر ادا فرماتے رہے۔ لشکرِ اسلام جب مقام ذی آوان میں خیمہ زن ہوا تو حضور علیہ السلام نے مالک بن وخشم اور معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسجد ضرار کو منہدم

کرنے اور جلانے کے لئے روانہ فرمایا۔

منافقین ہمیشہ اسی فکر میں غرق رہتے تھے کہ مُسلمانوں میں کسی نہ کسی طرح سے پھوٹ ڈال کران کا شیرازہ بکھیر دیا جائے ان لوگوں نے اسی خیال سے مسجد ضرار کی تعمیر کی تا کہ مسلمانوں کے دِل سے مسجد قباء کی حرمت کو کم کیا جاسکے پھران لوگوں نے مشہور کیا کہ ہمارا اس مسجد کو تعمیر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو سردی و گرمی اور موسم کی سختی کے وقت نزدیک ہی عبادت گاہ مل جائے۔ دُوسرا کمزور اور ضعیف لوگ آسانی سے اس نزدیکی مسجد میں نماز ادا کرسکیں۔ منافقین نے جو مقصد بیان کیا وہ بالکل غلط تھا یہ لوگ اصل میں اس جگہ کو مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ جس کا ذِکر قرآنِ کریم میں آتا ہے آگے چل کر ہم تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالیں گے یہاں اصحاب مسجد ضرار کی تاریخ کا حال بیان کردینا ضروری ہے جو کہ یہ تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لانے سے پہلے جہاں منافقین نے مسجد تعمیر کی تھی اس مقام پر بنی خزرج کے اکابرین میں سے ایک راہب رہا کرتا تھا جس کا نام ابو عامر تھا وہ نصرانی مذہب پر تھا۔ تورات اور انجیل دونوں آسمانی کتابوں میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا۔ اسکی طبیعت میں سردار بننے کا خبط تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے وہ لوگوں کو نبی آخرالزمان کے اوصاف وشمائل بتایا کرتا تھا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا نبی آخرالزمان کے یہ اوصاف وشمائل مجھے فرشتے اور جن آ کر سُناتے ہیں۔ مگر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے اور جمال باکمال اور رحمتِ عالم کی عادات کریمہ کی بدولت اہل مدینہ واطراف سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو کر اپنی جھولیاں دین ودنیا کی نعمتوں سے بھرنے لگے تو یہ شقی القلب دشمن دین، حسد، بغض و عناد کی آگ میں جلنے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس شیطان صفت انسان نے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا شروع کردیا۔ لوگوں نے اس سے پُوچھنا شروع کردیا کہ پہلے تو تم خوب نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اوصافِ حمیدہ بیان کیا کرتے تھے مگر اب کیا ہوا کہ تم لوگوں کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی متابعت سے روکتے ہو۔ جواب میں وہ لوگوں سے کہتا اسمیں شک نہیں کہ میں نبی آخرالزمان کے اوصاف حمیدہ بیان کیا کرتا تھا مگر یہ وہ آخری نبی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو کوئی اور ہیں البتہ ان میں نبی آخرالزماں والے چند اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اصل نبی بعد میں آئے گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس شخص یعنی ابو عامر کو خدمتِ اقدس میں طلب فرما کر اُسے اسلام کی دعوت دی مگر وہ بدقسمت اسلام نہ لایا بلکہ الٹا مزید زور وشور سے اسلام کی مخالفت شروع کردی۔ مدینہ منورہ میں اسلام کا غلبہ دیکھ کر یہ شخص مکہ چلا گیا اور کفار قریش سے مل کر اسلام کی مخالفت میں مصروف ہوگیا۔ غزوہ اُحد میں مُسلمانوں پر سب سے پہلے تیر چلانے والا یہی شقی القلب شخص تھا۔ مُسلمان اسکو فاسق کے لقب سے پکارنے لگے۔ خود سرکار دوعالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لئے بددعا فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے خداوند قدوس اسکو تنہائی کے عالم میں بے یارومددگار موت دے''

اور بعد میں اُسکی موت اُسی طرح واقع ہوئی۔

یہ شخص مسلمانوں کی دِن دگنی اور رات چوگنی ترقی دیکھ کر حسد کی آگ میں اس حد تک جل گیا کہ اپنے منافق ٹولے سے کہا تم لوگ مُسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہوئے ان کا دائرہ وسیع کردو۔ میں روم جا کر ہرقل سے امداد لے کر آتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیا جائے۔ چنانچہ وہ روم پہنچ کر ہرقل کے درباریوں میں ہی شامل نہ ہوا بلکہ اس کا مقرب خاص بن گیا۔ اسکی شدید خواہش تھی کہ ہرقل سے فوجی امداد حاصل کرے اور مُسلمانوں پر حملہ آور ہو مگر شدید تردّد اور جستجو کے باوجود وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر اس نے مدینہ منورہ میں رہنے والے منافقین کے پاس ایک خط بھیجا کہ تم لوگ میرے لئے مسجد قباء کے سامنے ایک مسجد تعمیر کرو جس کا بظاہر مقصد مُسلمانوں کیلئے عبادت گاہ مہیا کرنا ہوگا جبکہ اصل میں اس مسجد کے اندر میں آکر اپنا ڈیرہ جماؤں گا اور یوں اہلِ حق کے خلاف سازشوں اور کارروائیوں کے منصوبے تیار کروں گا۔ اس طرح یہ مسجد ہمارے لئے کمین گاہ کا کام دے گی۔ پھر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت مقام ذی آوان جو کہ مدینہ منورہ سے ایک گھڑی کے فاصلے پر ہے تشریف فرما ہوئے تو منافقین حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ اس مسجد میں تشریف فرما ہوں کیونکہ ہم لوگوں نے یہ مسجد بیمار اور کمزور مُسلمانوں کیلئے سردی اور گرمی سے بچاؤ کی خاطر تعمیر کی ہے۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسجد میں امامت فرما کر مسجد کو عزت بخشیں۔ ہم پر یہ احسانِ عظیم ہوگا۔ اُسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ جن کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔ سورۃ توبہ آیات 107،108

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّھُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿107﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿108﴾

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے ضرر پہنچانے کیلئے اور کفر کرنے کیلئے اور مومنین کے دِلوں میں جُدائی ڈالنے کے لئے

اور پہلے سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ساتھ جنگ کرنے والے کے لئے گھات لگانے کے لئے مسجد ضرار بنائی اور وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ بھلائی کا تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں جو کہ پاکی کے زیادہ خواہاں ہیں اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ پس کیا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کی رضامندی اور تقویٰ پر رکھے وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والے گڑھے کے کنارے پر رکھے اور وہ اُسے دوزخ کی آگ میں لے گرے اور اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ انہوں نے جو عمارت بنائی ہے وہ ہمیشہ ان کے دِلوں میں شک کا باعث رہے گی سوائے اس کے ان کے دِل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ صاحبِ علم وحکمت ہے۔"

(سورۂ توبہ آیات:107 تا 108)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مالک بن وخشم (اخو بنوسالم بن عوف) اور معن بن عدی یا ان کے بھائی عاصم بن عدی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بلا کر حکم فرمایا کہ "تم دونوں جاؤ اور اس مسجد کو جو کہ مسجد ضرار ہے اور جس کے لوگ ظالم ہیں اسے منہدم کر دو"۔ چنانچہ حکم مبارک ملتے ہی وہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ اٹھے اور بنوسالم بن عوف کے پاس پہنچے جو کہ بنو مالک بن وخشم کا خاندان تھا۔ مالک بن وخشم نے معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا مجھے اتنی مہلت دو کہ میں گھر سے آگ لے کر آ جاؤں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گئے اور کھجور کے درخت کی ایک شاخ لے کر اس میں آگ سلگائی پھر یہ دونوں دوڑتے ہوئے مسجد ضرار میں پہنچے اس کو آگ لگا دی اس وقت اصحابِ مسجد ضرار مسجد میں ہی موجود تھے وہ لوگ مسجد کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور یوں مسجد ضرار جل کر منہدم ہو گئی۔ مسجد کے منہدم ہونے کے بعد وہ جگہ آہستہ آہستہ کوڑے کرکٹ کا ڈھیر بن گئی یہاں تک کہ ہر قسم کی گندگی، پلیدی اور نجس چیزیں وہاں پھینکی جانے لگیں۔

(از: تاریخِ طبری جلد 1 صفحہ 447)
(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 457)
(سیرت النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 636،637)
(زرقانی جلد 3 صفحہ 92)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 567،568)
(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 61،62،63)

مسجد ضرار کے بانیوں کے نام

مسجد ضرار تعمیر کرنے والے منافقین کی تعداد بارہ تھی جن کے نام یہ تھے۔ یُوں تو صرف تعداد لکھ دینا بھی کافی ہے مگر سیرت مقدسہ کا علم رکھنے والے حضرات اور اصحابِ سیر نے ان لوگوں کے نام معہ ولدیت بھی تحریر کئے ہیں تا کہ علم کے متلاشی اپنی علمی پیاس بُجھا سکیں۔

(1) خذام بن خالد: اس کا تعلق بنوعبید بن زید کی شاخ بنوعمرو بن عوف کے ایک فرد سے تھا اسی کے گھر کے ایک کونے میں مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی۔

(2) ثعلبہ بن حاطب: یہ بنوامیّہ بن زید کا ایک فرد تھا۔

(3) معتب بن قشیر: یہ بنوضبیعہ بن زید سے تھا۔

(4) ابوحبیبہ بن ازعر: یہ بھی ضبیعہ بن زید سے تھا۔

(5) عباد بن حنیف: اِس کا تعلق اخو سہل بن حنیف بن عمرو بن عوف سے تھا۔

(6) جاریہ بن عامر اور اس کے دو بیٹے: ان کا تعلق بنوضبیعہ سے تھا۔

(7) مجمع بن جاریہ: اس کا تعلق بھی مذکورہ قبیلے سے تھا۔

(8) زید بن جاریہ: اس کا تعلق بھی مذکورہ قبیلے سے تھا۔

(9) نبتل بن حارث: مذکورہ قبیلے سے تھا۔

(10) بخزج: کا تعلق بھی بنوضبیعہ سے تھا۔

(11) بجاد بن عثمان: بھی مذکورہ قبیلے سے تھا۔

(12) ودیعہ بن ثابت: جو کہ بنوامیہ بن زید میں سے تھا۔ یہ ابولبابہ بن عبدالمنذر کے ایک خاندان کا نام ہے۔

مسجد ضرار کو منہدم کرانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے۔ اہلِ مدینہ کو آمد کی خبر ہوئی تو شہر کے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، بچیاں باہر نکل آئے اور ان لوگوں نے زبردست طریقے و اعزاز سے اسلامی لشکر کا استقبال کیا سب مل کر یہ نغمہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعَ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ترجمہ: ''ثنیۃ الوداع سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے ہم پر شکر واجب ہے۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ سے جب تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو واپسی تک پچاس روز

صَرف ہوئے یعنی رجب میں روانہ ہوئے تو واپسی پر ماہِ رمضان تھا۔ اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور لشکرِ اسلام نے کل پچاس دنوں میں سے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا جبکہ تیس (30) یوم کا عرصہ آمدورفت میں بسر ہوا۔ غزوہ تبوک رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کا آخری غزوہ تھا۔

بعض صَاحبِ سیر نے مذکورہ اشعار ہجرت کے باب میں تحریر کیے ہیں اور لکھا کہ ہجرت مدینہ کے وقت بنونجار کی بچیاں دف پر یہ اشعار گا رہی تھیں مگر صاحبِ مواہبِ لدنیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ ثنیۃ الوداع کا مقام شام کی طرف واقع ہے اور جب ہم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف آئیں تو یہ مقام راستے میں نہیں آتا بلکہ اس مقام کو دیکھا بھی نہیں جاسکتا۔ (واللہ اعلم)

(از: مدارج النبوّت جلد2 صفحہ569)

(زرقانی، طبری، ابن ہشام، البدایۃ والنہایۃ وغیرہ)

متخلفین

غزوہ تبوک اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش تھا اس طرح اہلِ ایمان اور دوسرے لوگوں میں فرق کھل کر سامنے آگیا۔ غزوہ تبوک پر روانہ ہوتے وقت مومنین ومخلصین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمرکاب تھے۔ اس موقعہ پر منافقین کا ایک گروہ جان بوجھ کر لشکرِ اسلام میں شریک نہ ہوا بلکہ الٹا مُسلمانوں کے لئے طرح طرح کی باتیں کرنے لگا۔ مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے چند مخلص مومن بھی لشکرِ اسلام میں شامل نہ ہوئے ان لوگوں کا شمولیت نہ کرنا کسی نفاق کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بشری تقاضا کے مطابق گرمی اور لو کی تکلیف سے گھبرا کر ان لوگوں نے شرکت نہ کی۔

مُسلمانوں پر جب سخت آزمائش کے وقت اللہ کریم کا یہ ارشاد ہوا: سورۃ آلِ عمران آیت 179

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ

ترجمہ: "اللہ مومنین کو اس حالت پر نہیں چھوڑ سکتا جس حالت پر تم لوگ ہو یہاں تک کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ فرما دے۔" (القرآن 179:3)

غزوہ تبوک میں جن لوگوں نے شرکت نہ کی ان کو منافق اور شرکت نہ کرنا نفاق کی علامت قرار پایا۔ چنانچہ سفر کے دوران اگر کوئی پیچھے رہ گیا تھا اس کا ذکر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کیا جاتا تو فرماتے کہ "اسے چھوڑ دو۔ اگر اس میں خیر ہے تو اللہ اُسے جلد ہی تمہارے پاس پہنچا دے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اللہ نے تمہیں ایسے شخص سے بچالیا راحت بخشی"۔ مختصراً اس غزوہ میں شرکت کرنے سے یا تو وہ لوگ پیچھے رہ گئے جو معذور تھے یا وہ

لوگ جو منافق تھے اور وہ بظاہر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبّت کا دعوٰی رکھتے تھے مگر ان کا یہ دعویٰ غلط تھا۔ ان لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے جھوٹے عذر پیش کر کے غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت لے لی تھی اور کچھ ایسے بھی تھے جو بغیر اجازت کے ہی اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہے مگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دِل کا حال خوب جانتا ہے اور اس نے ان لوگوں کی نشاندہی بھی فرما دی۔ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تین شخص ایسے تھے جو پکے سچے مومن تھے مگر کسی جواز کے بغیر انسانی تقاضے کی وَجہ سے گرمی سفر کی کوفت اور لُو سے ڈر کی وجہ سے شریک سفر نہ ہوئے۔ اللہ کریم نے ان لوگوں کو سخت آزمائش میں مبتلا کیا اور پھر بعد میں ان کی توبہ کو قبول فرما لیا ان مومنین کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

1: حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

2: قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حضرت مرارہ بن الربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

3: حضرت ہلال بن امیّہ انصاری واقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے سیدھے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔ پھر لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے مسجد میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ منافقین کو جب علم ہوا کہ:

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سفر سے کامیابی و کامرانی کے ساتھ مومنین کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے ہیں اور مسجد نبوی میں ملاقات کے لئے تشریف فرما ہیں تو منافقین کا گروہ جنکی تعداد اسی (80) سے کچھ زیادہ تھی حاضر خدمت ہوا اور شریک سفر نہ ہونے کی قسمیں اٹھا کر معذرت و عذر پیش کرنے لگے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کا عذر قبول فرماتے ہوئے ان کا باطن اللہ کے حوالے کر دیا اور ان لوگوں سے بیعت لی۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ تعداد تو صرف ان منافقین کی تھی جن کا تعلق صرف انصار سے تھا جبکہ ان لوگوں کے علاوہ بنو غفار اور اعراب میں سے بھی معذرت کرنے والوں کی تعداد تقریباً بیاسی (82) کے قریب تھی۔ سردار المنافقین عبداللہ بن ابی اور اُسکے ساتھی ان کے علاوہ تھے جنکی تعداد بھی خاصی تھی۔

مومنین میں سے مخلص خاص بھی حاضر خدمت ہوئے جن کے اسمائے گرامی اوپر گذر چکے ہیں اور کسی جھوٹے عذر و معذرت کو پیش کرنے کی بجائے انہوں نے سچ بولا کہ ہم کسی شرعی مجبوری کے بغیر صرف اپنے نفس کی خاطر شریک لشکر نہ ہوئے۔ یہ سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ''ان تینوں کے ساتھ کوئی بات چیت نہ کرے'' یعنی ان کا سماجی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کر دیا۔ پھر چالیس روز کے بعد حکم فرمایا کہ ''یہ لوگ اپنی عورتوں سے بھی الگ رہیں'' جب سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) کو پچاس روز کا عرصہ گزر گیا تو اللہ کریم نے ان لوگوں کی توبہ قبول فرمائی۔

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 447)

(طبقات ابن سعد جلد 1 صفحہ 452)

(سیرت النبی الکامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 637)

(فتح الباری جلد 8 صفحہ 119)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 65)

(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 569) وغیرہ

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کا حال

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے غزوہ تبوک سے واپسی پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مومنین میں سے پیچھے رہنے والے تین ساتھیوں کے ساتھ جو کہ کسی شرعی عذر کے بغیر ہمراہ نہیں گئے تھے سخت سماجی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کا حکم فرما دیا یہاں ہم ان تینوں کے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ تحریر کر رہے ہیں تا کہ کوئی گوشہ سیرت تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے اور پڑھنے والے ان حالات سے عبرت اور سبق بھی حاصل کریں۔

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے علاوہ کسی اور غزوہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے جُدا نہیں ہوا تھا۔ اس غزوہ میں میرا پیچھے رہ جانا ابتلائے محض تھا۔ البتہ غزوہ بدر بھی ایسا غزوہ تھا کہ جس میں پیچھے رہ گیا تھا۔ اس غزوہ میں پیچھے رہ جانے والوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کوئی غصّے یا ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیونکہ اس غزوہ میں اہلِ حق صرف قریش کے تجارتی قافلے کی جستجو میں نکلے تھے مگر اللہ کریم نے مسلمانوں اور کفار کو آمنے سامنے کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان کامیاب رہے اور کفّار کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ میں تو شبِ عقبہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ تھا۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جس قدر طاقتور اور مضبوط میں تھا اس سے پہلے کبھی نہ تھا خدا کی قسم اس موقعہ پر تو میرے پاس اپنی ذاتی دو اونٹنیاں بھی تھیں جن کو میں نے تبوک چلنے کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔''

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ عادتِ کریمہ تھی کہ جب کسی غزوہ پر تشریف لے جانے کا لائحہ کار (پروگرام) فرماتے تو اصل منزل مخفی رکھتے مگر اس دفعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ جنگ کیونکہ شدید گرمی میں لڑنا تھی سفر دور دراز تھا اور دشمن کے جم غفیر کا سامنا اور مقابلہ تھا اسلئے مُسلمانوں پر واضح فرما دیا اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ ''سب اچھی طرح سے مکمل تیاری کر لیں'' اس طرح مُسلمانوں کی کثیر تعداد اس غزوہ میں حصّہ لینے کے لئے تیار ہو گئی۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس سفر میں کوئی بھی غیر حاضر ہونا نہیں چاہتا تھا مگر وہ جو یہ خیال کرتا تھا کہ جب تک اُسکے بارے میں وحی نازل نہ ہو گی یہ بات پوشیدہ رہے گی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب جنگ پر جانے

کا اعلان فرمایا اس وقت مدینہ منورہ کے باغوں کے پھل پک کر تیار ہو چکے تھے درخت خُوب ٹھنڈے اور لمبے سایہ دار بن چکے تھے۔ ہر اہلِ ایمان بڑے جوش و خروش کے ساتھ تیاری میں مصروف تھا میں بذاتِ خود لشکر کیساتھ شامل ہونے کے لئے بھاگ دوڑ کر تیاری میں مصروف تھا"۔

"حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو میں نے سوچا کہ جب اہلِ لشکر کوچ کریں گے میں بھی ساتھ ہی روانہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایک صبح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لشکر کو تبوک کی طرف کوچ کا حکم فرمایا اور یوں لشکرِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہو گیا۔ لشکر کی روانگی کے وقت میں نے دِل میں خیال کیا میرا سارا سامانِ جنگ تیار ہے۔ دو مضبوط اونٹ میرے پاس ہیں آج مجھے کُچھ کام ہے اس لئے کام ختم کر کے کل چلوں گا اور آسانی کے ساتھ اسلامی لشکر کے ساتھ راستے میں بھی شامل ہو جاؤں گا۔ اس طرح لشکرِ اسلام تو روانہ ہو گیا تھا دُوسرے دن میں پھر کوئی فیصلہ نہ کر سکا اور شام ہوگئی۔ تیسرے دن بھی روانگی کے بارے کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ اس طرح مجھے فیصلہ کرنے میں بہت دیر ہوگئی اور یوں لشکرِ اسلام اس قدر دور چلا گیا کہ میں اگر سفر شروع بھی کرتا تو لشکر کے ساتھ جا کر شامل نہیں ہو سکتا تھا یُوں میں تبوک جانے سے ہی رہ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر خود ہی بڑا پریشان رہنے لگا مجھ پر نہایت ہی رنج و غم کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں مدینہ منورہ کی گلیوں میں اکیلا باہر نکلتا تو منافقین اور کمزور لوگوں کے علاوہ کسی اور کو مدینہ منورہ میں نہ پاتا۔ میں ہر روز حسرت و غم کی آگ میں جلتا رہتا کیونکہ میں غزوہ میں شرکت کے لئے نہیں گیا تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے تبوک کے پورے راستے میں یاد نہ فرمایا یہاں تک کہ لشکرِ اسلام مقامِ تبوک پر خیمہ زن ہوا۔ ایک روز جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان رونق افروز تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہے" "بنوسلمہ کے ایک شخص نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو ان کی دھاری دار چادروں اور خود بینی نے روک لیا ہے۔"

"ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ بنوسلمٰی کے ایک شخص نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسکے کپڑوں اور اُسکے تکبّر نے روک لیا ہے۔"

(واللہ اعلم)

بنوسلمٰی کے اس شخص کے جواب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"تم نے بہت بُری بات کہی ہے۔ خُدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم نے اُن سے یعنی کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سُن کر خاموشی اختیار فرمائی۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاف گوئی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "پھر جب مجھے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم لشکرِ اسلام کو ہمراہ لے کر کامیابی و کامرانی کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھ پر حزن و ملال کا مزید غلبہ ہو گیا میں اپنی غلطی کو یاد کرنے لگا اور سخت غمگین ہو گیا سوچا اب میں آقائے عرب و عجم تاجدار مدینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ناراضگی سے کیسے بچ سکوں گا۔ میں نے اپنے گھرانے کے تمام عقلمند اور ذی رائے لوگوں سے مدد لی۔ پھر جب مجھے علم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہونا ہی چاہتے ہیں تو باطل مجھ سے دُور ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ سچائی کے سوا میری بچت کا کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں سب کچھ سچ سچ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کر دوں گا۔ اُدھر جب نبی اکرم علیہ السّلام مدینہ منورہ میں داخل ہو کر مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو منافقین نے جھوٹی قسمیں اٹھائیں اور تمام باطل عذر خدمتِ اقدس میں پیش کئے۔ بظاہر رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے منافقین کے عذر قبول فرما لئے مگر ان کے باطن کی بات کو خدا پر چھوڑ دیا۔ پس میں بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے تبسم فرمایا جس میں ناراضگی صاف ظاہر تھی"۔ فرمایا "آؤ" میں چل کر قریب ہوا اور سامنے بیٹھ گیا رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"تم کو کس چیز نے پیچھے رکھا کیا تو نے سواری کا اونٹ نہیں خریدا تھا۔"

میں نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قسم بخدا میں نے سواری کا اونٹ خریدا تھا اگر میں آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے علاوہ کسی دنیا دار کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں عذر کر کے اُسکی ناراضگی سے بچ جاتا مگر میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ علیہ السّلام کے سامنے جھوٹی بات بیان کی جس سے آپ علیہ السلام ناراض نہ ہوں مگر اللہ تعالیٰ فوراً آپ علیہ السّلام کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں تمام بات سچ سچ بیان کر دوں تو مجھے امید قوی ہے کہ ایسا کرنے میں عفو الٰہی ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے سفر کی تمام سہولتیں و اسباب حاصل تھے مگر نفس نے مجھے غافل کر دیا۔ مجھ پر سُستی کا غلبہ ہو گیا۔ شیطان نے میری راہ بند کر دی اور یوں مجھے ذلالت میں ڈال دیا"۔ "میری ساری گفتگو سُن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:"

"واقعات کا جہاں تک تعلق ہے تم نے سچ کہا ہے۔ بہر حال اب تم جاؤ اور دیکھو اللہ تعالیٰ تمہارے

بارے میں کیا فیصلہ فرماتا ہے۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ حکم مبارک سُن کر خدمتِ اقدس سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ میرے ساتھ ہی بنی سلمہ کے کُچھ آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ان لوگوں نے میرے قریب ہو کر کہا۔

''خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ آج سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو۔ تم نے دُوسرے لوگوں کی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عذر کیوں نہ کیا اگر تم ایسا کر دیتے تو حضور علیہ السّلام کا تیرے حق میں استغفار ہی کافی ہوتا۔ پھر وہ لوگ مسلسل مجھے ایسا نہ کرنے پر ملامت کرتے رہے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میں نے چاہا واپس خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنی تکذیب کروں۔ پھر میں نے ان لوگوں سے پُوچھا کیا میرے علاوہ بھی کِسی اور کو یہ سزا ملی ہے۔ وہ بولے ہاں دو آدمی اور ہیں یعنی حضرت مرارہ بن الربیع العمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ دونوں بھی نہایت متقی پرہیزگار اور اسلام سے دِلی رغبت رکھنے والے ہیں اسکے ساتھ ساتھ وہ بدری بھی ہیں اور انہوں نے غزوہ بدر میں بہادری کے جوہر بھی دکھائے تھے۔ ان لوگوں کی بات سُن کر میں خاموش ہو گیا۔ اُدھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم دیا کہ ہم تینوں کے ساتھ کوئی کلام نہ کرے۔ چنانچہ لوگوں نے ہمارے ساتھ کلام بند کر دیا لین دین ختم ہو گیا نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ میرے لئے سرزمین مدینہ منورہ بالکل اجنبی ہو گئی یہاں تک کہ میں خود اپنے لئے اجنبی ہو گیا۔''

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کا عبرتناک واقعہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مدینہ منورہ میں صرف میرا اکیلے کا ہی سماجی مقاطع (سوشل بائیکاٹ) نہ ہوا بلکہ اس میں میرے دو اور ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ دونوں کیونکہ عمر رسیدہ تھے اسلئے انہوں نے خود کو گھروں میں بند کر لیا باہر نکلنا بالکل ہی چھوڑ دیا اور ہر وقت گھر میں روتے رہتے کہ اللہ ان پر رحم فرما کر معاف کر دے۔ فرماتے ہیں میں ان کی نسبت جوان تھا نوعمری تھی اسلئے میں باہر نکل کر لوگوں میں گھومتا پھرتا، بازاروں میں جاتا مگر مجھ سے کوئی بھی بات چیت نہ کرتا۔ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں بھی حاضری دیتا۔ جس وقت حضور علیہ السّلام نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے تو میں خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرتا پھر بڑے اشتیاق سے چہرۂ انور کی طرف دیکھتا کہ آیا میرے سلام کا جواب ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں۔ میں ہونٹ مبارک

کی جنبش دیکھا کرتا۔ میں اکثر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب ہی نماز ادا کیا کرتا اور چور آنکھوں سے حضور علیہ السلام کی طرف دیکھتا رہتا پھر جب میں نماز میں مصروف ہو جاتا تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری طرف نگاہ مبارکہ پھیرتے۔ اور جب میں رُخِ انور کی طرف نگاہ اٹھاتا تو مجھ سے اعراض فرماتے۔ یہاں تک کہ یہ سرد مہری میرے لئے بہت ہی گراں ہوگئی۔ پھر ایک روز میں ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ یہ ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے عمزاد اور سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اس وقت وہ کوئی مکان بنوا رہے تھے میں ان کے قریب گیا اور انہیں سلام کیا مگر خدا کی قسم انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اس پر میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا اے ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

''میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اللہ اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو محبوب رکھتا ہوں۔''

''میری یہ بات سُن کر بھی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ انہیں قسم دے کر اپنا سوال دہرایا مگر وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار قسم دے کر پُوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

''اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زیادہ عِلم ہے''

''ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ جواب سُن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر میں کود کر باغ سے باہر آ گیا۔ پھر ایک روز میں بازار میں جا رہا تھا کہ ایک شام کا رہنے والا نبطی جو مدینہ منورّہ میں گندم بیچنے آیا کرتا تھا لوگوں سے پُوچھ رہا تھا مجھے کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملاقات کرنی ہے اسکے گھر کا مجھے پتہ بتانے والا کوئی ہے۔ نبطی کی یہ بات سُن کر لوگوں نے اسکو میرے بارے میں بتایا وہ سیدھا میرے پاس آیا اور مجھے شاہِ غسان کا ایک خط دیا جو کہ ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر شدہ تھا میں نے خط کھول کو دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔''

حاکم غسّان کا خط

اُردو ترجمہ: ''امّا بعد: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا (سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تمہارے ساتھ بدسلوکی سرد مہری کی ہے جبکہ اللہ نے تمہیں ذلّت وتباہی کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اسلئے تم یہاں آ کر مجھ سے ملو میں تمہارے لئے معاش اور روزی میں حصّہ رسدی کا انتظام کروں گا۔''

''میں نے جب وہ خط پڑھا تو سوچا کہ مجھ پر نازل شدہ آزمائش میں سے ایک یہ بھی آزمائش ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ایک کافر مجھے اور میرے دین کو موڑنا چاہتا ہے اور یوں مجھے کفر کی دعوت دے رہا ہے۔ میں اور زیادہ غمزدہ و رنجیدہ ہو گیا۔ میں نے اس خط کو آگ میں جلا دیا اور اس نبطی قاصد کو گھر سے نکال دیا اور کہا

یہاں سے چلے جاؤ اور واپس جا کر اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ میرے آقا و مولا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مجھ پر جو عدم عنایت والتفات ہے وہ تمہاری عنایت والتفات سے لاکھوں درجہ بہتر خوش تر اور میرے لئے زیادہ مقدم ہے''۔

(سبحان اللہ ایسے جذبۂ ایمانی اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت رکھنے والے دیوانوں کی زندگی کے حالات پڑھ کر دین وایمان کو وہ فرحت اور تازگی نصیب ہوتی ہے جو احاطۂ قلم سے باہر ہے اللہ کریم ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلائے۔ آمین)

زوجہ سے الگ رہنے کا حُکم

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ''شاہِ غسّان کا خط میں نے گھر کے تنور میں ڈال دیا جس نے آگ کو مزید تیز کر دیا۔ میں گھر میں ہی تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے کہا کیا بیوی کو طلاق دے دوں اس نے کہا طلاق نہیں دینا بلکہ حکم یہ ہوا ہے کہ تم اپنی بیوی سے صحبت مت کرو۔ اس حکم کے بعد میں نے اپنی بیوی کو اُسکے والدین کے گھر روانہ کر دیا۔ اور اس سے کہا کہ تم اس وقت تک وہیں رہو گی جب تک اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ نہ فرمادے جو وہ میرے بارے میں کرنے والا ہے۔ دُوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قاصد نے میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ایسا ہی حکم پہنچایا۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ ان لوگوں کی بیویوں نے خود اُن سے کہا کہ تم لوگ ہم سے دُور رہو اور ہمارے ساتھ مباشرت نہ کرو'' (واللہ اعلم)

حضرت ہلال بن امیہؓ واقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرا شوہر کمزور اور بوڑھا ہے اس کے پاس اور کوئی خدمت گار بھی نہیں ہے اس لئے میری گذارش ہے کہ مجھے اپنے شوہر کی خدمت کرنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔ رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ٹھیک ہے تم اسکی خدمت کرو لیکن یاد رکھو وہ تم سے قریب نہ ہو یعنی مباشرت نہ کرے''۔ عورت نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرا شوہر نہایت ہی رنج وغم کی حالت میں بے حس وحرکت پڑا متواتر رونے میں لگا ہوا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ آگے بیان کرتے ہیں کہ ''مجھ سے میرے گھر کے بعض افراد نے کہا کہ تم بھی جا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اپنی بیوی کے لئے اجازت طلب کر لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو اجازت دے دی ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اجازت طلب نہیں کروں گا اسکی وجہ یہ ہے کہ مجھے علم نہیں

اجازت ملتی بھی ہے یا نہیں پھر میں جوان ہوں اپنا کام خود کر سکتا ہوں۔ اس طرح مسلسل دس مزید راتیں گذر گئیں اور یوں کل پچاس روز کا عرصہ نہایت ہی تنگی و رنج والم میں گذر گیا۔''

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ

حضرۃ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک رات میں اپنے گھر کی چھت پر اکیلا بیٹھا ہوا تھا فجر کی نماز ادا کی اور مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میری جان مجھ پر تنگ ہو رہی ہے ہر طرف اُداسی اور اندھیرا اندھیرا محسوس ہو رہا تھا۔ اُدھر فجر کی نماز کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو مُعاف فرما دیا ہے''۔ یہ مژدہ جاں فزا سُن کر لوگ ہمیں بشارت دینے کے لئے دوڑے۔ بنو سلمہ کے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہاڑ پر چڑھ کر یہ خوشخبری باآواز بلند سُنائی۔ (واللہ اعلم) بہر حال یہ بات اصل ہے کہ جس شخص نے بھی یہ خوشخبری سُنائی وہ کوہِ سلع پر چڑھ کر اونچی آواز میں اعلان کر رہا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے سب سے پہلے آکر مجھے یہ خوشخبری سُنائی کہ اللہ کریم نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے میں نے خوش ہو کر اپنے جسم کے کپڑے اتار کر اس شخص کو دے دیئے۔ خُدا کی قسم اس وقت ان کپڑوں کے علاوہ میری ملکیت میں اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے پہننے کے لئے ادھار کپڑے حاصل کئے اور فوراً ہی سر بسجود ہو گیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے مسجد نبوی کی طرف چل پڑا۔ راستے میں لوگ مجھے فوج در فوج مبارک دے رہے تھے اور کہتے جارہے تھے اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجھے اللہ کی طرف سے معافی مبارک ہو۔'' (سُبحان اللہ کیا عظیم سچی شخصیات تھیں جن کو اللہ کریم اپنی پاک کلام میں خطاب فرما کر معاف کر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا تاجدار عرب وعجم فخر کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں۔ جیسے ہی میں مسجد میں داخل ہوا حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دوڑ کر میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مصافحہ کیا پھر مبارکباد دی۔ کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ حاضرین میں سے اور کوئی شخص نہیں اٹھا۔ خُدا کی قسم طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کیا۔ حضور علیہ السلام کی یہ عادت کریمہ تھی کہ جب خوشی کی بات ہوتی تو رُخِ انور درخشندہ اور تابندہ ہو جاتا تھا اس وقت بھی رُخِ انور بدرِ منیر کی طرح روشن تھا۔ سلام کا جواب ارشاد فرمایا اور فرمانے لگے ''اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ):

''جب سے تمہاری ماں نے تجھے جنم دیا ہے اس وقت سے جتنے دن گزرے ہیں ان میں سے سب سے بہتر دن کی خوش خبری تمہیں دیتا ہوں، آجاؤ رَب کائنات نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے۔''

میں نے یہ خوش خبری سُن کر عرض کیا یارسول اللہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اپنی توبہ کی مقبولیت کے شکرانہ میں اپنا تمام مال خدا کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''کچھ مال اپنے پاس رکھ لو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا''۔ عرض کیا کتنا مال اپنے پاس رکھ لوں ارشاد ہوا ''تہائی''، اس طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہائی مال اپنے پاس رکھ کر بقایا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ سُبحان اللہ کیا شان ہے عشاقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کہ اس قدر تکالیف برداشت کرلیں مگر سچ کا دامن نہ چھوڑا جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ رحیم وکریم نے اپنی پاک کلام میں ان کی توبہ قبول کرنے کا بیان فرمایا اور یوں ان کی شان میں نازل ہونے والی یہ آیت کریمہ قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی اس طرح دین ودنیا کی سرخروئی اور عظمتیں ان کے حصّے میں آئیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقہ جلیلہ سے ہمیں عملی طور پر ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نقشِ قدم پر چلائے آمین ثم آمین۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ توبہ قبول ہونے کی آیت کے نزول کے بعد میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گیا اور ان کو یہ خوشخبری سنائی جس کو سُنتے ہی وہ سجدہ ریز ہوکر زارو قطار رونے لگے اور اتنی دیر سجدے میں رہے کہ مجھے اندیشہ لاحق ہُوا کہ کہیں ان کی رُوح جسم عنصری سے پرواز نہ کرگئی ہو۔

اصحابِ سِیر بیان کرتے ہیں کہ پچاس روز کے عرصہ میں حضرت ہلال بن امیہ بہت کم کھاتے پیتے تھے اکثر اوقات وہ روزے سے رہتے اور سارا وقت آہ وفغاں میں بسر کرتے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ مشکل دور فرمائی اور ان کی توبہ کو شرفِ قبولیت بخشا۔ سبحان اللہ

کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جس دن میری توبہ قبول ہوئی وہ دن میرے لئے نہایت ہی مبارک اور متبرک تھا۔ میں جس دن اسلام میں داخل ہوا بے شک وہ دن تمام دِنوں سے بہتر تھا لیکن حقیقت میں آج کا دن اس دِن سے بھی بہتر ہے اسلئے کہ آج میری توبہ قبول ہوئی اور یوں میرے اخلاص و ایمان پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مہر لگ گئی۔ میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری توبہ صرف سچ بولنے اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے قبول فرمائی۔ میں جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ ہی بولتا رہوں گا۔ خُدا کی قسم جب سے میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس اپنی کوتاہی کا اظہار کیا اس وقت سے لے کر آج تک کِسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بڑھ کر صدق میں آزمایا ہو اور جب سے میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم کے پاس یہ بات بیان کی ہے اس وقت سے لیکر آج تک میں نے کبھی جھوٹی گواہی نہیں دی ہے مجھے امید قوی ہے کہ اللہ کریم ہمیشہ میری حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو آیات نازل فرمائیں۔ ان کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے سورۃ التوبہ آیات ,117، 118، 119

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ”تحقیق اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت اور عنایت سے متوجہ ہوا۔ پیغمبر (علیہ السّلام) پر اور مہاجرین وانصار پر جنہوں نے تنگی اور دشواری کے وقت میں نبی (علیہ السلام) کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد ایک گروہ کے تزلزل کے دن قریب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور اللہ بڑا شفیق اور مہربان ہے اور توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی اور موقوف تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادہ ہونے کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی اُن پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں سوائے اسکے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کا قصور معاف کر دیا (توبہ قبول کی کہ تائب رہیں) تا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے ایمان والو خُدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔“ (القرآن، سورۃ التوبہ آیات 117 تا 119)

غزوہ تبوک میں جو منافقین جان بوجھ کر شریک نہ ہوئے ان کا یہ فعل منافقت کی وجہ سے تھا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی واپسی پر حاضرِ خدمت ہوئے اور جُھوٹ بول کر اپنی صفائی پیش کرنے لگے ان جھوٹ بولنے والوں کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اتنے سخت الفاظ فرمائے کہ اس سے زیادہ سخت الفاظ اور کسی کیلئے پہلے استعمال نہیں فرمائے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ کے وحی کے الفاظ کا اردو ترجمہ تحریر ہے:۔ سورۃ التوبہ آیات

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

ترجمہ: ''یہ سب تمہارے سامنے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) آ آ کر قسمیں اٹھائیں گے (کہ معذور تھے) جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان کے پاس واپس جائیں گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ یہ لوگ نرے پلید ہیں انہوں نے نفاق کی جو عملی حرکات کی ہیں ان کے بدلے میں ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے سامنے اس لئے قسمیں اٹھاتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان سے راضی ہو جائیں۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ تعالیٰ اس سرکش قوم سے راضی نہ ہوگا۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے حلف اٹھائے ان کی رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بات قبول فرمالی ان کی بیعت لی اور ان کے لئے استغفار کیا جبکہ ہم تین ان لوگوں سے پیچھے رہ گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمارا معاملہ مؤخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں اپنا فیصلہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (سورۃ التوبہ آیت 118)

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾

''اور جو تین آدمی پیچھے چھوڑے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ التوبہ آیت 106

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ

لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ:۔ ''اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کا حکم آنے تک ملتوی ہے، ان کو سزا دے گا، یا اُن کی توبہ قبول کر لے گا۔اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمارا معاملہ مؤخر کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے وہ اِس لئے نہیں کیا کہ ہم غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ اس لئے ذکر کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمارا معاملہ خود ان لوگوں سے الگ کر لیا تھا جنہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں اٹھائیں اور عذر پیش کئے اور یوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان لوگوں کو معذور قرار دے کر ان کے عذر قبول فرما لئے تھے۔

کُتبِ سیر میں آتا ہے کہ غزوہ تبوک کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ظاہری حیات مبارکہ کا آخری غزوہ تھا اس لئے لوگوں نے اپنا اسلحہ وغیرہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب اس واقعہ کی خبر مِلی تو فرمایا ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی یہاں تک کہ دجال کا خروج ہوگا'' ایک روایت میں یوں آتا ہے ''یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے''۔(واللہ اعلم)

دیگر پیچھے رہنے والے صحابہ اور اُن کا حال

غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے اور پیچھے مدینہ منورہ میں ہی رہ جانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں ان تینوں کے علاوہ اور بھی کُچھ لوگ تھے۔جن کے بارے میں حضرت علی بن طلحہ الوالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہتے ہیں۔یعنی:۔سورۃ التوبہ آیت 102

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿﴾

ترجمہ:۔ ''اور دُوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور انہوں نے کچھ اچھے اور بُرے کام باہم ملا لئے۔قریب ہے،اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے۔بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

جو لوگ مذکورہ فرمان ربّانی کے تحت آتے ہیں ان کی تعداد دس تھی۔اور یہ سب لوگ غزوہ تبوک کے موقعہ پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے پیچھے مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے تھے۔پس جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ان دس آدمیوں میں سے سات نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ

لیا۔ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان لوگوں کے قریب سے گذرے۔ انہیں ستونوں کے ساتھ بندھا دیکھا تو دریافت فرمایا ”یہ کون ہیں؟“ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ ابو لبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھی ہیں۔ جو لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے اور غزوہ میں شامل نہیں ہوئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک آزاد نہیں ہوں گے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیں آزاد نہ فرمائیں یا ہمیں معذور قرار نہ دیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”میں نہ انہیں معذور قرار دوں گا اور نہ ہی ان کو آزاد کروں گا بس جب تک اللہ ہی ان لوگوں کو نہ کھلوائے اور انہیں معاف نہ فرمائے۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ بے رغبتی کی ہے اور اہل حق کے ساتھ مل کر جنگ کرنے سے رہ گئے ہیں۔“

جب ان لوگوں کو یہ خبر ملی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ ارشاد فرمایا تو ان لوگوں نے بھی قسم اٹھائی کہ ہم بھی خود کو اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے۔ جب تک ہمیں اللہ تعالیٰ آزاد نہ کرے۔ ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ پیچھے رہ جانے والوں میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے یہ وہی تھے جنہوں نے بنو قریظہ کو اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے سمجھا دیا تھا کہ تم لوگ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب ان کی اس حرکت کا پتہ چلا تو فرمایا کہ ”تم نے ان لوگوں کو جو اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا ہے کیا اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے“ اس طرح ان پر عتاب ہوا۔ اب غزوہ تبوک کی طرف جانے والے لشکر میں بھی انہوں نے شرکت نہ کی انہوں نے تخلف کیا اور یوں تخلف کرنیوالی جماعت میں شامل ہو گئے۔

تبوک سے واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ یہ حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا چہرۂ انور دوسری جانب فرما لیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً سمجھ گئے کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھ پر ناراض ہیں اس کے بعد خود کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا یہی میرا مقام ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری جان قبض نہ کر لے یا پھر میری توبہ قبول نہ فرمائے۔ اگر میری توبہ قبول کرے گا تو خود کو آزاد کروں گا ورنہ اسی حالت میں جان دے دوں گا۔ (واللہ اعلم)

اس موقعہ پر قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سورۃ التوبہ آیت 102

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ

(ترجمہ) اور دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔“

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کی طرف پیغام ارسال فرمایا ان کو آزاد کیا اور معذور قرار دیا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد وہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے یہ اموال قبول فرما کر ہماری

طرف سے صدقہ فرما دیں اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب فرمائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے اموال لینے کا حکم نہیں ہوا"۔ اس وقت آیت قرآنی نازل ہوئی۔ سورۃ التوبہ 103

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: "ان کے اموال سے صدقہ لیں اور ان کو اسکے ذریعے پاک کریں اور ان کیلئے دُعا فرمائیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی دُعا ان کیلئے سکون (دلوں کے چین) کا باعث ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سُننے اور جاننے والا ہے۔"

غزوہ تبوک کے موقعہ پر کچھ لوگ اللہ کے حکم سے چند حقیقی مجبوریوں کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے نہیں باندھا تھا۔ ان لوگوں کو مؤخر رکھا گیا یہاں تک کہ ان کی شرعی مجبوریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ سورۃ التوبہ آیت 117

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے پیغمبر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار کے حال پر جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا۔ بعد اس کے کہ قریب تھا اُن میں سے ایک گروہ کے دل پھر جائیں۔ پھر اس نے (یعنی اللہ نے) ان (کے حال) پر توجہ فرمائی بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفقت فرمانے والا اور مہربان ہے۔"

اسی طرح مہاجرین مدینہ منورہ میں اُم المومنین سیدہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت ابو امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی پیچھے رہ جانے والوں میں آتا ہے۔ سیدہ حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اپنے بھائی کیلئے معذرت طلب کی اس معذرت کو شرفِ مقبولیت بخشتے ہوئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کی خطا کو معاف ودرگزر فرمایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے۔ تو راستہ میں مدینہ کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا "مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم

نے جس جگہ سفر کیا جو مقام یا وادی طے کی وہ تمہارے ساتھ رہے۔ ان لوگوں کو عذر نے روک رکھا تھا''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مدینے میں رہتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے بھی۔''

جو مذکورہ لوگ معذوری کی وجہ سے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کے بارے میں ارشاد خداوندی ہوا۔ سورۃ التوبہ آیت 91

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾

ترجمہ: ''کمزوروں پر مریضوں پر اور جو لوگ خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ پائیں ان کے لئے کوئی حرج نہیں جبکہ وہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خیر خواہ اور احکام میں خلوص رکھیں۔ نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ سے تبوک تک مساجد

1۔ مسجد تبوک	2۔ مسجد ثنیۃ مدران	3۔ مسجد ذات الزراب
4۔ مسجد اخضر	5۔ مسجد ذات الخطمی	6۔ مسجد آلار
7۔ مسجد البتراء	8۔ مسجد شق تارا	9۔ مسجد ذوالجیفہ
10۔ مسجد صدر حوضی	11۔ مسجد الحجر	12۔ مسجد صعید
13۔ مسجد وادی (الصری)	14۔ مسجد رقعہ (شقۃ بن عدرہ)	15۔ مسجد ذوالمروہ
16۔ مسجد فیضاء	17۔ مسجد ذوشب	

از 1۔ القرآن الحکیم۔ سورۃ توبہ
2۔ صحیح بخاری شریف جلد 2 صفحہ 633 تا 637
3۔ صحیح مُسلم شریف جلد 2 صفحہ 246 معہ شرح نووی
4۔ تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 443 تا 445
5۔ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 515 تا 539
6۔ زادالمعاد جلد 3 صفحہ 13

7۔ فتح الباری جلد 8 صفحہ 110 تا 126
8۔ شرح مواہب جلد 3 صفحہ 71
9۔ البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 69 تا 73
10۔ طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 452 تا 457
11۔ مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 585 تا 593
12۔ سیرۃ حلبیہ از علامہ علی بن برہان الدین حلبی

غزوہ تبوک کا تاریخِ عرب پر اثر

سیرۃ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں جزیرۃ العرب کی مکمل تاریخ پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ حضور علیہ السّلام کی برکت سے وہ علاقہ جو تاریکی کی آماجگاہ تھا مینارۂ نور بن گیا اور اسی علاقے سے ایسے ایسے روشن چاند طلوع ہوئے جنہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے پُوری دنیا کو اپنی نہ مٹنے والی روشنی سے منور کردیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جن غزوات میں حِصّہ لیا ان میں سے ہر غزوہ اپنی جگہ بڑی ہی اہمیت رکھتا ہے مگر غزوہ تبوک کئی ایک اعتبار سے اہم ترین حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تو یہ غزوہ فخرِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ظاہری حیات مبارکہ کا سب سے آخری غزوہ تھا دوسرا اس غزوہ کی وجہ سے تاریخِ عرب اور خاص طور پر جزیرۃ العرب پر ایک خاص اثر ہوا جس کی وجہ سے دینِ اسلام کو چارسُو پھیلانے میں بڑی مدد ملی اور یوں اسلام ناقابلِ تسخیر طاقت اختیار کر گیا جس نے بعد میں آہستہ آہستہ ساری دنیا کو ظلمت کے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی نہ ختم ہونے والی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔

غزوہ تبوک ملکِ عرب کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس غزوہ نے مُسلمانوں کا اثر پھیلانے اور اُسے تقویت پہنچانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ جزیرۃ العرب میں بسنے والوں پر یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ اب اس خطّے میں اسلام کے علاوہ کوئی اور دُوسری طاقت زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسکے علاوہ جہلاء عرب اور منافقین کی وہ بچی کھچی پوشیدہ اور عیاں آرزوئیں اور حسرتیں ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئیں جو وہ اپنے دِلوں میں لئے بیٹھے تھے کہ گردشِ زمانہ کے ساتھ ہم اسلام کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ منافقین عرب کی تمناؤں اور حسرتوں کا محور اہل رُوم کی طاقت تھی جس کے سہارے مسلمانوں کو ختم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ غزوۂ تبوک میں رُومی طاقت کا بھرم کھل گیا۔ اور وہ عظیم فوجی قوت ہوتے ہوئے بھی میدان سے فرار ہوگئے اور یوں مسلمانوں کو حق نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ اب جبکہ اسلام جزیرۃ العرب میں اپنی پُوری طاقت حاصل کر چکا تھا۔ منافقین کے ساتھ کسی قسم کی نرمی کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس لئے اللہ کریم نے ان لوگوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور ان

لوگوں نے مسجد کی شکل میں اپنے لئے جو سازشوں کا اڈا بنایا تھا اسکو بھی منہدم کرنے کا حکم فرمایا۔ منافقین کے بارے میں ایسی ایسی آیات نازل ہوئیں جس کی روشنی میں ان کی تمام اسلام دشمنی کی حرکات و سازشیں بے نقاب ہو گئیں اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ مدینہ منورہ میں بسنے والے اہلِ حق ان منافقین کی شکلوں ناموں اور حسب ونسب سے پوری طرح واقف ہو گئے۔

غزوہ تبوک کے بعد اہلِ عرب پر مسلمانوں کی طاقت کا جو سِکّہ بیٹھا اسکی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ اطرافِ عرب اور اندرون عرب سے قبائل، سلاطین اور سرداروں کے وفود کثیر تعداد میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے لگے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات اسی غزوہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں سے کچھ سفر تبوک سے پہلے نازل ہوئیں جبکہ کچھ بعد میں۔ ان آیاتِ قرآنی میں منافقین کے حالات کھول کر بیان کئے گئے جبکہ مخلص مجاہدین کی فضیلت اور عظمت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ پھر اہلِ حق میں سے غزوہ تبوک کی شرکت سے رہ جانے والے حضرات کے حالات اور ان کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر بھی فرمایا گیا۔ بہر حال یہ غزوہ اسلام کی حقانیت کا عملی ثبوت ثابت ہوا۔

9 ہجری کے دیگر اہم واقعات

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام اور شہادت

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رمضان المبارک (9ھ = 630ء) میں غزوہ تبوک سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اسی ماہ میں بنو ثقیف کا وفد بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضرت عروہ بن مسعود جن کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ اہلِ قبیلہ سے پہلے ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور علیہ السلام ابھی مدینہ منورہ کے راستے میں ہی تھے کہ ان کو شرفِ باریابی عطا ہوا۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور ساتھ ہی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے اپنی قوم میں واپس جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تا کہ میں ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دوں اور یوں وہ میری تبلیغ کے نتیجہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

”اے عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں بنو ثقیف کے لوگ قتل کر ڈالیں گے۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اچھی طرح جانتے تھے کہ بنو ثقیف کی قوم کو ان کی نحوست اسلام لانے سے روک رہی ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں ان کے نزدیک باکرہ عورتوں (کنواری عورتوں) سے زیادہ ان لوگوں کو محبوب ہوں۔''

ابنِ ہشام ایک اور روایت بیان کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''میں ان لوگوں کی آنکھوں سے زیادہ انہیں محبوب ہوں۔'' واللہ اعلم

یہ حقیقت بھی تھی کہ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوثقیف کے نزدیک نہایت ہی محبوب و محترم خیال کئے جاتے تھے اور ان کی ہر بات قدر و منزلت رکھتی تھی یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑی امید کے ساتھ اجازت لے کر اپنے گھر واپس تشریف لائے ان کو امید قوی تھی کہ میری قوم مخالفت کرنے کی بجائے میری ہر بات کو تسلیم کرلے گی اور میں آسانی کے ساتھ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دے کر راہِ راست پر لے آؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر پہنچ کر چھت یا بالکونی پر نمودار ہوئے اور اہلِ قبیلہ کو اسلام کی طرف بلایا ان پر عیاں کر دیا کہ میں دینِ حنیف اختیار کر چکا ہوں تم لوگ بھی اسکو فلاح و امن کے لئے اختیار کرلو۔ قوم نے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلان سُن کر اچانک ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر آ کر ان کے جسم پر لگا اور اپنا کام کر گیا اور وہ جام شہادت نوش فرما کر جنّت الفردوس میں پہنچ گئے۔

بنو مالک بیان کرتے ہیں کہ ان کو ہمارے ایک آدمی نے شہید کیا۔ جس کا نام اوس ابن عوف تھا۔ اُدھر احلاف اس بات کے دعویدار تھے کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے ایک شخص بنوعتاب ابن مالک میں سے جس کا نام وہب بن جابر تھا نے قتل کیا۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیر لگنے سے شدید زخمی ہو چکے تھے ان کا وقت رخصت قریب تھا کہ لوگوں نے اُن سے پُوچھا آپ کا اپنے خون کے بارے میں کیا خیال ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

> ''یہ وہ فضل و کرم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا اور یہ شہادت ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ مجھے کھینچ کر لایا۔ اس لئے میرے بارے میں وہی رائے ہونی چاہئیے جو ان شہداء کے بارے میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ تھے اور ان کے یہاں سے واپس جانے سے پہلے قتل کئے گئے تھے اسلئے مجھے ان شہداء کے ساتھ ہی دفن کرنا۔''

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان شہداء کے ساتھ ہی دفن کیا گیا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شان یہ ہے۔

> ''ان کی مثال اپنی قوم میں وہی ہے جو صاحب یٰسین کی اپنی قوم میں ہے۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی موت

ماہِ شوال 9ھ میں سردار المنافقین عبداللہ بن اُبی بیمار ہوا۔ بظاہر اسکی بیماری بدنی تھی مگر اصل میں یہ اس کی قلبی بیماری کا اثر تھا جو اس پر ظاہر ہوا۔ صرف یہی اس بیماری میں مبتلا نہیں تھا بلکہ تمام منافقین اسی قلبی بیماری سے دوچار تھے۔ یہ منافق مذکورہ ماہ میں بیمار رہا اور ذیقعد میں مرگیا اور یوں اپنے انجام کو پاکر اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔ اللہ کی قدرت ہے کہ کہاں یہ دشمنِ دین اور سردار المنافقین اور کہاں اسکے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عاشقِ رسول اور مومن خالص۔ سچ ہے اللہ جسکو توفیق دیتا ہے وہ سیدھے راستے پر آجاتا ہے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھے زہری نے عروہ سے بحوالہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا جب عبداللہ بن ابی سلول بیمار ہوا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُسکے بیٹے کی درخواست پر عبداللہ بن ابی کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس منافق میں موت کے آثار دیکھے تو فرمایا:

''خدا کی قسم میں تمہیں یہود کی دوستی سے روکا کرتا تھا۔''

اس نے جواب دیا اسعد بن زرارہ نے اُن سے نفرت کی ہے پس بس کیجئے۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اس نے کہا اب میرا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے اس لئے مجھے عتاب وسرزنش نہ فرمائیں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ شوال کی چند راتیں باقی تھیں کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بیمار پڑ گیا۔ اور یوں بیس (20) روز بیمار رہ کر ذیقعدہ میں مرگیا۔ بیماری کے دوران سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسکی عیادت کو تشریف لے جاتے رہے۔ جس روز وہ مرا اس روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسکی عیادت کو تشریف لے گئے وہ اس وقت جان کنی کی حالت میں تھا۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا ''میں نے تمہیں یہود کی محبت سے روکا تھا''۔ اس نے جواب دیا اسعد بن زرارہ نے ان سے نفرت کی تو اُسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ عتاب کا وقت نہیں، یہ موت ہے۔ میرے لئے غسل کا پانی منگوایئے۔ میری نمازِ جنازہ پڑھئے اور میرے لئے بخشش طلب فرمائیں اور مجھے اپنی قمیض عطا کردیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایسا ہی کیا۔

یہاں ایک بات نہایت ہی غور طلب ہے جسکی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ پڑھنے والے کے ذہن میں اگر کوئی سوال پیدا ہو تو اس کا ازالہ ہوجائے۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) میری سرزنش نہ فرمائیں وغیرہ۔ اس جگہ یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ اس منافق نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے الفاظ سے پکارا تھا یا راوی نے ازخود ادب واحترام کی وجہ سے اپنی طرف سے ان الفاظ کا اضافہ کردیا ہے۔ اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ اس منافق نے اپنی گندی فطرت کی بناء پر مرتے

وقت بھی یہ الفاظ نفاق سے ہی ادا کیے ہوں۔ یا پھر عالمِ نزع میں پریشانی کی وجہ سے یہ الفاظ اسکی زبان پر آ گئے ہوں۔ (واللہ اعلم)

عبداللہ بن اُبی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے قمیض بھی مانگی تھی۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حضور علیہ السّلام نے دو قمیصیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں۔ آپ علیہ السّلام نے اُوپر والی قمیض اتار کر اسکو دی مگر وہ کہنے لگا مجھے دُوسری قمیض عطا فرمائیں جو آپ علیہ السّلام کے جسمِ اقدس کے ساتھ مَس کر رہی ہے مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بدنِ اقدس کے ساتھ مس کرنے والی قمیض عطا نہ فرمائی مگر جب وہ مر گیا تو اسکے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے بدنِ اقدس سے مَس ہونے والی قمیض مبارکہ عطا فرما دی۔

حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مرا تو اس کا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے اپنی قمیض مبارکہ عطا فرمائیں تاکہ میں اس میں اپنے والد کو کفن دے سکوں حضور علیہ السلام نے اسکو اپنی قمیض عطا فرما دی۔ پھر اس نے عرض کیا آپ علیہ السّلام اسکی نمازِ جنازہ بھی پڑھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ اسکی نمازِ جنازہ پڑھیں گے وہ تو منافق تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسّم فرماتے ہوئے فرمایا "اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرا کپڑا چھوڑ دو مجھے اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن اُبی کے لئے ستر دفعہ سے بھی زیادہ استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔"

آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے: سورۃ التوبہ آیت 80

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۗ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

ترجمہ: "چاہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے واسطے استغفار فرمائیں پس ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا نہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔"

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ اسکی نمازِ جنازہ پڑھائیں

گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن یہ باتیں کی تھیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے چھوڑ دو اللہ نے مجھے دو اختیار عطا فرمائے ہیں اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ میرے ستّر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو میں زیادہ استغفار کر لیتا''۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ ''میں ہزار سے زیادہ دفعہ اسکے حق میں استغفار کرتا''۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور اسکی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ سورۃ التوبہ آیت 84

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ ''ان میں سے جو مر جائے اسکی نہ نمازِ جنازہ پڑھیں اور نہ ہی اسکی قبر پر کھڑے ہوں۔ کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر میں ہی مرے ہیں۔''

حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی جرأت پر سخت حیرت ہوئی۔ یہ کیا معاملہ ہے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔ کُتب سیر میں آتا ہے کہ سُفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ عبداللہ بن ابی کو جب قبر میں اتار دیا گیا تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی قبر پر تشریف لائے اور حکم فرمایا کہ اسکی لاش کو باہر نکالیں حکم کے مطابق لاش کو باہر نکالا گیا۔ حضور علیہ السّلام نے اس کا سَر اپنی گود میں رکھا اور اپنا لعابِ دہن مبارک اُسکے منہ میں ڈالا ایک روایت میں ہے کہ لعابِ دہن مبارک اس کے منہ پر پھینکا۔

مذکورہ واقعہ سے یہ بات بالکل عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تمام افعال مبارک محض عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاطر داری کے باعث تھے۔ جو کہ محبِّ صادق اور بارگاہ نبوی کے مخلص ترین خدام میں سے تھے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال مبارکہ کا مقصد یہ بھی تھا کہ امّت کو پتہ چل جائے کہ اگر ایمان کا سرمایہ بندے کے پاس نہ ہو تو شفاعت کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے۔ فرمایا:

ترجمہ:۔ ''اگر کسی کو اللہ کے ساتھ شریک کیا جائے تو وہ اس فعل کو کبھی نہیں بخشتا۔''

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تمام افعال ظاہر داری کی خاطر تھے جبکہ ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ ظاہر ہے ان افعال میں بہت بڑی حکمت و مصلحت مخفی تھی جس کو آقائے دوجہاں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی جان سکتا ہے۔

اس کے باوجود محققین اور علماء حضرات نے ان افعال مبارکہ کے بارے میں اپنی عقل و دانش کے اعتبار سے

چند حکمتیں بیان کی ہیں۔اور پھر خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث مبارکہ بھی اس سلسلے میں موجود ہے۔
ایسا کرنے میں ایک سب سے بڑی حکمت یہ تھی جس کا فوری ظہور ہوا یعنی عبداللہ بن اُبی کے ساتھی منافقین جو ہمیشہ مُسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں رسوا اور تنگ کرنے کی عملی جستجو میں مصروف رہتے تھے جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عبداللہ بن ابی جیسے رسوائے زمانہ دشمن کے حق میں اس قدر لطف و کرم اور شفقت فرمائی ہے۔اور پھر ان کا سردار اپنی پُوری زندگی سخت مخالفت کے باوجود آخر میں شفاعت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا محتاج رہا تو ان لوگوں کی حقیقی آنکھیں کھل گئیں اور یوں وہ لوگ اپنی گزشتہ حرکات سے توبہ کرنے کے بعد اصل معنوں میں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پٹہ ڈال کر مومنین کی فہرست میں شامل ہوگئے۔حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''میں عبداللہ بن اُبی کے ساتھ جو یہ حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں اسکے نتیجہ میں انشاء اللہ ایک ہزار منافق توبہ کرنے کے بعد صدقِ دِل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں گے۔''

بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دُعاء مبارکہ کے نتیجہ میں حضور علیہ السّلام کی شفقت و مہربانی کا یہ مظاہرہ دیکھ کر ایک ہزار منافق توبہ کر کے صدقِ دِل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔سبحان اللہ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ ارشاد نبوی علیہ السلام تھا۔

صحیح بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

''غزوۂ بدر میں جب قریش مکّہ کے لوگ گرفتار ہوئے تو ان قیدیوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حقیقی چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے حُسنِ اتفاق سے اس وقت جنگ کے بعد ان کے جسم پر قمیض نہ رہی اور یوں وہ ننگے بدن قیدیوں میں شامل تھے۔کیوں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد مبارک (بہت) لمبا تھا کسی صحابی کی قمیض ان کے جسم پر پوری نہیں آ رہی تھی۔اس وقت عبداللہ بن اُبی جس کا قد اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر تھا، اس نے اپنی قمیض ان کو پہننے کیلیئے دی۔عبداللہ بن اُبی کے اس احسان کا بدلہ رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یوں چکا دیا۔

اُسکے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھی اور استغفار بھی فرمائی اسکی وجہ یہ تھی کہ صُلح حدیبیہ کے دن عبداللہ بن اُبی کو مشرکینِ مکّہ نے پیغام بھیجا کہ ہم تمہیں مکّہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔مگر اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے پیشوا ہیں، میں ان پر سبقت نہیں کر سکتا۔ اسکے مرنے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حدیبیہ کے دن ادب و احترام کا مظاہرہ کرنے کے بدلے میں اس کے لئے استغفار کی اور یوں عبداللہ بن اُبی کے اس احسان کا بھی بدلہ اتار دیا۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 84، 85، 86)

(شرح مواہب لدنیہ جلد 3 صفحہ 95)
(مدارج النبوّت جلد 2 صفحہ 605، 606 وغیرہ
(بخاری شریف)

شاہِ حبشہ نجاشی کی وفات 9 ھ

اِسی سال یعنی 9 ھ میں شاہِ حبشہ جس کو نجاشی کہا جاتا تھا اس کا نام اصحمہ تھا۔ وفات پا گیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس روز شاہِ حبشہ نجاشی اصحمہ نے انتقال کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ ''آج تمہارا بھائی صالح شخص اصحمہ شاہِ حبشہ رحلت کر گیا ہے۔ اُٹھو اور اُسکی نماز جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو''۔ ہم لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور مدینہ منورہ کی عیدگاہ میں نمازِ جنازہ ادا کی۔

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کا وصال شعبان 9 ھ

شعبان 9 ھ میں ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی لختِ جگر پیاری بیٹی سیّدہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو غسل دیا۔ چند صاحبِ سیر لکھتے ہیں کہ غسل دیتے وقت کچھ انصاری عورتیں بھی موجود تھیں جن میں اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوطلحہ اور حضرت اُبوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امین الامت کا لقب عطا فرمایا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں ''فہر'' پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مل جاتا ہے) نے قبر تیار کی اور حضرت اُمِ کلثوم رضی للہ تعالیٰ عنہا کو قبر میں دفن فرمایا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنی اس پیاری بیٹی کے وصال کا سخت صدمہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

''اگر میرے پاس تیسری لڑکی ہوتی تو اسکی شادی بھی تم سے کر دیتا۔''

(از: تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 458، 457)
(البدایۃ والنہایہ جلد 5 صفحہ 92)

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ وہ مدینہ منورہ آیا اور سیدھا مسجد نبوی کے دروازے پر آ کر اپنے اُونٹ سے نیچے اترا اونٹ کو بٹھایا اُسکے پاؤں باندھے اور مسجد کے اندر آیا۔ مسجد میں داخل ہو کر سیدھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضُور علیہ السّلام اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ضمام بن ثعلبہ ایک بڑا وجیہہ طاقتور اور مضبوط انسان تھا۔ اسکے سر پر نہایت ہی گھنے بال تھے اور دو کاکلیں (زلفیں یعنی لٹیں) اسکے دونوں جانب سر پر تھیں۔ وہ چونکہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پہچانتا نہیں تھا اس لئے بلند آواز سے اس نے پُوچھا تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود ارشاد فرمایا "میں ہوں"۔ اس نے کہا:

محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) آپ علیہ السلام نے فرمایا 'ہاں'

ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا اے ابن عبدالمطلب میں آپؐ سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان سوالوں میں کچھ درشتی یا تکلیف کا پہلو شامل ہو تو آپ اس کا بُرا محسوس فرماتے ہوئے کبیدہ خاطر نہ ہونا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "تم بلا تکلف جو چاہو پُوچھ سکتے ہو۔ میں نہایت خندہ پیشانی سے جواب دُوں گا"۔ ضمام نے کہا میں آپ کو آپ کے سابقہ پیش رو اور آپ کے بعد والوں کے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ واقعی اللہ کے رسول ہو اور اللہ نے آپ کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "بے شک ایسا ہی ہے۔"

ضمام نے پھر کہا میں آپ کو آپ کے پیشرو اور آپ کے بعد والوں کے خُدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی ہی اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش کریں اور باقی تمام بتوں، اوتاروں سے قطع تعلق کر لیں جن کی پرستش ہمارے آباء واجداد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "یہ بالکل صحیح ہے"۔ اس کے بعد اس نے پھر کہا میں آپ کو آپ کے پیشرو اور آپ کے بعد والوں کے خُدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی ہی آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں پنجگانہ نماز پڑھنے یا ادا کرنے کا حکم دیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "بے شک" اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ نے اسی طرح کا واسطہ دے کر زکوٰۃ، حج اور روزہ وغیرہ کے بارے میں اور دیگر قوانینِ اسلام کے متعلق سوالات پوچھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہر سوال کا جواب عطا کیا جسکو سُن کر وہ بول اٹھا "میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اسکے سوا کوئی خُدا نہیں ہے اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ مذکورہ فرائض کو صدقِ دِل سے بجالاؤں گا اور جن باتوں کو نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے ان کو نہیں کروں گا۔ جن جن باتوں کے کرنے سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے ممانعت فرمائی ہے۔ اُن سے ہمیشہ بچتا رہوں گا۔ اسکے بعد نہ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی بلکہ حکم کے عین مطابق عمل کروں گا"۔ ضمام بن ثعلبہ نے یہ کہا اور اپنے اونٹ کے پاس گیا اسکو کھولا اور مدینہ منورہ سے واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

"سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا" یہ کاکلوں (زلفوں) والا اپنے اقرار میں سچا ہے تو بے شک یہ جنّت میں جائیگا۔"

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی سے اٹھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اجازت لی اور اونٹ پر سوار ہوکر سیدھا اپنی قوم یعنی قبیلے میں پہنچے۔ اہلِ قبیلہ اُن کے گرد جمع ہوئے اور حال دریافت کیا۔ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے جواب میں جو جُملہ سب سے پہلے ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔

"لات وعُزّیٰ کا بُرا ہو۔"

لوگوں نے یہ جملہ سُن کر کہا اے ضمام بن ثعلبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی زبان کو بند کرو۔ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ایسی بات زبان پر لانا اگر بند نہیں کرو گے تو یاد رکھو جذام اور جنون کے مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اہلِ قبیلہ کی یہ گفتگو سُن کر حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے مجھے تو تم پر بڑا ترس آتا ہے۔ تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہو۔ خُدا کی قسم یہ دونوں پتھر سے بنائے گئے بُت ہیں وہ کسی کو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی نقصان۔

سُنو اللہ تعالیٰ نے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو مبعوث فرمایا ہے۔ ان پر اپنی سچی کتاب نازل فرمائی ہے۔ یہ کتاب تم لوگوں کو ضلالت اور گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلائے گی۔ اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اسکے بندے اور رسول ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اوامر ونواہی یعنی حلال وحرام کے بارے میں مجھے جو احکامات دیئے ہیں وہ میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ رات ہونے سے قبل ان کے قبیلہ کی آبادی میں سے ایک مرد اور عورت بھی ایسی نہ رہی جو کلمہ پڑھ کر مُسلمان نہ ہوگئی ہو۔

(سُبحان اللہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ضمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہم نے کِسی اور قوم کے وکیل کا حال نہیں سُنا۔

(تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 458، 459)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرِ قیادت پہلا حج اور اعلانِ برأت 9ھ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بقیہ رمضان، شوال اور ذی قعدہ کے پُورے دو ماہ مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے پھر ماہِ ذیقعدہ کے آخر میں 9 ہجری کو حضور علیہ السّلام نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت مُسلمانوں کی ایک جماعت کو حج کے لئے روانہ فرمایا۔ اس جماعت کی تعداد تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر مشتمل تھی۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جمہور کے نزدیک حج چھٹے سال میں فرض ہوا تھا جبکہ ایک گروہ کہتا ہے حج نویں سال میں فرض ہوا۔ اس سال کو عام الوفود بھی کہتے ہیں۔ اسی سال یعنی 9ھ میں سورۃ آلِ عمران کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اس لئے حج 9ھ میں ہی فرض ہوا۔ محققین کے نزدیک بھی حج فرض ہونے کا سال 9ھ ہی ہے۔ اس سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس عرب اور اطراف سے قبائل کے وفود بھاری تعداد میں آ کر اسلام قبول کر رہے تھے اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود حج ادا نہ فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ پھر اپنی طرف سے بیس اونٹ اس جماعت کے سپرد کیئے تاکہ ان کی قربانی کی جاسکے اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ اونٹ ذاتی بھی ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جماعت کے ہمراہ مکّہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ حج کی رسومات اسلامی احکامات کی روشنی میں خود ادا کریں اور لوگوں کو مناسکِ حج سکھائیں۔ اس قافلے میں کچھ جیّد و اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے۔ جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی شامل تھے۔ اُدھر مشرکین بھی اپنی اپنی جگہ حج کا انتظام کرنے میں مصروف تھے۔ مشرکینِ سابقہ روایات کے مطابق ہر سال حج کے مہینہ میں انتظامات کیا ہی کرتے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سُورۃ برأت کا نزول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کے بعد سُورۂ برأت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا۔ اس سورہ کے نزول سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مشرکین کے درمیان ہونے والا یہ معاہدہ کہ بیت اللہ میں جو بھی آئے گا اسکو روکا نہیں جائے گا اور نہ ہی شہر الحرم میں کسی کو خوف زدہ کیا جائیگا۔ یہ لوگ اس معاہدے پر قائم تھے۔ اس

وقت اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو توڑنے کے بارے میں برأت نازل فرمائی۔ اس ابتدائی حصہ میں مشرکین سے کیئے گئے عہد و پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت کے نزول کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا اور حکم فرمایا کہ ''تم میری طرف سے مسلمانوں کی اس جماعت میں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت حج پر روانہ ہو چکی ہے شامل ہو جاؤ اور اس سورہ برأت کا اعلان کرو''۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ مدینہ منورہ میں تھے۔ حاجیوں کی طرف اعلانِ برأت کرنے کے لئے اس وجہ سے بعد میں روانہ فرمایا کہ عرب کا دستور تھا کہ خون اور مال کے عہد و پیمان کے لئے عہد کرنیوالا یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ اگر کوئی ایسا شخص اعلان کرتا جس کا تعلق عہد کرنیوالے کے خاندان سے نہ ہوتا تو اس اعلان کو تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ سورہ برأت اس معاہدہ کو ختم کرنے کا اعلان تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور مشرکین کے درمیان عام تھا اسمیں وقت و مدّت مقرر نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی معاہدے تھے جن میں وقت اور مدّت مقرر تھی۔ پھر اس سورہ میں ان منافقین کے بارے میں بھی حکم نازل ہوا جو غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی فرمایا گیا جنہوں نے دلوں میں کچھ چھپا رکھا تھا اور زبانوں سے کچھ کہہ رہے تھے۔ چنانچہ ارشادِ خداوند قدوس ہوا۔ سورۃ التوبہ آیات 1 تا 6

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝٢ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ
رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ اِلَّا
الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ
يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٤ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ
وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَاِنْ
اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ
اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦

ترجمہ: "اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی طرف سے اُن مشرکین کے عہد سے دست برداری ہے جن سے آپ نے (مدّت مقررہ کے بغیر) عہدکر رکھا تھا۔ لہٰذا تم (اے مشرکو) اس سرزمین میں چار ماہ گھوم پھر لو اور جان لو کہ تم خُدا کو عاجز نہیں کر سکتے اور تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کُفّار کو رسوا کرنیوالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں اعلان (کیا جاتا) ہے کہ اللہ اور اس کے رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین کو امن دینے سے۔ پس اگر تم (اے مشرکو) کُفر سے توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر تم نے اسلام سے اعراض کیا تو یہ سمجھ لو کہ تم خدا (اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو عاجز نہیں کرسکو گے۔ اور ان کافروں کو ایک دردناک عذاب کی خبر سُنا دیجئے ہاں وہ مشرکین اس سے بری ہیں جن سے آپ نے عہد لیا (یعنی مدت مقررہ کا عہد) اور پھر ان لوگوں نے آپ کے ساتھ ذرا کمی نہیں کی ہے اور نہ ہی آپ کے مقابلے میں کسی دشمن کی پشت پناہی کی ہے۔ اسلئے اُن کے معاھدے کو مدّت مقررہ تک پورا فرمادیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ سو جب اشہر حرم (یعنی حرمت والے مہینے مقررہ چار ماہ کی مدّت) ختم ہوجائے تو اس وقت ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو انہیں پکڑو اور باندھ دو اور داؤں یعنی گھات کی جگہ ان لوگوں کی تاک میں بیٹھ جاؤ۔ پھر اگر وہ لوگ کُفر سے توبہ کرلیں۔ نماز پڑھنا شروع کردیں زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بڑا رحم والا ہے۔ اور اگر مشرکین میں سے (وہ جن کے قتل کا حکم دیا ہے) کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسکو پناہ عطا فرمادیں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُن لے پھر اسکو اسکی امن کی جگہ پر پہنچادیں۔ یہ حکم سب کے لئے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ (اسلام کا) پورا علم نہیں رکھتے۔"

سورۃ التوبہ آیات 1 تا 6

پھر ارشاد فرمایا: سورۃ التوبہ آیات 7 تا 9

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: ''ان مشرکین کا عہد جن سے باہمی عام معاہدہ تھا کہ نہ وہ آپ کو شہر الحرام میں خوفزدہ کریں گے اور نہ ہی آپ ان کو خوف زدہ کریں گے (اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نزدیک) کیسے (قابل معافی) رہے گا تو جب تک وہ تمہارے لئے عہد پر قائم رہیں تم اُن کے لئے قائم رہو بے شک پرہیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں۔ حالانکہ (اُن کی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس (لحاظ) کریں اور نہ قول وقرار کا، یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور اُن کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔ اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑے دام مول لئے ہیں تو اُس کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔'' (اور یہ لوگ بنوبکر کے وہ قبائل ہیں جو حدیبیہ کے دِن قریش کے معاہدہ میں اس مدّت کے لئے داخل ہوئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور قریش کے درمیان طے ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے عہد نہیں توڑا تھا۔ سو قریش کی شاخ بنوبکر بن وائل میں سے خاندان بنوالدیل کے کہ ان لوگوں نے عہد توڑ دیا تھا حالانکہ یہ بھی قریش کے عقد وعہد تھے۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ اُن بنوبکر کا عہد اسکی مدت تک پورا کیا جائے جنہوں نے عہد نہیں توڑا تھا)''

(سورۃ التوبہ آیات 7 تا 9)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: سورۃ التوبہ آیت 10، 11

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ: ''یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں بھی نہ عہد کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ قول وقرار کا اور یہ لوگ مسلمانوں کے حق میں (سرکش) حد سے بہت بڑھ رہے ہیں۔ لیکن اگر یہ لوگ کُفر سے توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے اور ہم ان لوگوں کے لئے اپنے احکام کی اچھی طرح تفصیل کرتے ہیں اور جو علم وسمجھ رکھتے ہیں۔'' (سورۃ التوبہ آیات 10، 11)

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاجیوں کی جماعت کو لے کر مدینہ منورہ سے مکّہ مکرمہ کی طرف حج کے لئے روانہ ہو گئے تو سورۃ برأت نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے احکامات کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے اہلِ خانہ میں سے تھے خدمتِ اقدس میں طلب فرمایا اور اپنے ارشادات کی روشنی میں حکم فرمایا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کے

ساتھ جا کر شامل ہوں اور حج کے موقعہ پر لوگوں کو یہ احکامات سُنائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

"براءۃ کے ابتدائی حصّے میں سے اس حصّے کے احکامات ساتھ لو اور جب لوگ منٰی میں اکٹھے ہوں تو تم عام اعلان کر دینا کہ کوئی کافر جنّت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کر سکے گا اور جس کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے معاہدہ ہے تو وہ معاہدہ اس کے لئے اُسی مدّت تک رہے گا۔ اسکے بعد معاہدہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم مبارک کے مطابق اسی وقت روانہ ہو گئے۔ سواری کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو اپنی ناقہ "عصبا" عطا فرمائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جماعت کے ہمراہ راستے میں منزلِ عروج پر تشریف فرما تھے یہ جگہ صحبان پہاڑ کے ساتھ ہے نمازِ فجر کی امامت کے لئے امیر قافلہ آگے آ چکے تھے مگر ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خاص سواری پر تشریف لائے۔ سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور (ماتحت) بن کر؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ (اس جملہ سے مراد یہ تھی کہ میں آپ کے ماتحت ہوں اور امیر قافلہ بدستور آپ ہی ہیں)۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی کے فوری بعد سورۂ برأت کی آیات نازل ہوئیں جن کو پڑھ کر لوگوں کو سُنانے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ اس لئے جو احکامات آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے فرمائے ہیں وہ بھی میں ہی لوگوں کو پڑھ کر سُناؤں۔

اِس گفتگو کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ نماز سے فارغ ہو کر سفر شروع ہوا اور آخر یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ امیر قافلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے انتظامات شروع فرمائے۔ اس سال بھی عرب اپنی اپنی جگہ جاہلیت کے دستور کے مطابق حج کا انتظام کر رہے تھے۔ جب حجاج کرام کا یہ قافلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امارت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور مناسک حج بجا لاتے ہوئے ایام حج میں مقرر شدہ خطبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھا اور مناسک حج کی تعلیم فرما چکے تو اس کے بعد النّحر کے روز سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے حکم کئے ہوئے احکامات لوگوں کو سُنائے۔ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چاروں احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(ترجمہ) "اے لوگو سُن لو! کافر جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم سے معاہدہ ہے تو وہ معاہدہ اس کے لئے اسی مدّت تک کے لئے ہوگا جو پہلے سے مقرر شدہ ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس دن یہ اعلان فرمایا۔ اس دن سے آگے چار ماہ تک مدّت کو پورا کیا گیا۔ اور فرمایا ہر قوم اپنے اپنے امن کے مقام پر اپنے شہروں میں واپس چلی جائے۔ جس دن یہ اعلان برأت کیا اسکے بعد کسی مشرک کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ رہا مگر ایسے شخص یا گروہ کے ساتھ معاہدہ برقرار رہا جس کی مدّت چار ماہ یا اس سے کم عرصہ کے لئے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ اس سال کے بعد نہ تو کسی مشرک نے حج کیا اور نہ ہی کسی نے برہنہ ہوکر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔

فرائض حج ادا کرنے کے بعد یہ جماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر امارت مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئی اور پھر خیر و عافیت کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوکر قدم بوسی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھ سے کوئی ارتکاب ہوا ہے کہ آپ نے سورۃ برأت کی آیات مجھے لوگوں تک پہنچانے کا حکم نہیں فرمایا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم سے کوئی ارتکاب سرزد نہیں ہوا اور نہ ہی تمہاری جانب سے کسی قسم کا کوئی نقص واقع ہوا ہے۔ تم غار میں بھی میرے ساتھی تھے اور حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوگے۔ حقیقت یہ ہے کہ سورۂ برأت کے نازل ہونے کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے عرض کی اس امر کی ادائیگی صرف آپ علیہ السلام کریں یا پھر کوئی آپ کا قریبی رشتہ دار۔ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے قریبی ہیں اس لئے ان کو اس امر کی ادائیگی کے لئے روانہ ہونے کا حکم کیا"

مشرکین سے جہاد کا حکم

ابن اسحاق سے بیان کیا کہ چار ماہ کی مدّت گذر جانے کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے مُشرکین کے لئے مقرر کی تھی، اور جس کا اعلان حج کے موقع پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمادیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم دیا کہ جن مُشرکین نے خاص معاہدہ اور جن مشرکین نے عام معاہدہ توڑا ہے اُن کے خلاف اعلان جہاد فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دیا کہ اگر کوئی شخص اس مقررہ مدّت کے دوران معاہدہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے تو اسکو بھی قتل کردیا جائے۔ اس سلسلے میں حکم ربانی کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جارہا ہے سورۃ التوبہ آیات 12 تا 16

وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا

اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ

يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ

وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ

اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ

يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ

تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ ''کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے عہد کر کے اپنی قسمیں توڑ دی ہیں اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو جلاوطن کرنے کے منصوبے بنائے ہیں اور انہوں نے تم سے خود چھیڑ کرنے میں پہل کی ہے۔ کیا ان سے ڈرتے ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اُن سے لڑو۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور انہیں ذلیل ورُسوا کرے گا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو اُن پر غالب فرمائے گا۔ اللہ ان لوگوں کے دِلوں کو تسکین دے گا جو ایمان والے ہیں، اور اُن کے دِلوں سے غیظ و گھٹن دُور کر دے گا اور جس کی اللہ چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی علم اور حکمت والا ہے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور رسُول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کاموں سے خبردار ہے۔''

(سورۃ التوبہ آیات 12 تا 16)

آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے قول کا رد فرمایا ہے یعنی قریش مکّہ کا جو یہ کہتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں اور حجاج کرام کو پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں اور بیت اللہ کو آباد کرنے والے ہیں۔ اس لئے ہم سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سورۃ التوبہ آیت 18

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ ۖ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾

اُردو ترجمہ: ''ہاں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ سو ایسے لوگوں کے بارے میں یقین ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔''

پھر مزید ارشاد فرمایا: سورۃ التوبہ آیت 19

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ ٱلْحَآجِّ وَعِمَارَةَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ كَمَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَجَٰهَدَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُۥنَ عِندَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٩﴾

ترجمہ: ''کیا تم نے حجاج کو پانی پلانے کی خدمت اور مسجد الحرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے دیا ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دِن پر ایمان لایا ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔''

(سورۃ التوبہ)

(از: سیرت النبی از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 659 تا 660)

(زاد المعاد جلد 3 صفحہ 26، 27)

(ابتداء سورۃ التوبہ یعنی براءت) (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 606 تا 607)

(البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 87 تا 88)

غزوۂ تبوک کے بارے میں آیات

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کا ذکر اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔ اس موقعہ پر مُسلمانوں کے (زمین سے لگے جانے) ٹھس ہو جانے کا ذکر کیا ہے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں کو رومیوں کے ساتھ جنگ

کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو اپنے لئے مائل امر تصور کر لیا۔ اللہ کریم نے منافقین کے نفاق کا ذکر بھی کیا اور فرمایا جب منافقین کو جہاد کا حکم دیا تو اس وقت اُن کا نفاق کھُل کر سامنے آ گیا۔ پھر منافقین کی طرف سے اسلام میں نئی باتیں پیدا کرنے پر ان کی ملامت کرنے کا ذکر کیا گیا ذیل میں ہم ان آیات کا ترجمہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آیات قرآنی بمع اردو ترجمہ سورۃ التوبہ آیات از 38، 39، 40، 42، 43 قرآن مجید

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ
اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ
اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم ٹھس (بیٹھ رہنا) ہو کر زمین سے لگے جا رہے ہو۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔''

(سورۃ التوبہ آیۃ 38)

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ
قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

ترجمہ: ''اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سخت سزا دے گا (یعنی تم لوگوں کو ہلاک کر دے گا)'' اور تمہارے بدلے دُوسری قوم پیدا کر دے گا (اور اُن سے کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا (قادر) ہے''۔

(سورۃ التوبہ آیت 39)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: ''اور اگر تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی اس وقت مدد کر چکا ہے۔ جب کافروں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو جلا وطن کر دیا تھا۔ جب دو آدمیوں میں ایک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تھے، جس وقت دونوں غار میں تھے۔ جب آپ (علیہ السلام) اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے سو آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اور اللہ نے کافروں کی تدبیر نا کام فرما دی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔''

(سورۃ التوبہ آیۃ 40)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے (سورۃ التوبہ آیات 42،43)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۗ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾

ترجمہ: ''اگر جلدی سے مال اسباب ملنے والا ہوتا اور سفر اوسط درجے کا ہوتا تو یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے پیچھے پیچھے لگ جاتے۔ لیکن ان لوگوں کو تو دشوار گزار مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی۔ اور عنقریب یہ لوگ خدا کی قسم اٹھا اٹھا کر کہیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے ہمراہ چلتے۔ یہ لوگ تو جھوٹ بول کر خود کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو معاف کر دیا مگر آپ نے ان لوگوں کو اس قدر جلد اجازت کیوں دے دی تھی۔ جب تک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے

سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔"

(سورۃ التوبہ آیات 42،43)

غزوات کے بارے میں

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت کے اشعار

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سربراہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جن جن غزوات میں دینِ حق کی سربلندی کے لئے کُفار کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہ سب سے پہلے نعت گو شاعر حضور رسول مقبول ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں بہت سے اشعار کہے ہم یہاں وہ عربی اشعار اور ان کا ترجمہ تحریر کر رہے ہیں۔

(عربی اشعار مع ترجمہ)

اَلَسْتُ خَیْرَ مَعَدٍ کُلِّھَا نَفَرًا

وَمَعْشَرًا اِنْ ھَمَّ عُمُّوْا وَاِنْ حُصِلُوْا

قَوْم" ھُمْ شَھِدُوْا بَدْرًا بِاَجْمَعِھِمْ

مَعَ الرَّسُوْلِ فَمَا اَلَوْا وَمَا خَذَلُوْا

ترجمہ:۔ "اگر قبیلہ معد کا اجتماع عام کیا جائے تو کیا میں بحیثیت انسان و بحیثیت گروہ کے سارے قبیلے معد سے بہتر ثابت نہ رہوں گا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو تمام کے تمام میدانِ بدر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ شریک جنگ ہوئے۔ پھر اسمیں نہ کوئی کوتاہی اور نہ ہی ان کی مدد چھوڑی۔"

وَبَایَعُوْہُ فَلَمْ یَنْکُثْ بِہٖ اَحَد"

مِنْھُمْ وَلَمْ یَکُ فِیْ اَیْمَانِھِمْ دَخَلُ

وَیَوْمَ صَبَّحَھُمْ فِی الشِّعْبِ مِنْ اُحُدٍ

ضَرْب" رَصِیْن" کَحَرِّ النَّارِ مُشْتَعِلُ

ترجمہ:۔ "انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی پھر اُن کے ایک آدمی نے یہ بیعت نہیں توڑی اور نہ ان کے ایمان میں کوئی فساد پیدا ہوا۔ اور یہ اس دن بھی حاضر تھے جب صبح کے وقت اُحد کی گھاٹی میں آگ کے شعلوں کی مانند فنکارانہ شمشیر زنی کے باعث تلواروں سے شعلوں (شعلے) برس رہے تھے۔"

وَیَوْمَ ذِیْ قَرَدٍ یَوْمَ اِسْتَثَارَبِھِمْ

عَلَی الْجِیَادِ فَمَا خَامُوْا وَمَا نَکَلُوْا

وَذَالْعُشَیْرَۃَ جَاسُوْھَا بِخَیْلِھِمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ عَلَیْھَا الْبِیْضُ وَالْاَسَلُ

ترجمہ:۔ ''اور غزوہ ذی (ذی) قرد کے موقع پر جب انہیں جنگ جوش دلا رہی تھی اور یہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ پھر انہوں نے نہ تو بزدلی دکھائی اور نہ ہی گھبراہٹ کا اظہار کیا اور غزوہ ذوالعشیر ہ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہمراہی میں اپنے گھوڑوں سے ذوالعشیر ہ کو روند ڈالا۔ جس پر چمکتی ہوئی تلواریں اور لمبے لمبے نیزے رکھے نظر آ رہے تھے۔''

وَیَوْمَ وَدَّانَ اَجْلَوْا اَھْلَہٗ رَقْصًا
بِالْخَیْلِ حَتّٰی نَھَانَا الْحَزْنُ وَ الْجَبَلُ
وَلَیْلَۃَ طَلَبُوْا فِیْھَا عَدُوَّھُمْ
لِلّٰہِ وَاللّٰہِ یَجْزِیْھِمْ بِمَا عَمِلُوْا

ترجمہ:۔ ''اور انہوں نے غزوہ ودّان میں اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر بیٹھے ہوئے لپک لپک کر ودّان کے باشندوں کو شہر بدر کر دیا اور ہمارا اقدم اُس وقت تک نہ رُکا جب تک ہمیں پہاڑوں اور مرتفع زمینوں نے روک نہ لیا کیونکہ اسکے بعد شہر کی حد ہی ختم ہو گئی تھی۔ اور یہ انصار اُس رات میں بھی حاضر تھے جس میں یہ اپنے دشمنوں کو اللہ کے راستے میں تلاش کر کر کے مار رہے تھے۔ پھر جیسے انہوں نے وہاں کارنامے دکھائے ویسا ہی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بہتر اجر عطا فرما رہا ہے۔''

وَغَزْوَۃَ یَوْمَ نَجْدٍ ثُمَّ کَانَ لَھُمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ بِھَا الْاَ سْلَابُ وَ النَّفَلُ
وَ غَزْوَۃَ الْقَاعِ فَرَّقْنَا الْعَدُوَّبِہٖ
کَمَا تُفَرَّقُ دُوْنَ الْمَشْعِرَبِ الرَّسَلَ

ترجمہ:۔ ''اور جنگ نجد میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ شریک تھے پھر وہاں ان لوگوں کے لئے وہ مال موجود تھا جو مرنے والوں سے حاصل ہوا اور وہ مال بھی موجود تھا جو غنیمت میں حاصل ہوا اور غزوہ القاع میں ہم نے دشمنوں کو اِسی طرح تتر بتر کر دیا تھا جس طرح پانی کے گھاٹ کے سامنے اونٹوں کو بکھیر دیا جاتا ہے۔''

وَیَوْمَ بُوَیعَ کَانُوْ اَھْلَ بَیْعَتِہٖ
عَلَی الْجَلَادِ فَاسَوْہُ وَمَا عَدَلُوْا
وَغَزْوَۃَ الْفَتْحِ کَانُوْ ا فِیْ سَرِیَّتِہٖ
مُرَابِطِیْنَ فَمَا طَاشُوْا وَمَا عَجِلُوْا

ترجمہ:۔ ''اور جس روز لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بیعت کر رہے تھے اور یہ انصار بہادری اور مقابلے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بیعت کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنا ایک فرد مان لیا اور پھر کسی طرح بھی اس چیز سے نہ پھرے۔ اور غزوہ فتح مکّہ مکرمہ میں بھی یہ انصار کی جماعت یہ گروہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جماعت میں اپنے جنگی گھوڑوں کی نگرانی کرتے ہوئے ساتھ شامل تھے۔ پھر ان لوگوں نے نہ تو ہلکا پن دکھایا اور نہ ہی جلد بازی سے کام لیا''

وَ یَوْمَ خَیْبَرَ کَانُوْ فِیْ کَتِیْبَتِہٖ

یَمْشُوْنَ کُلُّھُمْ مُسْتَبْسِلُ بَطَلُ

بِالْبِیْضِ تُرْعَشُ فِی الْاَیْمَانِ عَارِیَۃً

تَعَوَّجَ فِی الضَّرْبِ اِحْیَا نًا وَ تَعْتَدِلُ

ترجمہ:۔ ''اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لشکر میں چل رہے تھے اور اُن کا ہر آدمی بہادر اور دادِ شجاعت لینے والا تھا۔ ایسی ننگی تلواروں کو لے کر چل رہے تھے جو اُن کے داہنے ہاتھوں میں لرز رہی تھیں جو مارنے کے لئے کبھی جھک جاتی تھیں اور کبھی سیدھی ہو جاتی تھیں۔''

وَیَوْمَ سَارَ رَسُوْلُ اللہِ مُحْتَسِبًا

اِلٰی تَبُوْکَ وَھُمْ رَایَاتُہُ الْاُوَلُ

وَسَاسَۃُ الْحَرْبِ اِنَّ حَرْب'' بَدَتْ لَھُمْ

حَتّٰی بَدَا لَھُمُ الْاِقْبَالُ وَالْقَفَلُ

ترجمہ:۔ ''اور اس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ثواب کی خاطر تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ علیہ السلام کے آگے آگے چلنے والے جھنڈوں کی طرح ہیں۔ اور اگر ان کے سامنے جنگ رُونما ہوتی ہے تو یہ جنگ کو اس وقت تک سزا دیتے رہتے ہیں جب تک آگے بڑھنا اور پیچھے آنا ان کے حق میں نہ ہو جائے (یعنی یہ لوگ میدان جنگ سے فتح کے بغیر ہٹتے ہی نہیں)''

اُولٰئِکَ الْقَوْمَ اَنْصار النَّبِیَّ وَ ھُمْ

قُوْمِیْ اَصِیْرُاِلَیْھِمْ حِیْنَ اَتَّصِلُ

مَاتُوْا کِرَامًا وَلَمْ تُنْکَثْ عَھُوْ دُھُمْ

وَقَتْلُھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اِذْقُتِلُوْا

ترجمہ:۔ ''یہی وہ لوگ ہیں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انصار ہیں۔ اور یہی لوگ میری قوم ہیں کہ جب میں خاندان کی طرف منسوب ہوتا ہوں تو انہیں کی طرف میرا نسب جاتا ہے۔ انہوں نے باعزّت موت حاصل کی اور

اس وقت ان کے عہد و پیمان نہیں توڑے گئے تھے۔اور جب وہ قتل کئے گئے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی قتل کئے گئے۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو سب سے پہلا نعت گو شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے انہوں نے اس وقت تقریباً ہر پہلو زندگی کے بارے میں اشعار تحریر کئے یہاں اوپر منتخب غزوات کے بارے میں ان کی طرف سے کہے جانے والے اشعار قلم بند ہو چکے ہیں مگر یہ پہلا مجموعہ تھا ذیل میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار کا دوسرا مجموعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ابنِ اسحٰق نے بھی یہ مجموعہ انہی کی طرف منسوب کیا ہے۔

كُنَّا مَلُوكَ النَّاسِ قَبْلَ مُحَمَّدٍ(صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ)

فَلَمَّا اَتَى الْاِسْلَامُ كَانَ لَنَا الْفَضْلُ

وَاَكْرَمَنَا اللهُ الَّذِىْ لَيْسَ غَيْرُهٗ

اِلٰهٌ بِاَيَّامٍ مَضَتْ مَالَهَا شَكْلُ

ترجمہ:۔ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پہلے ہم لوگوں کے بادشاہ تھے اس لئے جب ہم لوگوں میں اسلام آیا تو فضیلت بھی ہم لوگوں کو ہی حاصل ہوئی تھی۔اس اللہ نے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیں ایسے دور میں شرف و عزت بخشی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔''

بِنَصْرِ الْاِلٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَ دِيْنَهٗ

وَاَلْبَسَنَاهُ اِسْمًا مَضٰى مَالَهٗ مِثْلُ

اُولٰئِكَ قَوْمِىْ خَيْرُ قَوْمٍ بِاَسْرِهِمْ

فَمَا عَدَّ مِنْ خَيْرٍ فَقَوْمِىْ لَهٗ اَهْلُ

ترجمہ:۔ ''ایسے دور میں جس کی پہلے کوئی مثال نہیں گزری۔خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اُن کے دین کی مدد و نصرت کرنے کی وجہ سے اس حقیقی معبود نے ہمیں شرف بخشا ہے جس کے سوا کوئی اور ہستی قابلِ پرستش نہیں اور اس دینِ حنیف کو ایسے نام کا جامہ پہنایا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔یہ لوگ ہماری قوم ہیں جو تمام دیگر اقوام سے بہتر ہیں۔کیونکہ جس بھلائی کا نام بھی لیا جائے،میری قوم میں وہ سب اہلیت موجود ہے۔''

اِذَا اُخْتَبِطُوْا لَمْ يُفْحِشُوْا فِىْ نَدِيِّهِمْ

وَلَيْسَ عَلٰى سُوَّا لَهُمْ عِنْدَ هُمْ بُخْلُ

وَاِنْ حَارَبُوْا وَ سَالَمُوْا لَمْ يُشَبَّهُوْا

فَحَرَّبُهُمْ حَتْفٌ وَ سِلْمُهُمْ سَهْلُ

ترجمہ:۔ ''جب ان کے حالات بُرے ہوتے ہیں تو اپنی مجلسوں میں لغو بیہودہ وفحش باتیں نہیں کرنے لگتے اور ان

سے سوال کیا جاتا ہے تو بخل کا نام بھی ان کے قریب نہیں آتا۔ یہ جنگ کریں یا صُلح کریں تو اشتباہ میں نہیں پڑ جاتے۔ کیونکہ ان کی جنگ کا کھلا ہوا نتیجہ دشمن کی موت ہے۔ اور ان سے صُلح کرنا یعنی ان کی اطاعت کرنا بڑا آسان ہے۔"

وَجَارُهُمْ مُوْفٍ بِعَلْيَاءَ بَيْتُهٗ

لَهٗ مَا ثَوٰی فِيْنَا الْكَرَامَةُ وَالْبَذْلُ

وَحَامِلُهُمْ مُوْفٍ بِكُلِّ حَمَالَةٍ

تَحَمَّلَ لَا غُرْمٌ عَلَيْهَا وَلَا خَذْلُ

ترجمہ:۔ "ان کا پڑوسی ایفائے عہد کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کا مکان اونچی جگہ پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے اندر جو چیز ٹھہری ہے وہ ہماری طرف شرافت و سخاوت کا سلوک ہے۔ اور ان کا جو آدمی حملہ کر کے کسی کو قتل کر دیتا ہے۔ وہ ہر دیت کا تاوان ادا کرنے والا ہوتا ہے جو اس کے اوپر آتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی تاوان باقی رہتا ہے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے۔"

وَقَائِلُهُمْ بِالْحَقِّ اِنْ قَالَ قَائِلٌ

وَحِلْمُهُمْ عَوْدٌ وَ حُكْمُهُمْ عَدْلُ

وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ حَيَاتَهٗ

وَمَنْ غَسَّلَتْهُ مِنْ جَنَابَتِهِ الرُّسُلُ

ترجمہ:۔ "ان کا کوئی آدمی جو بھی بات کرتا ہے حق بات ہی کرتا اور ان کی طرف سے بردباری بار بار ہوتی رہتی ہے اور ان کے فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہوتے ہیں اور ہم میں سے وہ تھے (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے) جو زندگی بھر مُسلمانوں کے امیر رہے اور ہم میں سے وہ تھے (یہاں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے) جنہیں شہید ہونے کے بعد غسلِ جنابت ملائکہ نے دِیا تھا۔ (اس طرح غسل دینے والے ملائکہ کی وَجہ سے آپ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں)

اشعار کا تیسرا مجموعہ

غزوات کے بارے میں اشعار کے دو مجموعے ہم تحریر کر چکے ہیں۔ ابنِ اسحٰق کے بقول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشعار کا تیسرا مجموعہ بھی روایت شدہ ہے۔ جو عربی اشعار اور اُن کے اُردو ترجمہ کے ہمراہ تحریر کیا جا رہا ہے:

قَوْمِي اُولٰئِكَ اِنْ تَسْاَلِي

كِرَامٌ اِذَا الضَّيْفُ يَوْمًا اَلَمَّ

عِظَامُ الْقُدُوْرِ لاَ یَسَارُهُمْ

یَکْبُوْنَ فِیْهَا الْمُسِنَّ السَّلِمْ

ترجمہ:۔ ''اگر تو پوچھے گی تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔ میری قوم وہ ہے کہ جب کوئی مہمان اُس کے ہاں قدم رنجہ فرمائے تو یہ قوم بڑی سخی نظر آتی ہے۔ اسکے کھلاڑیوں کے ہاں بڑی بڑی ہانڈیاں ہوتی ہیں جن میں وہ بڑے بڑے کوہانوں والے اونٹوں کو اوندھا کر کے مسلّم ہی پکا لیتے ہیں۔''

یُوَ اسُوْنَ جَارَهُمْ فِی الْغِنیٰ

وَیَحْمُوْنَ مَوْلاَ هُمْ اِنْ ظُلِمْ

فَکَانُوْا مُلُوْ کاً بَارَضِیْهِمْ

یُنَادُوْنَ عَضْبًا بِاَمْرِ غُشُمْ

ترجمہ:۔ ''یہ لوگ اپنی دولت ثروت اور مال میں اپنے پڑوسیوں کو برابر کا حصہ دار بنا لیتے ہیں اور اگر ان کے غلام پر بھی ظلم کیا جائے تو اسکی پوری پوری حمایت و مدد کرتے ہیں پس یہ لوگ بادشاہ ہیں جو اپنی حدود میں ایسی تلواروں کو صدا دیتے ہیں جن کی نسل میں سخت قسم کی خون ریزی چلی آ رہی ہے۔''

مُلُوْ کاً عَلَی النَّاسِ لَمْ یُمْلَکُوْا

مِنَ الدَّهْرِ یَوْمًا کَحِلِّ الْقَسَمْ

فَانْبُوْا بِعَادٍ وَّ اَشْیَاعِهَا

ثَمُوْدَ وَ بَعْضِ بَقَایَا اِرَمْ

ترجمہ:۔ ''یہ لوگ ہمیشہ بادشاہ رہے ہیں۔ پوری تاریخ میں قسم کھانے کو بھی ایک دن ایسا نہیں آیا کہ یہ لوگ کسی کی رعایا یا کسی کی ملکیت میں رہے ہوں۔ اسلئے عاد اور عاد کی نسلوں کو ثمود اور عاد اولیٰ کی بقایا نسل کو برابر ڈراتے دھمکاتے رہے ہیں''۔

بِیَثْرِبَ قَدْ شَیَّدُوْا فِی النَّخِیْلِ

حُصُوْنًا وَدَجَّنَ فِیْهَا النَّعَمْ

نَوَاضِحَ قَدْ عَلَّمَتْهَا الْیَهُوْدُ

(عَلْ) اِلَیْکَ وَ قَوْلاً هَلُمْ

ترجمہ:۔ ''عاد اور ثمود کی اُن نسلوں نے یثرب کے نخلستانوں میں بڑے بڑے مضبوط ترین قلعے تعمیر کرائے جن مین شاندار نسل کے اونٹ پائے گئے۔ وہ ایسے پانی ذخیرہ کرنے والے اونٹ تھے جن کو یہودیوں نے ''عسل'' الیک'' اور ''هلم'' جیسے الفاظ سکھا رکھے تھے۔ (یاد رہے عربی زبان میں عل کا لفظ بول کر اونٹ کو ڈانٹا جاتا تھا۔ اسی طرح ان

لوگوں نے اونٹوں کو پیچھے ہٹانا ہوتا تو کہتے ''الیک'' اور آگے چلنے یا بڑھنے کا حکم دینا ہوتا تو لفظ ''ھلم'' استعمال کرتے تھے)۔

وَفِيْمَا اشْتَهُوْا مِنْ عَسِيْرِ الْقِطَافِ
وَالْعَيْشِ رَخْوًا عَلٰى غَيْرِهِمْ
فَسِرْ نَا اِلَيْهِمْ بِاَثْقَالِنَا
عَلٰى كُلِّ فَحْدٍ هِجَانٍ قَطِمْ
جَنَبْنَا بِهِنَّ جِيَادَ الْخُيُوْلِ
قَدْ جَلَّلُوْهَا جِلَالَ الْاَدَمْ

ترجمہ:۔ ''اور یہ لوگ اپنی مرضی وخواہش کے مطابق پھل توڑ کر ان کے رس پینے اور بغیر کسی فکر وفاقہ کے خوشحالی سے زندگی بسر کرنے کی فضا میں رہتے تھے۔ پھر ہم یہودیوں کی طرف اپنے سفید رنگ کے جوشیلے اونٹوں پر بیٹھ کر ہاتھوں میں بڑے وزنی ہتھیار لے کر بڑھے۔ ان اونٹوں کے ساتھ ہم لوگوں نے گھوڑوں کو بھی شامل کر رکھا تھا ان گھوڑوں کو ہم نے چمڑے کی جھولوں سے چھپا رکھا تھا۔''

فَلَمَّا اَنَا خُوا بِجَنْبِي صِرَارٍ
وَشَدُّوا السُّرُدِجَ بَلَيَّ الْخُرَمْ
فَمَا رَاعَهُمْ غَيْرُ مَعْجِ الْخُيُوْلِ
وَالزَّحْفُ مِنْ خَلْفِهِمْ قَدوَهِمْ
فَطَارُوْا سِرَاعًا وَقَدْ اُفْزِعُوْا
وَجِئْنَا اِلَيْهِمْ كَاُسْدُ الْاُجُمْ

ترجمہ:۔ ''پھر جب ان یہودیوں نے صرار کے دونوں جانب جا کر اونٹوں کو بٹھایا اور بوسیدہ رسیوں سے ان اونٹوں پر کجاوے کسے۔ پھر ہمارے گھوڑوں کے اچانک پہنچ جانے سے وہ لوگ بوکھلا گئے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنگ ان لوگوں کے پیچھے سے اچانک آ گئی تھی۔ اس وقت وہ یہودی میدان سے سرپٹ بھاگتے ہی نظر آ رہے تھے اور ہم ان پر یوں ٹوٹ رہے تھے جیسے کچھاروں کے شیر ٹوٹتے ہیں۔''

عَلٰى كُلِّ سُلْهَبَةٍ فِي الصِّيَانِ
لَا يَشْتَكِيْنَ نَحُوْلَ السَّأَمْ
وَكُلِّ كُمَيْتٍ مُطَارَ الْفُؤَادِ
اَمِيْنُ الْفُصُوْصِ كَمِثْلُ الزَّلَمْ

عَلَيْهَا فَوَارِسُ قَدْ عُوِّدُوْا
قِرَاعَ الْكُمَاةِ وَ ضَرْبَ الْبُهَمْ

ترجمہ:۔ ''زمین سے ڈھکے ہوئے لمبے لمبے گھوڑوں پر جو تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا نام تک نہیں لیتے تھے اور تیروں کی طرح مضبوط جوڑوں اور ٹانگوں والے بیدار مغز کمیت گھوڑوں پر وہ شہسوار سوار تھے۔ جو بڑے بڑے ہتھیار بندوں سے مزاحمت کرنے اور تلواروں سے بڑے بڑے سُورماؤں کو مارنے کے عادی تھے۔''

مَلُوْک'' اِذَا غَشَمُوْا فِی الْبِلَادِ
لَا یَنْکُلُوْنَ وَلٰکِنْ قُدُمْ
فَاُبْنَا بِسَادَاتِهِمْ وَالنِّسَاء
وَاَوْلَادُهُمْ فِیْهِمْ تُقْتَلَسَمْ
دَرِثْنَامَسَاکِنَهُمْ بَعْدَهُمْ
وَکُنَّا مُلُوْکًا بِهَا لَمْ نَرِمْ

ترجمہ:۔ ''یہ لوگ ایسے بادشاہ تھے کہ جب بلاد میں بڑھ کر حملہ آور ہوتے تو پیچھے لوٹنے کا نام نہ لیتے اور آگے ہی بڑھتے چلے جاتے تھے۔ پھر ہم ان کے سرداروں اور عورتوں کو لے کر واپس آئے۔ اور اس وقت ان کی اولاد ان میں تقسیم کی جارہی تھی۔ ان کے بعد ان کے دیار کے وارث بن کر ہم وہاں کے بادشاہ تھے اور اب ہمیں کوئی ہٹا نہیں سکتا تھا''۔

فَلَمَّا اَتَانَا الرَّسُوْلُ الرَّشِیْدُ
بِالْحَقِّ وَالنُّوْرِ بَعْدَ الظُّلَمْ
قُلْنَا صَدَقْتَ رَسُوْلَ الْمَلِیْکِ
هَلُمَّ اِلَیْنَا وَفِیْنَا اَقِمْ

ترجمہ:۔ ''اور پھر جب ہمارے پاس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے جنہوں نے تاریکیوں کے بعد حق اور نور کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔ تو ہم نے عرض کیا اے مالک الملک کے پیغامبر ہماری طرف تشریف لائیے اور ہمارے اندر اقامت گزیں ہوجائیے۔''

فَنَشْهَدُ اَنَّکَ عَبْدُ الْاِلٰهِ
اُرْسِلْتَ نُوْرًا بِدِیْنٍ قَیِّمْ
فَاِنَّا وَ اَوْلَادُنَا جُنَّةٌ''
نَقِیْکَ وَفِی مَالِنَا فَاحْتَکِمْ

ترجمہ:۔ ''ہم اس بات کا اقرار کرتے اور شہادت دیتے ہیں کہ آپ معبودِ حقیقی کے بندے ہیں۔آپ کو دین قیم کی روشنی دے کر رسول بنایا گیا ہے۔پس ہم اور ہماری اولاد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے لئے ایسی ڈھال ہیں کہ ہم اسکی مدد سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی پوری پوری حفاظت کریں گے اور ہمارے اموال و جائیداد میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) جس طرح چاہیں فیصلہ فرمائیں۔''

فَنَحْنُ اُولٰئِکَ اِنْ کَذَّبُوْکَ

فَنَادِ نِدَاءً وَلاَ تَحْتَشِمْ

وَنَادِ بِمَا کُنْتَ اَخْفَیْتَهٗ

نَدَاءً جِهَارًا وَلاَ تَکْتَتِمْ

ترجمہ:۔ ''پس اگر ان قریش وغیرہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی تکذیب کی ہے۔(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت کو تسلیم نہیں کیا ہے) تو ہم وہ لوگ ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہر مدد کے لیے تیار ہیں۔اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پکار پکار کر اپنا پیغام ان کو پہنچائیں اور ذرا بھر نہ ہچکچایئے اور جس پیغام کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) چھپائے رہے، اب کُھلے عام پکار پکار کر اس کا اعلان فرمائیں اور اس پیغام کو ذرا نہ چھپایئے۔''

فَسَارَ الْغُوَاةُ بِاَسْیَافِهِمْ

اِلَیْهِ یَظُنُّوْنَ اَنْ یُخْتَرَمْ

فَقُمْنَا اِلَیْهِمْ بِاَسْیَافِنَا

نُجَالِدُ عَنْهُ بُغَاةَ الْاُمَمْ

ترجمہ:۔ ''پھر مفسد لوگ اپنی تلواریں لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی طرف اس خیالِ فاسدہ سے بڑھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو (نعوذ باللہ) ہلاک کر دیا جائے گا۔اس وقت ہم اپنی تلواریں لے کر اُن کے مقابلے کے لئے کھڑے ہوگئے اور ان گمراہ اور باغی اقوام سے ہم نے پُوری طاقت وہمّت سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی مدافعت کی۔''

بِکُلِّ صَقِیْلٍ لَهٗ مَیْعَةٌ

رَقِیْقَ الذُّبَابِ عُضُوْضٍ خَذِمْ

اِذَامَایُصَارِفُ صُمَّ الْعِظَامِ

لَمْ یَنْبُ'' عَنْهَا وَلَمْ یَنْثَلِمْ

ترجمہ:۔ ''ہر تلوار تیز دھار والی چمکیلی آبدار اور کاٹ کھانے کو دوڑنے والی دشمنوں کے ٹکڑے اڑانے والی تھی۔جب

وہ سخت سخت ہڈیوں کو کاٹتی تھی۔ تو نہ اُن پر اچھلتی اور نہ اس تلوار میں دندانے ہی پڑتے تھے۔ وہ اسقدر ظالم تلوار تھی کہ دشمنوں کو نیست و نابود کرنے والی تھی۔"

فَذٰلِکَ مَا وَرَّثْتَنَا الْقُدُوْمُ

مَجْدًا تَلِیْدًا وَ عِزٌّ اَشَمّ

اِذَا مَرَّ نَسْلٌ کَفٰی نَسْلُہٗ

وَغَادَرَ نَسْلًا اِذَا مَا انْفَصَمْ

ترجمہ:۔ "پس یہ وہ عظیم وقدیم شرافت اور بلند مقام والی عزت ہے۔ جو ہمیں اپنے سرداروں سے وراثت میں ملی ہے۔ جب ایک نسل گذر جاتی ہے تو آنے والی اُسکی نسل اس شرف و مجد اور عزت و وقار کو باقی رکھتی ہے اور وہ نسل اسکو چھوڑ دیتی ہے جو ٹوٹ کر الگ ہو جاتی ہے۔"

فَمَا اِنْ مِنَ النَّاسِ اِلَّا لَنَا

عَلَیْہِ وَاِنْ خَاسَ فَضْلُ النَّعَمْ

فَکَانُوْا مُلُوْکًا بِاَرْضِیْھِمْ

یُنَادُوْنَ غُضْبًا بِاَمْرٍ غَشَمْ

ترجمہ:۔ "کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس پر ہمارے بہترین اونٹ اسکی مہمانی کے لئے ہم پر واجب نہ ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس روایت کو نہ مان کر غداری کا مرتکب ہو۔ یہ اپنے علاقے شہر میں بادشاہ تھے۔ جو نہایت ہی غضب سے حملہ کرنے کے لئے دشمن کو پکارتے اور پھر سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے تھے۔"

(از: سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل مؤلفہ ابن ہشام)

(جلد 2 صفحہ 675 تا 684)

عمرو بن مَعدِی کرب کا قبولِ اسلام

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغام حق بنوز بید کو پہنچایا تو معدی کرب مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اس نے دست حق پرست پر بیعت کر کے دونوں جہانوں کی نیکیاں اپنے دامن میں بھر لیں۔

قیس بن مکشوح مرادی اس قوم کا سردار تھا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغامِ حق معدی کرب کو ملا تو وہ سیدھا سردار قوم کے پاس گیا اور کہا اے قیس بن مکشوح مرادی ہمیں معلوم ہوا ہے حجاز میں قریش کے ایک شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ تم ہمارے ساتھ ان کی خدمت میں چلو تا کہ یہ دیکھا

جا سکے کہ وہ نبی ہے بھی یا نہیں۔ ہم ان سے ملاقات کریں گے تو یہ بات ہمیں فوری معلوم ہو جائے گی کہ وہ نبی ہیں یا نہیں اور اگر وہ نبی نہ ہوئے تو ہم اسکو اپنے پیچھے لگا لیں گے اور اگر وہ نبی ہے تو اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ قیس بن مکشوح نے معدی کرب کی نہ صرف رائے ماننے سے ہی انکار کر دیا بلکہ الٹا اسکو احمق بھی قرار دیا جو ایسی بات کرتا ہے۔ اسکے بعد معدی کرب خود چل کر مدینہ منورہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے آئے۔ سردار قبیلہ کو جب اُن کے اسلام لانے کی خبر ملی تو اس نے حضرت معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھمکی دی کہ تو نے میری بات کو ردّ کرتے ہوئے اس کے برعکس عمل کیا ہے اسلئے اب تم نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں جو کلمات ارشاد فرمائے وہ یہ تھے:

”میں نے ذوصنعاء کے روز تمہیں ایسا مشورہ دیا تھا جس میں بھلائی تھی اور وہ بھی عیاں، چھپی ہوئی نہیں۔ میں نے تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نیکی کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر تو اس آزمائش سے گدھے کی طرح نکل گیا ایسے گدھے کی طرح جسکی میخ نے ہی اسے فریب دیا ہو۔ تو نے مجھ پر گھوڑے کا احسان جتایا جس پر اس کا شیر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر شیشے کی طرح ایک زرہ تھی جس کی آب نے اُسے نیا بنا دیا تھا۔ جو نیزے کو لوٹا دیتی تھی۔ اس نے مجھے نامعلوم نیزے مارنے والوں سے بچا کر مجھ پر احسان کیا پس تو اگر انہیں ملتا تو ایسے نرم خو انسان سے ملتا جس کی گردن اور سر پر بڑے بڑے بال ہوں، تو ایک کھلے پنجے والے شیر سے ملتا جو کندہ کو منتشر کر دینے والا ہے۔ اگر مخالف اس کے ساتھ لڑنے کی کوشش کرے تو وہ پہلے اُسکے ساتھ بھاؤ کرتا ہے اور پھر اُسے اٹھا کر نیچے پٹخ دیتا ہے، اس کا دماغ پھوڑ دیتا ہے اور اُسے چبا جاتا ہے۔ وہ شرک پر ظلم کرنے والا ہے۔“

حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکے بعد اپنی قوم زبید میں اقامت پذیر ہو گئے۔ اس طرح سردار قبیلہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال کے بعد جب بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر کے مرتد ہونے کا ارتکاب کیا تو مرتدین کی اس فہرست میں عمرو بن معدی کرب کا نام بھی تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب کچھ مسلمان قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا جسکے نتیجہ میں خلیفہ اوّل نے ان مرتدین کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ بہت سے قبائل اور لوگ توبہ کرنے کے بعد دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ان توبہ کرنے والوں میں حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ پھر اس قدر پکے اور سچے مُسلمان ثابت ہوئے کہ تاریخِ اسلام ان کے سنہری کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔

حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے دَورِ خلافت میں قابلِ قدر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ بہت سی فتوحات میں شریک رہے۔ وہ مشہور بہادروں میں سے ایک اور بہترین شاعروں میں سے بھی ایک شاعر تھے۔ آپ اکیس ھجری (21ھ) میں فتح نہاوند کے وقت جامِ شہادت نوش فرما کر جنت الفردوس میں جلوہ افروز ہوئے۔

(از: البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 144 تا 145)

لقیط بن عامر کا خدمتِ اقدس میں حاضر ہونا

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن حمزہ بن محمد بن مصعب بن الزبیری نے مجھے خط لکھا کہ میں نے اس حدیث کو آپ کی خدمتِ اقدس میں تحریر کیا تھا اور میں نے جو کچھ آپ کو لکھا تھا آپ نے اسے دیکھا اور سُنا ہے۔ آپ مجھے اس سلسلے میں کچھ بتائیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن مغیرہ نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عیاش نے جو بنی عمرو بن عوف کا آدمی ہے۔ بحوالہ وہم بنٰ اسود بن عبداللہ بن حاجب نے اُسکے باپ اور چچا لقیط بن عامر سے بیان کیا اور دلہم بیان کرتا ہے کہ مجھ سے ابوالاسود نے بحوالہ عاصم بن لقیط بیان کیا کہ لقیط بن عامر اپنے ایک ساتھی نہیک بن عاصم کے ساتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس حاضرِ خدمت ہونے کے لئے گیا۔ لقیط کہتا ہے کہ ہم دونوں سفر کرتے ہوئے رجب کے آخر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

جب ہم مسجدِ نبوی میں پہنچے تو اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد واپس تشریف لارہے تھے۔ آپ علیہ السّلام لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''اے لوگو تم نے چار روز سے میری آواز نہیں سُنی۔ آج میں تم لوگوں کو یہ بات سُنانا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا آدمی موجود ہے جسے اسکی قوم نے بھیجا ہو''

لوگوں نے کہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو فرماتے ہیں ہمیں بتاؤ۔ لوگوں سے کہا خاموشی سے بیٹھ جاؤ، میں تمہیں وہ باتیں بتاتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ خاموشی سے بیٹھ گئے مگر میں اور میرا ساتھی کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ علیہ السلام کے پاس عِلم غیب ہے اللہ کی قسم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسکرائے اور سر مبارک کو ہلایا اور ارشاد فرمایا:

''تمہارے ربّ نے غیب کی پانچ چابیوں کے بارے میں راز پنہانی سے کام لیا ہے اور ان چیزوں کے بارے میں خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا'' پھر آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ فرمایا:

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ کونسی باتیں ہیں؟

ارشاد فرمایا:

1: ''موت کا علم: اُسے علم ہے کہ تم میں سے کس کی موت کب ہوگی لیکن تمہیں اس کا علم نہیں۔''

2: ''(ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟) اور منی جب رحم میں ہوتی ہے اس کا علم اُسے ہی ہوتا ہے لیکن تمہیں علم نہیں ہوتا۔''

3: ''(آیندہ کی خبر یا علم) اور کل کو جو کچھ ہونے والا ہے اس کا علم۔ اور نہ تُو کل کی امید رکھتا ہے اور نہ اُسے جانتا ہے۔''

4: بارش کے دن کا علم: اور تم پر دو سختیاں جھانکتی ہیں اور وہ ہنستا ہے اور اُسے علم ہوتا ہے کہ تمہارا شمار قریب ہے۔ لقیط بیان کرتا ہے کہ ہم ربّ کی اس بات کو معدوم نہیں کر سکتے کہ وہ بھلائی کے لئے ہنستا ہے۔''

5: ''اور پانچواں کہ قیامت کب قائم ہوگی (قیامت کے دن کا علم)''

اس کے بعد راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ علیہ السلام ہمیں وہ باتیں بتا دیں جن کو لوگ نہیں جانتے اور آپ علیہ السلام جانتے ہیں۔ میں ایک ایسے قبیلے کا آدمی ہوں کہ مذحج جو ہمارے قریب ہے اس کا کوئی آدمی ہماری تصدیق کو درست قرار نہیں دے گا اور نہ ہی خثعم جو ہمارا دوست ہے اور پھر نہ ہی ہمارا قبیلہ جس سے ہم تعلق رکھتے ہیں ہماری تصدیق کو درست قرار دے گا۔

یہ سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''جس قدر تم ٹھہرے ہو ٹھہرو گے پھر تمہارا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) وصال کر جائیں گے۔ پھر تم جس قدر ٹھہرے ہو ٹھہرو گے پھر آواز دینے والی بھیجی جائے گی۔ تیرے معبود کی قسم وہ زمین پر کسی چیز کو نہیں چھوڑے گی۔ ہر چیز مر جائے گی اور وہ فرشتے بھی مر جائیں گے جو تیرے رب کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ زمین کا چکر لگائے گا اور شہر خالی ہو چکے ہوں اور تیرا ربّ بادل کو بھیجے گا جو عرش کے پاس برسے گا اور تیرے معبود کی قسم وہ سطح زمین پر کسی مقتول اور مدفن کو نہ چھوڑے گا مگر اسکی قبر شق ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ اسے اس کے سر کے قریب سے پیدا کرے گا اور وہ ٹھیک ٹھاک ہو کر بیٹھ جائے گا اور تیرا ربّ فرمائے گا ٹھہر جا تو وہ کہے گا میں آج دیوانہ ہو گیا ہوں۔ پس وہ زندگی پانے کی وجہ سے اپنے اہل وعیال کے بارے میں باتیں دریافت کرے گا۔''

میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) جبکہ ہوائیں کہیں گی اور درندے ہمیں پراگندہ کر

چکے ہوں گے۔تو وہ ہمیں کیسے اٹھائے گا اکٹھا کرے گا؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

''میں تمہیں بتا تا ہوں کہ اسکی مثال نعمائے الٰہی میں سے زمین میں ہی پائی جاتی ہے۔تو نے اُسے دیکھا کہ وہ بوسیدہ مٹی تھی تو تو نے کہا یہ زندہ نہیں ہوگی۔پھر تیرے ربّ نے اس مٹی پر بارش بھیجی پھر چند روز گزرنے کے بعد تم نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز جگہ بن چکی تھی۔اور تیرے معبود کی قسم کہ وہ تمہیں پانی سے بھی جمع کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔اور وہ زمین کی نباتات کو بھی جمع کرسکتا ہے۔پس تم اپنی قبروں سے نکلو گے اور تم اسکی طرف دیکھو گے''۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ کیسے ہوگا؟ جبکہ ہم زمین کی مقدار کے برابر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایک ہستی ہوگا اور وہ ہم سب کی طرف دیکھے گا اور ہم سب اسکی طرف دیکھیں گے؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہیں بتا تا ہوں'' پھر ارشاد ہوا'' دنیا میں اسکی مثال سُورج اور چاند میں پائی جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک چھوٹی سی نشانی ہے۔تم ایک ہی وقت میں ایک دُوسرے کو دیکھتے ہو اور یوں تم ان دونوں کی رویت میں کوئی شک نہیں کرتے ہو۔''

راوی کا بیان ہے کہ میں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب ہم اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

ارشاد فرمایا'' تمہیں اسکے سامنے پیش کیا جائے گا تمہارے اعمال نامے اسی کے سامنے کھولے جائیں گے۔اور تمہاری کوئی بات اس سے پوشیدہ نہ ہوگی۔پس تمہارا ربّ پانی کا ایک چلو لے گا اور تم سے پہلے لوگوں پر چھڑک دے گا۔تیرے ربّ کی قسم اس پانی کا ایک قطرہ بھی ایسا نہیں ہوگا جو زمین پر پڑے بلکہ ہر قطرہ تم میں سے کسی نہ کسی کے چہرے پر پڑے گا۔وہ قطرہ مسلمانوں کے چہرے پر ایک سفید رومال کی طرح ہوگا جبکہ کافروں کو سیاہ کوئلوں کی نکیل ڈال دے گا۔آگاہ رہو پھر تمہارا نبی لوٹ جائے گا۔اور اس کے پیچھے صالح لوگ بھی لوٹ جائیں گے۔تم آگ کے ایک پُل پر سے گزرو گے اور تم میں سے ایک آدمی انگارے کو روندے گا اور کہے گا۔''حس' اور تیرا رب کہے گا یہ اس کا وقت ہے پس تم حوضِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پر اس حالت میں پہنچو گے کہ تم پیاسے ہو گے اور اللہ تعالیٰ سیراب کرنے والا ہوگا۔تو نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔اور تیرے ربّ کی قسم۔تم میں سے جو آدمی اپنا ہاتھ پھیلائے گا اُسکے ہاتھ میں ایک پیالہ آجائے گا۔جسے وہ ناپاکی، بول اور ضرر سے پاک کرے گا، اور شمس وقمر کو روک دیا جائے گا اور تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھ سکو گے''۔

راوی بیان کرتا ہے میں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، ہم کس کے ساتھ سب کچھ

دیکھیں گے۔

فرمایا ''اسی طرح دیکھو گے جیسے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور یہ اس دن طلوع شمس کے ساتھ ہوگا جسے زمین نے روشن کیا ہے اور پہاڑوں نے اس کا سامنا کیا ہے۔''

راوی نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیں ہماری نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ کیسے ملے گا؟

فرمایا ''نیکی کا بدلہ دس گناہ ملے اور بدی کا اگر کی ہے تو ایک گنا ہی گناہ ملے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔''

راوی نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جنّت اور دوزخ کیا ہے؟

ارشاد فرمایا ''تیرے مالکِ حقیقی کی قسم آگ (دوزخ) کے سات دروازے ہیں ان دروازوں میں سے دو دروازوں کے درمیان سوار ستّر (70) سال تک چلتا رہے تب دُوسری طرف جائے گا۔ اور جنّت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے بھی دو دروازوں کے درمیان سواری کا ستّر (70) سالہ فاصلہ ہے۔''

راوی کہتا ہے میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم جنت میں کیا کُچھ دیکھیں گے؟

ارشاد فرمایا ''جنت میں تم ایسی نہریں دیکھو گے جو مصفّٰی شہد کی ہوں گی۔ اور ایسے پیالے کہ نہریں جس میں سر درد اور ندامت والی نہ ہوں گی۔ وہ ایسی دُودھ والی نہریں ہوں گی جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا اور ایسے شیریں پانی والی نہریں جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا۔ وہاں ایسے پھل ہوں گے جن کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا۔ تیری زندگی کی قسم! تم نہیں جانتے اور اس قسم کی اچھی چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی اور پاک جوڑے ہوں گے۔''

میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا ہمارے لئے ان میں جوڑے ہوں گے؟

فرمایا: ''نیک عورتیں نیک مردوں کے لئے ہوں گی اور تم اُن سے ایسے ہی لطف اندوز ہو گے جیسے تم ان سے دُنیا میں لطف اندوز ہوتے ہو۔ اور وہ بھی تم سے ایسے ہی لطف اندوز ہوں گی جیسے وہ دنیا میں ہوتی ہیں مگر ان کے اولاد نہیں ہوگی''۔

راوی نے پھر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس وقت ہم بالغ ہوں گے اور بلوغت تک پہنچے ہوں گے۔

میرے اس سوال کا جواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد نہ فرمایا۔

راوی نے پھر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں کن شرائط پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی بیعت کروں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ مبارک پھیلایا۔

''نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور شرک چھوڑنے پر اور نہ ہی تم کسی اور کو اللہ کا شریک بنانا کیونکہ وہی وحدہٗ لاشریک معبودِ حقیقی ہے۔''

راوی نے پھر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ، مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے وہ ہمارے لئے ہے۔

فرمایا ''اس جہان میں جو کچھ ہے اور تو جہاں سے چاہے حاصل کر وہ تیرے لئے حلال ہے مگر یاد رکھ تو اپنے فعل کا اپنے نفس کا خود ذمہ دار ہوگا''۔

راوی آخر میں بیان کرتا ہے کہ ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس سے خیر و برکت کے خزانے اور اسلام کی دولت لازوال اپنے دامن میں سمیٹ کر رخصت ہوئے۔

رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''تیرے معبود کی قسم یہ دونوں شخص دنیا و آخرت میں سب لوگوں سے اتقٰی ہیں۔ یعنی دُنیا میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار لوگوں میں ان کا نام بھی ہے۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 159، 160، 161)

حضرت زید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد

صاحب البدایۃ والنہایۃ تحریر کرتے ہیں۔ کہ حافظ بیہقی نے بیان کیا کہ مجھے ابو احمد اسداباذی نے خبر دی کہ اُسے ابوبکر بن مالک نے بتایا کہ اُس نے ابوعبدالرحمٰن المقری اور اُس نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم سے سُنا اور پھر بیان کیا کہ مجھ سے زیارہ بن نعیم الحضرمی نے بتایا کہ میں نے زید بن الحارث الصدائی کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ ایک دفعہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

اُس وقت میرے علم میں یہ بات آئی کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری قوم کی طرف ایک فوج روانہ فرمائی ہے میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی فوج کو واپس طلب فرمالیں میں آپ کے سامنے اپنی قوم کے اسلام لانے اور اطاعت بجا لانے کی ضمانت دیتا ہوں سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد کو فوراً روانہ فرما دیا جو اس فوج کو واپس لے آیا۔ اس کے بعد حضرت زید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دعوت حق کا ایک خط اپنی قوم کی طرف ارسال کیا جس کے نتیجہ میں قوم کا ایک وفد حاضر خدمت ہو کر دست حق پرست پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے زید الصدائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو اپنی قوم میں مطاع ہے''۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے میری قوم کی حق کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ''میں تمہیں تمہاری قوم کا امیر بنادوں'' میں نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک مجھے قوم کا امیر بنادیں اس پر حضور علیہ السلام نے نہ مجھے صرف اپنی قوم کا امیر ہی بنا دیا بلکہ مجھے ایک خط مبارک بھی عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے صدقات کے

بارے میں مجھے حکم فرمائیں فرمایا ''بہت اچھا'' اور پھر ایک اور خط مجھے عطا فرمایا اور اس طرح کمال شفقت اور مہربانی سے مجھے یہ دونوں اعزاز بخشے۔

حضرت زید بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ قدرت نے میرے مقدر میں یہ خوش بختی عملی طور پر لکھ دی کہ مجھے ایک سفر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ سفر کے دوران سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ اُترے وہاں کے رہنے والے لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے اپنے عامل کی شکایت بیان کرنا چاہتے ہیں اجازت مل جانے پر ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہمارے اور اس عامل کے درمیان زمانہ جاہلیت میں جو چپقلش یا دشمنی پائی جاتی تھی اس وجہ سے وہ ابھی تک ہماری گرفت کرتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا اُس عامل نے ایسا کیا ہے'' لوگوں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف توجہ فرماتے ہوئے جن میں میں بھی موجود تھا ارشاد فرمایا ''مومن آدمی کی امارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔'' راوی بیان کرتا ہے کہ اس ارشاد گرامی نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عطا فرمایئے۔ ارشاد فرمایا ''جو شخص تونگری کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا ہے تو یہ سر درد اور پیٹ کی بیماری ہے۔'' سائل نے عرض کیا مجھے صدقہ عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نہ نبی اور نہ کسی دوسرے آدمی کے فیصلے سے راضی ہوا ہے یہاں تک کہ اُس نے خود اُن کے بارے میں فیصلہ فرمایا ہے۔ اور اس کے آٹھ حصے کیے ہیں۔ پس اگر تم ان آٹھ حصوں میں سے ہو تو میں تجھے دے دوں۔'' الصدائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اس بات نے بھی میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ کہ میں مال دار ہوں اور میں نے بھی صدقے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ پھر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے کوچ فرمایا تو میں آپ کے بالکل ساتھ ہو کر چلنے لگا یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پیچھے رہ گئے اور میں اکیلا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہ گیا جب فجر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اذان کہنے کا حکم دیا حسب حکم میں نے فجر کی اذان کہی اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اقامت کہوں آپ نے مشرق کی طرف چہرہ انور پھیرا اور فرمایا ''نہیں ابھی اقامت مت کہو''۔ جب فجر کا وقت قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے اُترے قضائے حاجت کے لئے میدان میں تشریف لے گئے پھر واپس آ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں تشریف فرما ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا ''اے صدا کچھ پانی ہے'' میں نے عرض کیا تھوڑا سا پانی ہے مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کافی نہ ہوگا فرمایا ''اس پانی کو برتن میں ڈال کر میرے پاس لاؤ'' میں نے حکم کی تعمیل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہتھیلی مبارکہ پانی میں ڈالی تو میں نے دیکھا کہ دو انگلی مبارکہ کے درمیان سے پانی کا چشمہ اُبلنے لگا اس پر رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"۔

"اگر مجھے اپنے رب سے شرم محسوس نہ ہوتی تو ہم ضرور پانی پیتے اور پانی جمع کرتے"

اس کے بعد میں نے حسب حکم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو آواز دی ان میں سے جس نے جس قدر پانی چاہا لے لیا۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہنا چاہی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''صدا نے اذان دی ہے اور وہی اقامت کہے گا۔ یہی شرعی حکم ہے''۔ پھر راوی مزید بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے اقامت کہی اور آپ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور یوں ہم سب نے نماز فجر با جماعت ادا کی۔

(مسئلہ) یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ شرعی اعتبار سے جماعت کی اقامت بھی وہی کہے گا جس نے اذان دی ہو ہاں اگر اذان دینے والا خود کسی دوسرے کو اقامت کی اجازت دے تو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

حضرت صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تو میں حاضر خدمت ہوا دونوں خط خدمت اقدس میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ان دونوں باتوں سے معاف فرمائیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تجھے کیا معلوم ہوا ہے'' عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کا ارشاد گرامی سُنا ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ ''مومن شخص کی امارت میں کوئی بھلائی نہیں''۔ میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کامل رکھتا ہوں اور میں نے آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی سُنا ہے کہ آپ نے سائل سے فرمایا ''جو شخص تونگری کے باوجود سوال کرتا ہے تو یہ سر درد اور پیٹ کی بیماری ہے'' جبکہ میں نے تونگر ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا ہے۔ اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اب یہ تمہاری مرضی ہے چاہو تو قبول کرلو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو'' یہ سُن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چھوڑتا ہوں۔

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ''اب تم کسی شخص کا نام بتاؤ جس کو میں تم پر امیر مقرر کردوں''۔ حکم مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے ایک شخص کا نام خدمت اقدس میں پیش کیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت سے اُس شخص کو ہمارا امیر مقرر فرمادیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا ایک کنواں ہے جو سردیوں کے موسم میں پانی سے بھر جاتا ہے اور یوں ہم اہل قبیلہ اُس کنویں کے گرد اکٹھے ہو کر اپنی حاجت پوری کرتے ہیں۔ مگر موسم گرما میں اس کنویں کا پانی خشک ہو جاتا ہے اور یوں ہمیں پانی کی جستجو میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنا پڑتا ہے۔ اب جبکہ ہم سب مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمارے اردگرد تمام لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ہمارے دشمن آباد ہیں آپ اللہ کریم سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمارے اس کنویں میں برکت عطا فرمائے تاکہ ہم اس کنویں کے پانی سے اپنی ضروریات پوری کرسکیں اور یوں

ہمیں در بدر پھرنے سے نجات نصیب ہو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات سنگریزے لانے کا حکم فرمایا حسب حکم سنگریزے خدمت اقدس میں پیش کئے گئے۔ آپ نے اُن سنگریزوں کو ہاتھ مبارک میں لے کر ملا اور حکم فرمایا ''ہم نے دعا کر دی ہے ان سنگریزوں کو لے جاؤ جب تم کنویں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے ان سنگریزوں کو کنویں میں ڈالتے جانا اور اللہ کا ذکر کرتے رہنا'' راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے حسب ارشاد ان سنگریزوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک کر کے کنویں میں ڈال دیا اُس کے بعد آج تک ہم کنویں کی تہہ نہیں دیکھ سکے۔ یعنی کنواں پانی سے اس قدر لبریز ہو گیا کہ ہم آج تک اپنی پوری ضروریات اُسی سے پورا کرتے ہیں۔ اس معجزہ کی مزید تفصیل انشاء اللہ معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں تحریر کی جائے گی۔

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسوئے بنی الحارث بن کعب 10ھ

حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے 10 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجاہدین کی ایک جمعیت کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کی جانب روانہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ ''تین دفعہ ان کو دعوت اسلام دینا اگر قبول کر لیں تو ان میں رہنا اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دینا اور اگر قبول نہ کریں تو مقابلہ کرنا۔'' چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب الحکم انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور فرمان نبوی علیہ السلام کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں قیام فرماتے ہوئے قرآن کریم اور احکام شرعیہ کی انہیں تعلیم دی اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں کیفیت احوال کا عریضہ بھیجا۔ حکم نبوی علیہ السلام ہوا کہ ''ان کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آجاؤ'' چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی) ان کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ آگئے بارگاہ رسالت میں پہنچ کر سلام عرض کیا اور کہنے لگے:۔

''نَشْهَد اَن لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه وَ اِنَّکَ رَسُولَ اللّٰه''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''میں بھی حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں'' اور پھر ان میں سے ایک شخص کو جس کا نام قیس بن حصین تھا ان پر امیر بنایا اور اپنے وطن واپس جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے بعد عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی طرف عامل بنا کر بھیجا تا کہ ان کے صدقات جمع کریں یہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی وہیں مقیم تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصال فرمایا۔ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ نجار کے انصاری شخص تھے اور کنیت ابوضحاک۔ ان کا سب سے پہلا جہاد خندق ہے اور انہیں پندرہ سال کی عمر میں نجران کی طرف عامل بنا کر بھیجا گیا اور سترہ سال کی عمر میں ان کو یمن کی طرف بھیجا گیا ایک مکتوب گرامی

ان کے ساتھ تھا جس میں فرائض وسنن اور دیات تحریر تھے۔ نجران یمن کے ایک موضع کا نام ہے جو نجران بن زید بن سبا سے منسوب ہے۔ نجران اب یمن سے ملحقہ سعودی عرب کا صوبہ اور صوبائی صدر مقام ہے۔

سریہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسوئے ذی الکلاع 10ھ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے شاہی خاندان کے رکن تھے۔ قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے جو قبیلہ نزار کی ایک شاک تھی لوگ اس قبیلے کو آپ کی والدہ بجیلہ بنت صعب بن علی بن سعد عشیرہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ عہد عثمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ ہمدان کے گورنر تھے۔ قرقیسیا میں 54 ہجری میں وفات پائی) کو ذی الکلاع بن کور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع کی جانب بھیجا جو طائف کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور خلق کثیر اسے خدا جان کر پوجتی اور اس کی پیروی کرتی تھی ابھی جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس سے کوچ نہ کیا تھا کہ حضورِ اقدس علیہ السلام نے وصال فرمایا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ وہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست پر ایمان لا چکا تھا۔ انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جریر بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذی الکلاع اور ذی عمرو کی طرف بھیجا تھا تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس رہے۔

سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطرف نجران

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ 10ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو سواروں کے ہمراہ نجران اور اس کے اطراف میں روانہ فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ ''تم بنی الحارث کو تین دفعہ دعوت اسلام دینا اگر وہ لوگ تمہاری اس دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی اُنکے اسلام کو تسلیم کرتے ہوئے ان لوگوں میں رہ کر انکو قرآن وسنت کی تعلیم دینا اور اگر وہ لوگ دعوت اسلام کو قبول کرنے سے انکار کریں تو تم انکے ساتھ جہاد کرنا''۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ نے نجران پہنچ کر اُن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جسے اُن لوگوں نے بے چوں وچراں سمعاً وطاعۃً قبول کر لیا اور یوں وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ وہاں ٹھہر کر اُن لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خط ارسال کیا جس میں

پورے حالات تحریر کرتے ہوئے عرض کی۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"

"محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا سلام، رحمت و برکت ہو۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں امابعد۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رحمت فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بنی حارث کی طرف روانہ فرمایا اور مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں اُن لوگوں کے پاس پہنچوں تو اُن کے ساتھ تین روز تک جنگ نہ کروں اور یہ کہ اُن لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو میں انکو اللہ کی کتاب اور اُسکے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا درس دوں اور اگر وہ لوگ دعوت اسلام قبول نہ کریں تو اُنکے ساتھ جنگ کروں۔ میں نے ان لوگوں کے پاس پہنچ کر انہیں تین روز تک دعوت اسلام دی میرے سوار اُن کے پاس جا کر یہ اعلان کرتے تھے کہ اے بنی حارث اسلام لے آؤ تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ نتیجۃً وہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور یوں اُن سے جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اب میں ان لوگوں کے درمیان اقامت پذیر ہوں اور انہیں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی تعلیم دے رہا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے حکم تک یہ خدمات سرانجام دیتا رہوں گا۔
والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

ایمان افروز عمل

ہر عاقل و بالغ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ عموماً خط لکھتے وقت مرسل یعنی خط لکھنے والا اپنا نام پہلے لکھتا ہے اور اُسکے بعد مرسل الیہ یعنی جس کو خط لکھا جا رہا ہے اُسکا نام لکھتا ہے۔ لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھتے وقت مرسل الیہ یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی پہلے تحریر کیا اور بعد میں اپنا نام لکھا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عام طریقے سے ہٹ کر ایسا کیوں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ادب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھا قربان جائیں اس عقیدت محبت و احترام پر کہ تحریر کرتے ہوئے بھی یہ گوارہ نہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی سے پہلے اپنا نام لکھا جائے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عملی مثال سے قیامت تک کے لوگوں کے لیے ایک اُصول مقرر فرما دیا جو کہ حقیقت میں ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بڑی ہی باریک قدر کی نگاہ کے مالک تھے وہ یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ انکا نام کسی صورت میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی سے پہلے آئے اسکی صاف اور صرف اور صرف وجہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب تھا وہ

اس کے خلاف کرنے کوادب کے خلاف سمجھتے تھے۔اس لیے یہ بات ثابت ہے کہ ہر مومن پر فرض ہے کہ وہ ہر حال میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کوملحوظ خاطر رکھے اگراس نے لاپروائی کا تھوڑا سا بھی مظاہرہ کیا تو یاد رکھے اسکے تمام اعمال صالح ضائع وبرباد ہوجائیں گے۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے خط کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے انہیں لکھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

""محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی رسول اللہ کی جانب سے خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف آپ کو سلام ہو میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔امابعد آپ کا خط آپکے ایلچی کے ہاتھوں ہم تک پہنچا جس کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ بنی الحارث کے ساتھ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی اوران سب نے اسلام قبول کرلیا۔انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرتے ہوئے گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے بندے اور رسول ہیں۔اور اللہ نے انہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔لہٰذا انکو پند ونصیحت کرنے کے بعد واپس آجاؤ۔آپ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد بھی ہمارے پاس آئے۔والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ رسول محمد

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نامہ مبارک مل جانے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے بنی الحارث کا وفد بھی اُنکے ہمراہ تھا۔اُس وفد میں قیس بن الحصین۔ذولغصہ۔یزید بن عبدالمدان۔یزید بن المحجّل۔عبداللہ بن قرادازیادی۔شداد بن عبید اللہ اقنانی اور عمرو بن الضبابی وغیرہ شامل تھے۔

جب یہ وفد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "یہ کون لوگ ہیں جو کہ ہندوستانی جوانوں کی مانند ہیں"۔عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ بنوحارث بن کعب ہیں اُس کے بعد اہل وفد نے خدمت اقدس میں سلام پیش کیا اور عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ علیہ السلام اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔اس پر آپ علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا کہ "میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) ہوں"۔پھرارشاد فرمایا "تم وہ لوگ ہو جو منع کرنے پر آگے بڑھتے ہو"۔اس پر اُن لوگوں نے خاموشی اختیار کی کسی نے بھی جواب نہ دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات کو دوسری بار دہرایا وہ لوگ پھر بھی خاموش رہے کسی نے جواب نہ دیا آپ نے اپنی بات کو تیسری بار ارشاد فرمایا مگراس بار بھی اُن لوگوں نے خاموشی اختیار کی مگر جب حضور علیہ السلام نے چوتھی بار اپنی بات ارشاد فرمائی تو اہل وفد میں سے یزید بن عبدالمدان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم وہ لوگ ہیں جو روکنے پر آگے بڑھتے ہیں یہ سُن کو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اگر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے یہ نہ لکھا ہوتا کہ تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی تو میں

تمہارے سروں کو تمہارے پاؤں کے نیچے پھینک دیتا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سُن کر یزید بن عبد المدان نے عرض کیا خدا کی قسم نہ ہم نے آپ کی تعریف کی ہے اور نہ خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آپ نے فرمایا "تو پھر تم لوگوں نے کس کی تعریف کی ہے" اُس نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تو اُس خدا کی تعریف کی ہے جس نے آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم لوگوں نے دُرست کہا ہے"۔ پھر ارشاد فرمایا "دور جاہلیت میں تم اپنے دشمنوں پر کس طرح غلبہ حاصل کرتے تھے" انہوں نے عرض کیا ہم کسی پر غالب نہیں آتے تھے حضور علیہ السلام نے فرمایا "تم اُن لوگوں پر غالب آتے تھے جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے تھے" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک جو ہمارے ساتھ جنگ کرتا تھا ہم اُس پر غالب آتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ ہم دشمن کے مقابلے میں ہمیشہ اکٹھے جاتے اور ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی ہم کسی پر ظلم کرتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم درست کہتے ہو"۔ پھر آپ علیہ السلام نے قیس بن الحصین کو اُن پر امیر مقرر فرمادیا۔ یہ وفد شوال کے بقیہ دنوں یا پھر ذوالقعدہ کے شروع میں مدینہ منورہ سے اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا۔

اس وفد کی واپسی کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زید بن لوذان انصاری) کو اُن لوگوں کے پاس قاصد بنا کر روانہ کیا تا کہ وہ اہل بنی الحارث سے صدقات وصول کریں اور انکو اسلام کی نشانیاں بتا کر سنت کی تعلیم مقدسہ دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قاصد کو ایک تحریر بھی عطا فرمائی جس میں وصیت فرمائی اور احکام تحریر فرمائے۔ یاد رہے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی الحارث کے ہاں ہی قیام پذیر تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فانی جہان سے رحلت فرمائی۔ اس جگہ قاصد نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصراً حالات زندگی پیش کر دینا بھی ضرور معلوم ہوتا ہے تا کہ علم کے متلاشی اس ہستی کے حالات سے باخبر ہوسکیں جن کو اسقدر اہم فریضہ سونپا گیا۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید بن لوذان انصاری کے حالات زندگی کے بارے میں اصحاب سیر یوں تحریر کرتے ہیں کہ اُن کا تعلق انصار کی جماعت سے تھا۔ اُن کے قبیلے کا نام نجار تھا یا یوں کہہ لیں کہ وہ قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ ابوضحاک یا بعض کے نزدیک ابو محمد اُن کی کنیت تھی۔ سب سے پہلے غزوہ خندق کے موقع پر جہاد کرنے کا شرف حاصل کیا۔ انکی عمر شریف صرف پندرہ برس تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلی بار ان کو نجران کا عامل بنا کر روانہ فرمایا۔ پھر سترہ سال کی عمر عزیز میں وہ یمن کے عامل بنا کر روانہ کئے گئے۔ ہر دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ہمراہ اپنا تحریری حکم نامہ ارسال فرمایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ کیا شان غلامی ہے کہ دنیا میں ہی درجات اُخروی کی منازل طے کرائی جا رہی ہیں۔

از: البدایۃ والنہایۃ ج۔ پنجم۔ ص۔ 187، 188، مدارج النبوت۔ ج۔ 2۔ ص۔ 615، 616 وغیرہ۔

فرمان اقدس بنام عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو فرمان مقدس عطا فرمایا اس کا اردو ترجمہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

"اللہ کے نام شروع جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے۔"

"یہ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے اے ایمان والو اپنے عہدوں کو پورا کر دیہ عہد نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمرو بن حزم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے ہے۔ جن کو یمن کی طرف عامل مقرر کر کے بھیجا جا رہا ہے۔ ان کے لیے حکم ہے کہ تمام امور میں تقویٰ اور پرہیز گاری کو سامنے رکھیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ حکم ہے کہ حق کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے اور لوگوں کو خیر کا حکم دیا اور خیر کی بشارت سنائیں۔ اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔ اور قرآن کے معانی سمجھنے کا طریقہ بتلائیں اور لوگوں کو منع کریں کہ کوئی قرآن کریم کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے اور لوگوں کو اس کے فائدے اور منافع کے بارے میں تعلیم دیں۔

جو لوگ حق اور راہِ راست پر چلیں اُن کے ساتھ نرمی کرنا اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ظلم کو حرام کر دیا ہے اور اسے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور انکو جنت کے اعمال سے باخبر رکھنا انکو جہنم سے ڈرانا اور اعمال جہنم سے آگاہ کرنا اور لوگوں کو اپنی ذات سے مانوس بنانا تاکہ وہ تم سے دین سیکھ سکیں سمجھ سکیں۔ اور لوگوں کو فرائض اور مسنون احکام حج اور احکام عمرہ کی تعلیم دینا اور نماز کے بارے میں لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ کوئی شخص چھوٹے کپڑے میں اس کو پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے مگر ایسا کپڑا یا کپڑے جو اسقدر کشادہ ہوں کہ اس کے دونوں مونڈھوں یعنی کندھوں کو اچھی طرح ڈھانپ لیں اور لوگوں کو ایسے کپڑے پہننے سے منع کر دینا کہ جنکو پہن کر آسمان کے نیچے اُنکی شرم گاہیں کھلی رہیں۔

تم لوگوں کو اس بات سے بھی منع کر دینا کہ کوئی شخص گردن کی جانب بالوں کا جوڑا نہ باندھے (اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مرد عورتوں کی طرح اپنی گردن کے پیچھے جوڑا باندھنے کا خیال نہ کرے کیونکہ مردوں کے لیے ایسا کرنا منع ہے)۔ جب آپس میں جنگ ہو تو کوئی قبیلہ خاندان اور قوم و وطن کے نام پر نصرت و فتح اور حمایت کے لیے کسی قسم کا نعرہ بلند نہ کرے بلکہ ایک خدا کی طرف اور اُسکے احکامات کی طرف لوگوں کو آنے کی دعوت دے اور جو شخص اللہ کی طرف بُلانے کی بجائے اپنے قبیلے خاندان یعنی قوم اور وطن کی طرف لوگوں کو بلائے تو ایسے شخص کی گردن کو تلوار سے کاٹ دیا

جائے یہاں تک کہ دوسرے لوگوں کا نعرہ اور آواز اللہ واحدہٗ لاشریک کے دین کی طرف ہو جائے۔ یعنی لوگ قبیلہ قوم اور وطن کا نعرہ لگانے سے باز آجائیں۔

اور تم لوگوں کو وضو پورا کرنے اور نماز کو وقت پر ادا کرنے کا حکم دینا ان کو نماز رکوع اور سجدہ پورا کرنے کا حکم دینا لوگوں کو یہ تعلیم دینا کہ وہ نماز نہایت ہی خشوع وخضوع سے ادا کریں۔ وہ صبح کی نماز غلس یعنی تاریکی میں ادا کریں جبکہ ظہر کی نماز زوال کے بعد پڑھیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال یعنی جب سورج نصف فاصلہ طے کر لے تو ادا کریں۔ نماز ظہر زوال سے پہلے ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لوگ نماز عصر اس وقت ادا کریں جب سورج زمین پر پڑنے والی اپنی دھوپ ڈھال رہا ہو اسی طرح نماز مغرب اس وقت ادا کریں جب سورج غروب ہو چکا ہو اس نماز کی ادائیگی میں اسقدر دیر نہ کریں کہ آسمان پر ستارے نکل آئیں نماز عشاء رات کے اول ثلث میں ادا کریں۔ جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے تو دوڑ کر مسجد میں پہنچیں اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جب جائیں تو پہلے غسل کر لیا کریں۔

لوگوں کے لیے یہ حکم بھی ہے کہ مال غنیمت میں سے اللہ کا حق خمس نکال لیا کریں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جس زمین کو چشمہ کے پانی سے یا بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہو اس میں سے عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) ادا کرنا واجب ہے۔ اور جو زمین کنویں کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو اسکی پیداوار میں سے نصف العشر (یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ) ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح دس اونٹوں کے مالک کے لیے دو بکریاں واجب ہیں۔ بیس اونٹوں پر چار بکریاں واجب ہیں جبکہ تیس گائیوں میں سے ایک گائے اور چالیس بکریوں میں سے ایک بکری زکوۃ دینا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں اہلِ ایمان پر فرض کی ہیں۔ جو شخص اس فرض سے زائد ادا کرتا ہے تو ایسا کرنا اُس کے حق میں نہایت ہی بہتر اور فائدہ مند ہے۔

جو نصرانی (عیسائی) اور یہودی صدق دل سے دین حق یعنی اسلام قبول کرلے تو وہ اہل ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اور تمام احکام وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے لیے ہیں۔ اور جو نصرانی (عیسائی) یا یہودی چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنے مذہب یعنی عیسائیت یا یہودیت پر ہی قائم رہنا چاہے اور اس کو اسلامی حکومت میں بطور رعایا رہنا منظور ہو تو وہ مرد عورت یا آزاد غلام ہو غرض ہر بالغ پر جزیہ دینا یا اس کے عوض کپڑے دینا لازم ہوگا۔ اس صورت میں کہ وہ جزیہ ادا کر رہا ہے اس کی جان و مال کی حفاظت کرنا اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذمہ ہوگا۔ یعنی اس کی جان مال وعزت آبرو سب کچھ محفوظ رہے گا۔ اور جو بالغ مرد، عورت یا غلام غیر مسلم ہونے کی صورت میں جزیہ دینے سے انکار کرے وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور تمام مومنین کا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں صلواۃ۔ برکتیں اور سلام ہوں اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کو لے کر حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تشریف لے گئے اور لوگوں کو اس فرمان مبارک کی روشنی میں ہدایات اور تعلیمات کا سمندر بے کراں تقسیم کرتے رہے۔

از: البدایۃ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔187۔188،
سیرۃ ابن ہشام جلد۔2۔صفحہ۔241،
مدارج النبوت،جلد۔2۔صفحہ۔614۔615

نصاریٰ نجران کو دعوت حق

نجران علاقہ یمن کے ایک مقام کا نام تھا اب یمن کی سرحد پر واقع سعودی عرب کے صوبہ نجران کا دارالحکومت ہے اور صنعاء کے شمال میں 250 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ اس علاقے کی نسبت نجران بن زید بن سبا سے ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اُن لوگوں کو دعوت اسلام دی گئی۔اہل نجران نے باہمی مشورہ کے بعد چودہ آدمیوں کا انتخاب کیا اور انکو مدینہ منورہ خدمت اقدس میں بھیجا۔مواہب الدنیہ میں وفد کے اراکین کی تعداد ساٹھ (60) سوار مذکور ہے۔بہرحال اس وفد کو مدینہ منورہ بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام حالات کی تحقیق کی جاسکے۔مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد یہ وفد اہل قبیلہ کو اطلاع دے۔

اس وفد میں بیس سوار اہل نجران کے سرداروں میں سے تھے۔جبکہ تین سوار وہ تھے جن کے ہاتھوں میں زمام کار تھی۔اس وفد کے اراکین میں سے عاقب نام کا رُکن نہ صرف امیر قوم ہی تھا بلکہ وہ سردار قوم اور صاحب مشورہ بھی تھا۔وفد کے ساز وسامان اور جمعیت کی حفاظت بھی اُس کے ذمہ تھی۔ابوالحارث بن علقمہ اس وفد میں نہایت ہی دانش منداور عاقل مانا جاتا تھا۔یہ شخص اہل قوم کو اپنی کتب نصاریٰ سے درس بھی دیا کرتا تھا۔یہ سرداران قوم اور سلاطین کی نظروں میں بڑا ہی محترم اور صاحب الرائے ومقبولیت کا درجہ رکھتا تھا۔یہ شخص کتب سابقہ کا عالم ہونے کی وجہ سے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات مقدسہ سے باخبر تھا کیونکہ تمام صفات حمیدہ کا ذکر کُتب سابقہ میں موجود تھا۔یہ شخص علم رکھنے کے باوجود دنیا کی عزت۔دولت اور جاہ حشمت کی وجہ سے نصرانیت ہی اختیار کیئے ہوئے تھا۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ابوالحارث کا حقیقی بھائی کرز بن علقمہ بھی اس وفد میں شامل تھا۔مدینہ منورہ کی طرف سفر کرتے ہوئے راستے میں ابوالحارث کا اونٹ سر کے بل زمین پر گر گیا اس پر کرز بن علقمہ نے کہا وہ گرے جو بہت دور ہے۔اس بدبخت کا اس بات سے اشارہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف تھا۔کرز بن علقمہ کی یہ بات سُن کر ابوالحارث نے فوراً کہا اے بدبخت تو گرے۔کرز بن علقمہ نے بھائی کی یہ بات سُن کر کہا اے بھائی مجھے اس طرح کیوں کہہ رہے ہو۔ابوالحارث نے جواب دیا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ

کے رسول ہیں۔ہم آج تک جن کے منتظر تھے وہ یہی ہیں۔اس پر کرز بن علقمہ نے کہا اے برادر اگر تم اس بات پر یقین رکھتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو اُن پر ایمان کیوں نہیں لے آتے۔ابوالحارث نے جواب دیا اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی موافقت، پیروی اختیار کریں تو قوم کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اگر ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین اختیار کرلیا تو ہم نصاریٰ میں اپنی قدر و منزلت وجاہ وغیرہ سے محروم ہو جائیں گے پھر ہمیں جو مال و متاع مل رہا ہے جو تحفے و نذرانے ہم حاصل کر رہے ہیں اُن سب سے ہاتھ دھونا پڑھیں گے۔بھائی کی یہ گفتگو سُن کر کرز بن علقمہ کے دل میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جاگزین ہوگئی اُس نے اپنا اونٹ تیز چلانا شروع کر دیا اور یوں مدینہ منورہ پہنچ کر سیدھا سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس و بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر دست حق پرست پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

کُتب سیر میں مذکور ہے کہ یہ وفد جب مدینہ منورہ سے کچھ دور تھا تو ایک جگہ رُک گیا اُن لوگوں نے سفری کپڑے اُتار کر ریشمی کپڑے پہن لیے ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں اور اس حال میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اُن لوگوں نے خدمت اقدس میں سلام عرض کیا مگر فخر موجودات علیہ السلام نے انہیں کوئی جواب ہی نہ دیا بلکہ اپنا رُخ انور دوسری طرف موڑ لیا۔جب نصاریٰ کی نماز کا وقت ہوا تو اُن لوگوں نے اپنا رُخ بیت اللہ شریف کی بجائے اپنے قبلہ یعنی مشرق کی طرف کرنے کے بعد نماز پڑھنا شروع کر دی۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اُن لوگوں کی یہ جسارت پسند نہ آئی وہ انکو ایسا کرنے سے روکنا چاہتے تھے مگر سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو فرمایا ''ان لوگوں کو کچھ مت کہو بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ یہ لوگ اپنی خواہش کے مطابق نماز ادا کر لیں''۔نماز سے فارغ ہو کر اہل وفد سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باتیں کرنے لگے مگر حضور علیہ السلام نے اُن کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔وفد مجبور ہو کر مسجد نبوی سے باہر آ گیا اُن لوگوں نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا کیونکہ یہ لوگ ان دونوں کو پہلے ہی جانتے تھے ان دو حضرات کے مل جانے پر ملاقات کی اور دوران گفتگو اہل وفد نے کہا آپ کے پیغمبر علیہ السلام نے ہمیں دعوت نامہ بھیجا تھا جس کے جواب میں ہم حاضر خدمت ہوئے سلام پیش کیا انہوں نے تو ہمارے سلام کا جواب دیا ہے اور نہ ہی ہمارے ساتھ کوئی گفتگو فرمائی ہے۔آپ دونوں ہمیں مشورہ دیں کہ اب ہم واپس اپنے وطن کو لوٹ جائیں یا پھر یہیں ٹھہریں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں اہل وفد کو کیا کرنا چاہیے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفد کو مشورہ دیا کہ تم لوگ اپنا یہ لباس اُتارو، انگوٹھیاں اتارو اور راہبوں والا لباس پہن کر خدمت اقدس میں دوبارہ حاضر ہو جاؤ۔اہل وفد نے حضرت علی رضی اللہ

تعالٰی عنہ کے مشورہ پرعمل کیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا "کہ مجھے اُس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے جب یہ لوگ پہلی دفعہ میرے پاس آئے تو شیطان ان لوگوں کے ساتھ تھا جواب نہیں ہے۔"

اس کے بعد سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر اُن بدبختوں نے اس دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا اور الٹا لغو۔ بیہودہ اور بیکار گفتگو شروع کر دی۔ پھر کہنے لگے کہ آپ کی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کیا رائے ہے۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم لوگ میرے اس شہر میں ٹھہرو میں تمہارے اس سوال کا جواب آج نہیں دوں گا۔ بلکہ تم لوگ کل آ کر اپنے اس سوال کا جواب مجھ سے لینا"۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ آپ گویا وحی کا انتظار فرما رہے تھے۔ وفد نجران خدمت اقدس سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اُدھر حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے یہ آیات پاک نازل ہوئیں۔ آیات مقدسہ اور اُن کا اُردو ترجمہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ سورۃ آل عمران آیات 59، 60، 61

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اللہ تعالٰی کے نزدیک مثال حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ہے۔ اُسے مٹی سے بنایا پس فرمایا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ تو اے سننے والے شک والوں سے نہ ہونا۔ پھر اے محبوب جو آپ کے ساتھ عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں حجت کریں اس کے بعد کہ آپ کو علم حاصل ہو چکا تو آپ اُن سے فرما دیں کہ آؤ ہم اور تم بلالیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔ پس مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت کریں"۔

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی کے بعد بھی وہ لوگ انکار کرتے ہوئے اپنی بداعتقادی پر اڑے رہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آیت مبارکہ کے حکم کی روشنی میں اُن لوگوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔ یاد رہے مباہلہ کے

لغوی معنیٰ ایک دوسرے پر لعنت کرنا کے ہیں۔ اس حکم کے بعد اس لفظ کو ہر اس دعا میں بولا جانے لگا جس میں خوب مبالغہ وکوشش کی جائے اگر چہ اس میں لعان کرنا نہ ہو۔ مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ مباہلہ کی دعا میں تضرع کریں کہ جھوٹے پر خُدا کی لعنت ہو۔ نجران کے وفد کو جب مباہلہ کی دعوت دی گئی تو وفد نے اپنے اہل الرائے سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے اُنہوں نے جواب دیا کہ اے نصاریٰ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے برحق نبی ہیں اس لیے تم ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو کیونکہ جس نے بھی آج تک نبی کے ساتھ مباہلہ کیا وہ یقینی طور پر ہلاک و برباد ہو گیا۔ تم لوگ تو اپنے ہی دین پر قائم رہنے کی خواہش رکھتے ہو اس لیے تمہیں چاہیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مصالحت کر کے واپس اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ یہ وفد جب اگلے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اُن لوگوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام مباہلہ کے لیے تیار ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہاتھ مبارک میں لیا ہوا ہے۔ سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پیچھے پیچھے ہیں جبکہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے پیچھے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پانچ نفوس مقدسہ سے ارشاد فرمایا ''جس وقت میں دعا کروں تم سب آمین کہنا''۔ سبحان اللہ کیسا وقت وسماں ہوگا شاہد کی کیسی شان جلیلا تھی اور مشہود کیسے بلند درجہ ومرتبہ والا تھا۔ نصاریٰ کی جماعت نے جب ان پانچ نفوس مقدسہ کو دیکھا اور اُن کے کلمات مبارکہ سُنے تو وہ لوگ خوف سے کانپنے لگے۔ نجرانی وفد میں ابوالحارث بن علقمہ نہایت ہی عقل منداور دوراندیش سردار تھا اس نے با آواز بلند کہا اے اہل وفد میں ایسی پاک ہستیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے خواہش کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو یاد رکھو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا۔ اس لیے خبردار ان ہستیوں کے ساتھ ہرگز مباہلہ نہ کرنا ورنہ صرف تم لوگ ہی ہلاک نہیں ہو جاؤ گے بلکہ پورے روئے ارض پر کوئی نصرانی باقی زندہ نہیں بچے گا۔ اہل وفد نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''تو پھر تم لوگ اسلام قبول کرلو'' انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تو پھر تم لوگ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ'' اہل وفد نے عرض کیا کہ ہم جنگ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے مگر ایک شرط پر آپ کے ساتھ صلح کر سکتے ہیں کہ ہم ہر سال دو ہزار حلے اور ایک روایت میں آتا ہے دو ہزار سرخ حلے یہاں یہ وضاحت کر دینا اشد ضروری ہے کہ یہ سرخ حلے بڑی قیمت رکھتے تھے یعنی فی حلہ کی قیمت چالیس درہم تھی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ان لوگوں نے کہا ہم ہر سال تیس گھوڑے۔ تیس اونٹ، تیس زرہ اور تیس عدد نیزے آپ کو دیا کریں گے اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ضرورت کے وقت تم سے مسلمان یہ چیزیں تیس تیس کی تعداد میں عاریتاً بھی لے سکیں گے اور یہ کہ تم لوگ سود نہ کھاؤ گے اور نہ ہی ہم پر حملہ کرو گے'' بہرحال ان شرائط پر اُن لوگوں کے ساتھ صلح ہوگئی اور یوں ایک تحریری صلح نامہ تیار کیا

گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کر لیتے تو انکی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی طرح مسخ ہو جاتیں اور یہ وادی ان پر آگ کی بارش کرتی اور یوں تمام اہل نجران نیست و نابود ہو جاتے یہاں تک کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے مرجاتے اور ایک سال کے اندر اندر تمام نصرانی ہلاک ہو جاتے۔''

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب یہ وفد صلح نامہ کے بعد مدینہ منورہ سے رخصت ہونے لگا تو انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درخواست پیش کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا ایماندار آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمادیں تا کہ اگر ہم لوگوں میں کبھی کسی قسم کا نزع یا جھگڑا کھڑا ہو جائے تو وہ انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ کرادے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم تمہارے ساتھ اپنا ایک ایسا قوی جوان بھیج دیتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ امانت کا حق ادا کیا ہے''۔ پھر آپ علیہ السلام نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس وفد کے ہمراہ نجران روانہ فرمادیا اس طرح ان کو امین الامت کا لقب عطا فرمایا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرنے پایا تھا کہ اس قوم کے سردار اور مدبّر لوگ مدینہ منورہ حاضر ہو کر دست حق پرست پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے پھر آہستہ آہستہ ان لوگوں کی پیروی کرتے ہوئے اُنکی اور جماعت بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔

اہل نجران کا وفد جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے لگا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے اسقف (لاٹ پادری) سے فرمایا کہ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے کجاوے کے آگے سوئے ہوئے ہو۔ تم سو کر اُٹھے ہو اور اپنے اونٹ پر الٹا کجاوہ باندھ دیا ہے''۔ پس وہ اسقف اپنی منزل پر جب پہنچا اور سو گیا۔ غفلت میں وہ سو کر اٹھا اور اونٹ پر الٹا کجاوہ باندھ دیا۔ اس کو جب اپنے حال کی خبر ہوئی تو اُسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک یاد آ گیا اُس نے فوراً ہی پڑھا۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّد'' رَّسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور یوں وہ اسقف ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ظلمت اور گمراہی کی دنیا سے نکل کر امن اور سلامتی کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا بات ہے شان محمدی علیہ السلام کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن کی طرف روانگی

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعۃ الوداع سے قبل حضرت ابوموسیٰ اشعری و حضرت معاذ بن جبل

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یمن کے ایک ایک صوبے کی طرف اپنا قاصد بنا کر روانہ فرمایا یمن کا وہ صوبہ جو بلندی کی طرف عدن سے ملتا تھا اس طرف حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا جبکہ یمن کے نشیبی صوبہ کی طرف حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا۔ روانگی سے قبل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو جو ہدایت فرمائی اس کے الفاظ یہ تھے (اردو ترجمہ)

(1) ''تم دونوں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا۔

(2) لوگوں کے لیے تنگی کا سبب نہ بننا۔

(3) لوگوں کو بشارت خوشخبری دینا۔

(4) لوگوں کے درمیان نفرت پیدا نہ کرنا۔'' از صحیح بخاری شریف

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ ''تم دونوں ایک دوسرے کی بات ماننا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا''

یہ دونوں بزرگ حضور علیہ السلام سے رخصت لے کر اپنے اپنے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے روانگی سے قبل دونوں نے اپنے عہد کو تازہ کیا اور سلام عرض کر کے محوسفر ہوئے۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانگی سے پہلے خاص طور پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''اے معاذ تمہیں جس قوم کی طرف بھیجا جا رہا ہے وہ قوم اہلِ کتاب ہے۔ وہ لوگ تمہارے پاس آئیں گے تو تم اُنکو لَاۤ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَـمَّـد'' رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعوت دینا۔ وہ لوگ تمہاری فرمانبرداری اختیار کریں تو انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اور صدقات کو ہر صاحب استطاعت بالغ مرد و زن پر فرض کیا ہے تاکہ یہ رقم حاصل کرنے کے بعد تمہارے درمیان ہی رہنے والے غریب نادار اور فقیروں میں تقسیم کر دی جائے۔ جب وہ لوگ تمہاری یہ بات بھی صدق دل سے عملی طور پر مان لیں تو تم اُن سے دور ہی رہنا۔ تم اُن لوگوں کے مالوں میں سے عمدہ اور نفیس قسم کا مال لینے کی کوشش نہ کرنا''۔ فرمان مبارک کا مطلب یہ تھا کہ ''تم صدقات وصول کرنے کے لیے صرف اُن کے نفیس مال یعنی اچھے اونٹ اور بکریوں کو ہی منتخب نہ کرنا اور لاغر و کمزور جانوروں کو چھوڑ نہ دینا مظلوم اور کمزور کی آہ و بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی آہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب یا فاصلہ نہیں ہے''۔ (از بخاری شریف)

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے علاقوں میں تشریف لے گئے تو ایک روز حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اُن کے علاقے میں تشریف لے گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خچر پر سوار تھے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور لوگ اُن کے گرد جمع ہیں وہاں ایک آدمی ایسا بھی موجود تھا جس کے ہاتھ اُس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزدیک پہنچ کر سواری پر بیٹھے ہوئے ہی سلام کے بعد دریافت

فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس اس شخص نے کیا گناہ کیا ہے انہوں نے جواب میں فرمایا اس شخص نے اسلام اختیار کرنے کے بعد کفر کیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تک یہ شخص قتل نہ ہو میں سواری سے نیچے نہیں اُتروں گا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا نیچے اُتر آئیں اس شخص کو اسی مقصد کے لیے یہاں لایا گیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جب تک یہ قتل نہیں ہوگا میں سواری سے نیچے نہیں اُتروں گا۔ وہ شخص اُن کے حکم سے قتل کر دیا گیا تو وہ سواری سے نیچے اُترے۔ پھر حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ کا اسم گرامی ہے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تم قرآن کریم کیسے پڑھتے ہو انہوں نے جواب دیا میں قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا پڑھتا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم قرآن کریم کیسے پڑھتے ہو اُنہوں نے جواب دیا میں رات کے ابتدائی حصے میں سوتا ہوں پھر نیند پوری کر کے پچھلی رات اُٹھ کر اتنا قرآن کریم پڑھتا ہوں جتنا خداوند قدوس نے میرے لیے مقدر کیا ہوا ہے۔ میں اپنی نیند کو بھی اپنے قیام کی طرح شمار کرتا ہوں۔
(روایت بخاری شریف)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اور آپ سے ان مشروبات کے بارے میں دریافت فرمایا جو یمن میں تیار ہوتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا مشروبات ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ البتع۔ المزر۔ میں نے ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا اے ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ البتع کیا چیز ہے انہوں نے جواب دیا شہد کا نبیذ اور المزر جو کا نبیذ ہے۔ اس پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے''

(از: بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمانے سے پہلے ارشاد فرمایا۔ ''آپ اہل کتاب لوگوں کے پاس جارہے ہیں۔ پس جب آپ اُن لوگوں سے ملیں تو اُنکو دعوت دیں کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ لوگ یہ بات و دعوت مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں اُن پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ بات بھی مان لیں تو پھر ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر صدقہ بھی فرض کیا ہے مگر صدقہ صرف مال دار لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ اور اس حاصل شدہ رقم کو ان کے نادار غریب اور مفلس بھائیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پس جب وہ لوگ آپکی اس دعوت کو بھی مان لیں تو پھر تم اُن کے بہترین مال لینے سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے ہر حال میں خود کو بچانا کیونکہ مظلوم کی آہ اور خدا تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا حجاب نہیں ہے''۔

(از صحیح بخاری شریف)

حضرت امام احمد بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوالمغیرہ نے بیان کیا کہ ان کو صفوان نے بتایا جسے راشد بن سعد نے بحوالہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یمن کی طرف اپنا قاصد بنا کر روانہ کیا تو مجھے وصیت فرمائی اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر سوار تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ممکن ہے تم اس سال کے بعد مجھ سے نہ مل سکو اور شاید تم میری اس مسجد اور قبر انور کے پاس سے گزرو''۔ یہ سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جُدائی کے خوف سے رو پڑے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف چہرہ انور پھیر کر ارشاد فرمایا۔

"میرے سب سے قریب تر تقویٰ شعار ہیں خواہ وہ کوئی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں"

اسی طرح حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عاصم بن حمید السکونی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے ان کو وصیت کرنے کے بعد فرمایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل تشریف لے جا رہے تھے جبکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔

''اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ممکن ہے آپ اس سال کے بعد مجھ سے نہ مل سکیں اور شاید آپ اس مسجد اور اس قبر کے پاس سے گزریں'' یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے خوف سے رو پڑے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مت رو۔ کیونکہ رونے کے وقت ہوتے ہیں اور رونا شیطان سے ہے"۔

(از: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر کبھی دنیا میں نہیں ملے اور یہی حقیقت ہے۔ کیوں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن میں ہی سکونت اختیار کر لی تھی یہاں تک کہ حجۃ الوداع اور حج اکبر کے اکیاسی (81) دن کے بعد رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہاں دوسری احادیث کے حوالہ جات دینا بھی ضروری ہیں جن سے راویوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن یزید بن جشم بن خزرج المتوفی 18ھ-157 حدیثیں روایت کی ہیں) یمن جانے کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بہت سی دیگر ہدایات بھی تعلیم فرمائیں۔ گو یہ دونوں روایت ایک دوسرے سے مختلف ضرور

ہیں مگر علم کے متلاشیوں کے لیے نہایت ہی فائدہ منداور باعث برکت ہیں جن کی وجہ سے ان کو دوالگ الگ چیزیں پڑھ کر فیصلہ کرنے کی قوت اور موقعہ بھی میسر آئے گا۔ گو اصحاب سیر جوان الگ الگ حدیثوں کے بارے میں ضروری وضاحت فرما چکے ہیں ان کو بھی تحریر کریں گے جو کہ یقیناً حق پر ہی مبنی ہیں۔

سب سے پہلے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حدیث بیان کی جاتی ہے جو انہوں نے وکیع سے اُس نے عن اعمش عن ابی طبیان عن حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنی تھی۔ بیان فرماتے ہیں جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یمن میں لوگوں کو ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا کیا ہم آپ کو سجدہ کر سکتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اگر میں کسی آدمی کو حکم دیتا کہ وہ دوسرے آدمی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدے کرے" پھر ارشاد فرمایا سنو جنت کی چابی لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کی گواہی دینا ہے"۔

''اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) برائی کے پیچھے نیکی کر وہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آ"۔

یہی وکیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُسے اپنے خط میں دیکھا جو کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آیا تھا۔ جو کہ سماع اوّل ہے۔ اس کے بعد حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہنچی جس میں انہوں نے ذکر کیا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی نصیحت فرمائیں ارشاد فرمایا "تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو"۔ انہوں نے پھر عرض کیا مجھے اور کوئی نصیحت بھی فرمائیں ارشاد ہوا "لوگوں کے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آؤ"۔

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی جامع یعنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "حسن" ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے کہ ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہم سے اسماعیل بن عباس نے عن صفوان بن عمر عن عبدالرحمٰن بن جبیر بن نضیر الحضرمی عن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دس چیزوں یا باتوں کی وصیت فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

(1) ''کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنانا چاہے تجھے قتل کر دیا جائے یا تمہیں آگ میں جلا دیا جائے''

(2) ''اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا خواہ وہ تجھے اپنے مال اور اہل وعیال سے دستبردار ہونے کا حکم دیں''

(3) ''فرض نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑنا۔ بلاشبہ جو شخص فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے۔''

(4) ''شراب نوشی نہ کرنا بے شک شراب نوشی ہر برائی کی جڑ ہے''

(5) ''معصیت سے بچنا کیونکہ یہ اللہ کی ناراضگی کو جائز کرتی ہے''

(6) ''جنگ (یعنی جہاد) سے فرار ہونے کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہے سب لوگ ہی ہلاک کیوں نہ ہو جائیں''

(7) ''جب لوگوں کو موت آجائے تو اُن میں موجود رہ کر ثابت قدم رہنا''

(8) ''اپنے اہل وعیال پر اپنی طاقت و وسعت کے مطابق ہی خرچ کرنا''

(9) ''اپنے عصاء کو رب کی خاطر اہل وعیال سے نہ اُٹھانا''

(10) ''اپنے اہل وعیال کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت رکھنا''

اس کے بعد حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا ہم سے شعبہ نے عن ابی عون عن الحارث بن عمرو بن اخی المغیر ہ بن شعبہ عن ناس من اہل حمس عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا تو اُن سے فرمایا ''اگر تجھے کوئی فیصلہ کرنا پڑے تو تم کیا کرو گے'' انہوں نے جواب دیا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اگر وہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو کیا کرو گے؟'' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سُنت رسول کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' اگر وہ چیز جو فیصلہ کرنے میں تمہاری مددگار ثابت ہو تمہیں سنت رسول میں بھی نہ ملی تو کیا کرو گے''؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر میں کسی کوتاہی کے بغیر اجتہاد کروں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا یہ جواب سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا۔

"اُس خدا کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایلچی کو اس بات کی توفیق دی ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں راضی ہوتے ہیں" (سبحان اللہ)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن میں تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی کا مقدمہ آیا یہودی مر گیا اور اُس نے اپنے پیچھے اپنا ایک بھائی وارث چھوڑا جو کہ مسلمان تھا۔ اس مقدمہ کو سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ "اسلام اضافہ کرتا ہے کمی نہیں کرتا" اس لیے میرا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مسلمان بھائی مرنے والے یہودی بھائی کا وارث ہے۔

از: البدایہ والنہایہ۔5۔صفحہ۔197-196

زرقانی۔جلد۔3۔صفحہ۔103 وغیرہ۔

سریہ حضرت علی وحضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسوئے یمن

(رمضان 10ھ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول حدیث شریف جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اُس میں فرماتے ہیں کہ "ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ فرمایا پھر کچھ ہی عرصہ بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ آپ خمس حاصل کرنے کے بعد خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھیج دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''جو لوگ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے ساتھ رہنا چاہیں ان کو ساتھ شامل کر لینا اور جو لوگ واپس آنا چاہیں ان کو اجازت دے دینا''۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہی رہا اور یوں میں نے مال غنیمت میں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ بخاری شریف میں ہی ایک اور حدیث موجود ہے جس کو حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خمس لینے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یمن روانہ فرمایا میں بھی اس دستے میں شامل تھا۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو(300) سواروں کا سالار (کمانڈر) بنا کر یمن کی طرف روانہ فرمایا تو روانگی سے قبل خود اپنے دست حق پرست سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر عمامہ شریف باندھا ایک علم تیار فرما کر ان کے حوالے کیا۔ عمامہ شریف کے تین پیچ تھے جس کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے کی طرف لٹک رہا تھا۔ شملہ مبارک ایک ہاتھ شرعی تھا۔ جس کا ایک کنارہ کندھوں کی طرف بالشت کے برابر تھا۔ پھر ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں تمہیں اپنے سے جدا کر رہا ہوں اور اس جدائی پر مجھے افسوس ہے''۔ پھر ہدایت فرمائی کہ ''تم جب وہاں پہنچ جاؤ تو دشمن کے ساتھ جنگ میں پہل نہ کرنا بلکہ ان کو سب سے پہلے دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر ان لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا خدا کی قسم تیرے ہاتھوں سے اگر ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو یہ بات تیرے لیے دنیا و مافیہا سے بھی بہتر ہے''۔ مزید ارشاد فرمایا ''وہ لوگ ایمان لے آئیں تو ان کو نماز قائم کرنے کا حکم دینا جب وہ یہ حکم مان لیں تو ان کو زکوٰۃ کا حکم دینا تا کہ وہ اپنے صدقات کو غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کریں اگر وہ یہ بھی مان لیں تو پھر اُن لوگوں سے کسی قسم کا تعرض ہرگز نہ کرنا''۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے کا حکم فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے جس قوم کی طرف روانہ فرما

رہے ہیں وہ قوم اہل کتاب ہے جبکہ میں ابھی نوجوانی کی عمر میں ہوں اور پھر مجھے ابھی علم قضا اور احکام شریعت میں پوری مہارت بھی حاصل نہیں ہے یہ عرض سُن کر فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ حق پرست سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک پر رکھا اور یوں ارشاد فرمایا۔

"اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک اور دعا کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم قضا کے اُس اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا "اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ" "علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میں سب بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں" اور یہ کلمات مبارکہ یقیناً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور ہدایت کے سلسلہ میں ایک عظیم ترین منقبت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب حکم مدینہ منورہ سے چل کر یمن کے قریب مقام قناۃ میں جا کر پڑاؤ کیا تین سو سوار آپ کے ہمراہ تھے۔ اُس مقام سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ٹولیاں بنا کر اطراف میں روانہ فرمائیں تا کہ لوگوں کو دعوت حق دی جا سکے۔ ان ٹولیوں میں سے ایک ٹولی کے سوار سب سے پہلے مذحج کے علاقے میں داخل ہوئے (قحطانی عربی قبیلہ مذحج کہلان میں سے ہے اور حارث، بجیلہ اور خولان اس کی شاخیں ہیں) اور وہ بہت سے بچے، عورتیں، اونٹ اور بکریاں پکڑ کر واپس خدمت میں حاضر ہوئے اس تمام مال غنیمت کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا اور بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مال غنیمت پر نگران مقرر کیا۔ دوسری ٹولی جس طرف روانہ کی گئی تھی وہاں کفار کو پہلے دعوت اسلام دی گئی مگر اُن لوگوں نے نہ صرف دعوت اسلام کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دیا بلکہ الٹا مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانا شروع کر دیئے ناچار اپنی حفاظت یعنی دفاع کی خاطر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار پر حملہ کا حکم فرما دیا اس حملہ میں کفار کے بیس آدمی مارے گئے اور باقی ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا تعاقب کیا اور جلد ہی ان کو پالیا یہاں ایک دفعہ پھر ان کو دعوت اسلام دی جس کو اُن لوگوں نے خود اور اپنی قوم کی طرف سے قبول کر لیا اور وعدہ کیا کہ ہم اللہ کا حق یعنی صدقات کی پوری پوری ادائیگی کریں گے۔ اس طرح قبیلہ ہمدان پورے کا پورا دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا مال غنیمت ایک جگہ اکٹھا فرما کر خمس نکالا اور باقی مال میں سے چار خمس غانمین پر تقسیم فرما دیا۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ایک عریضہ ارسال فرمایا اور قبیلہ ہمدان و دیگر لوگوں کے اسلام لانے کی خوش خبری تحریر فرمائی (ہمدان کا علاقہ نجران اور صنعاء کے درمیان واقع ہے)۔ یہ خوش خبری سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے آپ نے خدائے بزرگ برتر کے حضور سجدہ شکر ادا فرمایا۔ سجدہ سے سر مبارک اُٹھا کر فرمایا "السلام علی ہمدان"

از: البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 198، زرقانی جلد 3 صفحہ 103

مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔631-630
تاریخ طبری۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔466

حجۃ الوداع 10 ہجری (22 فروری 632ء)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر مبارکہ کے بیس سال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دین اسلام کی سربلندی کے لیے شب و روز سخت ترین محنت کی نظر فرما دیئے۔ہجرت کے دسویں سال یعنی 10ھ تک اللہ کریم کی نصرت اور مدد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی کے ہر شعبہ میں سرفراز فرمایا یہاں تک کہ اللہ کا گھر جس کو مشرکین نے کفر و شرک کا گہوارہ بنا دیا تھا یعنی مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تھا اور لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے کفر و شرک کے محلات زمین بوس ہو چکے تھے اور یوں یہ شرک کا درخت اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر توحید و رسالت کا صدق دل سے اقرار کر چکے تھے۔فرائض نبوت اور احکام شرعی قولاً فعلاً مکمل ہو چکے تھے۔جزیرہ عرب اصل معنوں میں حجاز مقدس بن چکا تھا اس لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریضہ حج عملی طور پر ادا فرمانے کا قصد کیا تا کہ اپنی اُمت کو عملی طور پر بتا سکیں کہ حج کی کیا شان و عظمت ہے اور اس کو کس طرح ادا کرنا چاہیے نیز یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کس طریقے سے حج ادا فرمایا کرتے تھے۔حج ارکان اسلام میں سے وہ رکن ہے جس کی ادائیگی عملی طور پر شرک و کفر کی بیخ کنی کر دیتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت کی بنیادوں پر ایک نئے معاشرے کی تشکیل فرما دی تھی یہ ایسا معاشرہ تھا جس نے کفر و شرک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبلیغ حق کا پیام مبارک مکمل ہو چکا تھا آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اب رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں اس لیے عام منادی کا حکم فرمایا کہ سب مسلمان جو طاقت رکھتے ہیں اس سفر میں شریک ہوں۔پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی سال 10ھ میں حج پر روانہ ہونے سے پہلے یمن کا عامل (گورنر) بنا کر روانہ کرتے وقت ارشاد فرمایا "اے معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سُن لو تم آج کے بعد مجھ سے نہیں مل سکو گے بلکہ اب مستقبل میں تم صرف میری مسجد اور میری قبر کی ہی زیارت کر سکو گے"۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ کلمات مبارکہ سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جدائی اور غم کی وجہ سے رونے لگے کیوں کہ وہ جانتے تھے دہن اقدس سے جو بات نکلی ہے وہ حق ہے جدائی کا وقت آ گیا ہے سبحان اللہ صحابہ کرام کس قدر ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے کہ نبی علیہ السلام کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو ایمان کا جزو لاینفک مانتے تھے۔سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج دسویں سال کے بہت بڑے واقعات میں سے ایک تھا۔جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں حج چھٹے یا نویں سال میں فرض ہوا تھا۔محققین کے یہی دو قول ہیں مگر

اکثر کے نزدیک دوسرا قول زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ اس دوسرے قول کے دلائل بہت قوی ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نویں سال حج پر تشریف نہ لے جا سکے اور اپنی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ دعوت اسلام اور تعلیم واحکام شریعت و دین اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں مشغول تھے 10 ھجری میں مذکورہ احکامات مکمل ہو چکے دین اسلام کی بنیادیں مستحکم ہو گئیں تو خود حج پر تشریف لے جانے کا اعلان فرمایا۔

حجۃ البلاغ۔ حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ

حجۃ الوداع کو حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔ اس کو حجۃ الوداع اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے اس موقعہ پر لوگوں کو الوداع کہا تھا اور یوں اس حج کے بعد آپ علیہ السلام نے کوئی اور حج ادا نہیں فرمایا۔ حجۃ الاسلام کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کی زندگی میں اس کے سوا کوئی اور حج ادا نہیں فرمایا۔ اس حج کو حجۃ البلاغ اس لیے کہا جاتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج میں قولاً اور فعلاً لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی شریعت پہنچا دی اور یوں اسلام کے تمام قوائد وضوابط کی مکمل تشریح فرما دی تھی۔ نیز آپ علیہ السلام نے اہلِ اسلام کے لیے حج کے تمام قوانین بیان فرما دیئے تھے یہی وجہ ہے کہ مقام عرفہ پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: (آج میں نے تمہارے لیے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج اور عمرہ کی تعداد کا بیان

صحیح بخاری شریف و مسلم شریف میں ہی نہیں بلکہ تمام کتب سیر میں بھی اس بات کی وضاحت کا ذکر آتا ہے جس کی بنیاد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں صرف ایک حج اور چار دفعہ عمرہ ادا فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے جو چار عمرے ادا فرمائے۔ وہ سب کے سب الگ الگ سالوں میں کیئے گئے مگر حُسنِ اتفاق کہ ماہ ذوالقعدہ ہی کا تھا۔ بعض کے نزدیک تمام عمرے ذوالقعدہ میں ہی ادا نہیں فرمائے۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمرہ ماہ شوال میں ادا فرمایا تھا۔ اور باقی دو ذوالقعدہ میں گویا ان کے نزدیک عمروں کی تعداد تین ہے نہ کہ چار۔ اسی طرح

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث بیان فرمائی جو انکے باپ سے ان کے دادا نے بیان کی تھی فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین عمرے ادا کئے جو سب کے سب ذی القعدہ میں ادا فرمائے۔ بہر حال چار عمرے کی روایت کثرت سے بیان کی گئی ہے۔ اس لیے ہم ترتیب سے اس کی تفصیل بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنے عمرے ادا فرمائے انکی تعداد و تفصیل

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے جن کی تفصیل یہ ہے:

1- عمرہ حدیبیہ: عمرۃ الحدیبیہ کو عمرہ حصر بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب روک دینا ہے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر کیونکہ مشرکین نے اہل حق کو عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا اور اس جگہ صلح حدیبیہ ظہور میں آئی جس کے نتیجہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس سال عمرہ ادا کئے بغیر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تھے۔ اس لئے اس کو عمرہ حصر کہا جاتا ہے۔

2- دوسرے عمرہ کو عمرہ قضاء یا عمرۃ القصاص بھی کہا جاتا ہے یہ عمرہ حدیبیہ سے اگلے سال ادا فرمایا۔

3- تیسرے عمرہ کو عمرۃ الجعرانہ کہا جاتا ہے یہ عمرہ غزوہ حنین کے بعد طائف سے واپسی پر ادا فرمایا جس کی تفصیل غزوہ حنین کے باب میں گزر چکی ہے۔

4- چوتھا عمرہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔ اس عمرہ کے بارے میں اہل سیر کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ہم انشاء اللہ آگے چل کر اس اختلاف پر سیر حاصل تفصیل تحریر کریں گے جو کہ احادیث نبوی کی روشنی میں بیان کی جائے گی۔ ہم یہ بھی بیان کریں گے کہ آیا یہ عمرہ و حج مفرد تھا تمتع تھا یا قران۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمرہ ذی القعد یعنی حدیبیہ میں کیا پھر جس سال قریش سے صلح کی دوسرا عمرہ اُس وقت ادا کیا یہ بھی ماہ ذی القعد ہی تھا۔ تیسری مرتبہ طائف سے واپسی پر عمرہ ادا فرمایا جس کو عمرہ جعرانہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی ذی القعد میں ہی ادا فرمایا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل تین عمرے ادا فرمائے جو سب کے سب بالترتیب ماہ ذی القعد میں ہی ادا فرمائے تھے۔

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک عمر میں کتنے عمرے ادا فرمائے انہوں نے جواب دیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر شریف میں چار عمرے ادا فرمائے جن میں سے ایک عمرہ وہ ہے جب مشرکین نے ذی القعدہ میں حدیبیہ سے ہی مسلمانوں کو واپس کر دیا تھا۔ اور یوں اہل حق بیت اللہ کی زیارت سے روک دیے گئے دوسرا عمرہ اس وقت ادا فرمایا جب قریش نے آپ سے صلح کی یہ بھی ماہ ذی القعدہ ہی تھا۔ تیسری دفعہ غزوہ حنین کے بعد جب مال غنیمت تقسیم فرما دیا تو ادا کیا اس کو عمرہ الجعرانہ کہتے ہیں یہ بھی ذی القعد میں ادا فرمایا اور آخری و چوتھا عمرہ حجتہ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔

تاریخ طبری۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 467،

طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ 461,460،

ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 741,740،

زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 103،

البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 207,208،

مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 621-622،

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 394،

جامع ترمذی شریف، مُسند حضرت امام مالک وغیرہ۔

حضور علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانگی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج کے لیے بہ نفس نفیس تشریف لے جانا تاریخ اسلام اور سیرت پاک کا ایک ایسا عملی کارنامہ ہے۔ جو قیامت تک سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔ یہ حج ایک تاریخ ہے جس نے بنی نوع انسان کی زندگیوں کا دھارا موڑ دیا اور انسانیت کا وہ درس عظیم کائنات کو عطا کیا جس کی مثال نہ پہلے تاریخ عالم میں تھی ہے اور نہ ہی قیامت تک ایسی کوئی مثال پیدا ہوگی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوات سے فارغ ہوئے تو اطراف عرب سے مختلف وفود خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے ان وفود کی حاضری کا مکمل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

ضروری وضاحت:

آج تک جتنی بھی سیرت مقدسہ پر کُتب تحریر ہو چکی ہیں ان میں وفود کا بیان 10 ھجری کے واقعات میں ہی کیا جاتا رہا ہے ہم نے گزشتہ روایت سے بالکل ہٹ کر ایک نیا اسلوب اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ تمام وفود جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہے اُن سب کا بیان ایک ہی جگہ کر دیا ہے۔ یہ

اسلوب کچھ انوکھا ضرور ہے لیکن ایسا کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے طالب علم اور دیگر علم کے متلاشی اگر کسی وفد کا حال جاننا چاہیں تو ان کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے بجائے اس کے کہ وہ سیرت پاک کے ہر باب میں سے مطلوبہ وفد کو تلاش کرنے کی جستجو کریں ایک ہی باب سے آسانی کے ساتھ مطلوبہ مقصد حاصل کر لیں یوں ان کا وقت بھی بچ جائے گا اور دوسرا ان کو دیگر وفود کا حال دریافت کرنے میں بھی کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ دعا ہے اللہ کریم میری اس کوشش کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قبول ومقبول فرما کر مجھ ناچیز وگنہگار کی مغفرت فرمائے آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوات اور وفود سے معاملات فرمانے کے بعد فارغ ہوئے تو حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے اعلان فرمادیا کہ میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ جو مسلمان میرے ساتھ شریک ہونا چاہیں مدینہ منورہ میں حاضر ہو جائیں۔ اس اعلان مبارک کو سُن کر اطراف مدینہ منورہ سے عشاق ہجوم کی شکل میں مدینہ منورہ حاضر ہونے لگے۔ بہت ہی قلیل وقت میں اہل ایمان کی کثیر تعداد جمع ہوگئی۔ کتبِ سیر میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد کے بارے میں مختلف روایت درج ہیں بعض علماء لکھتے ہیں کہ ساتھیوں کی تعداد نوے ہزار (90000) تھی اسی طرح ایک روایت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار (1,14,000) بیان کی گئی ہے مگر جمہور اصحاب سیر اور اہل علم کا قول ہے کہ پروانوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (1,24,000) تھی اور یہ قول ہی صحیح تر ہے۔ مختصراً شمع رسالت کے پروانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جس طرف نگاہ جاتی پروانے اپنے اپنے رنگ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد نظر آتے تھے۔ اس سفر میں ازواج مطہرات میں سے نو (9) اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شریک سفر تھیں۔

البدایۃ ولنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 218-219،
شرح المواہب۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 105،
طبقات ابن سعد جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 460،
مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 622،623، تاریخ طبری، وغیرہ۔

حج کے لیے روانگی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ذی القعدہ کی چھبیس (26) تاریخ کو ہفتہ (سینچر) کے روز غسل فرمایا اپنی زلفوں کو کنگھی فرمائی احرام کو عمدہ ترین خوشبو سے معطر فرمایا اور دولت کدہ سے باہر تشریف لائے۔ مسجد نبوی میں نماز ظہر ادا فرمائی اور پھر مقام ذوالحلیفہ پر تشریف لا کر قصر کے ساتھ نماز عصر ادا فرمائی۔ اور پھر احرام زیب تن فرمایا

اور لبیک با آواز بلند پڑھی۔ اُس کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے جب قصویٰ مدینہ منورہ کے سامنے والے ٹیلے پر چڑھی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تلبیہ فرمائی۔ روانگی کے بارے میں کتب سیر میں اصحاب سیر مختلف روایت بیان کرتے ہیں ان روایات کو ممکنہ حد تک تفصیلاً یہاں درج کیا جا رہا ہے تا کہ متلاشیان علم اپنی علمی پیاس بجھا سکیں۔

کچھ اصحاب سیر تحریر کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمانے کے بعد اس درخت کے نیچے ہی جہاں آپ تشریف فرما تھے با آواز بلند تلبیہ فرمائی۔ یاد رہے اب اس مقام پر ایک مسجد موجود ہے جس کا نام ہی مسجد شجرہ ہے۔ کچھ روایات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے یوں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی (قصویٰ) سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے تلبیہ پڑھی۔ بعض بیان کرتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام کی ناقہ مدینہ منورہ کے سامنے والے پشتے پر چڑھی تو اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ ارشاد فرمائی۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ یعقوب نے ہمیں بتایا کہ میرے والد نے ابن اسحاق سے سُنا انکو خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری نے بتایا جبکہ انہوں نے سعید بن جبیرؓ سے سُنا وہ کہتے تھے میں نے خود سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضور علیہ السلام کے بلند آواز میں تکبیر کہنے کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ یہ کب اور کہاں واجب ہوئی اور اس طرح مختلف مقامات پر اس کا واجب ہونا بیان کرتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی حج کے موقع پر ایسا عمل فرمایا ہے جہاں سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر مجلس میں تشریف فرما ہوئے فراغت کے بعد آپ نے با آواز بلند حج کی تکبیر ارشاد فرمائی جس کو سُن کر کچھ لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ علیہ السلام نے اُسی وقت بلند آواز سے تکبیر کہی مگر سُن لو میں خدا کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز میں تکبیر اس وقت ارشاد فرمائی جب آپ علیہ السلام مصلّٰی پر تشریف فرما تھے۔ پھر اُس وقت بھی با آواز بلند تکبیر فرمائی جب آپ کی ناقہ (قصویٰ) آپ کو لے کر کھڑی ہوئی اور اس طرح ویرانے کی بلندی پر چڑھتے ہوئے بھی آواز بلند کے ساتھ تکبیر ارشاد فرمائی۔

مذکورہ روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان سب میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ جس صحابی نے جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے با آواز بلند تکبیر سُنی اور وہ جس مقام پر سُن رہا تھا اُس نے خیال کیا کہ آپ علیہ السلام نے اُسی جگہ سے تکبیر کی ابتدا فرمائی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ روایات کے مطابق ہر اس جگہ پر تکبیر پڑھی جس کا بیان الگ الگ گزر چکا ہے۔ اصل میں تلبیہ نماز سے فراغت کے بعد شروع فرمائی تھی۔ حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طریقہ تلبیہ مسنون ہے۔ اس طرح حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی طریقہ مسنون ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور ترین روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ کے جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ یہ تھے۔

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ. لَبَّیکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ اِنَّ الْحَمْدَ ، وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ.

ترجمہ:۔ ''میں حاضر ہوں، یا اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور ملک بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

دوسری طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تلبیہ کے جو الفاظ صحیحین میں تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ وَسَعْدَیکَ وَالْخَیرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیکَ لَبَّیکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیکَ وَالْعَمَلُ.

یہاں پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات ضروری آئے گی کہ تلبیہ کے الفاظ ایک دوسرے سے کسی حد تک مختلف ہیں اس لیے حاجی کون سے الفاظ ادا کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ تکبیر کے دونوں طریقے ہی درست ہیں مگر مسنون اور جمہور علماء کے نزدیک پہلا طریقہ ہی افضل ہے۔ اس لیے حج کی سعادت حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلا طریقہ ہی اختیار کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر بلند آواز سے تکبیر ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ کی آواز مبارکہ کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سُن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم فرمایا کہ ''سب لوگ بلند آواز سے تکبیر پڑھیں کیونکہ ابھی حضرت جبریل علیہ السلام میری خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو احرام باندھنے اور بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کا حکم دوں''۔ (اب قیامت تک حاجی حضرات کے لیے یہی حکم ہے اور یہی طریقہ مسنون ہے)۔

حج افراد۔ تمتع اور قران کا تفصیلی بیان

افراد، تمتع اور قران کیونکہ تینوں عربی کے الفاظ ہیں۔ یہاں ان الفاظ کے معانی اور تشریح بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اِفراد: لفظ افراد کو اگر الف کی زبر سے پڑھا جائے تو یہ فرد کی جمع بن جائے گا۔ یعنی افراد مگر یہاں افراد پڑھنا مقصود

نہیں بلکہ اس لفظ کو افراد پڑھنا مقصود ہے جو کہ یہاں مصدر کے معانی میں استعال ہوا ہے جس کا مطلب الگ کرنا یا اکیلا کرنا ہے۔ جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج بیت اللہ کی ادائیگی کو اِفراد مانتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے صرف بیت اللہ کے حج کی ہی نیت فرمائی تھی اس نیت میں عمرہ کرنا شامل نہیں تھا۔

تمتع: تمتع کے لغوی معانی نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر کوئی مسلمان حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور حسن اتفاق سے ابھی ایام حج میں کچھ دنوں کا فاصلہ ہو تو وہ شخص عمرہ ادا کر لے عمرہ چاہے ایک ادا کرے یا زیادہ یہ کوئی شرط نہیں عمرہ سے فراغت پالینے کے بعد بھی ایام حج میں کچھ دیر ہو تو وہ احرام کھول دے اور پھر جب ایام حج شروع ہو جائیں تو احرام باندھ کر مناسک حج ادا کرے اس کو حج تمتع کہا جائے گا یعنی اُس مسلمان نے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ایام حج شروع ہونے سے پہلے وقفے میں عمرہ کی سعادت حاصل کر کے نفع اُٹھالیا۔

قِران: قِران کے لغوی معنی ملانے کے ہیں۔ جب کوئی مسلمان حج بیت اللہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ جائے اور ایام حج قریب ہوں یا کچھ دن باقی ہوں دونوں صورتوں میں عمرہ اور حج کو آپس میں ملانے کی نیت کرے گا یعنی عمرہ اور حج کی اکٹھی نیت کرے گا نا کہ عمرہ اور حج کی الگ الگ نیت کرے گا اس کو حج قِران کہتے ہیں۔

جمہور علماء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج قِران کے قائل ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج افراد فرمایا ہے حج تمتع یا حج قران اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین الگ الگ رائے رکھتے ہوئے اپنے علم کے مطابق احادیث بیان کرتے ہیں یہاں ان مختلف خیالات و بیانات پر بحث کرنا ہمارا مقصد ہر گز نہیں ہے بلکہ اُن کے خیالات کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اہل علم اپنے ذوق کی تسکین حاصل کریں۔ یہاں کوئی صاحب یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو کہ اُس موقعہ پر آپ کے ہمرکاب تھے اُنکے درمیان یہ اختلاف کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس صحابی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو عمل مبارک کرتے دیکھا اس کو بیان کر دیا کسی نے ایسا نہیں کیا کہ دوسرے کے عمل کو جھٹلایا ہو یا اس پر نکتہ چینی کی ہو پھر اس اختلاف امت کے بارے میں فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔ فرمایا "مومنین کے درمیان اختلاف رائے میری اُمت کے لیے باعث رحمت ہے" بہر حال ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مختلف اقوال پیش کرتے ہیں۔

حج اِفراد کا بیان

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے روح رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ

مجھے صالح بن اخضر نے بتایا کہ ہم نے ابن شہاب سے سنا کہ انہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا جو کہتے ہیں کہ مجھے زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ:۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج افراد ادا فرمایا۔ حج بیت اللہ میں آپ نے حج اور عمرہ کے لیے با آواز بلند تکبیر فرمائی اور اپنے ہمراہ قربانی کا جانور بھی لے گئے۔ ہمراہیوں نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کے لیے با آواز بلند تکبیر کہی وہ لوگ بھی اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے کچھ لوگوں نے عمرہ کی بلند آواز سے تکبیر کہی اور یہ لوگ اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہیں لے گئے تھے۔ پھر مزید فرماتی ہیں میں بھی اُن لوگوں میں شامل تھی جو قربانی کا جانور نہیں لے گئے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جس شخص نے عمرہ کی تکبیر کہی ہے اور وہ اپنے ہمراہ قربانی کا جانور بھی لایا ہے۔ تو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کا طواف بھی۔ جو چیز اُس پر حرام ہے وہ اُسے حلال نہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا حج ادا کرے اور یوں یوم النحر کو اپنا قربانی کا جانور ذبح کرے اور تم میں سے جس نے عمرہ کی تکبیر کہی ہے اور وہ اپنے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں لایا تو اُسے چاہئے کہ وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کرے پھر بال چھوٹے کرائے اور حلال ہو جائے۔ پھر حج کی تکبیر کہے قربانی کا جانور لائے اور اس کو ذبح کرے اگر کوئی جانور لانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ حج کے دوران تین روزے رکھے اور پھر جب وہ واپس اپنے اہل وعیال میں چلا جائے تو سات یوم کے پھر روزے رکھے۔"

ضروری وضاحت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ حدیث میں ایک لفظ آیا ہے کہ حاجی پر جو چیز حرام ہے اُسے وہ حلال نہ کرے اور جب ارکان حج ادا کرے تو حلال ہو جائے۔ مذکورہ الفاظ تشریح طلب ہیں اس لیے یہاں انکی تشریح عرض کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ احرام زیب تن کر لینے کے بعد حدود بیت اللہ شریف میں ہر قسم کا شکار کرنا حرام ہے تاوقتیکہ حاجی حج سے فارغ نہ ہو جائے۔ اس طرح اللہ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حالت احرام میں چند حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں جیسے حلال شکار وغیرہ مذکورہ الفاظ کہ پھر "حلال" ہو جائے سے یہی مراد ہے کہ دوران احرام اور احرام کھولنے کے بعد حکم شرعی پر عمل کرے تو وہ حلال ہو جائے گا یعنی ممنوع حلال اشیاء جو وقتی حرام تھیں اب اُس پر حلال ہو گئیں۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روح بن عبادہ کی حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج بیت اللہ کے موقعہ پر بلند آواز سے حج کی تکبیر کہی اور ذوالحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں جب آپ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے ہمیں بطحا میں صبح کی نماز پڑھائی پھر ارشاد فرمایا "جو اسے عمرہ بنانا چاہتا ہے وہ اسے عمرہ بنالے۔"

اسی طرح دارقطنی فرماتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن نافع انہوں نے عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عتاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اسید کو امیر حج مقرر فرمایا تو انہوں نے حج افراد ادا کیا پھر حضور علیہ السلام نے 9 ھ میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تو انہوں نے بھی حج افراد ادا فرمایا پھر 10 ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حج ادا فرمایا تو وہ بھی حج افراد تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا تو انہوں نے بھی حج افراد ادا کیا۔ اس کے بعد خود ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی حج افراد ادا کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا انہوں نے بھی حج افراد ادا کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں خوارج نے انکے گھر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امیر حج مقرر فرمایا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج افراد کیا۔ اس حدیث کی اسناد میں عبداللہ بن عمر العمری ضعیف راوی ہے مگر حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کا شاہد بھی موجود ہے (واللہ اعلم)

حج افراد کے بارے میں جو مواد ہمیں مل سکا اُس میں سے اہم ترین تحریر کر دیا ہے اگر اس سلسلے میں تمام دستیاب روایات تحریر کر دی جائیں تو کئی دفتر درکار ہیں اور پھر سیرۃ النبی کا اصل مقصد اسی بحث کی نظر ہو جائے گا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں اس لیے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حج تمتع کا بیان

جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حج تمتع کے قائل ہیں ان کے ارشادات میں سے چند اہم یہاں نقل کئے جا رہے ہیں۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اس کو لیث رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ مجھے عقیل نے عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ:۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج تمتع کیا اور با آواز بلند تکبیر فرمائی اور آپ علیہ السلام ذوالحلیفہ سے قربانی کا جانور لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے عمرہ کی تکبیر کہی پھر حج کی تکبیر کہی۔ ہمراہیوں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے۔ وہ لوگ ذوالحلیفہ سے اپنے قربانی کے جانور ہانک لائے۔ ساتھیوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لائے تھے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا

ہے وہ کسی حرام چیز کو حلال نہ کرے تاوقتیکہ وہ اپنا حج ادا نہ کرے۔ اور جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہیں لایا وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرے پھر بال کٹوا لے اور حلال ہو جائے۔ اُس کے بعد بلند آواز سے حج کی تکبیر کہے اور قربانی کا جانور لے جائے۔ جو قربانی کا جانور حاصل نہ کر سکے وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور پھر واپس اپنے اہل وعیال میں جا کر مزید سات یوم کے روزے رکھے''۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف بیت اللہ کے سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چل کر لگائے۔ طواف کی تکمیل کے بعد مقام ابراھیم پر دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا اور واپس تشریف لے آئے۔ پھر صفا اور مروہ کے چکر لگائے۔ پھر حج کی ادائیگی فرمائی اور یوم النحر کو اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرنے تک کسی حرام چیز کو اپنے اُوپر حلال نہ فرمایا۔ اور پھر واپس آ کر بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا۔ جس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل مبارک کیا اُسی طرح آپ کے ساتھیوں نے بھی عمل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سلسلے میں ایک روایت کی ہے جس میں قتیبہ نے کہا کہ ہم سے لیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس نے نافع سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس سال حج کرنے کا ارادہ کیا اُسی سال حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک کے کہنے پر اموی افواج کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقابلہ میں آیا۔ لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا کہ حضرت مکہ مکرمہ میں دونوں فریقوں کے درمیان جنگ ہونے والی ہے اور ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو حج بیت اللہ سے روک دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم لوگوں کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں ایک نمونہ ہے اگر تمہارے کہنے کے مطابق میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا تو میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو اپنے اُوپر لازمی کر لیا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل دیئے اور جب مدینہ منورہ کے ویران بلند مقام پر پہنچے تو ارشاد فرمایا میں حج اور عمرہ کے معاملہ کو ایک ہی خیال کرتا ہوں اور تم لوگ گواہ رہنا کہ اب میں نے حج اور عمرہ کو اپنے لیے لازم کر لیا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدید کے مقام سے خریدا ہوا قربانی کا جانور بھجوایا اور اس پر کسی قسم کا نہ تو اضافہ کیا نہ قربانی کی اور نہ ہی کسی حرام چیز کو حلال کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ سر منڈوایا نہ بال کٹوائے یہاں تک کہ یوم النحر آ گیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کی اور سر منڈایا اور یوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے طواف کے ساتھ حج اور عمرہ کا طواف پورا کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پھر ہمیں فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دوسری روایت میں یوں بھی آتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یعقوب بن ابراہیم نے بتایا اس کو ابن علیہ نے عن ایوب عن نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحب

زادے حضرت عبداللہ بن عبداللہ انکے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ اس سال حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حجاج بن یوسف کے درمیان جنگ ہوگی اور وہ لوگ آپ کو بیت اللہ سے روک دیں گے میری تمنا ہے کہ اے کاش آپ اس سال حج سے رک جائیں۔ بیٹے کی بات سُن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے ان کو روک دیا تھا۔ یعنی وہ لوگ حضور علیہ السلام اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوئے (یہ صلح حدیبیہ سے پہلے کی طرف اشارہ تھا) اگر وہ لوگ اب میرے اور بیت اللہ شریف کے درمیان حائل ہوئے تو میں وہی عمل کروں گا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت فرمایا تھا۔ یاد رہے حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں تمہارے لیے نیک نمونہ موجود ہے۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے اُوپر عمرہ کے ساتھ حج کو لازم کرلیا ہے۔ پھر آپ حج کے لیے تشریف لے آئے اور دونوں کا طواف کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج اور عمرہ کے لیے ایک ہی طواف پر اکتفا کیا اور ایسا کرنے میں انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی کیونکہ دشمن کے محاصرہ کی صورت میں حلال ہونے کے لیے ایسا کیا گیا۔ اصل میں روایت کے مطابق یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پہلے متمتع ہونے کے لیے عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشمن کے محاصرے کا خدشہ پیدا ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو اکٹھا کرلیا اور یوں عمرہ سے قبل طواف سے پہلے حج کو عمرہ کے ساتھ شامل کر کے قارن بن گئے اور فرمایا میں ان دونوں کے معاملہ کو ایک ہی سمجھتا ہوں یعنی انسان کے حج یا عمرہ سے یا دونوں سے روکے جانے میں کوئی فرق نہیں ہے؛ اس لیے مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ نے دونوں کی جانب سے اپنے طواف اول پر ہی اکتفا کرلیا تھا۔ اس کا مفصل بیان ہم پہلے کر چکے ہیں۔

مذکورہ روایات سے یہ معلوم ہوا کہ بعض راویوں (رواۃ) نے جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول سُنا کہ میں تو وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا کسی نے یہ قول سُنا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا تو انہوں نے خیال کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے عمرہ کی تکبیر با آواز بلند فرمائی پھر حج کی اور طواف سے قبل ہی اسے عمرہ کے ساتھ شامل کر دیا۔ پس جس کسی نے جو کچھ سمجھا اُس نے وہی یا اُسی مفہوم کی روایت بیان کردی۔ (واللہ اعلم)۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے غندر کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ مسلم بن مخراق المقری نے روایت کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے با آواز بلند عمرہ کی تکبیر کہی اور ساتھیوں نے حج کی تکبیر کہی یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال نہ ہوئے اور نہ ہی ساتھیوں میں سے وہ شخص حلال ہوا جو قربانی کا جانور لے گیا تھا جبکہ باقی نہ لے جانے والے حلال ہو گئے۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت

میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے بلند آواز سے حج کی تکبیر کہی۔ اسطرح جس کے پاس تمتع کی قربانی کا جانور نہ تھا وہ حلال ہو گیا اور جس کے پاس قربانی کا جانور تھا وہ حلال نہ ہوا۔

اب اگر ہم ان دونوں روایتوں کو درست قرار دے دیں تو قران ثابت ہوگا اور اگر ان روایتوں میں سے ہر ایک پر توقف کریں تو دلیل ٹھہر جائے گی۔ اگر ہم مسلم کی اس روایت کو صحیح قرار دیں جسے انہوں نے اپنی صحیح مسلم میں عمرہ کی روایت بیان کیا ہے جو قبل ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان ہو چکی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ افراد تھا تو وہ حج کا احرام باندھنا ہے۔ اس طرح حج پر اضافہ ہوگا اور پھر خاص طور پر قران کا قول لایا جائے گا۔ قران کے قول کے بارے میں آگے چل کر انشاء اللہ تفصیل سے بحث آئے گی۔

اسی طرح حج تمتع کے سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی مسلم کی غندر سے روایت شدہ حدیث بحوالہ شعبہ اورانہوں نے ابی جمرۃ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حج تمتع کیا تو اُس وقت موجود لوگوں نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ میں نے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کا حکم دیا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ حج مبرور ومقبول۔ وہ کہتے ہیں میں نے صبح کو اپنا یہ خواب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سُنایا تو انہوں نے سُن کر فرمایا "اللہ اکبر" یہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت ہے۔

از: صحیح بخاری۔ صحیح مسلم ، ابوداؤد۔ البدایۃ والنہایۃ وغیرہ۔

حج قارن یا قِران کا بیان

حج قِران سے پہلے ہم تمتع اور افراد کے بارے میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں یہاں حج قران ماننے والوں کے بیان اور انکی دلیلیں بیان کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی جاتی ہے۔

اس سے پہلے ہم امام بخاری کی روایت بیان کر چکے ہیں جس میں انہوں نے ابو عمر واوزاعی کی حدیث سے مروی روایت بیان کی ہے کہ میں نے یحیٰی بن ابی کثیر کو عکرمہ سے عن ابن عباس وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ میں نے وادی عقیق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ ''میرے رب کی طرف سے ایک آنے والے نے مجھے آکر کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو حج میں عمرہ"۔ اسی طرح حافظ بیہقی نے روایت درج کی کہ یحیٰی بن ابی کثیر نے بیان کیا کہ ہمیں عکرمہ نے بتایا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا"۔

کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''وادی عقیق میں حضرت جبریل علیہ السلام میرے

پاس حاضر ہوئے اور عرض کی اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز پڑھو اور کہو حج میں عمرہ پس روز قیامت تک عمرہ حج میں شامل ہو گیا''۔ اسی سلسلے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت ابوزید الہروی سے ہے پھر حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ ہم سے ہاشم نے بیان کیا ان سے سیار نے ابووائل کے حوالے سے بتایا کہ ایک نصرانی الغبی بن معبد نامی نے جہاد کا ارادہ کیا تو اُسے کہا گیا کہ اپنے اس کام کا آغاز حج سے کرو یہ سُن کر وہ شخص اشعری کے پاس آیا تو اس نے حکم دیا کہ تم حج اور عمرہ کی تکبیر آواز بلند کے ساتھ اکٹھی کہو سائل نے ایسا ہی کیا۔ یہ شخص تلبیہ کہتا ہوا زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ کے پاس سے گزرا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ شخص اُس اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے جو اپنے مالک سے غائب ہو چکا۔ اس بات کو الغبی بن معبد نے بھی سُن لیا اسے یہ بات بہت ہی ناگوار اور شاق گزری۔ فارغ ہو کر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ عرض کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو نے اپنے نبی کی سُنت کی طرف راہ پائی ہے۔ "روایت کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سُنا کہ تو نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کو پا لیا ہے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے جس کو عن غندر عن شعبہ عن الحکم عن ابی وائل اور عن سفیان عن عیینہ عن عبدہ بن ابی لبابہ عن ابی وائل نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ الغبی بن معبد نے ہمیں بتایا کہ میں ایک نصرانی شخص تھا۔ پھر مجھے خداوند قدوس نے راہ حق عطا فرمائی میں مسلمان ہو گیا۔ حج کے موقعہ پر اس سعادت سے بہرہ مند ہوا۔ ارکان حج ادا کرنے کے دوران میں نے حج اور عمرہ کی اکٹھی تکبیر کہی اس وقت زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ جو اتفاق سے وہاں موجود تھے انہوں نے مجھے با آواز بلند تکبیر کہتے سُنا تو دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ یہ شخص اس اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے جو اپنے مالک سے غائب ہو گیا ہے۔ ان کی اس بات نے گویا مجھ پر ایک پہاڑ کا وزن ڈال دیا۔ میں فارغ ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری بات عرض کی یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو ملامت کی پھر میری طرف توجہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا" تو نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سُنت کو پا لیا ہے" اس حدیث کی اسناد معتبر ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن یسار نے ہم سے بیان کیا کہ مجھے غندر نے شعبہ عن الحکم عن علی بن الحسین عن مروان بن الحکم نے روایت کیا کہ:۔

میں نے سیدنا حضرت عثمان غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اکٹھے دیکھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے اور ان دونوں کو اکٹھا کرنے سے روکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ صورت دیکھی تو انہوں با آواز بلند دونوں کی تکبیر (لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ بِحَجَّۃَ وَعُمرَۃَ معاً) ''اے اللہ

میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے حاضر ہوں'' اور پھر فرمایا میں کسی کے قول کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مقدسہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی طرح نسائی نے اس کو شعبہ کی حدیث سے اور اعمش کی حدیث سے عن مسلم البطین عن علی بن الحسین نے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد بیان کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن جعفر نے بتایا کہ ہم سے شعبہ نے بحوالہ قتادہ بیان کیا کہ عبد اللہ بن شقیق فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتّع سے منع فرماتے تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ ایسا کرنے پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکا تو انہوں نے جواب دیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہے کہ ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تمتّع کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا بے شک مگر اُس وقت ہم خوفزدہ تھے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ روایت سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتفاق کیا اور یاد رہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجتہ الوداع کے سال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح بلند آواز سے تکبیر کہی تھی۔ اُس وقت اُن کے پاس قربانی کا جانور بھی تھا پھر انہیں حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا تھا کہ وہ احرام میں ہی ٹھہرے رہیں۔ اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قربانی کے جانور میں بھی شریک فرمایا تھا۔

موطا امام مالک میں آتا ہے کہ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت مقداد بن اسود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پانی لے کر گئے اُس وقت وہ دودھ اور آٹے کو ملا رہے تھے۔ راوی نے جا کر عرض کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر تشریف لے آئے۔ آٹا اور دودھ ملا ہوا ان کے ہاتھوں پر لگا ہوا تھا۔ دودھ اور آٹے کا مل جانے سے جو نشان اُن کے ہاتھوں پر لگا ہوا تھا۔ اُس کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں یہ میری رائے ہے۔ یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراضگی کی حالت میں باہر تشریف لے آئے اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہہ رہے تھے اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں کے لیے حاضر ہوں۔

سنن ابو داؤد میں صاحب کتاب بیان کرتے ہیں یحیٰی بن معین نے بیان کیا کہ ہم سے یونس نے عن ابی اسحاق عن براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر روانہ فرمایا تو میں اُن کے ساتھ تھا۔ پھر وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''تو نے کیا کہا ہے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے حضور علیہ السلام کی طرح بلند آواز سے تکبیر کہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''میں قربانی کا جانور لایا ہوں اور میں قارن ہوں''۔ اسی سلسلے میں حضرت انس بن

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ کہتے سنا۔ اس بات کا ذکر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صرف حج کا تلبیہ ارشاد فرمایا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دوبارہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرتے وقت انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بتائی جس کو سُن کر انہوں نے فرمایا۔ ہم سے بچے تجاوز کر رہے ہیں میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود لَبَّیْکَ عُمْرَۃً وَ حَجًّا کہتے سُنا ہے۔ اس روایت کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت البنانی سے روایت بیان کی ہے جو انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کو جب وہ مکہ تشریف لائے تو حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ فرماتے سُنا پھر جب وہ لوگ بیت اللہ شریف، صفا اور مروہ کا طواف کر چکے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حلال ہو جانے اور اُسے عمرہ بنانے کا حکم فرمایا۔ تو یوں معلوم ہوا کہ لوگ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر میں قربانی کا جانور نہ لایا ہوتا تو میں حلال ہو جاتا'' اس کے بعد لوگ حلال ہو گئے اور انہوں نے تمتع کیا۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن نے عن مالک عن نافع عن ابن عمر عن اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام عمرہ سے حلال کیوں نہیں ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا ''میں نے اپنے سر کو چپکا لیا ہے اور اپنے قربانی کے جانور کو قلاوہ ڈال دیا ہے اب میں جب تک قربانی نہیں کروں گا حلال نہیں ہوں گا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسلم نے مالک سے عن ابن شہاب عن عروہ عن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے تو ہم نے بلند آواز سے عمرہ کی تکبیر کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس کے پاس قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کی تکبیر کہے پھر ان دونوں سے حلال ہونے تک حلال نہ ہو''۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچی تو میں حائضہ تھی اس لیے میں نے بیت اللہ کا طواف نہ کیا اور نہ ہی صفا اور مروہ کی سعی کی۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حالت کی شکایت کی جس کو سُن کر آپ نے ارشاد فرمایا ''اپنا سر کھول دو کنگھی کرو اور حج کی تکبیر کہو اور عمرہ کو چھوڑ دو''۔ میں نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔ جب میں حج ادا کر چکی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ''اب تم اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تنعیم کی طرف جاؤ'' میں نے ایسا ہی کیا اور میں نے عمرہ کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ آپ کے عمرہ کی جگہ ہے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں اس طرح جن لوگوں نے عمرہ کی تکبیر کہی تھی انہوں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر حلال ہو گئے۔ پھر انہوں نے منیٰ سے واپسی کے بعد ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کر لیا تھا انہوں نے ایک ہی طواف کیا۔

گزشتہ صفحات پر ہم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجۃ الوداع کے سلسلے میں کسی حد تک تفصیلی گفتگو کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ کا یہ حج مبارک حج افراد تھا تمتع یا حج قران۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے چیدہ چیدہ اہم شخصیات کی بیان کردہ احادیث بھی بیان کر دی ہیں اور ساتھ یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ جمہور کی رائے حج قران کے بارے میں ہی ہے۔ ویسے تو کتب سیر ایسے حوالوں سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں تفصیل کے ساتھ بے شمار دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس سلسلے میں اقوال موجود ہیں اگر ان سب کو یہاں بیان کر دیا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں مگر ہمارے لیے یہاں ایسا کرنا ممکن نہیں۔

صحیح بخاری شریف باب حج، صحیح مسلم۔، موطا امام مالک۔ حافظ بیہقی، مسند امام احمد، سنن نسائی، ابوداؤد، وغیرہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج مبارک کے سلسلے میں گو پہلے بہت سی احادیث گزر چکی ہیں لیکن ان میں حج افراد تمتع اور قران کے بارے میں ہی بحث ہوئی ہے آخر میں ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ حدیث کو اس لیے تحریر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ حدیث جہاں حج کے سلسلے میں ہمارے علم میں اضافہ کا باعث ہے وہاں اپنی ذات میں ایک مستقل عبادت ہے۔ جس کو پڑھ کر ہم حج کے ضروری مسائل اور تلبیہ مبارک کا مکمل حال جان سکتے ہیں دعا ہے۔ خداوند کریم اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے ہماری اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

اس حدیث کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے ہم سے کہا کہ جعفر بن محمد نے اُن سے بیان کیا کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی سلمہ کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے جب ہم اُن کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج مبارک کے بارے میں سوال کیا جواب میں انہوں نے فرمایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں ہی تشریف فرما رہے اس دوران حضور علیہ السلام نے کوئی حج نہیں فرمایا۔ دسویں سال اعلان کیا گیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم حج پر تشریف لے جارہے ہیں۔ یہ اعلان سُنتے ہی مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی کثیر تعداد اکٹھی ہوگئی ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں حج کرنے کی سعادت حاصل کرے اور ہر اس سنت نبوی علیہ السلام پر عمل کرے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس (25) ذوالقعدہ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور آپ علیہ السلام کے جلو میں پروانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا۔ جب ہم لوگ مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔ انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تم غسل کرواور پھر کپڑے کا لنگوٹ باندھ لو اور تکبیر کہو"۔ اس فرمان کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے۔ آپ علیہ السلام اپنی ناقہ پر سوار ہوئے جب ناقہ ٹھیک طریقے سے زمین پر چلنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے باآواز بلند تکبیر ارشاد فرمائی۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لاشَرِیْکَ لَکَ.

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے تلبیہ پڑھنا شروع کیا لوگ ذوالمعارج اور اس قسم کا کلام زیادہ پڑھ رہے تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن لوگوں کا کلام سماعت فرمارہے تھے۔ مگر آپ علیہ السلام نے ان کو کچھ نہ فرمایا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے حدنگاہ تک لوگوں کو پیادہ اور سوار ہمراہ چلتے دیکھا۔ لوگوں کا ہجوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں اور بائیں بھی اسی تعداد میں چل رہا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لے جارہے تھے کہ اسی حالت میں قرآن کریم نازل ہورہا تھا جس کی تاویل کو آپ علیہ السلام بہت خوب جانتے تھے۔ اس طرح جو عمل مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نے اسی پر عمل کیا ہم لوگ صرف حج کی نیت سے گھروں کو چھوڑ کر نکلے تھے۔ مگر جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر آپ نے دوڑ کر تین چکر بیت اللہ شریف کے گرد پورے فرمائے اور باقی چار چکر چل کر فرمائے۔ جب آپ علیہ السلام طواف کعبہ سے فارغ ہوئے تو چل کر مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے اور دورکعت نماز پڑھی ان رکعتوں میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آیت مبارکہ تلاوت فرمائیں وہ یہ تھیں۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى

("مقام ابراھیم کو سجدہ گاہ بناؤ" سورۃ البقرآیت 125)

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ یعنی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے دونوں رکعتوں میں توحید اور "قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْن" پڑھی پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور صفا کی طرف تشریف لے

گئے (واللہ اعلم) صفا اور مروہ پہنچ کر: (سورۃ البقرآیت 158)

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

(البقر 158) کی تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا ''جس سے اللہ نے آغاز کیا ہے ہم بھی اُسی سے آغاز کرتے ہیں'' اس طرح صفاء پر تشریف لے گئے اور جب اُوپر سے بیت اللہ کی طرف نگاہ مبارکہ اُٹھائی تو یہ پڑھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ" ایک روایت میں ''اَنْجَزَ وَعْدَهٗ'' زیادہ آیا ہے۔

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور پھر اُسی کلام کو پڑھنے لگے نیچے تشریف لے آئے اور جب وادی میں اپنے قدم مبارک رکھے تو آپ دوڑ پڑے جب اُوپر چڑھنے لگے تو چل کر تشریف لے گئے۔ اس طرح جب مروہ کے پاس آئے تو اُس پر چڑھ گئے اوپر جا کر جب نظر رحمت بیت اللہ پر پڑی تو پھر یہ دُعا فرمائی۔

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَذَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَلْعِصْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لنا ذنوبنا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَ هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا کَرْباً اِلَّا کَشَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَیْتَهَا''

اس طرح آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر پورے فرمائے۔ جب ساتواں چکر تھا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! اگر میں اپنے معاملے کو پہلے سے جانتا تو پیٹھ نہ پھیرتا اور قربانی کا جانور نہ لاتا اور اسے عمرہ بناتا۔ پس جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور اسے عمرہ بنائے'' پس جب لوگ حلال ہو گئے تو اس وقت حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم جو وادی کے نشیب میں تھے نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی اُنگلیاں ایک دوسرے سے ملا کر تین بار فرمایا ''ہمیشہ کے لیے'' پھر مزید ارشاد فرمایا ''اب قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔'' مزید راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے قربانی کا جانور لیکر آئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے قربانی کے جانوروں میں سے ایک جانور ہمراہ لے گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ خاتون جنت سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حلال ہو گئی ہیں اور انہوں نے رنگدار کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا بُرا محسوس کیا یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مجھے میرے والد گرامی نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے جتنے جانور اپنے ساتھ لائے تھے وہ اور مدینہ منورہ سے جتنے جانور حضور علیہ السلام اپنے ہمراہ لائے تھے انکو ملا کر تعداد تریسٹھ (63) بنتی تھی بعض روایات میں آتا ہے اونٹوں کی تعداد ہی ایک سو تھی۔ (واللہ اعلم) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ جانور اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے جبکہ

باقی جانور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح فرمائے۔ اونٹ ذبح ہونے کے لیے کس قدر بے قراری اور ایک دوسرے سے پہلے ذبح ہونے کی کوشش کررہے تھے اس کا تفصیلی حال انشاءاللہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ قربانی کے جانوروں میں سے ایک ایک ٹکڑا لانے کا حکم فرمایا پھران کو ایک ہنڈیا میں ڈلوا کر پکانے حکم دیا۔ گوشت پک جانے پر آپ علیہ السلام نے گوشت بھی تناول فرمایا اور شوربا بھی پیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''منیٰ سب کے لیے قربان گاہ ہے''۔ پھر جب عرفہ میں تشریف لے گئے تو فرمایا ''میں یہاں کھڑا ہوں اور یہ مقام عرفہ سب کا سب موقف ہے''۔ مزدلفہ میں کھڑے ہو کر فرمایا ''میں مزدلفہ میں کھڑا ہوں اور یہ مزدلفہ سب کا سب موقف ہے۔''

صحیح بخاری وصحیح مسلم۔ موطا امام مالک۔

مسند امام احمد، ابن ماجہ، البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔269 اور 270

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلبیہ کہنے کے بعد دعا فرمائی۔ یہ دعا آپ نے خدا کی رضا جوئی کے لیے فرمائی۔ آپ کی یہ دعا جنت میں داخل ہونے اور جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ حاصل کرنے پر مشتمل تھی۔ قصویٰ جس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے۔ اس پر پرانا سا کجاوہ باندھا ہوا تھا۔ اُس کجاوہ میں کوئی قیمتی کپڑا یا مخمل وغیرہ نہیں لگی ہوئی تھی سب سے بڑھ کر اونٹ پر ہودج ومخمل بھی نہیں تھے۔ اس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر فرماتے ہوئے مقام عرج تک پہنچ گئے۔

ہمراہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی فہرست میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سرفہرست تھا۔ اُنکا غلام آغاز سفر میں ہی ایک اونٹ جس پر سامان لدا ہوا تھا اُسکی نگرانی پر معمور تھا۔ جو اونٹ اس کے فرائض منصبی میں تھا اُس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا سامان لدا ہوا تھا۔ غلام اونٹ سمیت پیچھے رہ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی دیر تک اُس غلام کا انتظار فرماتے رہے۔ کافی دیر کے بعد وہ غلام خدمت میں حاضر ہوا مگر اس کے ساتھ اونٹ نہیں تھا یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا اونٹ کہاں ہے۔ غلام نے جواب دیا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کو مارنا شروع کر دیا۔ غلام کو مارنے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔ پہلی وجہ تو اونٹ کا گم ہو جانا کیونکہ اُس اونٹ پر سارا سامان سفر لدا ہوا تھا۔ دوسری وجہ جو یقینی اصل تھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان سمیت اُس اونٹ کے گم ہو جانے کی تھی۔ جب حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام کو مار رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''محرم کو دیکھو وہ کیا کر رہا ہے''۔ ان الفاظ مبارکہ کے علاوہ حضور علیہ السلام نے اور کچھ نہ فرمایا۔ صاحب روضۃ الاحباب تحریر کرتے ہیں کہ جب یہ قافلہ عظیم مقام ابواء پر خیمہ زن ہوا تو وہ گم شدہ اونٹ اور سامان مل گئے (واللہ اعلم) یہاں ایک بات خاص طور پر ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ مقام ابواء وہ ہے جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار

مبارک ہے۔ اور راقم کو زیارت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کا گزر

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی عسفان میں پہنچے تو ارشاد فرمایا۔ ''ابھی ابھی یہاں سے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام گزرے ہیں۔ وہ دو سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ ان اونٹوں کی لگام کھجور کے پتوں سے بنائی ہوئی ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے ادنیٰ سی عبا سے بنے ہوئے تہبند پہنے ہوئے ہیں۔ جبکہ اُون کی چادریں زیبِ تن ہیں۔ یہ دونوں بزرگ حج کی تلبیہ پڑھتے ہوئے تشریف لے جا رہے ہیں۔''

روایت از امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند امام احمد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی ارزق میں تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے گزرتے ہوئے دیکھتا ہوں انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی ایک ایک انگلی اپنے کانوں میں ڈال رکھی ہے اور بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں''۔ یہی روایت بخاری شریف میں موجود ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس میں وادی کی تخصیص نہیں کی گئی۔ آگے یہ الفاظ ہیں کہ ''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی میں داخل ہو گئے ہیں اور تلبیہ پڑھ رہے ہیں''۔ مواہب لدنیہ میں بھی یوں ہی آتا ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ وضاحت طلب ہے۔ وہ یہ کہ بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ ''گویا میں دیکھ رہا ہوں'' جبکہ مسلم شریف میں ہے کہ ''میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے''۔ یہ دونوں باتیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال علم و یقین کے باعث ہیں۔ یہاں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں کچھ علماء کا خیال ہے کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویاء منامی ہے۔ منامی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے خواب کی حالت میں گزرتے دیکھا۔ یا اس وادی میں تشریف لانے سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بھائی کو دیکھا تھا اور جب اس وادی میں تشریف لائے تو یہ حال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لیے اگر وہ حج پر تشریف لے آئیں تو ایسا ہونے میں کسی قسم کا کوئی امر مانع نہیں ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کا حج بھی اسی سال تھا کیونکہ فخر کونین تاجدار عرب و عجم سیّد الانبیاء علیہم السلام اس سال بذات خود حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ سبحان اللہ ۔ جبکہ علماء کرام کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں انکی ارواح مبارکہ منتقل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ان ارواح کا جسم میں آجانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حسب خواہش جہاں تشریف لے جانا چاہیں جا سکتی ہیں۔ اس بات کا ثبوت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج پر

تشریف لے جانا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اسراء کی رات جب فخر دوعالم ہادی بے کساں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسراء کے دولہا اپنے مالک حقیقی کی طرف راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیے تشریف لے جارہے تھے تو آپ علیہ السلام نے سفر کے دوران سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبرانور جو کہ سرخ پہاڑ کے ٹیلے پر تھی اُس میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اتنا ہی نہیں بلکہ السلام علیکم بھی ہوئی پھر آسمانی سفر کے دوران آسمان پر بھی سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات فرمائی۔ یہ مقام مرتبہ انسانی عقول کے احاطے سے باہر ہے۔ (واللہ اعلم)

از: صحیح بخاری شریف، مواہب لدنیہ، مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔624، وغیرہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور مقام سرف پر ہی تھے کہ اُس جگہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آ گیا انہوں نے رونا شروع کر دیا یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم کیوں رو رہی ہو تمہیں حیض آ گیا ہے۔ اس میں غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے پہلے ہی تحریر کر دیا ہے۔ کہ اگر دوران حج ان کو حیض آ جائے تو پھر بھی وہ تمام اعمال سرانجام دے سکتی ہیں جو حجاج کرام سرانجام دیتے ہیں۔ صرف ایک عمل سرانجام نہیں دے سکتی۔ وہ طواف خانہ کعبہ ہے کیونکہ حائضہ عورت کا مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ جبکہ بیت اللہ شریف مسجد ہے اس لیے تم وہاں داخل نہیں ہو سکتیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمرہ ادا کرنے کی نیت سے احرام باندھا تھا مگر اس حالت میں کیونکہ وہ عمرہ ادا نہیں کر سکتی تھیں اس لیے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عمرہ حج میں داخل فرمانے کا حکم دیا تاکہ وہ قارن بن جائیں جبکہ حضور علیہ السلام بذاتِ خود قارن تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) غسل کر لو اور پھر احرام باندھ لو۔"

(مسئلہ) یہاں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حائضہ و نفساء عورتیں اس حالت میں احرام باندھ سکتی ہیں۔ مگر اس سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت قیس کا حال تھا۔ جب انہوں نے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنم دیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ذی طویٰ میں رات بسر فرمائی یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی پھر آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ (از: بخاری شریف۔)

مسلم شریف میں کچھ اضافہ کے ساتھ حضرت یحییٰ بن سعید القطان کی حدیث آتی ہے فرمایا حضور علیہ السلام نے صبح کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا صبح کی نماز ادا فرمائی آپ علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلے کے پاس تھی۔ آپ علیہ السلام اُس پہاڑ کی پست زمین کی طرف اپنا رخ انور

فرمایا جو کعبہ مکرمہ کی جانب آپ علیہ السلام اور طویل پہاڑ کے درمیان واقع تھا۔ یہاں آپ علیہ السلام نے ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام ذی طوی پہنچے جو مکہ مکرمہ کے بالکل قریب ہے۔ اور حرم سے جڑا ہوا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تلبیہ کہنا بند فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام اپنے مقصد تک پہنچ چکے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہاں رات بسر کی جب صبح طلوع ہوئی تو آپ علیہ السلام نے نماز فجر ادا فرمائی۔ جو شخص ان جگہوں کو جن کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ پیار و محبت سے بصیرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اُس کو ان جگہوں کی پہچان ضرور ہو جائے گی۔ جہاں آپ علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی خاطر غسل فرمایا۔ اپنی سواری پر تشریف فرما ہوئے جب سورج بلند ہوا تو آپ بطحا کی بلند گھاٹی کی جانب سے حجون کے راستے اعلانیہ 4 ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حجون مکہ کے اس قبرستان کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نام جنت المعلیٰ بھی ہے۔ اس جگہ پر ایک پہاڑ بھی ہے جسے کدایہ کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا یہ سفر نو (9) دن میں طے ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ دن کی روشنی میں اعلانیہ مکہ مکرمہ میں اس لیے داخل ہوئے تا کہ لوگ آپ علیہ السلام کو داخل ہوتا دیکھ سکیں اس سے پہلے فتح مکہ کے وقت بھی آپ علیہ السلام اعلانیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ میں سحر کے وقت داخل ہونا چاہیے کیونکہ یہ وقت بڑا ہی منور اور مبارک ہوتا ہے۔ اس وقت کی نورانیت اور مبارکہ ہونا اپنی جگہ پر لیکن چاشت کے وقت کی جو جلالت اور قدر ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی یا عمرہ ادا کرنے والا رات کے وقت بھی مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ امام تھے اور آپ علیہ السلام کو یہ ہی محبوب تھا کہ دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوں تا کہ آئندہ لوگ آپ علیہ السلام کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے رہیں۔ آپ علیہ السلام بطحا کی بلند گھاٹی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور نچلی گھاٹی سے باہر تشریف لائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باب شیبہ پر پہنچے جس کو باب السلام بھی کہتے ہیں اس وقت آپ علیہ السلام نے اپنی مبارک آنکھوں سے خانہ کعبہ کو دیکھا اور دعا پڑھی۔

"اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَمَھَابَۃً۔ چند روایات میں یوں بھی آتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّ تَعْظِیْمًا وَ تَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً"

پھر آخر میں ارشاد فرمایا:۔

" مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَ تَکْرِیْمًا وَ تَشْرِیْفًا وَتَعْظِیْمًا وَ بِرًّا "

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف کو دیکھتے تو دونوں ہاتھ مبارک بلند فرما کر ارشاد فرماتے:

ترجمہ: اے اللہ اس گھر (بیت اللہ) کی تشریف وتعظیم وتکریم وہیبت میں اضافہ فرما اور جو شخص اس گھر کو شرف وعظمت دے اور جو اس کا حج یا عمرہ کرے تو اس کی تشریف وتکریم اور تعظیم ونیکی میں اضافہ فرما دے"۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے عن ابی سعید شامی عن ملموسل اس کا ایک مرسل شاہد ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اپنے ہاتھ بلند فرما کر با آواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا "اے اللہ تو سلامتی والا ہے۔ اور سلامتی تیری طرف سے آتی ہے۔ پس اے ہمارے رب تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ اس گھر کی تشریف وتعظیم تکریم وہیبت اور نیکی میں اضافہ فرما دے اور جو شخص اس کا حج کرے اور عمرہ کرے اس کی تشریف تعظیم وتکریم اور نیکی میں اضافہ فرما دے"۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار (4) ذی الحجہ الحرام یکشنبہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

از: صحیح بخاری شریف۔ صحیح مسلم شریف، مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ؛

طبقات ابن سعد، جلد۔1۔ صفحہ 460

مدارج النبوّت جلد۔2۔ صفحہ۔625

البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔273

شرح المواہب جلد۔3۔ صفحہ۔105

موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مسند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ۔

طواف کعبہ مکرمہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد الحرام میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام سیدھے خانہ کعبہ کی طرف چلتے گئے۔ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تحیۃ المسجد ادا نہ فرمائی بلکہ طواف کعبہ کیا۔

جب آپ علیہ السلام حجر اسود کے سامنے تشریف لے گئے تو آپ علیہ السلام نے استلام فرمایا اور حجر اسود کو بوسہ دیا اس موقعہ پر رفع یدین نہ کیا۔ بوسہ دینے کے بعد آپ علیہ السلام نے طواف شروع کیا کعبہ مکرمہ کو اپنے بائیں ہاتھ رکھا۔ یہ طواف۔ طواف قدوم ہے۔ اس طواف کو طواف تحیۃ بھی کہا جاتا ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آپ علیہ السلام نے دُعا فرمائی اس کے علاوہ اور کسی دوسرے مقام پر دعا فرمانا ثابت نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام جو دعا پڑھتے تھے وہ یہ تھی۔ (سورۃ البقر آیت 201)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مذکورہ دعا سے پہلے یہ آیت شامل کرنا تحریر ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَ الْاٰ خِرَةِ

طواف کے دوران پہلے تین پھیروں (چکروں) میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجیل (یعنی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے جیسے پہلوان کشتی کے وقت چلتے ہیں) اس عمل کو "رمل" بھی کہا جاتا ہے۔ طواف کے دوران سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چال مبارک کو اضطباع کی حالت میں کیا ہوا تھا۔ (اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارکہ دائیں بغل مبارکہ سے نکال کر بائیں کندھے مبارک پر ڈالی ہوئی تھی) آخری چار پھیرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ رفتار سے لگائے۔ ہر چکر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود کے سامنے تشریف لے جاتے اور اُس عصاء کی مدد سے جو آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک میں پکڑا ہوا تھا اسود کی طرف اشارہ فرماتے پھر اس لکڑی کو چومتے۔ لکڑی کا یہ عصاء سرکج سے بنا ہوا تھا اس کی شباحت صولجان سے ملتی جلتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عصاء کا جو سرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں تھا یعنی پکڑنے کی جگہ وہ ٹیڑھی تھی۔ اکثر آپ علیہ السلام یہ عصاء اپنے مبارک ہاتھوں میں رکھتے تھے اُس وقت بھی عصاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔ اُس عصاء کے نچلے حصہ پر شام (دھاتی چھلا) چڑھی ہوئی تھی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کے گوشے میں واقع رکن یمانی کی طرف اس عصاء سمیت اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرماتے مگر ہاتھ مبارک یا عصاء کو بوسہ دینا اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے (واللہ اعلم)

طواف کعبہ مکرمہ کے بارے میں کچھ روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست اقدس سے استلام کرتے تھے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام استلام فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے تھے۔ "بسم اللہ ۔ اللہ اکبر" کبھی اپنی پیشانی مبارکہ بھی رکھتے تھے جیسے سجدہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد بوسہ دیتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مقام پر اپنے لب مبارک مس فرمائے اُس مقام پر بوسہ دینے اور اپنے لب رکھنے میں جو لذت و سرور حاصل ہوتا ہے اُس کیفیت کو عشاق اور طالب حق ہی جان سکتے ہیں۔ یہ وہ سرور۔ کیف اور وجد کا عالم ہوتا ہے جو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں اور نہ ہی احاطہ تحریر میں لایا جاسکتا ہے دعا ہے خداوند کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تمام سچے پکے عاشقوں کو اس در کی حاضری نصیب فرمائے آمین اور اُن حاضری دینے والوں میں اس گنہگار کا نام بھی بار بار درج ہو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کے بعد مقام ابراہیم پر تشریف لائے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مقام ابراہیم وہ جگہ ہے وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مکرمہ کی تعمیر فرمائی اور یوں آپ علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان اُس پتھر پر موجود ہیں جو قیامت تک حج کرنے والوں کے لیے زیارت گاہ

رہیں گے۔ دو رکعت ادا فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ سورۃ البقر آیت 125

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

ترجمہ:۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ''

نماز ادا فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ شریف کے درمیان رکھا۔

(مسئلہ) احناف کے نزدیک یہی واجب ہے کہ طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے۔ ویسے تو یہ دو رکعت مسجد میں جس جگہ چاہیں ادا کر سکتے ہیں جائز ہے۔ مگر مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ "قُلْ يَـا اَيُّهَـا الْـكَـا فِـرُوْن" پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" پڑھنی چاہیے یہ افضل ہے۔

دو رکعت نماز ادا فرمانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حجر اسود کو استلام کیا اور اُس کے بعد صفا پہاڑ پر تشریف لے آئے۔ جب کوہ صفاء پر پہنچے تو آپ علیہ السلام نے یہ سورۃ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (سورۃ البقر آیت 158)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

ترجمہ:۔ ''بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں''۔ (البقر 158) اس کے بعد ارشاد فرمایا ''جس طرح اللہ نے بیان فرمایا ہے میں اُسی طرح عمل شروع کرتا ہوں'' یہ فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام کوہ صفا پر اُس جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں سے کعبہ مکرمہ دکھائی دے۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ اقدس کعبہ کی طرف تھا اور آپ علیہ السلام نے تکبیر کہی پھر فرمایا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ"

اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لنا ذنوبنا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا.

اس کے بعد آپ نے تین دفعہ مذکورہ تہلیل کہی۔ اس کے درمیان آپ علیہ السلام دعا بھی فرماتے رہے اور پھر کوہ صفاء سے نیچے تشریف لے آئے۔

موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔ جس میں

انہوں نے کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موقعہ پر جب کوہ صفاء پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَاِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَاَسْئَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامَ اِنْ تَنْزِعَہ مِنِّی حَتّٰی یَتَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِم" "۔

کوہ صفاء سے اُتر کر حضور علیہ السلام کوہ مروہ پر تشریف لے گئے کوہ صفاء اور کوہ مروہ کے درمیانی فاصلے سے گزرتے وقت آپ علیہ السلام یہ فرماتے جاتے تھے۔

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ لَا غَفَرَ الْاَکْرَمْ"

کوہ صفاء سے اُتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعی فرمائی اور پھر جب وادی میں تشریف لائے تو بہت آہستگی سے چلنے لگے۔ سعی شروع کرنے کے نشان کو حرم پاک کی دیوار پر علامت کے طور پر لگا دیا گیا ہے۔ تا کہ حج کرنے والے کسی مشکل کا سامنا نہ کریں یہ نشان آج بھی موجود ہے۔ اس نشان کو "بَیْنَ الْمِیْلَیْنِ الْاَ خْضَرَیْنِ" کہا جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے سات چکر پورے فرمائے۔ ہر بار جب آپ علیہ السلام مروہ پر آتے تو وہی دعا جو صفاء پر فرمائی تھی پوری کرتے اس طرح آپ علیہ السلام نے مروہ پر اپنا ساتواں چکر مکمل کیا۔ اب ہر حج کرنے والا مسلمان صفاء سے چکر شروع کرتا ہے اور مروہ پر ساتویں چکر کا اختتام کرتا ہے۔ جب آپ علیہ السلام سعی فرما چکے تو اس وقت تک لوگوں کا بہت ہجوم وہاں اکٹھا ہو چکا تھا اُن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کو ہمراہی کا شرف حاصل تھا اور وہ سعی کر رہے تھے جبکہ ہجوم میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اپنے گھروں سے اس مقصد کے لیے نکل آئے تھے کہ فخر موجودات آقائے دو جہان تاجدار عرب و عجم شاہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر سکیں۔ اس موقعہ پر عورتیں مرد، بوڑھے، بچے سب ہی گھروں سے باہر آئے تھے۔ بھیڑ کی وجہ سے حضور علیہ السلام اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو گئے۔ اُس موقع پر لوگ کہہ رہے تھے۔ ھٰذَارَسُوْلُ اللہ ۔ ھٰذَامُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کے ادب کا یہ حال تھا کہ اس قدر جم غفیر میں کسی قسم کا شور یا دھکم پیل کا مظاہرہ نہیں ہوا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعی سے فراغت پا چکے تھے چنانچہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جو لوگ اپنے ہمراہ ہدی کے جانور نہیں رکھتے وہ احرام کھول دیں" کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے احرام سے باہر نکلنے کو گراں خیال کیا اُس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر میں ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا تو میں بھی احرام کھول کر حلال ہو جاتا"۔ اُسی موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یمن بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے گئے تھے مکہ مکرمہ حاضر خدمت ہوئے۔ اُن کے ساتھ ہدی کے اونٹ بھی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "یہ اونٹ کس نیت سے لائے ہو" عرض کیا "اِھْلاً لاَ کَاِ ھْلاَلِ النَّبِی" یعنی آپ کے جانوروں کی مانند میں بھی یہ جانور قربانی کے واسطے لایا ہوں پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے حج کا احرام باندھا ہے۔ اس لیے اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم بھی احرام میں ہی رہو"۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جانور اپنے ہمراہ مدینہ منورہ سے بغرض قربانی لائے تھے وہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لائے ہوئے جانور ملا کر انکی تعداد ایک سو (100) بن گئی تھی۔

صفا اور مروہ کے درمیان طواف کی تشریح

گو ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا ذکر کر چکے ہیں لیکن احادیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعی کے بیان میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف سے بیان شدہ تشریحات موجود ہیں اس لیے ان کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس سلسلے میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کی ہوئی ایک طویل حدیث صحیح مسلم میں آتی ہے۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام کے طواف کعبہ اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعت نماز ادا کرنے کا حال بیان کرنے کے بعد مزید ارشاد فرمایا ہے کہ طواف کعبہ سے فارغ ہو کر آپ صفاء کے قریب تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے سورۃ البقرآیت 158

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

کی تلاوت کی اور فرمایا "میں اُس سے آغاز کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز کیا ہے"۔ اس کے بعد آپ صفاء پر چڑھ گئے اور بیت اللہ شریف کی طرف چہرہ انور کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید وتکبیر بیان کی پھر دعا فرمائی۔ (وہ دعا ہم پہلے مکمل ذکر کر چکے ہیں) تین بار یہ دعا فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام صفاء سے نیچے تشریف لے آئے اور جب وادی میں آپ کے پاؤں مبارک ٹک گئے تو آپ دوڑ پڑے پھر جب مروہ کی چڑھائی آئی تو آپ علیہ السلام نے چلنا شروع کر دیا اس طرح مروہ پر تشریف فرما ہونے کے بعد وہی عمل اور دعا فرمائی جو صفاء پر فرما چکے تھے۔ اسی طرح حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے عمر بن ہارون بلخی ابوحفص نے بیان کیا کہ ہم سے ابن جریج نے بنی یعلیٰ بن امیہ کے ایک آدمی نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفاء اور مروہ کے درمیان اپنی نجرانی چادر میں حالت اضطباع میں دیکھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حبیبہ بنت تجزأۃ سے روایت کی ہوئی حدیث میں کہا ہے کہ میں نے حج کے موقعہ پر سعی کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ صفا و مروہ کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوڑ رہے تھے یہاں تک کہ دوڑ کی شدت سے میں نے آپ علیہ السلام کے دونوں گھٹنوں کو دیکھا اُس وقت آپ تہبند باندھ رہے تھے اور فرما رہے تھے "لوگو دوڑو بے شک اللہ

تعالیٰ نے تم پر دوڑ کو فرض کیا ہے''

سُنن نسائی میں شیبہ کی اُمّ ولد سے روایت ہے کہ اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمار ہے تھے کہ ''درست نالے کو قطع نہیں کیا جائے گا'' اس حدیث میں دوڑنے سے مراد تیز ہونا یا دوڑنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا ہم پر قطعی فرض نہیں کیا بلکہ اگر انسان ساتوں چکروں میں ان دونوں یعنی صفاء اور مروہ کے درمیان آہستگی سے چلے اور صرف ''میلین'' کی جگہ پر تیز چلے تو حاجی کے لیے یہ بات کافی ہے۔ علماء کی کثیر جماعت نے اس پر اکتفا کیا ہے اور کسی قسم کا اختلاف نہیں کیا۔ مقام ''زمزم'' سے مراد وہ مقام ہے۔ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک ایڑھیاں رگڑنے کی وجہ سے قدرت نے زمین سے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا تھا اور پھر وہ پانی بہہ کر اس نشیب کی طرف آیا جسے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زمزم زمزم کہہ کر روک دیا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاء اور مروہ کے طواف کے بیان میں ترمذی میں حدیث آتی ہے جس کو انہوں نے اہل علم سے نقل کیا ہے۔ پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے ابن فضیل نے عطاء بن السائب سے بحوالہ کثیر بن جھمان بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف صفا اور مروہ کے دوران دوڑ کی جگہ چلتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی بجائے چلتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا اگر میں دوڑوں تو میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوڑتے ہوئے بھی دیکھا اور اگر میں چلوں تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو چلتے ہوئے بھی دیکھا اور میں ایک بہت بوڑھا آدمی ہوں۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر العمری کی حدیث سے نافع سے بحوالہ ابن عمر روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صفاء اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو ''میلین الاخضرین'' میں دوڑتے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفاء سے اُترے اور جب وادی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم ٹک گئے تو آپ علیہ السلام دوڑ پڑے اور جب آپ علیہ السلام چڑھے تو چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ تک تشریف لے آئے۔ یہ وہ بات ہے جسے تمام علماء پسند کرتے ہیں یعنی صفاء اور مروہ کے درمیان سعی و دوڑنا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مختصراً طواف صفاء و مروہ کے دوران دوڑنا یا چل کر چکر لگانا دونوں طریقے ثابت ہیں (واللہ اعلم)۔

از: صحیح بخاری و صحیح مسلم، ترمذی، سنن ابوداؤد،

سنن نسائی، مسند امام احمد، طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ 461

البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 275 تا 277،

مدارج النبوت جلد۔2۔صفحہ۔628 تا629، وغیرہ۔

حجر اسود کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان

امام بخاری نے صحیح بخاری میں بیان کیا ہے کہ مجھے سفیان نے عن اعمش، عن ابراہیم عن عابس بن ربیعہ بن عمر بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا "مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ کسی کو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ اگر میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ مسلم شریف میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو یحییٰ بن یحییٰ، ابوبکر بن ابی شیبہ، زہیر بن حرب اور ابن ابی نمیر سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابومعاویہ سے عن اعمش عن ابراہیم عن عابس بن ربیعہ روایت کیا ہے کہ میں نے "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا آپ ارشاد فرما رہے تھے مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا"۔

اسی طرح حضرت امام احمد بیان کرتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عبید اور ابومعاویہ نے بیان کیا کہ ہم سے اعمش نے ابراہیم بن عابس بن ربیعہ سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجر اسود کے پاس دیکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے۔ تو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا''۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریب ہو کر اسے بوسہ دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ عمل کا ذکر کرنا اس لیے ضروری خیال کیا تا کہ اہل حق کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مقدسہ پر بے چون وچراں عمل کرنا ثابت کیا جا سکے۔ غور کا مقام ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت جن کے بارے میں مسلمان تو مسلمان دنیا کے دیگر تمام مذاہب کے دانش ور و عاقل متفقہ طور پر تحریر کرتے ہیں کہ ''اگر اسلام میں ایک عمر اور پیدا ہو جاتے تو پھر کائنات میں ہر سو اسلام کا ہی راج ہوتا''۔ ایسی زبردست شخصیت میں اتنی ہمت نہ تھی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک کے خلاف سر مو اختلاف کر سکتے۔ مگر نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کے خود ساختہ دانش ور۔ اہل قلم اور محققین کہلوانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مقدسہ پر عمل کرنا تو ایک طرف۔ ذات اقدس میں ہی عیب تلاش کرتے رہتے ہیں دعا ہے۔ اللہ کریم ان کو عقل استعمال کرنے کی توفیق دے وہ لوگ اپنی ان حرکات سے دنیا میں ہی توبہ کرنے کے بعد باز آ جائیں ورنہ یاد رکھیں اُن کے لیے جہنم کا دردناک عذاب منتظر ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حلال ہونا۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے باہر وادی بطحا میں تشریف فرما تھے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے آکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے گزشتہ اوراق میں ہم تفصیلاً ذکر کر چکے ہیں کہ پہلے حضور علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا تھا بعد میں انکی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرما دیا اب شیر خدا اپنا کام ختم کرنے کے بعد سیدھے مکہ مکرمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تا کہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ حج کی سعادت حاصل کرسکیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر اپنی زوجہ محترمہ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دوسرے ان لوگوں کی طرح جو قربانی کا جانور ہمراہ نہیں لے کرآئے تھے حلال دیکھا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرمہ لگایا ہوا تھا اور نئے رنگدار کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنی زوجہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کو ایسا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے۔انہوں نے جواب میں فرمایا مجھے ایسا کرنے کا حکم میرے والد گرامی قدر علیہ السلام نے دیا ہے۔یہ سُن کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حلال ہوگئی ہیں اُنہوں نے سرمہ لگا رکھا ہے اور رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔یہ سُن کر فخر دو عالم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو نے درست کہا ہے۔تو نے درست کہا ہے۔تو نے درست کہا ہے''۔ اس کے بعد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''جب آپ نے حج کو واجب کیا تو کس کی تکبیر کہی تھی''۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے وہ تکبیر کہی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہی تھی۔اس پر سرکار علیہ السلام نے فرمایا ''تو پھر تم حلال نہ ہونا کیونکہ تمہارے پاس بھی قربانی کا جانور ہے'' اس طرح جو جانور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے جو راستے میں خریدے تھے اور جو جانور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے اپنے ہمراہ لائے تھے ان کو اکٹھا کیا تو اُنکی تعداد سو اونٹ تھی۔اس کا مفصل حوالہ اور حال مسلم کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے اور انہوں نے سفیان سے سفیان نے عن عون بن ابی جحفہ عن ابیہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں کشادہ نالے میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اُس وقت آپ علیہ السلام اپنے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔اتنی دیر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک کا باقی پانی لے کر خیمہ سے باہر آئے۔اُس مبارک پانی کو حاصل کرنے والے بے شمار لوگ موجود تھے جنہوں نے وہ مبارک پانی حاصل کیا کچھ نے اپنے کپڑوں پر چھڑک لیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو مبارک کا پانی بلا شک وشبہ پاک ہے جسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے تبرک اپنے کپڑوں پر چھڑکا اور استعمال کیا۔

راوی مزید بیان کرتا ہے کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اس وقت ان کا منہ شمالاً جنوباً بھی جاتا تھا۔اذان سے فارغ ہوکرانہوں نے حضور علیہ السلام کے لیے نیزہ گاڑا پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ جبہ یا سرخ حُلّہ زیب تن کیے باہر تشریف لائے اس طرح گویا میں آپ علیہ السلام کی دونوں پنڈلیوں مبارکہ کی جھلک دیکھ رہا تھا۔پس آپ علیہ السلام نے اپنے نیزے کے پاس ہمیں ظہر اور عصر کی دو دو رکعت پڑھائی۔عورتیں، کتے اور گدھے آگے سے گزر رہے تھے جن کو روکا نہیں گیا تھا۔اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ واپسی تک مسلسل دو رکعت ہی ادا فرماتے رہے۔

سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام کی تمام حلال ہوئیں۔کیونکہ اُن کے پاس ہدی یعنی قربانی کا جانور نہ تھا اس کے بعد تمام وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے حلال ہوئے انہوں نے احرام کھول دیئے اور بعض نے سر بھی منڈوائے چند نے قصر کیا (قصر بالوں کو ترشوانے کا نام ہے) جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سر منڈوائے اُن لوگوں کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اَللّٰھُمَّ اَرْحَمِ الْمُحَلِّقِیْنَ" اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین دفعہ ارشاد فرمائی۔

از: صحیح بخاری۔صحیح مسلم ،
ابن ماجہ، سنن ابوداؤد، مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ،
موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، فتح الباری،
البدایۃ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔300
طبقات ابن سعد۔جلد۔1۔صفحہ۔464،
مدارج النبوت جلد۔2۔صفحہ۔628 تا 629، وغیرہ۔

یوم الترویہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے چار روز گزر گئے یعنی اتوار۔پیر، منگل اور بدھ۔ان ایام میں آپ علیہ السلام کشادہ نالے میں تشریف فرما رہے۔قربانی کا جانور لانے والوں کے علاوہ باقی تمام لوگ حلال ہو گئے۔آٹھ (8) ذوالحجہ جمعرات کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ جانے کے لیے تیار ہوئے جب آفتاب بلند ہوا تو آپ علیہ السلام اُس کے تھوڑے وقفہ بعد یعنی چاشت کے وقت اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر منیٰ

کی طرف روانہ ہوئے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو حلال ہو چکے تھے انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہ آٹھ ذی الحج ترویہ کا دن تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ پہنچ کر ظہر اور عصر کی نمازوں کی امامت فرمائی پھر رات منیٰ میں ہی بسر فرمائی۔ آپ علیہ السلام نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پانچوں نمازیں ادا فرمائیں۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالے سے حدیث بیان کی جو انہوں نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنی۔ اس حدیث کو امام بخاری و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جن کے پاس قربانی کے جانور تھے ان کے علاوہ باقی تمام لوگ حلال ہو گئے ان لوگوں نے بال کٹوائے اور جب اتر ویہ کا روز آیا تو وہ لوگ منیٰ کی طرف آپ علیہ السلام کے جلو میں روانہ ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ آپ علیہ السلام نے منیٰ میں ظہر۔ عصر۔ مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا فرمائیں پھر کچھ دیر اُسی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو چاشت کے وقت آپ علیہ السلام عرفات کی طرف چل پڑے۔ قریش کو یقین تھا کہ آپ علیہ السلام مشعر الحرام کے پاس کھڑے ہوں گے کیوں کہ قریش زمانہ جاہلیت میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشعر الحرام سے آگے گزر کر عرفہ پہنچ گئے۔ وہاں مقام نمرہ پر آپ علیہ السلام کا بالوں والا خیمہ نصب تھا۔ آپ علیہ السلام اُس جگہ اُتر پڑے اور پھر جب سورج ڈھل گیا تو حکم فرمایا کہ ''میری اونٹنی قصویٰ کو حاضر کیا جائے'' پس قصویٰ حاضر خدمت کی گئی اُس پر کجاوہ رکھا ہوا تھا حضور علیہ السلام اُس پر سوار ہو کر وادی کے نشیب میں تشریف لائے اور حاظرین سے خطاب فرمایا۔ سنو اے لوگو کہ:

"تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس ماہ میں اور اس شہر میں تمہارے آج کے دن کی حرمت ہے۔ آگاہ رہو۔ زمانہ جاہلیت کی تمام چیزیں اور باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ جاہلیت کے تمام خون ساقط ہیں۔ اور میں اپنے خونوں میں سے سب سے پہلے ابن ربیعہ بن الحارث (بن عبد المطلب) کے خون کو ساقط کرتا ہوں۔ جو بنو سعد میں دایہ تلاش کرتا پھرتا تھا اور ہذیل نے اُسے قتل کر دیا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت کے سود بھی آج کے بعد ساقط ہیں اسی طرح میں اپنے سودوں میں سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب کے سود کو ساقط کرتا ہوں۔ اب وہ سب کا سب ساقط ہے۔ اور عورتوں کے بارے اللہ سے ڈرو تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی سے ہی اُن کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا اُن پر یہ حق ہے کہ تم جسے پسند نہیں کرتے وہ تمہارا بستر پامال نہ کرے (یعنی غیر مرد کو اپنے قریب جگہ نہ دیں) پس اگر وہ ایسا کریں تو اُنہیں ایسی ضرب لگاؤ جو سخت دکھ دہ نہ ہو اور اُن کا تم پر یہ حق ہے کہ تم معروف طریقہ کے مطابق اُن کی خوراک اور لباس کا خیال رکھو۔ اور میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں

ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا پس اُس وقت تم کیا کہو گے؟'' حاضرین نے عرض کیا ہم کہیں گے گواہی دیں گے کہ آپ علیہ السلام نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور اپنا فرض رسالت ادا فرما دیا ہے۔ اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اُٹھا کر لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تین دفعہ فرمایا ''اے اللہ گواہ رہ۔ اے اللہ گواہ رہ۔ اے اللہ گواہ رہ''

یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارک تحریر کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ اصل مقصد منیٰ کے مقام پر آپ علیہ السلام کا قیام کرنا بتانا تھا اس سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بطور دلیل لانی پڑی اور کیونکہ اس حدیث میں خطبہ مبارک کا ذکر بھی موجود ہے اور حدیث بیان کرتے ہوئے حکم بھی یہی ہے کہ حدیث کے مکمل الفاظ بیان کئے جائیں ورنہ آپ علیہ السلام کا کائنات پر محیط پر مغز خطبہ جو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا اس کا مکمل اور مفصل حال آئندہ چل کر اپنے مقام پر تحریر کیا جائے گا۔

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منیٰ)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ عمرو بن خارجہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ علیہ السلام اونٹنی پر سوار تھے میں قصویٰ کے منہ کے نیچے کھڑا تھا اونٹنی مبارکہ اُس وقت جگالی کر رہی تھی اور اُسکا مبارک لعاب میرے دونوں شانوں کے درمیان بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اللہ نے ہر انسان کے لیے میراث میں اُس کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ اس لیے وراثت کے لیے وصیت جائز نہیں۔ خبردار بچہ صاحب فراش کے لیے ہے۔ (یعنی عورت جس کی منکوحہ ہے جس کی بیوی ہے بچہ اُس خاوند کا ہی ہوگا) اور بدکار کے لیے پتھر ہے۔ وہ شخص جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا کوئی آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے والوں سے منہ پھیر کے دوسروں کا آزاد کردہ غلام ہونے کا دعویٰ کرے تو اُس پر اللہ کی اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے"۔

از طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 468

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میدان عرفات میں دعائیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میدان عرفات میں تشریف فرما تھے تو کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید آپ علیہ السلام روزے سے ہیں اُس موقعہ پر حضرت اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ تھیں انہوں نے دودھ کا ایک پیالہ حضور علیہ السلام کی طرف بھیجا آپ علیہ السلام اُس وقت اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ آپ علیہ السلام نے وہ دودھ کا بھرا ہوا پیالہ اس انداز سے نوش

فرمایا کہ سب لوگ جان گئے اور انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ سرکار روزے سے نہیں ہیں۔ اس حدیث پاک کو تمام محدثین نے مختلف راویوں کے حوالے سے بیان کیا ہے جن میں سے چیدہ چیدہ کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ یحیٰ بن سلیمان نے ہم سے بحوالہ ابن وہب بیان کیا کہ مجھے عمرو بن الحارث نے عن بکیر عن کریب عن میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خبر دی کہ عرفات میں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزے کی بابت شک ہوا تو میں نے اُس وقت دودھ دوھنے کا برتن آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اُس وقت حضور علیہ السلام موقف میں تشریف رکھتے تھے پس آپ علیہ السلام نے لوگوں کے دیکھتے دیکھتے اس سے پیا"۔

امام مسلم نے اسی سلسلے میں بحوالہ ابن وہب روایت کی ہے وہ حدیث ہم اسی باب کی ابتداء میں بیان کر چکے ہیں پھر ایک دوسری جگہ پر"امام بخاری نے بھی بیان کیا کہ عبداللہ بن یوسف نے ہمیں خبر دی کہ مالک نے ہمیں نضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ عن عمیر مولیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ لوگوں نے عرفہ کے روز ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزے کے بارے میں شک کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے آج روزہ رکھا ہوا ہے اور بعض نے کہا آج آپ علیہ السلام روزہ دار نہیں ہیں۔ یہ سُن کر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا جسے آپ علیہ السلام نے اپنی سواری پر تشریف فرما رہتے ہوئے ہی پی لیا"۔ امام مسلم نے اسی حدیث کو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث حضرت اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن ہیں ان دونوں کا جو یہ واقعہ الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ اصل میں یہ واقعہ ایک ہی ہے۔ (اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے)

"حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے میدان عرفات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضری دی۔ اُس وقت وہ انار تناول فرما رہے تھے سائل نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے سے نہیں ہیں فرمایا"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ آج کے روز افطار کیا تھا اور اُم الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا تا کہ آپ روزہ افطار کر لیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ کا بھرا ہوا پیالہ نوش فرمایا"۔

"ابو حاتم محمد بن حبان البستی نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے یوم عرفہ کے روز پوچھا گیا کہ روزہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو روزہ نہیں رکھا تھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی حج کیا ہے آپ نے بھی یوم عرفہ کا کوئی روزہ نہیں رکھا تھا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا تھا اور میں بھی یہ روزہ نہیں رکھتا اور نہ ہی اس روزہ کو رکھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے منع کرتا ہوں"۔

علماء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ مسنون ہے لیکن اُن لوگوں کے لیے نہیں ہے جو عرفات میں ٹھہرے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عرفات میں اگر انہوں نے روزہ رکھ لیا تو ممکن ہے ان کو کسی قسم کی کمزوری لاحق ہو جائے اور پھر یہ کمزوری ذکر واذکار میں رکاوٹ کا سبب بن جائے (واللہ اعلم)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان عرفات میں ہی روزہ افطار فرمایا پتہ چلا کہ اُس مقام پر روزہ افطار کرنا روزہ رکھنے کی بجائے افضل ہے۔ روزہ رکھنے سے کمزوری کا اندیشہ ہے جبکہ روزہ نہ رکھنے سے یہ اندیشہ نہیں رہتا اور اس طرح دعائیں مانگنے میں مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔ جو اس مقام پر ٹھہرنے کا اصل مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال سے لے کر غروب آفتاب تک اپنی سواری پر ہی تشریف فرما رہے تھے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دعا کے لیے ہاتھ مبارک اُٹھائے۔ آپ علیہ السلام کے ہاتھ مبارک سینہ اقدس کے برابر تھے جیسے کہ مسکین لوگ مانگنے کے دوران اپنے ہاتھوں کو رکھتے ہیں۔ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی دُعائیں مروی ہیں جن میں سے چند ایک یہاں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس روز جو دعا میرے اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کے نزدیک پڑھنے کے لیے افضل ہے وہ دعا یہ ہے پھر ارشاد فرمایا" لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ'' "

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یزید یعنی ابن عبدربہ الجرجسی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے بقیہ بن الولید نے بیان کیا کہ مجھ سے جبیر بن عمرو لعقرشی نے عن ابوسعید انصاری عن ابی یحییٰ مولیٰ آل الزبیر بن العوام عن الزبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سُنا۔ سورۃ آل عمران آیت 18

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۤئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ ''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں (انبیاء واولیاء) نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا''۔

اور فرمایا ''اے میرے رب میں اس کے گواہوں میں سے ہوں''۔

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں بیان کرتے ہیں کہ عبدالقاہر بن السری نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی اُمت کے لیے رحمت اور مغفرت کی خوب اور خوب دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک دوسرے پر ظلم کرنے والوں کے سوا سب کی مغفرت کر دوں گا۔ اب رہے اُن کے وہ گناہ جو مجھ سے اور اُن سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی میں نے بخش دیئے ہیں''۔ حضور علیہ السلام نے عرض کیا۔''اے میرے رب تو اس مظلوم کو اس ظلم سے بہتر بدلہ دینے کی قدرت رکھتا ہے اس لیے اُس ظالم کو بھی بخش دے''، پس اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عرض کا اُسی شام جواب وحی نہ فرمایا پھر مزدلفہ کی صبح بھی حضور علیہ السلام نے یہی عرض فرمایا جواب میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے فرمایا''اے میرے پیارے میں نے اُنکو بھی بخش دیا'' یہ جواب سُن کر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا پڑے۔ اُس وقت ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اُس گھڑی مسکرائے ہیں جب آپ مسکرایا نہیں کرتے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا''میں خدا کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرایا ہوں۔ اس خبیث نے جب یہ سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف مقبولیت عطا فرمایا ہے تو وہ ہلاکت وتباہی کی دعا کرتا ہوا گر پڑا اور اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا''

میدان عرفات میں دعاؤں سے فارغ ہونے کے بعد سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے نیچے تشریف لے آئے پھر حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم فرمایا کہ''اذان کہو'' انہوں نے حکم پر عمل فرمایا پھر اقامت کہی گئی اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر وعصر کی دونوں نمازیں اکٹھی قصر کے ساتھ دو اقامت کے ساتھ ادا فرمائیں۔ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل ادا نہ فرمائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقوف میں جلدی کی جائے تا کہ دعائیں مانگنے کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت میسر آسکے۔ فقہ حنفی میں حضرت نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بین الصلوٰتین کا اکٹھا کر کے پڑھا جانا صرف اُسی عرفات کے دن کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

از: صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک،
سنن ابوداؤد۔ حضرت امام احمد، حافظ بیہقی، حضرت امام شافعی،
ابوداؤد، طیالسی، امام ترمذی، طبقات ابن سعد،
البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔304، 315،
مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔632 تا 633۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارک۔ میدان عرفات۔

یا

میدان عرفات میں خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں 9 ذی الحج کو صبح تک قیام فرمایا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور

فجر کی نمازیں وہیں ادا فرمائیں اس کے بعد اتنی دیر تک منیٰ میں ہی تشریف فرما رہے جب تک سورج طلوع نہ ہو گیا 9 ذوالحجہ جمعہ کے دن۔ چاشت کے وقت عرفات کی طرف محوسفر ہوئے اور زوال کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے۔ ناقہ پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا فرمائیں۔ پھر موقف میں تشریف لائے۔ وادی نمرہ میں آپ علیہ السلام کا چمڑے سے بنا ہوا خیمہ نصب کیا گیا جس میں آپ علیہ السلام نے قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھلنے کے قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''میری ناقہ (اونٹی یعنی اونٹنی) قصویٰ پر کجاوہ کس دیا جائے''، حکم مبارک کی تکمیل کی گئی اور یوں آپ علیہ السلام سوار ہو کر وادی کے بطن میں تشریف لائے۔ اُس وقت آپ علیہ السلام کے گرد شمع رسالت کے پروانوں کا جم غفیر موجود تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے انسانوں کے سمندر کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب تھی بعض روایات میں ایک لاکھ چوالیس ہزار تعداد بھی آتی ہے مگر جمہور پہلی تعداد پر متفق ہیں (واللہ اعلم) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ایک نہایت ہی بلیغ اور جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ مبارک کی جامعیت کے بارے میں قلم اُٹھانا انسانی عقل وشعور سے باہر ہے مگر یہاں آپ علیہ السلام کے ثناخوانوں میں نام درج کرانے کے سعادت حاصل کرنے کے لیے خطبہ مبارک کے الفاظ تحریر کر رہے ہیں دعا ہے۔ خداوند کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقے ان کو شرف مقبولیت بخشتے ہوئے مجھ گناہگار کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ مبارک ارشاد فرمایا اُس میں مسلمانوں کے لیے احکام اور قواعد بیان فرمائے بلاشبہ مسلمان ان احکامات اور قواعد سے پہلے ہی باخبر تھے اس جگہ ان کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو موکد اور موید کیا جائے اور یوں شرک وجاہلیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور یوں زمانہ جاہلیت کی تمام رسومات کو فنا کر دیا جائے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک سے پہلے اول خداوند کریم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے (رسول علیہ السلام) کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔'' ''لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے کہ تم الگ الگ پہچانے جا سکو''۔ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وبزرگی والا وہی ہے جو زیادہ ڈرنے والا ہے''۔ ''چنانچہ اس

آیت کی روشنی میں نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو عرب پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ انسان سارے ہی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے دعوے اور مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بس بیت اللہ کی تولیّت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ حالہ باقی رہیں گی۔"

پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں اور اگر ایسا ہوا تو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ قریش کے لوگو! اللہ نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر و مباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔"

"لوگو! تمہارے جان و مال اور عزّتیں ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام کر دی گئیں ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسے تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذی الحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے تم سب اللہ کے سامنے پیش ہو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت باز پُرس فرمائے گا۔ دیکھو کہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں ہی کشت و خون کرنے لگو۔ اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے"۔

"لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ ہاں غلاموں کا خیال رکھو۔ انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔ بچہ اُسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا پتھر ہے۔ حساب و کتاب اللہ کے ہاں ہوگا۔ جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا اُس پر اللہ کی لعنت۔ قرض قابل ادائی ہے عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی ہو گی۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے وہ تاوان ادا کرے کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے۔ سوائے اس کے جس پر اس کا بھائی راضی ہو اور خوشی خوشی دے۔ خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔ عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی بغیر اجازت کسی کو دے۔"

"لوگو! میری بات سمجھ لو۔ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر اس پر قائم رہے اور وہ اللہ کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو دینی معاملات میں حد سے نہ گزرنا اس سے بچنا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہیں باتوں کے سبب ہلاک کر دیئے گئے۔ شیطان کو اب اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اُس کی اِس شہر میں عبادت کی جائے گی۔ لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنہیں تم کم اہمیت

دیتے ہو اُس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے۔ اس لئے تم اُس سے اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کرنا۔ اب مجرم خود ہی اپنے جُرم کا ذمّے دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا''۔

''اے لوگو جو میں کہتا ہوں اس کو غور سے سنو غالباً آئندہ سال میں تم سے شاید نہ مل سکوں۔ تمہاری جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور اس شہر کی حرمت ہے''۔ (آپ علیہ السلام کی مراد عرفہ کا دن۔ ذی الحجہ کا مہینہ اور مکہ مکرمہ کا شہر تھا)۔ پھر مزید ارشاد فرمایا ''زمانہ جاہلیت میں رائج شدہ تمام چیزیں میرے پاؤں کے نیچے پامال ہیں''۔ (اس سے آپ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کی تمام رسومات وطور و طریق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باطل قرار ہو چکے۔ یاد رہے عربوں کا یہ معمول تھا کہ وہ جس چیز کو باطل قرار دے دیتے اسے کبھی بھی آئندہ سرانجام نہیں دیتے تھے اور نہ ہی کبھی بھول کر بھی اس کی طرف رجوع کرتے)

آپ علیہ السلام نے فرمایا ''زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف اور ساقط ہو چکے ہیں۔ اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم و معاف کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا ہے''۔ (بنو سعد کا قبیلہ دودھ پلانے کے ضمن میں اہل عرب کے ہاں بڑی شہرت اور قدر و منزلت رکھتا تھا۔ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہی تھے۔ بلکہ آپ علیہ السلام کے صحابی بھی تھے۔ ان کی عمر حضور علیہ السلام سے زیادہ تھی۔ بہر حال حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے ایاس کو بنو سعد کے ہاں دودھ پلانے کی غرض سے بھیجا ہوا تھا انہیں ایام میں بنو سعد اور ہذیل قبیلے (کا نام ہے) کے درمیان جنگ ہوئی۔ دوران لڑائی ایک پتھر ایاس ابن ربیعہ کے آ کر لگا اور وہ اُس ضرب سے جان بحق ہو گئے۔ اس طرح بنو عبدالمطلب بنی ہذیل سے اس خون کے دعویدار تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو اس دعویٰ سے دستبردار فرما دیا۔ (خون معاف کر دینے کو عربی زبان میں ہدر کہتے ہیں۔ یاد رہے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا ان کا تعلق بھی اسی قبیلے یعنی بنی سعد سے ہی تھا)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا ''زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کئے جاتے ہیں۔ یہ تمام سود ختم کئے جاتے ہیں۔ یہ تمام سود ساقط اور لغو چیزیں ہیں مسلمانوں کے لیے صرف راس المال ہے۔ میں اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود ختم کرتا ہوں''۔ (اہل قریش دور جاہلیت میں سود لینے اور دینے کا کاروبار بڑے فخریہ انداز میں کرتے تھے اور پھر ایک دوسرے پر اسی ضمن میں دعویدار بھی تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سودی کاروبار کی لعنت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمارے ہاں اب بھی کچھ لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں جبکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کاروبار کو قیامت تک کے لیے حرام فرما دیا ہے اس نص قطعی کے بعد یہ کاروبار کرنے والے حرام کا ارتکاب کر رہے

ہیں جو یقیناً ان لوگوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نافرمانوں کی فہرست میں شامل کرتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس بدعادت سے محفوظ رہنے کی ہمت عطا فرمائے اور یہ لوگ توبہ کرنے کے بعد اس حرام کام سے باز آجائیں آمین)

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطبہ مبارک میں عورتوں اور مردوں کے حقوق کی بابت ارشاد فرمایا "اے مسلمانو! عورتوں کے حقوق کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو۔ اپنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور لطف وکرم سے پیش آئیں۔ ان کے حقوق کے بارے میں اُن پر ہمیشہ احسان کرتے رہیں۔ تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تم نے عورتوں کو اللہ کی امانت کے ساتھ اپنایا ہے اور پھر ان کے جسم اللہ کی پاک کلام کے ذریعے تم پر حلال ہوئے ہیں۔ اس طرح جو حقوق مرد پر لازم ہیں اُن کا خیال رکھو۔ عورتوں پر تمہارے یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر مرد کو نہ لائیں اور وہ کوئی خیانت نہ کریں کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں۔ اور اگر وہ ایسا کریں تم ان کو مار سکتے ہو مگر سخت مار نہ مارنا۔ تم اپنی عورتوں کا نان ونفقہ یعنی ضرورت کی ہر چیز مہیا کرو عادت کے اعتبار سے ان کو لباس وغیرہ اور مکمل انصاف مہیا کرو۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اُسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد قیامت تک تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز ہے کتاب اللہ (یعنی قرآن کریم فرقان حمید)"

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "لوگو! یاد رکھو میرے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اور دوسری اُمت آئے گی لہٰذا اپنے پروردگار کی عبادت کرنا۔ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اپنے پالنے والے کے گھر کا حج کرنا اور اپنے اہلِ امر کی اطاعت کرنا اگر تم ایسا کرو گے تم تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے" (یاد رہے زکوٰۃ اور حج صرف اُن لوگوں پر ہی فرض ہے جو صاحب استطاعت یعنی مال دار ہیں جو شخص صاحب مال نہیں یہ دونوں فرائض اُس کے لیے نہیں ہیں اور پھر اسی طرح جو اہل امر قرآن وسنت کا پابند ہے اس کی اطاعت ہر ایک پر فرض ہے۔ مجبوری کی حالت میں اس کا حکم دوسرا ہے جس کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ اس بات کا تعلق شرعی مسائل سے ہے جبکہ ہم سیرت پاک پر گفتگو کر رہے ہیں)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے دریافت فرمایا کہ "کل قیامت کے روز جب تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا کہ تم لوگ اس سلسلے میں بتاؤ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں کے ساتھ کیسی زندگی بسر فرمائی ہے۔ انہوں نے تم لوگوں کے ساتھ معاملات میں کیا سلوک کیا ہے بتاؤ اس وقت تم لوگ اللہ تعالیٰ کو میرے بارے میں کیا جواب دو گے۔

اس وقت تمہاری گواہی کیا ہوگی''۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یک زبان ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم گواہی دیں گے۔ کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کماحقہ ہم تک پہنچا دیئے ہیں آپ علیہ السلام نے اپنی اُمت کو بڑی اچھی عملی مثالوں کے ساتھ نیکی کی نصیحت فرمائی ہے۔ اس طرح رسالت کے سلسلے میں جو آپ علیہ السلام کے حقوق تھے ان کو نہایت ہی احسن اور شاندار طریقے سے ادا فرمایا ہے۔ آپ نے لوگوں کو دعوت حق دی۔ آپ علیہ السلام کے پاس لوگوں کی جو امانتیں موجود تھیں ان کو حق داروں کو واپس کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے خود جہاد میں برابر حصہ لیا اور ہم لوگوں کو اپنے ساتھ شریک رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کی خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ جواب سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ . اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ. اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ ''اے خداوند کریم تو گواہ رہنا۔ اے خداوند کریم تو گواہ رہنا۔ اے خداوند کریم تو گواہ رہنا''

اس کے بعد آقائے کل تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''اے مسلمانو! یاد رکھو تین چیزوں کے ذریعے سینہ پاک وصاف رہتا ہے۔ عمل میں اخلاص کے ذریعے سینہ پاک وصاف رہتا ہے۔ عمل میں اخلاص ہونا چاہیے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق اور خیر خواہی سے پیش آنا'' وغیرہ۔ پھر فرمایا ''جو لوگ آج یہاں حاضر ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو آج یہاں موجود نہیں ہیں''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات میں سواری پر تشریف فرما تھے کہ حضرت اُم الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ خدمت اقدس میں بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے وہ دودھ کا بھرا ہوا پیالہ نوش فرمایا اس سلسلے میں تفصیلی بیان پہلے گزر چکا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تمام ارشادات گرامی قدر آپ علیہ السلام کی آواز مبارکہ میں نزدیک یا دور کھڑا ہر شخص ایک سا ہی سُن رہا تھا یہ بات بھی حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ کہ اتنے بڑے ہجوم کو ایک ہی وقت میں ظاہری سامان کے بغیر جو آجکل موجود ہے ایک جیسا سنائی دے رہا تھا سبحان اللہ ۔

از: صحیح بخاری باب حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 397،

ابن ماجہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 263،

صحیح مسلم۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 397،

سیرت ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 605

البدایۃ والنہایۃ، جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 314 تا 315،

مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 632 تا 633، وغیرہ۔

عرفات میں حضور علیہ السلام کا نماز ادا فرمانا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ مبارک ارشاد فرما چکے تو آپ علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ''اذان دیں'' انہوں نے حسب حکم اذان دی پھر اقامت کہی رسول اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ اقامت کہی اور حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز ادا فرمائی اس طرح ظہر اور عصر کی نمازوں کے دوران دوسری اور کوئی نماز سنّت و نفل ادا نہ فرمائی اس طرح نمازِ ظہر و عصر ایک ساتھ قصر سے ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بین الصلوٰتین صرف اس دن کے لئے مخصوص ہے شوافع کی ایک جماعت کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس کے بعد رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصویٰ پر سوار ہوئے اور جائے وقوف یعنی کوہ عرفات پر تشریف لے آئے۔ اس پہاڑ کو جبل رحمت بھی کہا جاتا ہے۔ اس جگہ آپ علیہ السلام سیاہ پتھروں کے پاس جو بہت بڑے بڑے تھے کھڑے ہو گئے اس جگہ پہاڑی پر ایک عمارت یا لاٹ بنی ہوئی ہے۔ جسے مطبخ آدم علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں جس جگہ حضور علیہ السلام کھڑے تھے اس جگہ کی نشاندہی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وقوف فرمانے کی جگہ متعین ہے۔ اگر انسان عقیدت کے ساتھ ان بڑے پتھروں کے نزدیک کھڑا ہو جائے اور ویران سے مقامات میں وقوف کرے تو وہ جگہ و مقام مل جاتا ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا۔

اس جگہ حضور علیہ السلام نے اپنی سواری کا پیٹ چٹانوں کی جانب کیا اور ناقہ (اونٹنی) کی پشت پر ہی قبلہ رُخ مسلسل اسی حالت میں وقوف فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے نہایت ہی خشوع کے ساتھ دعا اور تضرع (گڑگڑانا) شروع کیا۔ یاد رہے اس مقام پر نہایت ہی ادب اور خلوص کے ساتھ دعا کرنا حاصل مقصد ہے۔ حاجی جب اس مقام پر دعا کرے اور اس کی کیفیت خوب دل بھر کر رونے والی ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہم سب پر اس کیفیت کو وارد فرمائے آمین۔

اس جگہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دن اس جگہ موقف پر کھڑا ہو پھر بھی اس کا یہ خیال ہو کہ اس کی مغفرت نہیں ہوئی تو وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے کہ ''یہ لوگ (یعنی حجاج اس دن عرفات کے مقام پر خصوصی اور دوران حج عمومی طور پر مراد ہے) کیا طلب کر رہے ہیں ان لوگوں نے اپنے اہل و عیال گھر بار میرے لیے میری رضا کے لیے چھوڑے ہیں۔ یہ لوگ میرے لیے گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ننگے سروں کیساتھ میری خدمت میں حاضر ہیں۔ یہ بڑے خلوص کے ساتھ مجھے یاد کر رہے ہیں اس لیے میں ان کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہوں اور ان کے تمام گناہ بخشتا ہوں''

میدان عرفات میں ادائیگی فرض کی خاطر ایک گھڑی وقوف کر لینا کافی ہوتا ہے لیکن سورج کے غروب ہو

جانے تک وہاں وقوف کرنا مسنون ہے۔ کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غروب آفتاب تک اس جگہ قیام فرمایا تھا۔

عرفات کے مقام پر نزول وحی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات میں ہی جلوہ گر تھے کہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر بن عونؒ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالعمیس نے ہمیں قیس بن مسلم سے بحوالہ طارق بن شہاب بیان کیا کہ ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا امیر المومنین آپ اپنی آسمانی کتاب میں ایک آیت تلاوت کرتے ہیں اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس یہودی سے فرمایا وہ کون سی آیت ہے۔ اس نے کہا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یہ سُن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم جس روز اور جس گھڑی یہ آیت نازل ہوئی میں اچھی طرح جانتا ہوں یہ عرفہ کی شام کو جمعہ کے روز نازل ہوئی تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت لے کر آئے۔ سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ: ''آج میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مکمل (کامل) کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نعمت تمام (پوری) کر دی۔ اور ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پسند کیا۔''

اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں کہ یہ آیت مبارکہ اہل اسلام کے لیے عید سے کم نہیں بعض عقل مند دانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو کہ رمز شناس نبوت تھے سمجھ گئے تھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف وجدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس لیے وہ لوگ نہایت ہی غمگین ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آیت سُن کر کانپ اُٹھے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیت سُنی تو رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا

ہے کیونکہ کمال کے بعد زوال ہی ہوتا ہے۔

از: بخاری شریف، مسند امام احمد،

البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔316، مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ 632، وغیرہ۔

عرفات سے واپسی پر راستے کی تبدیلی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات میں اُس وقت تک اپنی اونٹنی (ناقہ) پر تشریف فرما رہے جب تک سورج غروب نہ ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلے میں ایک طویل حدیث بیان فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل اپنی سواری پر ہی تشریف فرما رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا جب سورج کی سرخی بھی نظروں سے غائب ہو گئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے قصویٰ پر سوار (ردیف) کرایا اور پھر آپ علیہ السلام نے ناقہ (اونٹنی) کو چلنے کا حکم فرمایا۔ اونٹنی کی لگام کو اس حد تک کھنچا کہ اس کا سر کجاوے کے اُس حصہ کو چھونے لگا جس پر آپ علیہ السلام ظاہری تھک جانے کی صورت میں اپنا قدم مبارک رکھتے تھے۔ (قربان جائیں اس اونٹنی مبارکہ کی قسمت پر جسے شب اسراء کے دولہا سرکارِ دو عالم رحمۃ اللعالمین حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور سواری استعمال فرما رہے تھے۔) سواری کے دوران حضور علیہ السلام اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے فرما رہے تھے۔ ''اے لوگو پُرسکون رہو۔ پرسکون رہو''۔ اور جب کبھی کسی پہاڑی کے قریب قصویٰ پہنچتی تو اس کی لگام (مہار) کو ڈھیلا فرما دیتے تا کہ سواری کو چڑھائی چڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے (انسان تو انسان جانوروں پر بھی رحم کی اس مثال کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہیں شان رحمت عالم پر کروڑوں درود اور کروڑوں سلام)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری قصویٰ پر تشریف فرما تھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سوار تھے۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے کہ ''آرام سے چلو۔ آرام سے چلو کیونکہ تیز چلنے میں نیکی نہیں ہے اور عجلت پرہیز گاری کے منافی ہے۔ اس لیے اطمینان سے چلو''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ذی شان میں زندگی کا ایک فلسفہ پوشیدہ ہے وہ یہ کہ اطمینان سکون اور باوقار چلنے سے اعضاء کو سکون حاصل ہوتا ہے جو کہ دماغی اور جسمانی استقامت کا سبب بنتا ہے۔ جبکہ حرکت و اضطراب کی صورت میں دلی تشویش اور باطنی تفرقہ اور پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا فلسفہ مبارک یہ تھا کہ بھاگنے اور اضطرابی کیفیت سے روکا جائے تا کہ منزل پر پہنچ کر نماز با جماعت وقت پر ادا کی جا سکے۔ سکون اور آرام سے چلنا موجودہ سائنس کے تجربات کی روشنی میں بھی جسمانی آرام اور سکون کے لیے مفید ثابت ہو چکا ہے۔ جیسے میرے اور آپ سب کے آقا و مولا نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا جبکہ سائنس بیچاری شاید ایام طفلگی میں بھی نہ ہو۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے ماسوائے ترمذی متعدد طریق سے ہشام بن عروہ سے اُنکے والد کے حوالے سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارثہ بن شراحیل کلبی) کی زبانی بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عرفہ کی شام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ردیف تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے میدان عرفات سے کوچ فرمایا۔ اور جب آپ نے اپنے پیچھے لوگوں کی بھیڑ اور انکی آوازیں سماعت فرمائیں تو لوگوں سے ارشاد فرمایا "اے لوگو آہستگی اختیار کرو اور پرسکون رہو۔ اونٹوں کو تیز دوڑانا نیکی نہیں ہے"۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں کی بھیڑ نزدیک محسوس فرماتے تو ناقہ (اونٹنی) کو عنق چال چلاتے (عنق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب سواری یعنی جانور کو تیز چلانا ہے۔) پھر جب بھیڑ سے کچھ فراخی فرماتے تو ناقہ (اونٹنی) کو نص چال چلاتے۔ (نص چال بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب جانور کو عنق چال سے اُوپر چلانا ہے)۔ اس طرح حضور علیہ السلام مزدلفہ تشریف لے آئے جہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے ادا فرمائیں۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالصمد نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے ہمام نے عن قتادہ عن عروہ عن شعبی عن اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللاث بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ) بیان کیا کہ انہوں نے اسے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات سے روانہ ہوئے تو میں آپ علیہ السلام کا ردیف تھا آپ علیہ السلام کی اونٹنی (ناقہ) نے چلتے ہوئے پاؤں نہیں اُٹھایا کہ آپ علیہ السلام بھیڑ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر امام احمدؒ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے عن ابراہیم بن عقبہ عن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عرفہ کے روز اپنے پیچھے سوار کیا اور روانہ ہوئے جب آپ علیہ السلام گھاٹی کے پاس تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے پیشاب فرمایا انہوں نے اس موقعہ پر پانی گرانے کی بات نہیں کی۔ پھر وہ مزید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے حضور علیہ السلام پر پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکا سا وضو فرمایا میں نے نماز پڑھنے کے بارے میں بات کی اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نماز تمہارے آگے ہے" اس کے بعد آپ علیہ السلام مزدلفہ تشریف لے آئے مغرب کی نماز ادا فرمائی اور اپنے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر عشاء کی نماز ادا فرمائی اور خیمہ میں فروکش ہوئے۔

ایک اور حدیث میں یوں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان عرفات سے روانہ ہوئے تو راستے میں اونٹ کی مہار قدرے ڈھیلی رکھی تا کہ رفتار درمیانی ہی رہے۔ جہاں راستہ کشادہ ہوتا آپ علیہ السلام مہار ڈھیلی چھوڑ دیتے تا کہ جانور کچھ تیز چلے بلندی کی جگہ آجاتی تو مہار کو بالکل ہی ڈھیلا چھوڑ دیتے تا کہ جانور کو چڑھائی پر

سفر کرنے میں کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سارا راستہ آپ تلبیہ کہتے رہے۔ سفر کے دوران ایک گھاٹی کے قریب آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا اور پانی نہ بہایا اور یوں وضو بھی مکمل فرمالیا۔ اُس وقت حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا نماز ادا کرنے کا ارادہ مبارک ہے فرمایا ''نہیں نماز آگے ہے'' یعنی مقام مزدلفہ پر پہنچ کر مغرب اور عشاء دونوں اکٹھی ادا کی جائیں گی۔

حضرت انس ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں حج کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں موجود تھا۔ جب وہ عرفات سے چل پڑے تو میں بھی اُن کے ساتھ چل پڑا۔ اُس وقت وہ امام صاحب بھی ہمارے ساتھ چل پڑے جنہوں نے عصر اور ظہر کی امامت کی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ کھڑے ہو گئے اس وقت میں اور میرے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم اس وقت تک کھڑے رہے جب تک امام صاحب واپس نہ آ گئے۔ پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم اس تنگ مقام تک پہنچ گئے جو دو میدانوں کے درمیان ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وہاں اپنی سواری کو بٹھایا ہم نے بھی اپنی اپنی سواریوں کو بٹھا دیا۔ ہمیں خیال گزرا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ مگر اس وقت اس غلام نے جو آپ کی اونٹنی (ناقہ) کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ ہمیں بتایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے قضائے حاجت کے لیے سواری سے اُترے ہیں کیوں کہ حضور علیہ السلام نے حج کے موقع پر ایسا ہی عمل فرمایا تھا اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ قضائے حاجت کو پسند کرتے ہیں۔

"امام مسلم صحیح مسلم میں بیان کرتے ہیں کہ حرملہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن وہب نے مجھے بتایا انہوں نے یونس سے سُنا ان کو ابن شہاب نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور یوں مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں اکٹھی ادا فرمائیں اور یوں بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری زندگی اسی طرح لوگوں کو مقام مزدلفہ پر نمازیں جمع کرنے کا فرمایا کرتے تھے"۔

مازنین (ایک جگہ کا نام) کا راستہ مکہ مکرمہ کو براستہ عرفہ و مزدلفہ جاتا ہے (مزدلفہ سے ہی ستر (70) کنکریاں اکٹھی کر لینا چاہیے۔) یہ دوسرا راستہ ہے۔ ایک راستہ منیٰ والا بھی ہے جو مکہ مکرمہ کو جاتا ہے۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی راستہ واپسی کے لیے اختیار فرمایا جو کہ یا جس طرح عید گاہ میں جانے اور آنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے مخالف راستہ ہی پیش نظر رکھتے ہوئے میدان عرفات میں آنے اور جانے کے لیے استعمال فرمایا۔

منیٰ اور میدان عرفات کے درمیان میں مقام مزدلفہ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں قریش عرفات تک نہیں جاتے تھے بلکہ اسی مقام یعنی مزدلفہ پر ہی ٹھہر جاتے۔ انہوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا تھا کہ ہم حرم خدا کے ہمسائے ہیں اس

لیے ہم حرم سے باہر نہیں جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے اہل قریش کے اس عقیدہ کو باطل فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام اعمال مبارکہ پر سچے دل سے عمل کرنے کے بعد ہی ایک مسلمان جو حج کی غرض سے حجاز مقدس جاتا ہے اصل معنوں میں مقبول حاجی کہلا سکتا ہے دعا ہے خداوند کریم اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سب صحیح عقیدہ مسلمانوں کو اس سعادت سے سرفراز فرمائے آمین۔

مزدلفہ کی شب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل کی ایک جماعت کو لوگوں کے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف بھیڑ کرنے سے قبل ہی آگے روانہ فرما دیا تھا۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ بن ابی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ کی شب جن کمزور اہل کو آگے روانہ فرمایا تھا۔ میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ (یاد رہے اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کم سنی کی بنا پر کمزور افراد کے ساتھ شامل کئے گئے تھے نا کہ جسمانی عام کمزوری کی بناء پر)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اپنے جلو میں لیے مقام مزدلفہ تشریف لائے۔ سواری سے نیچے تشریف فرما ہونے کے بعد سب سے پہلے کامل وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دیا اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی اور حکم فرمایا کہ ''اب اونٹوں پر لدا سامان اُتارا جائے'' لوگوں نے نماز مغرب با جماعت پڑھنے کے بعد سواریوں سے اپنا اپنا سامان اُتارا۔ جب لوگ سامان اُتار کر فراغت پا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز دوسری اقامت کے ساتھ ادا فرمائی۔ یاد رہے عشاء کی نماز کے لیے اذان نہیں کہی بلکہ مغرب کی اذان ہی عشاء کے ساتھ شامل فرمائی اس طرح مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی نماز ادا نہ فرمائی اور نہ ہی سنّت و نوافل بلکہ مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مکمل فرمائی۔ بالکل اُسی طرح جیسے میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی جمع فرمائی تھیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں یہی بات حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت امام جعفر، امام شافعی امام اعظم رحمہما اللہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء سے جب فارغ ہوئے تو اپنے خیمہ مبارک میں تشریف لے گئے اور آرام فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے آج رات شب بیداری نہ فرمائی حالانکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شب بیداری فرمایا کرتے تھے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ اس رات عشاء کے بعد آپ علیہ السلام بستر مبارک پر لیٹ

گئے اور فجر تک آرام فرمایا۔ محدثین فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک رات کے علاوہ تمام عمر مبارک شب بیداری فرمایا کرتے تھے یہی ایک ایسی شب تھی جس میں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز تہجد ادا نہ فرمائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے اعتدال کو مدِ نظر رکھا اور حق بدن کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا عمل فرمایا۔ حضور علیہ السلام صبح سویرے بیدار ہوئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔

(اہل قریش ایام حج میں اس موقع پر مزدلفہ سے اس وقت کوچ کیا کرتے تھے جب سورج پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کی چوٹیاں دھوپ سے خوب منور ہو جاتی تھیں۔ اس وقت وہ لوگ با آواز بلند پکارتے۔" کوہ شبیر دھوپ سے چمک جا"۔)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی اس خود ساختہ رسم کے خاتمہ کے لیے سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے کوچ فرمایا یہ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ اور ہفتہ کا دن تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو فوراً اپنی اونٹنی (ناقہ) قصویٰ پر سوار ہوئے اس دفعہ آپ کے برادر عم زاد حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ علیہ السلام کے ردیف تھے یعنی اونٹنی پر پیچھے سوار تھے۔ حاجت مند پروانے دائیں بائیں چل رہے تھے اور ضروری مسائل دریافت کرتے جا رہے تھے۔ آپ بلند آواز سے اُن کے سوالوں کے جوابات ارشاد فرماتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشعر الحرام میں تشریف فرما ہوئے۔ مشعر الحرام مزدلفہ کے درمیان ایک ٹیلے کا نام ہے۔ اس جگہ پر ایک عمارت بھی بنائی گئی تھی۔ اس جگہ آپ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔

از: صحیح بخاری باب الحج، صحیح مسلم وابن ماجہ۔ سنن ابوداؤد
موطا امام مالک، مسند امام احمد،
طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 468اور 469،
البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 324اور 325،
مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 634اور 635،
تاریخ طبری۔ جلد۔ 1۔،
شرح مواہب۔ جلد۔ 7۔ صفحہ۔ 13، وغیرہ۔

وادی محسر سے گزر

ارشاد خداوندی ہے "جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس ذکر الٰہی کرو"۔ (سورۃ البقرہ آیت 198)

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ:۔ ''تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر الحرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اُس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بے شک اس سے پہلے تم بھکے ہوئے تھے''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزدلفہ میں نماز فجر ادا فرمائی اور پھر قصویٰ پر سوار ہو کر مشعر الحرام کے پاس تشریف لائے اور قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کی تکبیر و تہلیل اور توحید بیان فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا عمل کھڑے ہو کر سرانجام فرمایا یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی کوچ فرما گئے اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھے۔ اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

حافظ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابو عبد اللہ نے ہمیں خبر دی کہ ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب شیبانی نے ہمیں بتایا کہ یحییٰ بن محمد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبد الرحمٰن بن المبارک نے ہمیں بتایا کہ عبد الوارث بن سعید نے ہم سے عن ابن جریج عن محمد بن قیس بن مخرمہ عن المسور بن مخرمہ نے بیان کیا کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ میں ہم سے خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ''مشرکین اور بت پرست اس جگہ سے غروب آفتاب کے نزدیک کوچ کیا کرتے تھے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج اس طرح ہوتا تھا جیسے مردوں کے سروں پر اُن کے عمامے ہوتے ہیں۔ مگر ہماری ہدایت ان لوگوں کی ہدایت کے مخالف ہے اور وہ لوگ مشعر الحرام سے طلوع آفتاب کے نزدیک کوچ کیا کرتے تھے۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف قصویٰ پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اس وقت سورج طلوع ہونے کے قریب تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس دفعہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ علیہ السلام کے پیچھے سوار تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ آ رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے عرفہ کی شام اور جمع ہونے کی صبح کو لوگوں سے فرمایا کہ ''کوچ کے وقت سکون اختیار کریں اور اپنی سواریوں کی مہاریں کھینچے رکھیں'' اس طرح آپ علیہ السلام وادی محسر میں داخل ہوئے۔ یہ وادی منیٰ کے قریب ہے۔ حضور علیہ السلام جب وادی محسر میں پہنچے تو اونٹ کو تیز دوڑایا اور عجلت کے ساتھ اس وادی سے باہر آ گئے۔ یہ سوار کے لئے سنّت ہے اور اگر پیدل ہے تب بھی تیزی سے گزرنا سنّت ہے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں اصحاب فیل ٹھہرے تھے جن کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ الفیل میں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت

کریمہ تھی کہ جس جگہ کسی دشمن خدا پر کوئی عذاب نازل ہوا ہوتا اس جگہ سے حضور علیہ السلام تیزی وعجلت سے گزرتے تھے جس طرح کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستیوں سے تیزی کے ساتھ گزرے اور صحابہ کرام کو بھی حکم فرمایا کہ ''عجلت سے گزرو''

وادی محسر سے ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام جمرۃ العقبہ کے پاس تشریف لائے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جو کہ اُس وقت کم سن تھے کہ "مجھے کنکریاں چن کر دو"۔

دوسری روایت جس پر اصحاب سیر اور محدثین کا اجماع ہے یوں ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن عبدالمطلب) کو فرمایا کہ'' جمار کی خاطر کنکریاں چن لو۔ یہ کنکریاں چنے سے بڑی اور بادام سے چھوٹی ہوں''۔حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کنکریاں بکری کی مینگنی کے برابر تھیں۔ان کنکریوں کو حصی خذف کہا جاتا ہے۔اگر اس سے چھوٹی بھی ہوں تو جائز ہیں مگر اس طرح کرنا سنت کے خلاف ہو جاتا ہے۔حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سات عدد کنکریاں اُٹھا کر خدمت اقدس میں پیش کیں۔یہ سات عدد کنکریاں آج ہفتہ کے روز جمرہ العقبہ کے وقت رمی کے استعمال کی خاطر کافی تھیں اور اگر تین دنوں کے واسطے کنکریاں اٹھائی جائیں تو ان کی تعداد ستر (70) ہونی چاہیے اس طرح پہلے روز سات استعمال کرنے کے بعد تریسٹھ ایامِ تشریق کے واسطے بچ جائیں گی۔بعض علماء کے نزدیک کنکریوں کی تعداد ستر سے زیادہ ہو تو بہتر ہے۔کیونکہ کچھ کنکریاں اتفاقاً گر بھی سکتی ہیں ایسی صورت میں اس قدر رش کی شکل میں دوبارہ کنکریاں پوری کرنا مشکل ہوگا لہٰذا زائد کی صورت میں دوسری شامل کر کے تعداد پوری کی جاسکتی ہے۔بہر حال روایت میں صرف سات کنکریوں کا ہی ذکر آتا ہے۔سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کنکریوں کو اپنے ہاتھ مبارک سے جھاڑ کر صاف فرمایا۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر کنکریوں کو دھولیا جائے تو بہتر ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران سفر قبیلہ خشعم کی ایک خوبصورت خشعمی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا خاوند بعض روایات میں آتا ہے میرا باپ (واللہ اعلم) بہت بوڑھا ہو چکا ہے وہ مال دار بھی ہے اور اس پر حج فرض ہے مگر پیر فرتوت ہونے کی وجہ سے وہ ارکان حج ادا کرنے کے قابل نہیں کیا میں اس کی جگہ حج کر سکتی ہوں۔سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''ہاں تم اس کی جگہ حج کر سکتی ہو''۔وہ عورت جب حضور علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کر رہی تھی۔اس وقت آپ علیہ السلام کے ردیف حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ نہایت ہی خوش شکل خوش رو اور سرخ وسفید رنگت رکھتے تھے اس عورت کو دیکھ رہے تھے روایات میں آتا ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُس عورت کے درمیان اپنے ہاتھوں مبارک سے حجاب قائم فرما دیا۔بعض

روایات میں آتا ہے حضور علیہ السلام نے اپنے ردیف کی گردن کو موڑ دیا۔ یہ دیکھتے ہوئے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف کے والد گرامی تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا زاد کی گردن موڑنے کا کیا سبب ہے گوہر فشاں ہوئے لب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اے چچا ایک نوجوان عورت اور نوجوان مرد کا ایک دوسرے کی طرف دیکھنا مجھے شیطانی وسوسے سے خالی محسوس نہیں ہوا اس لیے میں نے اپنے چچا زاد کی گردن کو موڑ دیا تا کہ شیطانی وسوسے سے اس کو محفوظ رکھ سکوں"۔ (اس خثعمی عورت کے واقعہ کو صاحبان صحیحین نے فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے سے بیان کیا ہے اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی آچکا ہے)۔ دوران سفر ایک بوڑھی عورت بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ بڑی ناتواں اور لاچار ہے میں اگر اس کو اونٹ پر باندھ کر فریضہ حج مکمل کرواؤں تو اُسکی صحت کا خدشہ ہے کیا میں اپنی والدہ کے بدلے حج کر سکتی ہوں۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا تم اپنی ماں کا قرض ادا کر سکتی ہو اگر وہ مقروض ہو" اُس عورت نے جواب دیا اگر میری والدہ مقروض ہوتی تو میں اس کا قرض ضرور ادا کرتی۔ آپ علیہ السلام نے یہ سماعت فرما کر ارشاد فرمایا "اگر تیری والدہ مقروض نہیں اور صاحب مال خُود ہے یا تم ہو تو پھر ضرور اس کے بدلے حج ادا کرو کیونکہ یہ تم پر فرض ہے اور خدا کی طرف سے عائد فرض کا ادا کر دینا ہی افضل واولیٰ ہے"۔ (مذکورہ واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حج بدل کے جائز ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ یہ مسئلہ بڑا طویل اور فقہ سے تعلق رکھتا ہے جس پر کتب فقہ میں سیر حاصل بحث موجود ہے)

اسی طرح ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قربانی کرنے سے قبل ہی سر منڈوا لیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم جا کر قربانی کروا لو ایسا اگر کر لیا ہے تو کوئی حرج نہیں"

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بطن محسر میں پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اپنی سواری کو دوڑایا تا کہ اس وادی کو جلد پار فرمالیں (بطن محسر منیٰ کے شروع میں واقع ہے۔ اس وادی سے آپ علیہ السلام نہایت ہی عجلت سے گزرے اور سوار پیادہ دونوں کو اس وادی سے نہایت تیزی کے ساتھ گزرنا چاہیے کیونکہ یہی طریقہ مسنون ہے۔ یہ وہ وادی اور مقام ہے جہاں اصحاف فیل نے قیام کیا تھا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ فیل میں آتا ہے۔ اس جگہ ابرہہ کا وہ سفید ہاتھی بیٹھ گیا تھا اور پھر اس نے حضرت عبدالمطلب کا چہرہ دیکھنے کے بعد حرکت تک نہیں کی تھی اور وہ نہایت عاجزی ولاچاری کے ساتھ زمین سے گویا چپکا رہا۔ یہ واقعہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ٹھیک چالیس روز پہلے ظہور میں آیا تھا۔ اس وادی کو محسر اس لیے کہا جاتا ہے کہ لفظ محسر تحسر سے لیا گیا ہے جس کے لغوی معنی عاجز و بے بس ہونا کے ہیں۔ ابرہہ کا ہاتھی اور فیل بان اس مقام پر عاجز ولاچار ہو کر رہ گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جس جگہ یا مقام پر دشمن خدا پر عذاب یا بلا کا ہونا گزر چکا ہوتا

آپ علیہ السلام اُس جگہ سے نہایت ہی تیزی سے گزر جاتے تھے۔غزوہ تبوک کے موقعہ پر بھی راستے میں جب قوم ثمود کا گاؤں اور بستیاں آئیں تو حضور علیہ السلام ان مقامات سے نہایت ہی عجلت کے ساتھ گزر گئے تھے۔اور ساتھ ہی ہمراہیوں کو بھی عجلت سے گزر جانے کا حکم ارشاد فرمایا تھا یہ واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

از: صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف،، بیہقی، ابن ماجہ،

مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔جلد۔1۔صفحہ۔397 تا400،

طبقات ابن سعد۔جلد۔1۔صفحہ۔468،

البدایۃ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔327اور328،

مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔636اور637،وغیرہ۔

میدان منیٰ اور خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر فرماتے ہوئے جب میدان منیٰ میں تشریف لائے وہ چاشت کا وقت تھا۔آپ علیہ السلام جمرۃ العقبہ کے سامنے کھڑے ہو گئے (جمرۃ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی سنگریزہ کے ہیں) اس جگہ کو رمی جمار کہا جاتا ہے اور اب یہی نام غالب آکر عوام کی زبانوں پر ہے یہاں تین مقامات ہیں:۔

1- جمرۃ اولیٰ

2- جمرۃ وسطیٰ

3- جمرۃ عقبہ

1- جمرۃ اولیٰ: یہ وہ مقام ہے جو مسجد خیف کی طرف ہے ہم جب مزدلفہ سے درمیان والے راستہ سے ادھر آئیں تو یہ مقام پہلے آتا ہے۔

2- جمرۃ وسطیٰ: جمرۃ اولیٰ کے بعد جمرۃ وسطیٰ کا مقام آتا ہے۔

3- جمرۃ عقبہ: جمرۃ عقبہ پہاڑ سے نکلنے کے بعد آتا ہے یہ مکہ مکرمہ کی سمت میں ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ مزدلفہ سے وادی محسر کی طرف سے ان مقامات کی طرف تشریف لائے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمرۃ اولیٰ اور جمرۃ وسطیٰ کو چھوڑ کر سیدھے جمرۃ عقبہ پر تشریف لے آئے۔اس جگہ آپ علیہ السلام یوں تشریف فرما ہوئے کہ کعبہ مکرمہ آپ علیہ السلام کے بائیں طرف تھا اور منیٰ دائیں طرف تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرۃ عقبہ پہنچ کر سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کنکری کے ساتھ تکبیر فرماتے جاتے تھے۔کنکریاں حجم کے اعتبار سے اتنی بڑی تھیں کہ حضور علیہ السلام ان کو چٹکی میں لے کر چلا رہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن وادی میں ہی کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں اس وقت آپ

صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے۔ باقی ایامِ تشریق کے دوران حضور علیہ السلام نے کنکریاں پیدل چل کر ماریں۔ گو سوار ہو کر رمی کرنا بھی جائز ہے لیکن پیدل رمی کریں تو زیادہ افضل و اولیٰ ہے۔ (اس زمانے میں وہاں ایک درخت بھی تھا جو اس نسبت سے بہت مشہور تھا۔ دوسرا عرفِ عام میں رمی کرنا شیطان کو کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفتہ (سینچر) کے روز رمی فرما لینے کے بعد تلبیہ کہنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام مسجد خیف کے نزدیک ہی اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف فرما ہوئے۔

(خیف عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ایسی اونچی جگہ ہے جو پانی سے محفوظ رہے یا ہو۔ میدان منیٰ میں اس جگہ پر ایک بڑی مسجد موجود ہے۔ اس مسجد کے صحن میں ایک گنبد ہے۔ اس گنبد والی جگہ پر ہی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقامت گاہ تھی)۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابان بن صالح نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جب میں اس مقام پر پہنچا تو میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل تلبیہ کہتے ہوئے سُنا یہاں تک کہ انہوں نے جمرۃ عقبہ کی رمی فرمائی جب آپ نے سنگریزے مار لیے تو تلبیہ کہنا بند فرما دیا میں نے عرض کیا یا حضرت یہ کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے والد گرامی قدر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی طالب بن عبد المطلب) کو تلبیہ ارشاد فرماتے سُنا پھر رمی کے بعد تلبیہ کہنا بند فرما دیا میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

خطبہ مبارک

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رمی سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگو سنو تم مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں ایسا کرنے کی وجہ سے ہی برباد ہوئیں"۔

یہاں سے فراغت پانے کے بعد حضور علیہ السلام میدان منیٰ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد رسالت کے پروانوں کا جمِ غفیر تھا۔ مہاجرین قبلہ کے داہنے انصار بائیں اور عام مسلمان صفوں کی شکل میں درمیان میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری قصویٰ پر سوار تھے۔ اس اونٹنی کی مہار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھام رکھی تھی جبکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ علیہ السلام کے پیچھے کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظرِ کرم سے ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس جمِ غفیر کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا۔ آپ علیہ السلام کی آواز مبارک کہ ہر ایک سُن رہا تھا۔ آواز کا ہر ایک تک ایک جیسی پہنچنا آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک ہے۔ فرمایا ''حج کے مسائل سیکھو'' پھر قربانی کی حرمت سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت ہی بلیغ اور جامع خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"زمانہ اپنی حقیقی شکل پر واپس پلٹ آیا ہے۔ اُسی شکل پر جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے روز اول سے پیدا کیا تھا۔ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے طریقہ عبادت یعنی حج کا موسم اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا مگر آج وہ دین آ گیا ہے کہ اس عظیم الشان اجتماع میں حرم کا تعین کر دیا جائے"۔ (حج کے موسم کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا سے مراد یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت کسی قسم کی خون ریزی جائز نہ تھی مگر عربوں کے خونی جذبات جنگ کے بہانہ کے لیے اسے کبھی کم کر دیتے اور کبھی زیادہ)

"آپ علیہ السلام نے فرمایا۔"سال میں بارہ ماہ ہیں جن میں سے چار ماہ نہایت ہی قابل احترام اور حرمت والے ہیں۔ ان میں سے تین ماہ تو یکے بعد دیگرے متصل ہیں۔ ذیقعد، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا مہینہ رجب ہے۔ یہ مہینہ جمادی الاخر اور شعبان کے درمیان والا ہے"۔

گو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کل کے خطبہ مبارک میں تمام باتیں کھول کر ارشاد فرما دیں تھیں مگر اہل عرب کے دل و دماغ پر صدیوں سے لگا ہوا زنگ دور کرنے کے لیے آپ علیہ السلام نے ان باتوں کو دوبارہ ارشاد فرمایا۔"دنیا میں عدل و انصاف اور ظلم و ستم کا سبب صرف تین چیزیں ہیں یعنی مال، جان اور آبرو"۔ اس موقعہ پر فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عجیب انداز سے بلیغ اور جامع ارشاد کے ذریعے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا:۔

ارشاد ہوا"لوگو تمہیں کچھ معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟" حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے دیر تک سکوت فرمایا۔ لوگوں کو خیال گزرا کہ شاید آپ علیہ السلام آج کے دن کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر دیر کی خاموشی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"آج قربانی کا دن نہیں ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آج قربانی کا دن ہی ہے۔

پھر فرمایا"یہ کونسا مہینہ ہے"

لوگوں نے عرض کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے حضور علیہ السلام نے پھر دیر تک سکوت فرمایا ور پھر سکوت توڑتے ہوئے لوگوں سے دریافت کیا"یہ کون سا شہر ہے"

لوگوں نے پھر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح دیر تک سکوت فرمایا اور پھر لوگوں سے پوچھا"کیا یہ بلدۃ الحرام ہی ہے۔"

لوگوں نے جواباً عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بلدۃ الحرام ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سوالات لوگوں سے اس لیے دریافت فرما رہے تھے تا کہ ان کو اس دن مہینہ

اور شہر کی عظمت کا خوب اچھی طرح اندازہ ہو جائے جب آپ علیہ السلام نے محسوس فرمالیا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی ہے کہ یہ دن مہینہ اور شہر نہایت ہی محترم ہیں تو پھر ارشاد فرمایا ''لوگو سنو''۔

"تمہارے خون، تمہاری عزتیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں یہ سب کچھ تمہارے لیے اسی طرح محترم ہیں جیسے یہ آج کا دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے"۔

تاریخ کا ہر طالب علم یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ قومیں ہمیشہ آپس کے جنگ وجدال، خون ریزی اور ذاتی مفادات کی خاطر دوسروں کو ختم کرنے کے نتیجہ میں ہی تباہ و برباد ہوتی رہی ہیں۔ لوگوں نے ہم قبیلہ، ہم قوم ونسل بلکہ یہاں تک کہ ہم مذہب ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی، نہ ہے اور نہ ہی ہوگی۔ آپ علیہ السلام کی ہستی تو قیامت تک بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہے۔ آپ علیہ السلام کی تشریف آوری ایک لازوال قومیت کے بانی کی ہے۔ ایسی قوم کی جو قیامت تک رہنے والی ہے۔ ایسی امت جو کہ آخری ہے اور اس کے بعد قیامت تک کسی اور اُمت نے نہیں آنا اس لیے حضور علیہ السلام اس اُمت کی مکمل تعلیم فرما چکے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اس موقعہ پر لوگوں یعنی اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اسی بات سے آگاہ کرنے کے لیے بلند آواز سے ارشاد فرماتے ہوئے خطبہ جاری رکھا اور مزید فرمایا۔

"لوگو وہ وقت نزدیک ہے جب تم اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہوگے۔ اس وقت تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا اس لیے تم خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ۔ میرے بعد میرے اس دین سے نہ پھر جانا اور گمراہ ہو کر ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگ جانا''۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ ''تم لوگ کفر کی حالت میں نہ پلٹ جانا''۔

ایک عام پڑھنے والے کے ذہن میں اس بات کا آنا لازمی ہے کہ حضور علیہ السلام کے خطبہ مبارک کو لکھتے ہوئے ہونا تو یہ چاہیے کہ صرف خطبہ کے الفاظ مقدسہ ہی تحریر کئے جائیں۔ مگر یہاں لکھنے والا ہر حکم کے بعد یا پہلے اپنی طرف سے چند سطور لکھنے کا عمل کیوں جاری رکھے ہوئے ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہم نے جو یہاں اپنی جانب سے چند سطور یا پیرے کا اضافہ کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں اُس کا مطلب خطبہ مبارک میں کسی قسم کا اضافہ یا کمی ہرگز نہیں ہے کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ میرا مقصد یہاں اُن سیاق وسباق اور حالت کی اپنے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں تشریح کرنا ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس خطبہ مبارک میں اشارے فرمائے ہیں۔ ایسا کرنا ہم سب کے لیے اور خاص طور پر تاریخ اسلام کے طالب علم کے لیے یقیناً علمی میدان میں اضافہ کا سبب ہے۔ دوسرا ہر طالب علم ماضی میں رونما ہونے والے دور جاہلیت کے حالات سے بھی باخبر ہو سکتا ہے۔ کسی بھی شخص یا زمانے کے ماضی کا اگر علم نہ ہو تو اس کے بارے میں حتمی بات کہنا ممکن نہیں ہوتا اس ناچیز نے مذکورہ سطور میں اپنے

اس اضافہ تحریر کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش اور نئے طرز تحریر میں کس حد تک کامیاب ہوسکا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ حضرات ہی کر سکتے ہیں۔

دستور عرب کے مطابق ظلم وستم اور زیادتی کا جاہلانہ پہلو یہ تھا جو دور جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں خاص طور پر اور عالمگیر سطح پر عام طور پر رائج تھا کہ اگر دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو حالات و غلط دستور کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہی نہیں بلکہ اُسکے خاندان کا ہر فرد اس جرم کا قانونی مجرم خیال کیا جاتا تھا۔ پھر اکثر ایسا ہوتا کہ جرم کرنے والا یا تو روپوش ہو جاتا یا پھر اسی قسم کی کوئی اور صورت پیدا ہو جاتی وہ راہ فرار وغیرہ بھی اختیار کر لیتا۔ ایسی صورت میں سردار یا بادشاہ وقت اس شخص کے خاندان میں سے جس پر اس کا قابو چلتا یا دوسرے معنی میں جو اُس کے قابو آجاتا اس کو سزا دی جاتی اکثر ایسا ہوتا کہ جُرم باپ کرتا مگر سزا اُس کے بیٹے کو دی جاتی۔ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا یا پھر قتل کر دیا جاتا۔ اگر بیٹے سے کوئی گناہ یا جرم ہو جاتا تو بیٹے کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت میں باپ کو پکڑ کر پھانسی دی جاتی یا قتل کر دیا جاتا اور یوں باپ کے جرم کا خمیازہ بیٹے کو یا بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا۔ یہ ظالمانہ اور وحشیانہ قانون عرصہ دراز سے چل رہا تھا سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس ظالمانہ قانون کا خاتمہ فرمادیا اور آج دوبارہ لوگوں کو اس سلسلے میں آگاہ فرمایا۔ اس ظالمانہ قانون کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے کے لیے ختم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ سورۃ الانعام آیت 164

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

ترجمہ:۔ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا" مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں ہے اور نہ ہی بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ ہے"۔

پھر فرمایا۔ "یادرکھو شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اب اس شہر میں کبھی بھی اُس کی پوجا کی جائے۔ لیکن اپنے جن اعمال کو تم لوگ حقیر خیال کرتے ہو ان میں شیطان کی اطاعت کرو گے جس پر وہ خوش ہوگا"۔

فرمایا ''جو شخص خدا یا بندوں کے حقوق میں خیانت کا مرتکب ہوگا وہ اپنے ہی نفس پر خیانت کرنے والا ہوگا۔ خبردار ہو جاؤ کہ تم لوگوں کو میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے''۔ پھر فرمایا۔ ''لوگو! آؤ حج کے مناسک سیکھ لو۔ ہوسکتا ہے کہ میں اگلے سال حج پر نہ آؤں'' پھر لوگوں کو ''امر کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا''۔ آپ علیہ السلام نے مزید ارشاد فرمایا۔ ''کتاب اللہ کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہو اور کبھی دین اور شریعت کی مخالفت نہ کرنا اور نہ ہی اس کے خلاف کلام بھی کرنا''۔ پھر ارشاد فرمایا۔

"اُعْبُدُ وْ ارَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَ كُمْ وَاَطِيْعُوْا ذَاَمِرْتُمْ تَدْ خُلُوْ اجَنَّةَ رَبِّكُمْ"

ترجمہ:۔ ''اپنے رب کی عبادت کرنا۔ پانچ وقت نماز ادا کرنا۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور صاحب امر کی اطاعت کرنا تاکہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ"۔ یہ فرمانے کے بعد مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''اے لوگو کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا ہے"؟ سب نے یک زبان عرض کیا کہ'' ہاں یارسول اللہ''۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔'' اے خدا تو گواہ رہنا۔ اے خدا تو گواہ رہنا۔ اے خدا تو گواہ رہنا''۔ پھر لوگوں سے خطاب فرمایا سنو "جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں وہ میرا یہ پیغام اُن لوگوں کو سُنا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔''

از: صحیح بخاری۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 224 باب خطبہ منیٰ

ترمذی۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 135 تا 138

ابن ماجہ۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 234

البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 332 تا 334

طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 269 اور 270

مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ 638 اور 639 وغیرہ۔

حضور علیہ السلام کا قربانی فرمانا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ مبارک سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ منیٰ کے مقام میں ایک مشہور جگہ ہے جس کو منحر النبی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی مقام پر آپ نے قربانی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ قربانی کے لیے منیٰ ہی کی جگہ مختص نہیں ہے بلکہ منیٰ اور مکہ مکرمہ کی ایک ایک گلی میں قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہاں سے مسئلہ معلوم ہوا کہ جو لوگ اسی بات کو حرف آخر خیال کرتے ہیں کہ قربانی صرف میدان منیٰ میں کسی مخصوص جگہ پر ہی دی جاسکتی ہے۔ وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ فرمان پڑھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذہنوں میں رکھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

قربانی کے لیے جو جانور حضور علیہ السلام اپنے ہمراہ مدینہ منورہ سے لے کر آئے تھے انہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یمن سے لائے ہوئے قربانی کے جانوروں کو ملا کر کل تعداد ایک سو (100) اونٹ بنتی ہے۔ یاد رہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قربانی میں اپنے ساتھ شریک فرمالیا تھا۔ سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ (63) اونٹ ذبح فرمائے باقی کے اونٹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح کیے۔ ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ ذبح فرمائے اس تریسٹھ کے عدد کا فلسفہ یہ تھا کہ آپ کی عمر مبارکہ کے سالوں کی تعداد بھی تریسٹھ (63) ہی تھی۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ ذبح

کیلئے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پانچ یا چھ اونٹ اکٹھے لائے جاتے اونٹوں کی کیفیت یہ تھی کہ ہر ایک دوسرے کو دھکیل کر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ تاکہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہلے ذبح فرمائیں۔

ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ ''محمد بن حاتم نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن المبارک نے حرملہ بن عمران سے بحوالہ عبداللہ بن الحارث ازدی بیان کیا کہ میں نے عرفہ بن الحارث کندی کو بیان کرتے سُنا کہ میں نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام اونٹوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''ابو حسن کو میرے پاس بلاؤ''۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب حکم حاضر خدمت ہوئے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) برچھے کے نچلے حصے کو پکڑو'' خود آپ علیہ السلام نے برچھے کے اُوپر والے حصے کو اپنے دست مبارک سے پکڑا پھر مل کر وہ برچھا اونٹ کے مارا اس طرح یکے بعد دیگرے اونٹ ذبح فرمائے"۔

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اپنے مُبارک ہاتھوں سے ذبح فرمائے۔ قربانی کے بعد آپ سواری پر تشریف فرما ہوئے۔ باقی کے اونٹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''ذبح شدہ اونٹوں میں سے ہر اونٹ کا تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر دیگ میں ڈالیں اور اس کو پکا کر حاضر خدمت کیا جائے۔'' جب گوشت پک کر تیار ہو گیا تو آپ نے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ہمراہ بٹھا کر وہ گوشت اور شوربا تناول فرمایا۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''وہ اونٹوں کی کھالیں۔ گوشت اور جھولوں کو غریبوں اور مسکینوں میں اللہ کے نام پر تقسیم کر دیں۔'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''ذبح جانور کی کوئی چیز قصابوں کو نہ دی جائے بلکہ ذاتی گرہ سے ان کو ذبح کرنے کی اُجرت ادا کی جائے۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک منڈوانے (حلق) کا بیان

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ''قربانی کرنے کے لیے کوئی خاص جگہ مخصوص نہیں ہے بلکہ منیٰ کی ساری زمین ہی قربان گاہ ہے جہاں حاجی چاہے قربانی کر سکتا ہے''۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حلاق کو خدمت اقدس میں طلب فرمایا۔ (حلاق حجامت بنانے والے کو کہا جاتا ہے جسے ہمارے ہاں عرف عام میں حجام کہتے ہیں)

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلاق کا کام کرتے تھے وہ حسب حکم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھ استرا پکڑے ہوئے تھے وہ اسی حالت میں نور مجسم رحمت عالم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آ کر باادب کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف نظر کرم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ کریم نے تجھے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نرم گوشہ پر قدرت دی ہے۔ اس لیے تم اس نعمت کی قدر کو محسوس کرنا''۔ اس سے مراد یہ تھی کہ بال مبارک اُتارتے ہوئے نہایت ہی محتاط اور ہوشیار رہنا۔ معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا اس خدمت کو سرانجام دینا یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر احسان عظیم کا ثبوت ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تم نے سچ کہا یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سر مبارک کے بال دائیں طرف سے کاٹنے کا حکم فرمایا۔ جب دائیں طرف سے بال مبارک کٹ چکے تو حضور علیہ السلام نے فرط محبت سے کچھ بال اپنے دست کرم سے خود حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائے۔ اُس کے بعد بائیں طرف کے بال کاٹنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بال کاٹ کر فارغ ہوئے تو سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بال مبارک حاضرین میں تقسیم فرمائے۔ اس طرح بال مبارک حاصل کرنے والے خوش بخت اصحاب میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں۔ جو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھی۔ یہ ان پر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خاص فضل وعنایت تھی۔ حضور علیہ السلام نے جو بال تقسیم فرمائے حاضرین میں سے ہر شخص کے حصے ایک یا دو موئے مبارک آئے۔ اور یوں ہر ایک اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہوا۔ سر مبارک کے بال کٹوانے کے بعد سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ناخن مبارک بھی کٹوائے۔ یہ ناخن مبارک بھی لوگوں میں بطور تبرک تقسیم فرمائے۔ ساتھیوں میں سے اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حلق کرایا یعنی سر کے بال کٹوائے چند ایک نے قصر کرایا یعنی سر کے کچھ بال کٹوائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصر کی بجائے حلق کرنے کو افضل قرار فرمایا ہے۔

یہاں اس مسئلہ کو ذہن میں رکھنے کی اشد ضرورت ہے کہ گو قصر کرانا بھی جائز اور بلاشک وشبہ درست ہے۔ مگر فرمان رسالت کے مطابق حلق کرانے والا قصر کرانے والے کے مقابلہ میں زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔ اس لیے اگر کوئی مجبوری دامن گیر نہ ہو تو حلق کرانا ہی زیادہ افضل ہے۔

سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلق کرانے کے بعد مکہ مکرمہ میں تشریف لے گئے اور کعبہ شریف کا طواف فرمایا۔ یہ طواف کرنا بھی ارکان حج میں سے فرض رُکن ہے۔ اس کو طواف افاضہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ عرف عام میں اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔ طواف سے فارغ ہو کر حضور علیہ السلام چاہ زمزم کے پاس تشریف لے گئے۔

سقایت یعنی چاہ زمزم سے حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب خاندان عبدالمطلب میں سے حضرت عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے پاس تھا۔ وہ لوگ کنویں سے پانی نکال رہے تھے تا کہ حاجیوں کی خدمت کی جا سکے۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے چاہ زمزم سے پانی کھینچتا دیکھ کر تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر میری سُنت کی پیروی کرتے ہوئے اس کنویں سے پانی نکال کر پینے لگ جائیں گے اور یوں وہ لوگ تمہاری اس خدمت پر قابض ہو جائیں گے تو میں خود ڈول سے پانی نکال کر پیتا اور لوگوں کو دیتا یوں میں تمہاری مدد کرتا''۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا ایک ڈول خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (یاد رہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے)

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے کھڑے قبلہ رُخ ہو کر وہ پانی نوش فرمایا۔ کھڑے ہو کر پانی نوش فرمانے کے بارے میں کوئی واضح بات معلوم نہیں کہ آیا آپ علیہ السلام نے یہ عمل مبارک اس لیے سرانجام فرمایا کہ آئندہ اُمت کے لیے ایسا کرنے کا جواز پیدا ہو جائے اور لوگ ہمیشہ زمزم شریف کھڑے ہو کر قبلہ رخ رہتے ہوئے اسے پیا کریں اور یوں سنت پر عمل کرتے ہوئے ثواب کے حق دار ٹھہریں یا کسی خاص ضرورت کے تحت حضور علیہ السلام نے ایسا عمل فرمایا۔ ممکن ہے ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ہونے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو بہر حال زیادہ تر علماء کے نزدیک زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مخصوص ہے جبکہ چند کے نزدیک نہیں۔ (واللہ اعلم)۔

اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ بعض علماء کرام کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ طواف زیارت ناقہ پر سوار ہو کر فرمایا اور ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہجوم کثیر آپ علیہ السلام کو اچھی طرح دیکھ سکے اور یوں لوگ طواف کے انداز اور کیفیت واحکام سے آگاہ ہو سکیں یعنی اس طرح اُمت کا تعلیم دینا مقصود تھا۔ تا کہ ان کو طواف کے آداب و احکام کا علم ہو جائے۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار ہو کر طواف اس لیے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک میں کچھ تکلیف تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری قصویٰ مسجد کو آلودہ کرنے سے بھی پاک تھی۔ یعنی آپ علیہ السلام کی ناقہ مخصوص تھی جو کہ مسجد میں کسی قسم کی آلودگی نہیں ڈال سکتی تھی۔ (واللہ اعلم)۔

از: صحیح بخاری۔ جلد۔1۔ صفحہ۔235 ،
از: صحیح مسلم۔ جلد۔2۔ صفحہ۔434،
ترمذی۔ جلد۔2۔ صفحہ۔135 تا 138،
ابوداؤد۔ جلد۔1۔ صفحہ۔270،
تاریخ طبری۔ جلد۔1۔ صفحہ۔350،
ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔410،

طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 1۔ صفحہ 510،
البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 337 اور 338،
مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 639 اور 640،
الوفا با احوال مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، وغیرہ۔

بیت العتیق کی طرف لوٹنے کا بیان

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ملتی ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا نہ فرمائی بلکہ حضور علیہ السلام واپس منیٰ تشریف لائے اور وہاں آ کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ اسی طرح صحیح مسلم شریف میں ایک اور حدیث آتی ہے جس کو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار ہو کر طواف فرمایا اور پھر فارغ ہو کر سواری سے نیچے تشریف فرما ہوئے اور نماز ظہر مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں ادا فرمائی۔ مذکورہ احادیث میں سے جمہور علماء نے دوسری حدیث کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس حدیث کے دو راوی ہیں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حجۃ الوداع کی روایات میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت ہی مشہور ہیں جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نہایت اہم حیثیت کی مالکہ ہیں۔

اس حدیث کو حضرت امام مسلم یوں بیان کرتے ہیں کہ محمد بن رافع نے ہمیں بتایا کہ عبدالرزاق نے انہیں خبر دی کہ عبداللہ بن عمر نے نافع سے بحوالہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم النحر کو واپس تشریف لائے اور منیٰ میں لوٹ کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ پڑھنے والے کے ذہن میں یہ دونوں حدیثیں پڑھ کر شاید شک و شبہ پیدا ہو گا کہ ان میں سے کون سی حدیث صحیح ہے کیونکہ بیان کے مطابق یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما والی یعنی دونوں احادیث مسلم میں موجود ہیں جبکہ بیان دونوں کا ہی ایک دوسرے کے خلاف ہے یہاں محدث کی مدد کے بغیر حدیث کا سمجھنا ممکن نہیں ہے کیونکہ محدثین ہی وہ شخصیات ہیں جو ایسے موقعہ پر احادیث کی اس قدر مکمل تشریح فرما دیتے ہیں کہ کسی قسم کا کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں احادیث کو جمع کیا جائے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر جب فراغت کے بعد منیٰ واپس تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں کو اپنا منتظر پایا یہ دیکھ کر فخر دو عالم نور

مجسم علیہ السلام نے نماز ظہر کا اعادہ فرمایا۔ظہر کے وقت میں ہی آپ علیہ السلام کا منیٰ میں واپس تشریف لے جانا ممکن ہے۔(واللہ اعلم)

ضروری وضاحت

کتب سیر میں مختلف روایات اور صحابہ کرام اور دیگر ائمہ سے ایک روایت ملتی ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں طواف زیارت کے لیے تشریف لائے تو آپ علیہ السلام سقایہ کی طرف روانہ ہوئے (یہ ایک سبیل کا نام ہے جس کو سقایۃ النبیذ بھی کہا جاتا ہے۔) حضور علیہ السلام اس سبیل سے پانی نوش فرمانا چاہتے تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج حاجیوں کا بہت ہجوم ہے اور اُن کے بار بار پانی پینے اور سبیل میں ہاتھ ڈالنے کی وجہ سے یہ پانی گدلا ہو گیا ہے۔آپ مہربانی فرما کر تھوڑا انتظار فرمائیں۔میں بیت اللہ شریف سے صاف پانی لا کر خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔مگر رحمت عالم نور مجسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی دوسرا پانی نوش فرمانا پسند نہ کیا اور اسی سبیل کا پانی نوش جان فرمایا۔

طاوس کہا کرتے تھے کہ سقایۃ النبیذ سے پانی پینا ارکان حج کو پورا کرنے کی چیز ہے کیونکہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سقایۃ النبیذ اور زمزم سے خود پانی نکال کر پینا اگر سنت نہ ہو جاتا تو میں خود پانی کا ڈول نکال کر پانی پیتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے نکلا ہوا پانی نوش فرمایا۔ سقایۃ النبیذ کے نام سے زمزم کی ایک سبیل مشہور تھی

اسی سلسلے میں آتا ہے کہ حماد نے کہا کہ عن حمید عن بکر عن عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک بدو نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا آل معاویہ کی کیا بات ہے کہ وہ طواف زیارت کے موقعہ پر پانی اور دودھ پلاتے ہیں فلاں کی آل دودھ اور شہد پلاتی ہے اور آپؓ لوگ اس موقہ پر نبیذ پلاتے ہیں۔کیا آپ لوگ بخل کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں یا کسی اور ضرورت کے تحت۔یہ سُن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہم نہ تو کسی بخل کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور نہ ہی کسی ضرورت کے تحت بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی موقعہ پر ہمارے پاس تشریف لائے۔اس وقت حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے ردیف تھے انہوں نے ہم سے پانی طلب فرمایا تو ہم نے سبیل کا نبیذ خدمت اقدس میں پیش کیا جسے نوش فرما کر ارشاد فرمایا ''تم نے بہت اچھا کیا اسی طرح ہی کیا کرو''۔اس سلسلے میں اور بہت سی روایات بھی کتب سیر میں موجود ہیں مگر طوالت کے خوف سے اسی ایک روایت پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔اللہ قبول فرمائے۔

یوم النحر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارک

یوم النحر کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔اس خطبہ میں اہم نکات

ارشاد فرمائے جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن المثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں بتایا کہ عاصم بن محمد بن زید نے ہمیں اپنے والد سے بحوالہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خبر دی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا۔ ''اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے''۔ لوگوں نے جواباً عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''یہ حرمت والا دن ہے''۔ پھر فرمایا ''کیا تم لوگ جانتے ہو۔ یہ کونسا شہر ہے''۔ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''یہ حرمت والا شہر ہے''۔ پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تم لوگوں کو معلوم ہے یہ کونسا مہینہ ہے'' لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''حرمت والا مہینہ ہے''۔ پھر ارشاد فرمایا ''بے شک اللہ نے تم پر تمہارے خون۔ تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اس طرح حرام کی ہیں جس طرح اس شہر میں اس ماہ میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔''

ہشام بن الفاز کہتے ہیں کہ نافع نے مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بتایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حج میں یوم النحر کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا ''یہ کونسا دن ہے'' عرض کی النحر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ''یہ کونسا شہر ہے'' لوگوں نے عرض کیا بلد حرم پھر فرمایا ''یہ کونسا مہینہ ہے'' لوگوں نے عرض کیا حرمت والا مہینہ۔ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''یہ حج اکبر کا دن ہے۔ تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں۔ اس دن میں۔ اس مہینے میں اور اس شہر کی حرمت کی طرح تم پر حرام ہیں'' پھر مزید ارشاد فرمایا ''کیا میں نے پیغام الٰہی تم لوگوں تک پہنچا دیا ہے؟'' لوگوں نے یک زبان عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ گواہ رہ اے اللہ گواہ رہ۔ اے اللہ گواہ رہ''۔ اس کے بعد لوگوں کو رخصت (وداع کیا) اسی لیے لوگوں نے اس حج کو حجۃ الوداع کہا ہے (واللہ اعلم)

یوم النحر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس خطبہ مبارک کو امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں باب الخطبہ ایام منیٰ میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا یحییٰ بن سعید نے کہا کہ فضیل بن غزوان نے بتایا کہ ہم سے عکرمہ نے بحوالہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم النحر کو موجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے خطاب کیا اور یوں ارشاد فرمایا:۔

''اے لوگو یہ کون سا دن ہے'' لوگوں نے عرض کیا حرمت والا دن ہے پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''یہ کونسا شہر ہے'' لوگوں نے جواب دیا یہ حرمت والا شہر ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا ''یہ

کون سا مہینہ ہے" لوگوں نے عرض کیا یہ حرمت والا مہینہ ہے۔اس پر رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا" تمہارے خون۔تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس ماہ میں اس شہر میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے" روایت کرنے والے نے مزید بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو کئی بار دہرایا پھر اپنا سر اقدس اُوپر اُٹھا کر ارشاد فرمایا" اے اللہ گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے"۔

اس حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کے بعد سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اُمت محمدیہ کے لیے وصیت ہے اس لیے جو لوگ وہاں موجود یہ پیغام مبارک سُن چکے تھے وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔آپ علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ" میرے پردہ کر جانے کے بعد تم لوگ کفر کی طرف نہ پلٹ جانا اور نہ ہی تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جانا۔"

صحیح بخاری باب الخطبہ ایام منیٰ، البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔344،

مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔640،طبقات ابن سعد۔جلد۔اول۔صفحہ۔468،

صحیح ترمذی شریف، صحیح مسلم شریف، وغیرہ۔

امام ترمذی مذکورہ حدیث کو یحییٰ القطان کے حوالے سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے۔پھر حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صحیح میں اسی خطبہ مبارک کو ایک دوسری جگہ دوسری حدیث سے یوں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن محمد نے مجھے بتایا کہ ابو عامر نے ہم سے بیان کی کہ ہم سے قرہ نے محمد بن سیرین کے حوالے سے بیان کیا ان کو عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے والد سے اور پھر ایک ایسے آدمی نے جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن حمید بن عبدالرحمٰن سے بہتر ہے اس نے ابوبکرہ سے مجھے بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم النحر کو ہم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے"۔ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ علیہ السلام اس دن کا کوئی اور نام ارشاد فرمائیں گے۔مگر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ" یہ یوم النحر نہیں ہے؟" ہم نے عرض کیا یہ یوم النحر ہی ہے۔پھر ارشاد فرمایا" یہ کونسا مہینہ ہے۔" ہم سب نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم خیال کرنے لگے کہ شاید آپ علیہ السلام اس مہینہ کو کسی اور نام سے موسوم فرمائیں گے۔آپ علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا" کیا یہ ذی الحج نہیں" ہم سب نے کہا بے شک یہ ذی الحج ہی ہے۔پھر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا" یہ کونسا شہر ہے" ہم نے جواب میں عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔آپ علیہ السلام خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم خیال کرنے لگے شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کسی اور نام سے موسوم فرمائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کیا یہ شہر حرم

نہیں ہے'' ہم سب نے کہا بے شک یہ شہر حرم ہی ہے اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس ماہ میں اس شہر میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے اور یہ حرمت تمہارے رب سے ملنے کے دن تک قائم رہے گی۔ آگاہ رہو کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔'' سب نے یک زبان کہا ہاں۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ تو بھی گواہ رہ۔ یہاں حاضر آدمی میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں جن تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ پس میرے بعد کافر مت بن جانا جو ایک دوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں''۔

از: صحیح بخاری شریف۔

خطبہ حجۃ الوداع میں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حجۃ الوداع کے موقعے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ مبارک کا بیان گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے مگر ہم یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو تفصیل کے ساتھ (Heading) سرخیوں کی مدد سے تحریر کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے میری منشا یہ ہے کہ تاریخ وسیرت کا ہر طالب علم ان ارشادات کو ان سرخیوں کی مدد سے ذہن نشین کرے۔ ایسا کرنے سے جہاں ایک طالب علم کو دنیا کے ظاہری امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کی بہترین راہ نمائی مل جائے گی وہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عالمگیر ارشادات کے تمام باریک اور تفصیلی حقائق کا علم ہو جائے گا جو اس کی آخرت کا سرمایہ کثیر ہوگا۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مجھے ان ارشادات کو کما حقہ ہو بیان کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

احترام مال و ماہ اور اعمال کے متعلق سوالات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے اس موقہ پر جو عالمگیر خطبہ ارشاد فرمایا اس کی مثال نہ پہلے تھی نہ ہے اور نہ ہی قیامت تک مل سکتی ہے بلکہ ابتداء زمانہ سے لے کر قیامت تک ایسا خطبہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اور دوسرا بیان کر ہی نہیں سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "لوگو میری بات سنو ہو سکتا ہے اس سال کے بعد آئندہ میں اس جگہ تم سے نہ مل سکوں۔ لوگو تمہاری جانیں اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر قیامت تک اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح تمہارے لیے یہ دن اور یہ مہینہ قابل احترام ہے۔ اور یاد رکھو تم مرنے کے بعد عنقریب اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔''

اعمال کے متعلق سوالات

اعمال کے متعلق سوالات کو عرف عام میں حساب کتاب آخرت کہا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لوگو سنو عنقریب جب تم اپنے رب سے ملو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ جبکہ میں ہر عمل کے متعلق تمام احکامات تمہیں پہنچا چکا ہوں۔ اس لیے ان احکامات پر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر سختی سے عمل کرتے رہنا تا کہ قیامت میں سرخرو ہو سکو۔''

امانت کی حفاظت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُس میں تفصیلی ذکر فرمایا کہ ''اے لوگو یاد رکھو تم سے امانت کے سلسلے میں بھی سوال ہوگا اس لیے جس کے پاس کسی کی امانت ہو اُسے چاہیے کہ وہ اس امانت کو مانگنے پر اُسی شخص کے حوالے کر دے جس نے اُسے ایماندار سمجھ کر اپنی امانت اُس کے پاس رکھی تھی''۔ اس کا مطلب ہے یہ کہ امانت میں خیانت کرنے سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے

ربا (سود) کا خاتمہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ بھی شامل تھا کہ ''ہر قسم کا سود (ربا) جو کسی کا کسی پر نکلتا ہو اس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ ساقط کر دیا گیا ہے۔ البتہ تمہارے اصل مال تمہارے لیے ہیں لیکن یاد رہے تم نے اگر اس مال کو کسی دوسرے کی مدد کے لیے استعمال کیا ہے کسی دوسرے کو دیا ہے تو تم اس میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کرو گے اسی طرح تم میں سے کسی نے دوسرے سے مال لیا ہے تو وہ تم سے زیادتی نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود (ربا) حرام ہے۔ سب سے پہلے میں حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کُل سود (ربا) معاف و ساقط کرتا ہوں''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان سے سود کا عملی خاتمہ فرما کر قیامت تک اُمت محمدیہ کے لیے سود (ربا) کو حرام قرار فرما دیا۔

خون بہا کی معافی

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''خون بہا کو معاف کر دینا زیادہ اجر کا باعث ہے'' اور یوں عملی طور پر اس کی مثال قائم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''جاہلیت کے دور یعنی اسلام لانے سے پہلے جو بھی خون ہو چکا وہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب اُس خون کا انتقام نہیں لیا جائیگا'' تاریخ کا ہر طالب علم یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اگر ایک خون ہو جاتا تو اس کا بدلہ لینے کے لیے صدیوں تک تلوار چلتی رہتی

تھی۔آپ علیہ السلام نے اس کو ختم کر دیا۔اور فرمایا "میں ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا معاف کرتا ہوں" یاد رہے ایاس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے بنو سعد میں دودھ پیا تھا ہذیل نے اس کو قتل کر ڈالا یہ جاہلیت کے خون میں سے پہلا خون تھا جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف فرما دیا۔

مہینوں کی حرمت اور صحیح گنتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ مبارک میں سال کے تمام مہینوں کی حرمت اور ان کی صحیح گنتی کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا "اے لوگو یہ بات اچھی طرح سُن لو کہ شیطان اب اس بات سے قطعی مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین پر اس کی پرستش کی جائے گی۔اگر اُس کی اطاعت کی جائے گی تو وہ تمہارے ان اعمال سے جن کو تم نہایت حقیر خیال کرتے ہو راضی ہو جائے گا۔اس لیے تم لوگ دین کے سلسلے میں شیطان سے بچتے اور ڈرتے رہو۔لوگو حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کرنا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔وہ لوگ اور بھی گمراہ ہوتے ہیں جو پہلے ہی کافر ہیں۔یہ لوگ ایک مہینے کو ایک سال حرام رکھتے ہیں اور پھر اُسی مہینے کو دوسرے سال حلال کر لیتے ہیں۔وہ یہ اس لیے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر لیں۔اسی طرح یہ لوگ اللہ کریم کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لیتے ہیں اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیتے ہیں۔گویا یہ لوگ اپنی مرضی سے حلال حرام مقرر کر لیتے ہیں"۔پھر فرمایا "سنو کہ زمانہ پھر کر اُسی جگہ آ گیا ہے جہاں اُس وقت تھا جب خالق کائنات نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ان چار ماہ میں سے تین مہینے یکے بعد دیگرے متصل (جڑے ہوئے) ہیں یعنی ذی قعد۔ذوالحجہ۔اور محرم جبکہ چوتھا مہینہ رجب المرجب کا ہے۔یہ رجب کا مہینہ جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان والا ہے۔"

عورتوں کے حقوق

عورتوں کے حقوق کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا "اے لوگو سنو تمہاری عورتوں پر تمہارا ایک حق ہے۔اسی طرح تم پر ان تمام عورتوں کا ایک حق ہے۔عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر مرد کو نہ لائیں اور وہ کوئی خیانت نہ کریں کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں"

"اگر تمہاری عورتیں اس حکم کی خلاف ورزی کریں تو تمہیں اجازت ہے کہ ان کو بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں اس طرح مارو جو ضرب شدید نہ ہو ایسا کرنے سے اگر وہ باز آ جائیں تو پھر وہ کھانے اور کپڑے کے سلسلے میں حسن سلوک کی حق دار ہیں۔تم لوگ عورتوں کے ساتھ حُسن سلوک اور بھلائی کی نصیحت کرتے رہا کرو۔کیونکہ عورتیں تمہارے پاس بحیثیت قیدی ہیں وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز کی مالکہ نہیں ہیں تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ امانت کے طور پر رکھا ہوا ہے اور ان کے ستر (جسم) کو اللہ کریم کے کلمات کے ساتھ اپنے اوپر

حلال کیا ہے۔'' پھر مزید ارشاد فرمایا ''اے لوگو میری بات غور سے سُن کر اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے تم لوگوں کو اللہ کا ہر حکم پہنچا دیا ہے اور پھر تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر اس چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے وہ چیز ہے اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب قرآن کریم اور میری سنت (یعنی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔''

اخوت اور بھائی چارہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک میں اسلامی برادری اخوات اور بھائی چارہ کے سلسلے میں وضاحت سے بیان فرمایا ارشاد ہوا ''لوگو غور سے سنو اور میری اس نصیحت کو خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس طرح تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے کسی شخص کے واسطے بھی یہ چیز حلال نہیں جو وہ اپنے دوسرے بھائی کی مرضی کے بغیر حاصل کرے ہاں اگر دوسرا بھائی اپنی مرضی سے کوئی چیز خود دے یا استعمال کرنے کی اجازت دے تو وہ چیز استعمال کرنا یا لینا جائز ہے۔ یاد رکھو تم کسی بھی حالت میں اپنے آپ پر ظلم مت کرنا۔''

غلاموں کے بارے میں ارشاد گرامی

حجۃ الوداع کے اس خطبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لوگو سنو اپنے غلاموں کا خاص خیال رکھنا۔ جو تم لوگ خود کھاؤ اُسی میں سے اپنے غلام کو کھلاؤ اسی طرح جو خود پہنو اُسی میں سے یعنی اُسی جیسا اپنے غلام کو پہناؤ اگر تمہارا غلام کوئی ایسا کام یا گناہ وقصور کر دے جس کو تم معاف نہ کرنا چاہو تو اے اللہ کے بندو اس غلام کو سزا دینے کی بجائے اُسے بیچ ڈالو کیونکہ ایسا کرنے میں ہی اجر عظیم کا حصول ہے''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے سوال فرمایا ''قیامت کے روز تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال ہوگا اس وقت تم لوگ کیا جواب دو گے'' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے یک زبان عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے گواہی دیں گے کہ آپ علیہ السلام نے ہم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور خدا کی امانت ادا کی اور اُمت کی خیر خواہی کی یہ جواب سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ = ''اے اللہ تو گواہ ہو''

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ = ''اے اللہ تو گواہ ہو''

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ = ''اے اللہ تو گواہ ہو''

دین مکمل ہونے کا مژدہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ مبارک سے فارغ ہو کر ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرمائیں اُس کے بعد ذکر و شکر میں مصروف تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی۔ سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ:۔ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل (کامل) کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا"۔

مناسک حج

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان عرفات میں مناسک حج کے بارے میں ارشاد فرمایا اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن یعمر نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان عرفات میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سُنا کہ۔

''حج تو وقوف عرفات ہے یا وقوف عرفہ۔ جس شخص نے نمازوں کے جمع کرنے کی رات (یعنی مقام مزدلفہ شب دہم ذی الحجہ) صبح سے پہلے پائی تو اُس کا حج مکمل ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ یوم منیٰ (دسویں ذی الحج کے علاوہ) تین ہیں۔ جو شخص دو ہی دن میں یعنی گیارہویں اور بارہویں کو ہی جلدی کر کے چلا جائے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور جو شخص دیر کرے یعنی تیرھویں تک وہاں رہے اور پھر جائے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں جس پہاڑ پر تشریف فرما تھے اُس کے متعلق فرمایا یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا عرفہ وقوف کے لیے ہے۔ پھر مزدلفہ کے پہاڑ قزح پر صبح کو کھڑے ہوئے تو فرمایا ''یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ بھی وقوف کی جگہ ہے'' پھر منیٰ تشریف لے گئے جانوروں کو ذبح کیا اور فرمایا ''یہ جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ منحر ہے اور تمام منیٰ ہی منحر ہے''۔ اس طرح آپ علیہ السلام نے حج میں جو چیزیں فرض کیں وہ یہ تھیں۔

موقف (یعنی مزدلفہ اور عرفہ میں ٹھہرنا)۔

رمی جمار (یعنی تین شیطانوں کو کنکریاں مارنا)

طواف (بیت اللہ شریف کا طواف کرنا)

مناسک ومسائل حج

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان عرفات میں مناسک حج کے بارے میں جو ارشادات فرمائے عبدالرحمٰن بن یعمر نے ان کو بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان عرفات میں یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ''حج تو وقوف عرفات ہے یا وقوف عرفہ جس شخص نے نمازوں کے جمع کرنے کی رات (یعنی مقام مزدلفہ میں شب دہم ذی الحج) صبح سے پہلے پائی تو اُس کا حج مکمل ہو گیا''۔ پھر فرمایا کہ ''یوم منیٰ (دسویں ذی الحج) کے علاوہ تین دن ہیں۔ جو شخص دو ہی دن میں یعنی گیارہویں اور بارہویں کو ہی جلدی کر کے چلا جائے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور جو شخص دیر کرے یعنی تیرھویں تک وہاں رہے اور پھر جائے تو اس کو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں جس پہاڑ پر تشریف فرماتھے اُس کے متعلق فرمایا ''یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا عرفہ وقوف کے لیے ہے۔ پھر مزدلفہ کے پہاڑ قزح پر صبح کو کھڑے ہوئے تو فرمایا یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ بھی وقوف کی جگہ ہے۔ پھر منیٰ میں تشریف لے گئے جانوروں کو ذبح کیا اور فرمایا یہ جانوروں کی ذبح کرنے کی جگہ منحر ہے اور تمام منیٰ ہی منحر ہے۔ اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج میں جو چیزیں فرض فرمائیں وہ یہ تھیں۔

موقف (یعنی مزدلفہ اور عرفہ میں ٹھہرنا)۔

رمی جمار (یعنی جمرات تین شیطانوں کو کنکریاں مارنا)

طواف (بیت اللہ شریف کا طواف کرنا)

رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 13 ذوالحجہ سہ شنبہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی محصب (خیف بن کنانہ) میں قیام فرمایا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ کعبہ معظّمہ کا الوادعی طواف (طواف وداع) ادا فرمایا اور نماز فجر کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی فرمائی۔

سرکارِ دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میدان عرفات میں مناسک حج ارشاد فرمادیئے تھے۔ یہ بندہ ناچیز یہاں مسائل ومناسک حج قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔ حقیقت کی نظر سے اگر دیکھیں تو یہ مناسک حج جو اُوپر فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ان کی عام مسلمان کے لیے فقہی اعتبار سے تشریح وتفصیل ہے۔ یہاں میں مناسک حج کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ مسائل حج بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ بظاہر میرا یہ اسلوب کتب سیر سے ہٹ کر ہے۔ مگر اس تیز رفتار جدید زمانہ کی گہما گہمی میں جہاں انسان شب وروز سلسلہ

روزگار کے چکر میں مصروف ہے بظاہر اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ وہ مسائل و مناسک حج جاننے کے لیے کتب کی تلاش کر سکے میرا یہ اسلوب اُس کے لیے انشاء اللہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔ پھر وہ خوش قسمت اہل ایمان جن کو اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے حج کی سعادت حاصل کرنے کا شرف بخشے گا ان کے لئے میری یہ کوشش اجر وثواب کا باعث ہوگی اور پھر وہ حضرات مناسک حج و مسائل حج اور دیگر اسی سلسلے سے وابستہ معلومات کے لیے دوسری امدادی کتب حج کی تلاش وسعی سے بچ کر اسی کتاب سے کما حقہ فائدہ اُٹھا کر یقیناً میرے لیے دعا خیر فرمائیں گے۔

ندائے حج

اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:۔(سورۃ الحج آیات 26،27،28)

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾

اُردو ترجمہ: ''اور یاد کرو جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کیلئے کعبہ کی جگہ معین کردی (حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کی منادی کردو۔ تمہارے پاس لوگ پا پیادہ اور پتلے دبلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے چلے آئیں گے تاکہ وہ اپنے فوائد حاصل کریں اور جو جانور اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں ایام معروفہ میں ان پر (بوقت ذبح) خدا کا نام لیں۔ پھر اُن (کے گوشت میں) سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ۔''
سورۃ حج آیات 26 تا 28

فرضیت حج

اللہ کریم نے قرآن مجید میں حج کو فرض ہونے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سورۃ آل عمران آیات 96، 97

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۚ‏ ﴿۹۶﴾ فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے یہ گھر برکت والا اور راہنما تمام جہان کے لیے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہوا امن پا گیا۔ اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے۔ جو استطاعت والے لوگ ہیں اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے "

احادیث مبارکہ بابت حج

1- صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو ہریرہ عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس المتوفی 57ھ مدینہ منورہ۔ 5374 حدیثیں روایت کی ہیں) سے حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خطاب فرمایا۔ "اے لوگو تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے پس تم حج کرو"۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بات کے جواب میں خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اُس شخص نے تین بار یہی سوال کیا۔ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر میں ہاں فرما دوں تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جائے اور اسکی استطاعت نہیں"۔ پھر فرمایا "تم سوال نہ کیا کرو جب تک میں تمہیں از خود ارشاد نہ فرماؤں۔ پس یہی وجہ ہے کہ تم سے پہلی اُمتیں اپنے انبیاء (علیہم السلام) سے کثرت سوال اور اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔ سو جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تم اُسے حتی المقدور پورا کرو۔ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روک دوں تو ترک جاؤ" (ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے سائل اوروں پر زندگی میں ایک دفعہ ہی حج فرض ہے اور تجھ پر دو مرتبہ حج کرنا فرض ہے)

(از: صحیح مسلم شریف۔)

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی

ہے''۔ (مبرور کا معنی مقبول ہے)

از: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

3- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے''۔

از: ابن ماجہ۔

4- سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں پر جہاد ہے ارشاد فرمایا ''ہاں ان کے ذمے وہ جہاد ہے جس میں لڑا نہیں جاتا یعنی حج و عمرہ''۔

از: ابن ماجہ

5- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حج اور عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔''

از: ترمذی، ابن خزیمہ

6- بزار نے ابو موسیٰ رضی اللہ رتعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید المرسلین ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائیگا جیسے اُس دن کو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔''

7- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔''

از: بخاری، مسلم ابوداؤد، نسائی

8- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ''جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا وہ اونٹ پر سوار آیا تو اونٹ جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ اُس کے بدلے اُس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹا دیتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے یہاں تک کہ جب کعبہ مکرمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے اُس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا''۔

از: بیہقی۔

9- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما

تھے کہ ایک انصاری اور ثقفی حاضر خدمت ہوئے۔ خدمت اقدس میں سلام عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کچھ پوچھنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ تاجدار مدینہ سرور سینہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر تم چاہو تو میں خود بتا دوں کہ تم لوگ کیا پوچھنا چاہتے ہو اور اگر تم چاہو تو میں کچھ نہ کہوں تم لوگ خود ہی سوال کرو''۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی فرما دیں ارشاد فرمایا ''تم اس لیے حاضر ہوئے ہو تا کہ پوچھیں کہ گھر سے نکل کر بیت الحرام کے قصد کو جائیں اور ایسا کرنے میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے اور پھر طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے اور پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے اور عرفہ کی شام کے وقوف کرنے اور اس میں کیا ثواب ہے۔ اور جمار کی رمی میں اس میں کیا ثواب ہے اور قربانی کرنے میں اس میں کیا ثواب ہے اور اس کے ساتھ طواف افاضہ کرنے''۔ انہوں نے عرض کیا اس ذات اعلیٰ کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم اسی لیے حاضر خدمت ہوئے ہیں تا کہ ان باتوں کا حضور سے دریافت کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تم بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ لے کر گھر سے نکلو گے تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تمہارے لیے حسنہ لکھا جائے گا اور تمہاری خطا مٹا دی جائے گی۔ اور طواف کے بعد دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ایک غلام کو آزاد کرنے کا ثواب ہو۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے ستر (70) غلام آزاد کر دیئے ہوں۔ اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا ثواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ کریم آسمان سے دنیا کی طرف خاص تجلّی فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ ملائکہ پر مباحات فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے میرے بندے دُور دُور سے پراگندہ سر میری رحمت کے امیدوار حاضر ہوئے ہیں اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں، بارش کے قطروں اور سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہیں تو میں سب کو معاف فرماتا ہوں۔ میرے بندو واپس جاؤ تمہاری مغفرت ہوگئی۔ اور اس کی بھی جس کی تم سفارش کرو۔ اور جمروں پر رمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک ایسا کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے جو ہلاک کرنے والا ہے۔ اور قربانی کرنے پر تیرے رب کے ہاں تیرے لیے ایک ذخیرہ ہے۔ اور سر منڈوانے پر ہر بال کے بدلے تیرے لیے حسنہ ہے اور ایک گناہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد طواف کا یہ حال ہے کہ جب تو طواف کر رہا ہے تیرے لیے کوئی گناہ نہیں ہے اس وقت ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا آئندہ کے لیے یعنی مستقبل میں نیک عمل کر ماضی میں تیرا جو گناہ تھا معاف کر دیا گیا''۔

از: طبرانی، کبیر، بزار

10- سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلا اور مر گیا تو قیامت کے روز نہ اس کی پیشی ہوگی اور نہ ہی حساب ہوگا اور اس کو کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا“۔

از: طبرانی، دار قطنی، بیہقی ابو یعلی۔

حج کب فرض ہوا

اس کے جواب میں کئی ایک قول ہیں یہ تمام اقوال ترتیب سے تحریر کئے جاتے ہیں پھر ان اقوال میں جمہور کے نزدیک جو قول صحیح ہے اس کی نشاندہی وذکر بھی کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

1- ہجرت سے پہلے فرض ہوا۔
2- ہجرت کے بعد فرض ہوا
3- 3 ھجری میں فرض ہوا
4- 5 ھجری میں فرض ہوا
5- 6 ھجری میں فرض ہوا
6- 7 ھجری میں فرض ہوا
7- 8 ھجری میں فرض ہوا
8- 9 ھجری میں فرض ہوا

یہاں تک مذکورہ مختلف اقوال ہیں مگر آخری قول یعنی 9 ہجری۔ جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 10 ہجری کو حج ادا فرمایا۔

حج کا وقت

حج سال میں کسی بھی وقت جب دل چاہے نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا وقت یکم شوال سے دسویں ذی الحج تک ہے۔ ان مخصوص ایام کے علاوہ پہلے یا بعد میں افعال حج ادا نہیں ہو سکتے۔ احرام کے سوا کیونکہ احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ از: درمختار۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 162۔

حج کے فرائض یا ارکان

حج کرتے وقت جو ارکان فرض ہیں ذیل میں ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے یاد رہے ان فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی چھوٹ جائے تو حج ادا نہیں ہوگا۔

1- احرام: یہ شرط ہے مگر تکبیر تحریمہ کی طرح اتصال کی وجہ سے اسے بھی فرائض میں شمار کیا جاتا ہے۔

2- نویں ذی الحج کے سورج ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق ہونے سے پہلے تک کسی بھی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔

3- کعبہ کا طواف جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔اور ایام قربانی میں سے جس دن چاہے بجالائے یہ دونوں رُکن ہیں ان میں وقوف زیادہ اہم ہے۔

4- نیت

5- ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر وقوف عرفہ پھر طواف زیارت۔

6- ہر فرض کا اپنے وقت پر ادا ہونا یعنی وقوف اس وقت ہونا جو مذکور ہو۔اس کے بعد طواف اس وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے۔

واجبات حج

1- میقات سے احرام باندھنا یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے نہ گزرے اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

2- صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا (اس کو سعی کرنا کہتے ہیں) سعی کو صفا سے شروع کرنا سات چکر پورے کرنا اور اگر مروہ سے شروع کی تو پہلا چکر شمار نہیں ہوگا اس کا اعادہ کیا جائے۔اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا چاہیے۔سعی کا طواف کم از کم چار پھیروں یعنی سات چکروں کے بعد ہونا۔

3۔ اگر دن میں وقوف کیا تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ سورج ڈوب جائے خواہ سورج ڈھلتے ہی شروع کیا ہو یا بعد۔غرض غروب آفتاب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔وقوف میں رات کا کچھ جز آجانا عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی جب تک امام وہاں سے نکل نہ جائے یعنی چلا نہ جائے حاجی بھی نہ جائے۔البتہ اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اس کے لئے امام سے پہلے چلا جانا جائز ہے۔اور اگر بھیڑ یا کسی دوسری جائز مجبوری وغیرہ کی وجہ سے امام کے چلے جانے کے بعد بھی ٹھہر گیا تو ایسا کرنا جائز ہے۔

4- مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

5- مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی عشاء کے وقت مزدلفہ میں آکر پڑھنا پھر تینوں جمروں (شیطانوں) پر دسویں۔گیارہویں اور بارہویں، تینوں دن کنکریاں مارنا۔دسویں تاریخ کو صرف جمرۃ لعقبہ پر کنکریاں مارنا جبکہ گیارہویں اور بارہویں کو تینوں پر کنکریاں مارنا ہے۔

6- سر منڈوانا یا بال چھوٹے (قصر) کرانا۔

7- طواف صدر وافاضہ اور اسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف حطیم کے باہر حجر اسود سے شروع ہونا چاہیے یعنی اس طرح کعبہ مکرمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو۔ افضل ترین یہ ہے کہ طواف چل کر کیا جائے ہاں البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو الگ بات ہے۔ طواف کرتے وقت اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ نجاست حکمیہ سے پاک ہو (نجاست حکمیہ سے مراد یہ ہے کہ طواف کرنے والا یا والی حالت جنب میں نہ ہو اور نہ ہی بے وضو ہو اگر بے وضو یا حالت جنابت میں طواف کر لیا تو اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پاکی کی حالت میں کرنا پڑے گا۔)

قربانی کرنا

حج کے دوران قربانی کے لیے تین دن ہیں یعنی ذی الحجہ کی دس۔ گیارہ اور بارہ تاریخ ان ایام میں سے افضل دن دس ذی الحجہ ہے اور اس میں پہلی رات (دسویں کی رات) شامل نہیں ہے۔ گیارہ اور بارہ (یعنی ایام قربانی کے جو تین دن ہیں ان کے درمیان) کی دو راتیں شامل ہیں ان میں قربانی کر سکتے ہیں۔

از: درمختار و شامی۔ جلد۔ 6۔ صفحہ۔ 316

حج کی سنتیں

دوران حج درجہ ذیل ارکان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے بلکہ اس کا یہ عمل درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔

1- میقات کے باہر سے آنے والا جب مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر سب سے پہلا جو طواف کرتا ہے اس کو طواف قدوم کہا جاتا ہے۔ (میقات وہ جگہ ہے جہاں سے باہر کا آنے والا بغیر احرام کے نہیں گزر سکتا)

2- طواف کرنے والا طواف کی ابتدا حجر اسود سے کرے۔

3- طواف قدوم ہو یا طواف فرض دونوں صورت میں رمل کرنا۔

4- صفا و مروہ کے درمیان جو دو میلین اخضرین ہیں دوڑنا اس کو سعی بھی کہتے ہیں۔

5- امام کا مکہ مکرمہ میں ساتویں کو پھر میدان عرفات میں نویں کو اور منیٰ میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔

6- آٹھویں تاریخ کو فجر کے بعد مکہ مکرمہ سے روانہ ہونا۔ یہ روانگی میدان منیٰ کی طرف ہے۔

7- منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا۔

8- ذی الحجۃ کی نویں رات مکمل منیٰ میں بسر کرنا۔

9- نویں ذوالحجہ کو ہی سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے میدان عرفات کی طرف روانہ ہونا۔ اور وقوف عرفہ کے لیے

غسل کرنا۔

10- میدان عرفات سے واپسی پر مزدلہ میں رات بسر کرنا اور سورج نکلنے سے پہلے منیٰ کو چلے جانا۔

11- دس اور گیارہ ذی الحج کے بعد دونوں راتیں منیٰ میں بسر کرنا اور اگر تیرھویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں بسر کرنا۔

12- رمی جمار۔

13- قربانی۔

14- حلق یعنی سر منڈوانا۔

15- طواف زیارت۔

16- صبح صادق کے وقت وادی البطح جسے وادی محصب بھی کہتے ہیں اس میں داخل ہونا بے شک تھوڑے سے وقت کے لیے ہی داخل ہو۔

17- طوافِ وداع۔

احرام کا بیان

اُوپر ہم حج کے فرائض۔ واجبات اور سنتوں کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اس فرض کو عملی طور پر کس طرح ادا کرنا ہے اس کا بیان کر دینا بھی اشد ضروری ہے اس لیے یہاں ہر ایک عمل کو تشریح کیساتھ بیان کیا جاتا ہے دعا ہے۔ اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے قبول فرمائے اور میری یہ کوشش اہل ایمان کے لیے عمومی طور پر اور حاجی حضرات کے لیے خصوصی طور پر اجر و ثواب کا ذریعہ بنے۔ آمین۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ البقر آیت 197

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾

ترجمہ: حج کے چند مہینے معلوم ہیں۔ جس نے ان مہینوں میں اپنے اُوپر حج لازم کیا احرام باندھا۔ تو نہ فحش ہے نہ فسق نہ جھگڑنا حج کے وقت تک۔ اور تم جو کچھ بھلائی کرو اللہ اُسے جانتا ہے۔ اور توشہ لو بے شک سب سے اچھا تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرواے عقل والو"۔

اسکے بعد پھر یوں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ المائدہ آیات 1، 2

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے جو جانور حلال کیے گئے ان کے جن کا تم پر بیان ہو گا مگر حالت احرام میں شکار کا قصد نہ کرو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانی اور نہ جن جانوروں کے گلوں میں علامتیں ڈالی گئیں (قربانی کی علامت) اُن کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ ان لوگوں کی جو خانہ کعبہ کا قصد اپنے رب کے فضل اور رضا طلب کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اور جب احرام کھولو اُس وقت شکار کر سکتے ہو۔ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

احرام کے احکام

گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ میقات اُس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو پہلے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکا ہو وہ تو جانتا ہے کہ اُس کے لیے میقات کہاں سے شروع ہوتی ہے مگر ایسا شخص کیا کرے جو پہلی دفعہ حج کے لیے جا رہا ہو۔ فرض کریں وہ پہلے جانے والوں سے میقات کی معلومات حاصل کر لیتا ہے مگر اس مقام کو پالینے میں یا اس نشاندہی والی جگہ کو بھول جاتا ہے تو پھر وہ کیا کرے۔ یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے کیونکہ حاجی جب میقات کے مقام پر پہنچتے ہیں تو معلم و دیگر لوگ اعلان کر کے ہر ایک کو باخبر کر دیتے ہیں کہ احرام باندھ لیا جائے۔ پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر ملک والے کے لیے

میقات ایک ہی جگہ نہیں بلکہ ہر ایک کے لیے مسافت اور سمت کے اعتبار سے میقات بھی الگ الگ ہے۔

احکام

1- جب میقات کی جگہ قریب آ جائے تو حج پر جانے والا سب سے پہلے مسواک کرے پھر وضو اور پھر خوب اچھی طرح نہائے۔ اگر نہانے کا موقعہ نہ ہو یا پانی دستیاب نہ ہو تو صرف وضو ہی کر لے یہاں تک کہ بچے اور حیض ونفاس والی عورتیں بھی اگر پانی میسر ہو تو غسل کریں ہر ایک کو باطہارت احرام باندھنا ضروری ہے۔ اگر غسل کیا اور پھر اتفاقاً بے وضو ہو گیا تو احرام باندھنے سے پہلے وضو کر لے کیونکہ احرام باندھ کر وضو کرنا فضیلت کے ثواب سے محروم ہونا ہے۔

2- اگر مرد چاہیں تو بال کٹوالیں کیونکہ ایسا کرنے سے احرام کی حالت میں بالوں کی حفاظت سے نجات مل جائے گی۔ اگر بال نہیں کٹوانا چاہتا تو پھر سر میں کنگھا کر لے اور خوشبو دار تیل ڈالے۔

3- غسل کرنے سے پہلے ناخن کٹوالے۔ خط بنوائے، زیر ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے۔

4- بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائے کیونکہ ایسا کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس بات کی احتیاط کی جائے کہ جو خوشبو استعمال کر رہا ہے اس کا داغ کپڑوں پر باقی نہ رہے اگر داغ لگا دینے والی خوشبو ہے تو اس کو استعمال نہ کرے۔

5- مرد سلے ہوئے کپڑے اور موزے اتار دیں۔ ایک نئی یا دھلی ہوئی چادر بغیر سلی اوڑھ لیں اور ایک چادر بطور تہبند استعمال کرے یہ کپڑے سفید رنگ کے ہوں۔ کچھ لوگ احرام باندھتے ہی چادر داہنی بغل کے نیچے کر کے دونوں پلو بائیں کندھے پر ڈال لیتے ہیں ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔ اس طریقے سے چادر اوڑھنا اُس وقت سنت ہے جب طواف کر رہا ہو۔ باقی طواف کے علاوہ چادر اس طرح اوڑھنا چاہیئے جیسے عام دنوں میں اوڑھی جاتی ہے یعنی دونوں کندھے پیٹھ اور سینہ سب چھپے ہوتے ہیں۔

6- جب مقام میقات آئے اور وہ وقت بھی مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھ لے اس کی نیت یہ کرے کہ میں یہ نفل احرام کے پڑھ رہا ہوں۔ نفلوں کی پہلی رکعت میں۔ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ۔ جبکہ دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللہ پڑھے۔

7- حج بیت اللہ کی تین اقسام ہیں:

1- حج افراد 2- حج تمتع۔ 3- حج قران

1- حج افراد۔ اس کا مطلب صرف حج کرنا ہے اس حج کو کرنے والا مفرد کہلاتا ہے۔ اس میں عمرے کی نیت شامل نہیں ہوتی اس لیے لفظ صرف حج استعمال ہوتا ہے۔ حج افراد کرنے والا اسلام کے بعد یوں کہے۔

دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْحَجَّ ۔ فَیَسِّرْہُ لِی وَتَقَبَّلْہُ مِنِّی ۔ وَ اَعِنِّی عَلَیْہِ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ ۔ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

ترجمہ: اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں پس اسے تو میرے لیے آسان کردے اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔ اور اس میں میری مدد فرما اور اسمیں میرے لئے برکت ڈال۔ میں نے حج کی نیت خاص اللہ کے لیے کی اور میں نے احرام باندھا۔

2- حج تمتع۔ اس کا مطلب صرف عمرے کی نیت کرنا ہے ایسا حج کرنے والا حاجی متمتع کہلاتا ہے۔ اس میں حج کی نیت نہیں ہوتی بلکہ عمرے کے بعد حج بھی کرلیا جاتا ہے اس لیے پہلی نیت کی نسبت سے حج تمتع کہلاتا ہے۔

دعا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ لُعُمْرَۃَ ۔ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْھَا مِنِّی ۔ وَ اَعِنِّیْ عَلَیْھَا وَ بَارِکْ لِیْ فِیْھَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَ اَحْرَمْتُ بِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی.

ترجمہ: اے اللہ میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں اسے تو میرے لیے آسان فرما اور اسے میرے حق میں قبول فرما۔ اور اس کے ادا کرنے میں میری مدد فرما اور اس کو میرے لئے بابرکت فرما۔ میں نے عمرے کی نیت کی اور خاص اللہ کے لیے میں نے اس کا احرام باندھا۔

3- حج قران: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان گھر سے ہی حج اور عمرے کی نیت کرے یہ سب سے افضل حج ہے اس کو حج قِران کہتے ہیں اور ایسا حج کرنے والا حاجی قارن کہلاتا ہے۔

دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْ ھُمَالِی وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی نَوَیْتَ العُمْرَۃَ وَالحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا مُخْلَصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی.

ترجمہ: اے اللہ میں حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہوں اسے تو میرے لیے میسر اور آسان فرما اور میرے حق میں قبول فرما۔ میں نے حج اور عمرے کی نیت کی اور خاص اللہ کے لیے اس کا احرام باندھا۔

حاجی مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت یا حالت میں ہو تو اس دعا نیت کے بعد باآواز بلند یوں تلبیہ کہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ. ۔ لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَتَ لَکَ وَ الْمُلْکَ ۔ لاَ شَرِیْکَ لَکَ ۔

ترجمہ: میں حاضر ہوں۔ یا اللہ میں حاضر ہوں تیرے حضور حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تیرے حضور حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور مُلک بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

لبیک تین بار کہنا چاہئے پھر درود شریف پڑھ کر دعا کرے۔ ویسے تو بزرگان دین سے بہت سی دعائیں منقول ہیں مگر اس موقعہ پر جو دل میں آئے اس خالق ارض وسماء سے مانگتا جائے وہ غفور، رحیم ہے۔

یہاں ایک مسئلہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ لبیک کی جس قدر کثرت کرسکتا ہو کرے مگر جب لبیک کہنا شروع کریں تو تین بار کم از کم کہنا چاہیے۔

احرام کے بعد جو حرکات حرام ہیں۔

احرام باندھ لینے کے بعد جو حرکات حرام ہیں ان کا حتمی ذکر کرنا ممکن نہیں اور وہ بھی مجھ جیسے کم علم انسان کے لیے بہر حال کتب سیر اور فقہی کتب سے جو کچھ حاصل ہو سکا تحریر کیا ہے اللہ قبول فرمائے۔

1- عورت سے صحبت کرنا۔

2- عورت کا بوسہ لینا۔

3- عورت کو چھونا۔

4- عورت کو گلے لگانا۔

5- اس کی شرمگاہ پر نظر رکھنا یا اس کو دیکھنا۔ جبکہ یہ سب باتیں شہوت کی نظر سے ہوں۔

6- کسی سے دنیا کے لیے لڑائی جھگڑا کرنا۔

7- جنگل کا شکار کرنا۔

8- شکار کی طرف اشارہ کرنا۔

9- شکار کرنے میں کسی قسم کی مدد دینا یعنی بارود یا چھری وغیرہ آلات ذبح دینا حرام ہے۔

10- جانور کے انڈے توڑنا۔

11- جانور کے پر اکھیڑنا۔

12- جانوروں کے پاؤں یا بازو توڑنا۔

13- جانور کا دودھ دوہنا۔

14- اس جانور کا گوشت پکانا۔

15- اسی جانور کے انڈے بھوننا۔

16- اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کوئی ناخن کتروانا۔

17- سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔

18- منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔

19- بستہ، ٹرنک، کپڑے، گٹھڑی یا ایسی کوئی دوسری چیز سر پر رکھنا۔

20- عمامہ باندھنا۔

21- برقعہ۔ دستانے یا موزے وغیرہ پہننا۔ موزے اگر وسط قدم کو نہ چھپائیں تو پہنے جا سکتے ہیں مگر وہ اس صورت میں اگر جوتے نہ ہوں۔ یعنی پھر چمڑے یا دوسرے موزوں کو تسموں کی جگہ سے کاٹ دیا جائے (پلاسٹک کے چھانٹوں والے سلیپر مناسب ہیں)

22- سلا ہوا کپڑا پہننا۔ مگر قمیض یا کوٹ کو بازو پہنے بغیر۔ کندھے پر ڈالنا جائز ہے۔

23- کسی قسم کی خوشبو، بدن، بالوں یا کپڑوں وغیرہ پر لگانا۔

24- کسی قسم کی خوشبو اگر کپڑوں پر لگی ہے یا ایسے رنگ سے کپڑا رنگا گیا ہے جس میں سے خوشبو آتی ہے اس کو پہننا جائز نہیں ہے۔

25- خالص خوشبو جیسے مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی وغیرہ استعمال کرنا یا ان میں سے کسی ایک چیز کو آنچل میں باندھنا جس سے خوشبو آتی ہونا جائز ہے۔

26- مہندی یا خطمی وغیرہ کا استعمال کرنا ناجائز ہے۔

27- گوند وغیرہ سے بالوں کو جمانا ناجائز ہے۔

28- کسی قسم کی بدکلامی یا فحش گفتگو کرنا۔ یہ تو ہمیشہ ہی حرام ہیں اور اس موقعہ پر تو سخت حرام اور ناجائز۔

29- تلوں کا تیل سر یا بدن پر لگانا یا زیتون کا تیل استعمال کرنا۔

30- کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس نے احرام نہ بھی باندھا ہو۔

31- جوئیں مارنا۔ ان کو پھینکنا یا کسی اور کو ان کی طرف اشارہ کرنا تا کہ دوسرا جوئیں مار دے ناجائز و حرام ہے۔

32- سر کے بالوں میں جوئیں مارنے کے لیے پارہ یا اسی قسم کی کوئی اور دوسری دوا استعمال کرنا۔

33- اذخر (ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے) اور کسی قسم کی گھاس یا درخت وغیرہ کاٹنا حرام ہے۔

حالت احرام میں مکروہات

یہاں ان چیزوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جنکا کرنا حالت احرام میں مکروہ ہے:۔

1- جسم کا میل صاف کرنا یا میل کو چھڑانا۔

2- بال یا جسم کھلی صابن جس میں بے شک خوشبو نہ بھی ہو یا ایسی ہی کسی دوسری چیز سے دھونا۔

3- کنگھی یا برش وغیرہ کرنا۔

4- بالوں کو اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹنے یا جوں کے گرنے کا اندیشہ ہو۔

5- قصداً خوشبو سونگھنا چاہے وہ کسی قسم کی ہو۔ مثلاً موسمی پھل اور سبزیاں جو خوشبودار ہوں یا پھول وغیرہ۔

6- سر یا منہ پر پٹی باندھنا۔

7- غلاف کعبہ کو اپنے اُوپر اس طرح لے لینا یا غلاف کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف مقدسہ سر، منہ یا ناک وغیرہ سے لگے۔
8- تکیہ منہ پر رکھ کر اوندھا لیٹنا۔
9- گلے یا بازو پر بے سلے کپڑے میں لپٹا ہوا تعویذ باندھنا۔
10- بغیر کسی وجہ کے جسم کے کسی حصہ پر پٹی باندھنا۔
11- سنگار وغیرہ کرنا۔
12- چادر وغیرہ اوڑھ کر اُس کے آنچل میں کسی قسم کی گرہ دے لینا۔
13- تہبند باندھ کر اُس کے دونوں کناروں کو گرہ دینا یا پھر تہبند باندھ کر کمر بند یا رسی سے کسنا۔

حالت احرام میں جائز چیزوں کا بیان

اب یہاں اُن چیزوں کا بیان کیا جارہا ہے جو حالت احرام میں کرنا جائز ہیں۔
1- کرتہ، چغہ یا کوٹ وغیرہ لپیٹ کر اُوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ جس سے سر اور منہ نہ چھپے۔
2- پاجامہ وشلوار کا تہبند باندھ لینا۔
3- ہتھیار وغیرہ جسم پر سجانا یا باندھ لینا۔
4- اس طرح غسل کرنا کہ جسم سے میل نہ چھیڑا جائے یعنی صرف جسم پر سے پانی بہا لینا۔
5- پانی میں غوطہ لگا کر نہانا جس سے میل نہ چھیڑا جائے۔
6- کپڑے دھونا مگر یاد رہے ایسا کرنے میں صرف کپڑے دھونا ہی مقصود ہو اور اگر ایسا کرنے سے جوئیں مارنا مقصد بھی ہو تو جائز نہیں ہے۔
7- مسواک کرنا۔
8- کسی چیز یا درخت وغیرہ کے سایہ میں بیٹھنا یا چھتری وغیرہ کا سایہ۔
9- ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔
10- ایسا سرمہ استعمال کرنا جس میں خوشبو نہ ہو۔
11- داڑھ وغیرہ اکھاڑنا کیونکہ ایسا حالت مجبوری میں ہی کیا جاتا ہے۔
12- ہاتھ یا پاؤں کا ناخن اگر ٹوٹ گیا ہو تو اس کو جدا کر دینا۔
13- پھنسی وغیرہ کو توڑنا جس کی وجہ سے جسم میں تکلیف ہو۔
14- بچے کے ختنہ کرنا۔

15- اتفاقاً اگر آنکھ کے اندر بال نکل آئے تو اس کو نکال دینا یا جدا کرنا۔

16- سر اور بدن کو اس طرح آہستہ آہستہ احتیاط سے کھجانا کہ کوئی بال نہ ٹوٹے۔

17- احرام باندھنے سے پہلے جو خوشبو استعمال کی اس کا بدستور لگا رہنا۔

18- پالتو جانور جیسے۔ بکری، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ کو ذبح کرنا اس کا گوشت بھونا پکانا مرغی یا دوسرے اس طرح کے جانور جو گھروں میں پالے جاتے ہیں ان کا گوشت استعمال کرنا اور ان کے انڈے وغیرہ کھانا۔

19- جس جانور کو غیر محرم نے شکار کیا اور کسی محرم نے اس شکار یا ذبح میں کسی قسم کی مدد نہ کی ہو اس کا گوشت استعمال کرنا مگر شرط یہ ہے کہ وہ جانور نہ تو حرم کا ہو اور نہ ہی حرم میں ذبح کیا گیا ہو۔

20- کھانے کی غرض سے مچھلی کا شکار کرنا۔

21- دوا کی غرض سے کسی دریائی جانور کا مارنا۔

22- حرم کی حدود سے باہر گھاس کاٹنا یا کسی درخت وغیرہ کو کاٹنا۔

23- چیل، کوا، چوہا، گرگٹ، چھپکلی، سانپ، بچھو، کھٹمل، مچھر، پسو، مکھی وغیرہ یا کسی قسم کا کوئی اور خبیث وموذی جانور مارنا بے شک وہ حرم میں ہی ہو۔

24- سر کے علاوہ کسی اور جسمانی حصے پر پٹی باندھنا۔

25- سر یا رخسار کے نیچے تکیہ رکھنا۔

26- سر، ناک وغیرہ پر اپنا ہاتھ یا کسی دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔

27- ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔

28- ہاتھ یا کندھے یا پیٹھ پر ہلکا وزن اُٹھانا۔

29- گھی، تیل، چربی، ناریل یا بادام سرسوں وغیرہ کا تیل کھانے میں استعمال کرنا یا کھانا پکانے کے لیے استعمال کرنا۔

30- خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ اُنکی خوشبو جاتی رہی ہو۔

31- دین کی بقا اور اس کی سچائی کے لیے بحث وتکرار کرنا صرف جائز ہی نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔

32- ایسا جوتا استعمال کرنا جو پاؤں کے اُوپر والے حصے کو نہ چھپائے۔

33- ایسا کپڑا جو سلا نہ ہو اس میں لپیٹ کر تعویذ گلے یا بازو میں پہننا۔

34- آئینہ دیکھنا۔

35- ایسی خوشبو کا چھونا جس میں اس وقت مہک باقی نہ ہو مثلاً لوبان، صندل وغیرہ جب وہ آنچل میں بندھا ہو۔

36- سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کے مطابق نکاح کرنا۔

مذکورہ مسائل میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں مگر عورت کو مزید چند باتیں کر لینا جائز ہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں۔

عورتوں کے لیے مندرج (ذیل) باتوں کا جائز ہونا۔

1- سر چھپانا بلکہ نامحرم اور نماز کی حالت میں سر کا چھپانا فرض ہے۔
2- عورت کے لیے سر پر بستر، ٹرنک وغیرہ اُٹھانا۔
3- گوند یا اسی طرح کسی دوسرے لوشن سے سر کے بال جمانا۔
4- سر پر پٹی وغیرہ باندھنا۔
5- گلے یا بازو وغیرہ پر تعویذ باندھنا بے شک تعویذ سی کر ستعمال کرلے۔
6- غلاف کعبہ کا خود اوپر لینا یا غلاف میں اس طرح داخل ہونا کہ غلاف کعبہ اس کے سر پر رہے منہ پر نہ آئے۔
7- دستانے، موزے اور سلے ہوئے کپڑے پہننا وغیرہ
8- عورت اتنی بلند آواز سے لبیک نہ کہے کہ اس کی آواز نامحرم سنے ہاں اتنی آواز ضرور بلند ہونی چاہیے کہ وہ خود اس آواز کو سُن سکے۔

حرم اور مسجد الحرام میں داخل ہونے کے آداب۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مکہ مکرمہ اور مسجد الحرام کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کو پڑھ کر اس مقدس مقام کی تعظیم وتکریم اور اس کے تمام آداب کو بجالانا دین ودنیا کی بھلائی اور درجات کی بلندی کا سبب ہے اس لیے حج پر جانے والوں کو ان تمام آداب کا زندگی کی ہر چیز سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے کیونکہ یہی کامیابی وکامرانی کی دلیل ہے دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہر مسلمان کو ان آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ سورۃ البقرآیات 126،127،128

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: ''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کی اے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائیں۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا اُسے بھی کچھ برتنے کو دوں گا۔ پھر اُسے دوزخ کے عذاب کی طرف دھکیلوں گا اور بُرا ٹھکانہ ہے وہ۔ اور جب ابراہیم و اسماعیل (علیہم السلام) خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کرتے وقت کہتے تھے اے پروردگار تو ہم سے اس کام کو قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے اور ہمیں تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت سے ایک گروہ کو اپنا فرمانبردار اور ہماری عبادت کے طریقے ہم کو دکھا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔"

اس کے بعد قرآن کریم میں پھر دوسری جگہ ارشاد خداوند کریم ہے فرمایا: القرآن۔ سورۃ القصص آیت 57

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: "اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اُچک لے جائیں گے۔ کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں قدرت نہ دی کہ وہاں ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری جانب سے رزق ہیں مگر اکثر کو علم نہیں"۔

اسی طرح قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:۔ سورۃ النمل آیت 91

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: ''مجھے تو یہی حکم ہوا کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں جس نے اسے حرم (حرمت والا) کیا اور اسی کے لیے ہر چیز ہے۔ اور مجھے حکم ملا کہ میں مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں رہوں"۔

حرم اور مسجد الحرام کے تقدس واہمیت کے بارے میں قرآن کریم میں جو آیات ہیں انکا مختصر ذکر گزر چکا اب یہاں اس پاک ومقدس جگہ کی عظمت واہمیت کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات گرامی پیش کیے جا رہے ہیں تا کہ لکھنے اور پڑھنے والا دونوں ان مقدس الفاظ کی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہوسکیں۔ یہاں ان الفاظ کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان ان مقامات مقدسہ کی اہمیت وافادیت سے مکمل آگاہی حاصل کرے اور ساتھ ہی اس کو یہ علم بھی ہو جائے کہ اللہ کریم نے حج کو ہر صاحب استطاعت کے لیے فرض کیوں کیا

ہے۔ پھر چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے پر بھی ہر صاحب ایمان سعادت حج کی زندگی کے ہر سانس کے ساتھ تمنا کیوں کرتا ہے۔ یا اللہ میری اس کوشش کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے اپنے دربار میں قبول و مقبول فرما۔ آمین ثم آمین۔

احادیث مبارکہ:

1- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ کہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تشریف لاتے تو ذی طویٰ میں رات بسر فرماتے (ذی طویٰ مکہ مکرمہ سے باہر ایک وادی کا نام ہے) جب صبح ہوتی تو غسل فرما کر نماز فجر ادا فرماتے اور پھر دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے۔ اور پھر جب مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لے جاتے تو صبح تک ذی طویٰ میں ہی قیام فرماتے۔

از: صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف۔

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اس شہر کو اللہ نے حرم و بزرگ کر دیا جس دن سے آسمان و زمین پیدا کیا تو وہ یوم قیامت تک کے لیے اللہ جل شانہٗ کے حکم سے حرم ہے۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے قتال حلال نہ تھا اور میرے لیے حلال فرمایا مگر تھوڑے سے وقت کے لیے۔ اب اس وقت کے بعد قیامت تک کے لیے قتال یہاں حرام ہے۔ نہ یہاں کا کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ ہی یہاں کا شکار بھگایا جائے اور نہ ہی یہاں پڑا ہوا مال کوئی اٹھائے۔ البتہ وہ مال اُٹھا سکتا ہے جس کی نیت یہ ہو کہ میں اس کا اعلان کروں گا (تاکہ جس کا مال گرا ہے اس تک پہنچ سکے) اس جگہ کی تر گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی"۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اذخر کیوں کہ یہ کہاروں اور گھر بنانے کے کام آتی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھاس کو کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی۔ (اذخر ایک قسم کی خوشبودار گھاس کا نام ہے)

از: صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف۔

3- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کعبہ کے ہونٹ اور زبان ہیں۔ کعبہ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ اے میرے پروردگار میرے پاس آنے والے اور میری زیارت کرنے والے لوگ کم ہیں اللہ کریم نے وحی کے ذریعے کعبہ سے خطاب فرمایا میں ایسے خشوع کرنے والے اور سجدہ ریز ہونے والے لوگ پیدا کروں گا جو تیری طرف اس طرح مائل ہوں گے جیسے کہ کبوتری اپنے انڈوں کی طرف مائل ہوتی ہے"۔

از: طبرانی شریف۔

حرم میں داخل ہونے کے احکام

1- حج کرنے والا یا کوئی بھی دوسرا مسلمان حرم مکہ کے برابر پہنچے تو عقیدت واحترام سے اپنا سر جھکا لے۔ اپنی آنکھوں کو گناہوں کی وجہ سے شرم کے مارے نیچی کر لے۔ نہایت ہی خشوع اور خضوع کا مظاہرہ کرے بہتر ہے کہ ننگے پاؤں داخل ہو اگر جوتا پہنا ہو تو کوئی حرج نہیں لبیک اور دعا کی کثرت کرے۔ افضل یہ ہے کہ نہا دھو کر داخل ہو حیض ونفاس والی عورت کے لیے نہانا مستحب ہے۔

2- مکہ مکرمہ کے ارد گرد کئی میلوں تک حرم کا جنگل ہے جس کی حدود ہر سمت سے متعین ہیں ان حدود کے اندر سبز گھاس توڑنا، اکھیڑنا، خودرو پیڑ، جڑی بوٹی و درخت کاٹنا یا اس علاقے کے وحشی وجنگلی جانور کو کسی قسم کی تکلیف دینا حرام ہے۔ اس کا سخت خیال رکھنا چاہئے۔ شرعی مسئلہ تو یہاں تک ہے کہ اگر سخت دھوپ کی حالت ہو اور کسی پیڑ کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہو تو اس کو وہاں سے اُٹھا کر خود بیٹھنا بھی جائز نہیں ہے، اگر زائر کے پاس بیرون حرم کا کوئی جنگلی جانور ہے اور زائر اُس جانور کو لے کر اگر حدود حرم میں داخل ہو گیا تو وہ جانور بھی اس کا نہ رہا۔ بلکہ حرم کا ہو گیا اس لیے زائر کو چاہیے کہ اگر اُس کی ملکیت میں کوئی ایسا جانور ہے تو وہ اُسے حدود حرم سے باہر ہی چھوڑ آئے۔ مکہ مکرمہ میں جنگلی کبوتروں کی بڑی کثرت ہے۔ یہ کبوتر گھروں میں بکثرت رہتے ہیں ان کے لیے بھی یہ حکم ہے کہ نہ تو اُن کو اُڑایا جائے اور نہ ہی انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ مذکورہ باتوں کا صرف حالت احرام میں ہی خیال رکھنا فرض نہیں بلکہ احرام کی حالت میں نہ ہونے کی صورت میں بھی ان کا یہی حکم ہے۔

نوٹ: اکثر روایات میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو کبوتر پائے جاتے ہیں جنکا اُوپر ذکر گزر چکا یہ کبوتر اس مبارک جوڑے کی نسل میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مبارکہ کے وقت غار ثور کے منہ پر انڈے دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خدمت مقدسہ کے صلے میں اپنے حرم پاک میں رہنے کی جگہ عطا فرمائی ہے (واللہ اعلم)۔

3- اہل ایمان کی جب مکہ مکرمہ پر پہلی نظر پڑے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ ٹھہر جائے اور یہ دعا پڑھے۔ اگر دعا عربی زبان میں یاد نہ ہو تو اس کا ترجمہ پڑھ لے اور اگر ترجمہ پورا یاد نہ رہے تو اس کا مفہوم ہی ادا کر لے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو خوب اچھی طرح جانتا اور ہمارے افعال کو دیکھتا ہے۔

دعا: اَللّٰهُمَّ اجْعَل لِی بِهَا قَرَارًا وَّ ارْزُقْنِی فِیهَا رِزْقًا حَلَالًا۔

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے اس میں برقرار رکھ اور مجھے اس میں حلال روزی دے"۔

اس کے بعد درود پاک کی کثرت رکھے۔ افضل ترین یہ ہے کہ نہا کر مکہ مکرمہ میں داخل ہو جنت المعلّٰی میں جو پاک نفوس محو استراحت ہیں ان کے لئے فاتحہ پڑھے۔ پھر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو یہ دُعا پڑھے۔ دُعا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدِکَ جِئْتُکَ هَارِبًا مِّنْکَ اِلَیْکَ لِاُ وَدِّیَ اَلْضِکَ وَاَطْلُبُ رَحْمَتِکَ وَالْتَمِسُ رِضْوَانِکَ اَسَاَلُکَ مُعَالَتِهُ الْمُضْطَرِّیْنَ اِلَیکَ الْمُخَالِفِیْن عَقُوتِیْکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُقبِلَّی اَلْیَومْ بِعُفُوکَ وَتُدْ خِلِنِی فِی رَحْمَتِکَ وَ تُجَاوَزْ عَنِّی بِمُفرتِکِ وَوَلِعُیْمنی عَلیِ اداءِ فَرَائِضِکَ . اَللّٰهُمَّ نَجِّیْ مِنْ عَذَابِکَ وَفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِی، فِیْهَا وَاَعِذْنِی مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط

ترجمہ:۔ ''اے اللہ تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ شہر تیرا شہر ہے۔ میں تیرے پاس تیرے عذاب سے بھاگ کر حاضر ہوا کہ تیرے فرائض کو ادا کر سکوں اور تیری رحمت کو طلب کروں اور تیری رضا کو تلاش کروں۔ میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جیسے مضطر اور تیرے عذاب سے ڈرنے والے سوال کرتے ہیں۔ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آج تو اپنے عفو کے ساتھ مجھے قبول کر اور مجھے اپنی رحمت میں داخل کر اپنی مغفرت کے ساتھ مجھ سے درگزر فرما اور فرائض کی ادائیگی پر میری اعانت کر۔ اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے نجات دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اس میں مجھے داخل کر اور مجھے شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھ۔''

اکثر محدثین ومحققین نے تحریر کیا ہے کہ مکہ مکرّمہ میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:۔

دعا: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُکَ وَ حَرَمَ رَسُوْلِکَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَعَظْمِیْ عَلَی النَّارِ - اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّی مِنْ عَذَابِکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ وَاجْعَلْنِی مِنْ اَوْلِیَآئِکَ وَاَهْلِ طَاعَتِکَ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط

ترجمہ: اے اللہ یہ تیرا اور تیرے رسول کریم (علیہ السلام) کا حرم ہے۔ پس میرے گوشت، خون اور ہڈیوں کو آگ پر حرام کر دے۔ اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اور مجھے اپنے ولیوں اور اطاعت گزاروں میں شامل کر دے اور میرے طرف توجہ فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

4- جب فرض حج ادا کرنیوالا اس مقام پر پہنچے جہاں سے بیت اللہ شریف نظر آتا ہے تو اُسے چاہیے اُسی جگہ ٹھہر جائے اور صدق دل سے اپنے لیے اپنے عزیز و اقارب اور مخلص دوستوں کے لیے مغفرت کی دعا کرے کیوں کہ یہ موقع بہت ہی اہم ہے پھر تین بار یوں کہے:۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔

ترجمہ:۔ ''اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔''

اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

دعا: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰ خِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَئَلَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ'' صَلَی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ صَلَی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ :

ترجمہ: اے رب تو دنیا میں ہمیں بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اے اللہ میں اس خیر میں سے سوال کرتا ہوں جس کا تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور تیری پناہ چاہتا ہوں ان چیزوں کے شر سے جن سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی۔"

اس کے بعد پھر یہ دعا پڑھے اگر عربی دعا یاد نہ رہے تو اس کا ترجمہ یا مفہوم ضرور ادا کرے:

دعا: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِيْقًا بِکِتَابِکَ وَوَ فَآءً بِعَهْدِکَ وَاتِّبَاعًالِّسُنَّةِ نَبِيِّکَ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم اَللّٰهُمْ زِرْبَيْتِکَ هٰذَا تَعْظِيْمًا وَ تَشْرِيْفًا وَّ مَهَابَةً وَزِرْمِنْ تَعْظِيْمِهٖ وَ تَشْرِيْفِهٖ مِنْ حَجَّةٍ وَّاعْمُرَهٖ تَعْظِيْمًا وَّ تَشْرِيْفًا وَّ مَهَابَةً"

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب کی تصدیق کی اور تیرے عہد کو پورا کیا اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا۔اے اللہ تو اپنے اس گھر کی تعظیم وشرافت بہت زیادہ بڑھا اور اس کی تعظیم وشرافت سے اس شخص کی عظمت وشرافت بہت زیادہ کر جس نے اس کا حج وعمرہ کیا"۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھے جو نہایت ہی جامع اور پُر مغز ہے۔اس دعا کو کم از کم تین بار اسی جگہ پڑھے اللہ کریم نہایت ہی برکت اور قبولیت فرمائے گا۔

دعا: اَللّٰهُمَّ هٰذَا بَيْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِی الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لِی وَلِوَ الِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلِعَبِيْدِکَ اَللّٰهُمَّ انْصُرًا عَزِيْزًا اٰمِيْنَ ط

ترجمہ: ''اے اللہ یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں خیر و عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔دین و دنیا اور آخرت میں۔میرے لیے۔میرے والدین کے لئے اور تمام مومنین و مومنات کے لیے اور اس حقیر بندے کے لیے۔اللہ تو ان کی قوی مدد فرما آمین ثم آمین''۔

طواف کعبہ وصفا اور مروہ کی سعی کا بیان۔

حاجی کعبہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت نہایت ہی عجز،ادب اور انکساری کا مظاہرہ کرے کیونکہ یہی کامیابی

وکامرانی کی دلیل ہے۔ اللہ کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ البقرہ آیت 125

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کا مرجع اور امن کیا اور مقام ابراہیم (علیہ السلام) سے نماز ادا کرنے کی جگہ بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیم واسماعیل (علیہ السلام) کی طرف تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو"۔

پھر دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے فرمایا: سورۃ الحج آیات 26، 27، 28، 29، 30

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ

ترجمہ: ''اور جب ہم نے ابرہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے لوگ تیرے پاس پیدل آئیں گے۔ اور لاغر اونٹنیوں پر کہ راہ بعید سے آئیں گی تا کہ اپنے نفع کی جگہ میں حاضر ہوں اور اللہ کے نام کو یاد کریں۔ معلوم دنوں میں اس پر کہ انہیں چوپائے جانور عطا کئے تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ پھر اپنی میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں بات یہ ہے کہ جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے لیے

رب کے نزدیک بہتر ہے"

ایک اور جگہ یوں ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ البقر آیت 158

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: "بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جس نے کعبہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر اس میں گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے جس نے زیادہ نیکی کی تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا علم والا ہے"

صفا و مروہ وعمرہ کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہونے والی منتخب آیات کو ہم بیان کر چکے ہیں اب ذیل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مقدسہ تحریر کی جاتی ہیں جن میں آپ علیہ السلام کے ارشادات جو مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے بیان فرمائے ہیں۔ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:۔

احادیث مبارکہ:

1- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر المتوفی 74ھ مکہ مکرمہ 1630 حدیثیں روایت کی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود سے پھر حجر اسود تک تین پھیروں میں رمل کیا اور چار پھیرے چل کر پورے فرمائے دوسری روایت میں اس بات کا اضافہ ہے کہ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

از: صحیح مسلم شریف۔

2- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آکر اُسے بوسہ دیا پھر داہنے ہاتھ کو چلے اور پھر تین پھیروں (چکروں) میں رمل فرمایا۔

از: صحیح مسلم شریف۔

3- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک یوں بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کی طرف متوجہ

ہوئے اُسے بوسہ دیا پھر طواف فرمایا پھر صفا کے پاس تشریف لائے اُس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے جب تک خدا نے چاہا اور دعا فرمائی۔

از: ابوداؤد شریف۔

4- حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عبید بن عمیر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حجر اسود و رکن یمانی کو بوسہ دیتے ہیں انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ''ان کو بوسہ دینا خطاؤں کو ختم کر دیتا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سُنا کہ جس نے سات چکر طواف کیا اور طواف کے آداب کو بھی پورا کیا پھر دو رکعت نفل ادا کیے تو ایسا کرنا گردن آزاد کرنے کی مثل ہے''۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سُنا کہ ''جب ایمان والا طواف کے دوران اپنا قدم اُٹھاتا اور رکھتا ہے تو اُسے ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور اُس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اُس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں''

از: مسند امام احمد و ترمذی و حاکم و ابن خزیمہ

5- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلیم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی) حدیث بیان کرتے ہیں کہ ''جس نے کامل وضو کیا پھر حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا وہ رحمت میں داخل ہوا پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ''۔

اس شخص کو رحمت نے ڈھانپ لیا اور پھر جب بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ستر ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کئے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت نماز ایمان کی حالت میں ادا کی اور ثواب کے لیے نماز پڑھی تو اس کے لیے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے اور گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا ہے۔''

6- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کر دیا۔''

از: ترمذی

مسجد الحرام میں داخل ہونے کے بعد احکام

جب خوش قسمت مسلمان مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اگر باجماعت نماز ہو رہی ہے وہ فرض ہو، نماز وتر ہو یا نماز جنازہ یا پھر سنت موکدہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے اور اگر ایسی حالت درپیش نہ ہو تو سب سے پہلے طواف میں مشغول ہو جائے اور حالت ایسی ہو جیسے پروانہ شمع کے گرد چکر لگاتا ہے کیونکہ ادب اور محبت کا یہی تقاضہ ہے۔ مسجد الحرام میں جو رکن ادا کرنے ہیں ان کا بیان درج ذیل ہے۔

مطاف

مسجد الحرام میں ایک گووسیع احاطہ ہے جس کے گرد لاتعداد دالان ہیں جن میں آنے جانے کے دروازے ہیں اور عین وسط میں طواف کرنے کی جگہ ہے اس کو مطاف بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہوا ہے درمیان میں کعبہ معظّمہ ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام کی حدود اسی قدر تھی۔ اس حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔ یہ رکن وزاویہ ہے کعبہ مکرمہ کے چار رکن ہیں۔

1- **رکن اسود:**۔ رکن اسود جنوب ومشرق کے گوشہ میں ہے حجر اسود اسی جگہ زمین سے اُونچا نصب ہے۔

2- **رکن عراقی**۔ رکن عراقی مشرق وشمال کے گوشے میں ہے۔ کعبہ مکرمہ کا دروازہ انہیں دو رکنوں کے درمیان شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔

3- **رُکن شامی:** رُکن شامی جنوباً وشمالاً واقع ہے۔ یہاں پر ہی میزاب رحمت نصب ہے۔

4- **رُکن یمانی:**۔ جنوباً وشمالاً رکن یمانی ورکن شامی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا ہے جو ملتزم کے مقابل واقع ہے۔

میزاب رحمت:۔ میزاب رحمت سونے کا وہ پرنالہ ہے جو رُکن شامی کی جنوباً وشمالاً دیوار پر چھت میں نصب ہے۔

حطیم:۔ حطیم شمالی دیوار کی طرف ہے۔ جنوباً وشمالاً اس کی چوڑائی چھ ہاتھ لمبائی ہے جو کہ کعبہ معظّمہ کی زمین ہے۔ بعض سیرت نگار اس کی لمبائی سات ہاتھ بھی کہتے ہیں۔

وضاحت:۔

اصل میں یہ زمین کعبہ مکرمہ کی ہی حصّہ تھی۔ جاہلیت کے دور میں قریش نے جب کعبہ معظّمہ کو ازسرنو تعمیر کیا تو وسائل کم ہونے کی وجہ سے انہوں نے اِتنی زمین کعبہ مکرمہ سے باہر چھوڑ دی اور اس چھوڑی ہوئی زمین کے گرد ایک قوسی انداز کی

چھوٹی سی دیوار تعمیر کر دی۔ اس کے دونوں طرف آمد و رفت کے لیے دروازہ چھوڑ دیا۔ یہ جگہ بھی کعبہ مکرمہ کا ہی حصّہ ہے اس جگہ سے گزرنا یا داخل ہونا کعبہ مکرمہ میں ہی داخل ہونا ہے۔

ملتزم: ۔ملتزم کعبہ مکرمہ کی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا ہے جو رُکن اسود سے کعبہ مکرمہ کے دروازے تک ہے۔

مستجاب: ۔رکن یمانی و شامی کے درمیان جو جنوبی دیوار ہے اس جگہ اللہ کریم نے ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو دعا مانگنے والے کے لیے آمین کہتے ہیں اور اس کی دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اس لیے یہ جگہ مستجاب کے نام سے مشہور ہے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام

کعبہ مکرمہ کے دروازے کے سامنے ایک قبہ موجود ہے۔ یہ ایک پتھر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ مکرمہ کی تعمیر مکمل فرمائی تھی۔ اس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان موجود ہے جس کو اللہ کریم نے قرآن پاک (سورۃ البقر آیت 125) میں اللہ کی کھلی نشانیوں میں سے ایک نشانی فرمایا ہے اس کو مقام ابراہیم علیہ السلام کیا جاتا ہے۔

زمزم: ۔مسجد الحرام کے اندر مقام ابراہیم علیہ السلام کے نیچے زیر زمین جنوب (تہ خانے) میں ایک جگہ ہے جس کے اندر زمزم کا کنواں موجود ہے۔ زمزم کیا ہے ہر مسلمان اس پاک پانی کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہے۔

باب الصفا: ۔مسجد الحرام کی جنوبی سمت جو دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ باب الصفا کہلاتا ہے اس دروازے سے باہر نکلیں تو سامنے ہی کوہ صفا آ جاتا ہے کوہ صفا کعبہ مکرمہ کے جنوب میں ہے۔

مروہ: ۔ کوہ صفا کے مشرق میں جو پہاڑی موجود ہے اس کو کوہ مروہ کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں پہاڑیاں وہ ہیں جن کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔

مذکورہ نقشے کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اللہ کا پاک نام لے کر طواف شروع کر دینا چاہیے۔ طواف کرتے وقت جب حجر اسود کے قریب پہنچ جائیں تو یہ دعا پڑھیں۔ لَا اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْــدَہٗ صَدَقَ وَعْــدَہٗ وَ نَــصَرَ عَبْــدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَاب ۔ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر "۔

اضطباع

اضطباع عربی لفظ ہے یہاں اس لفظ کا اُردو ترجمہ و تشریح بیان کی جاتی ہے۔ اضبطاع کا مطلب یہ ہے کہ طواف کے دوران احرام کس طرح استعمال کرے۔ احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے لٹکائے اور دایاں کندھا کھلا رکھے۔ اور دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے۔

حاجی کعبہ کی طرف منہ کر کے حجر اسود کی داہنی طرف رُکن یمانی کی جانب حجر اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ بیت اللہ شریف اپنے بائیں ہاتھ رکھے پھر طواف کی نیت کرے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فَلْیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ".

اس کے بعد کعبہ مکرمہ کی طرف رخ کیجئے اور اپنی بائیں طرف چلیں جب حجرہ اسود کے قریب پہنچ جائیں تو ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائیں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرہ اسود کی طرف ہوں پھر یہ پڑھے۔

"بِسْمِ اللہِ اَللہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"

ترجمہ:۔ "(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں"۔

اس کے بعد اگر موقع مل جائے تو دونوں ہتھیلیاں حجر اسود کے کناروں پر رکھے اور اپنا منہ ان ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر حجر اسود کو بوسہ دے یاد رکھئے بوسہ دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رہے کہ کسی قسم کی آواز پیدا نہ ہو۔ اس سنت مقدسہ کو تین بار ادا کرے۔ اگر حاجی کو مذکورہ عمل کرنے کا موقع مل جائے تو وہ اسے اپنی نہایت خوش قسمتی اور سعادت سمجھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے صدقے اُس کو ایسی نعمت سے نوازش فرمائی جو یقیناً دین و دنیا کی تمام دولت سے بہتر ہے۔ حاجی کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنا منہ اس مبارک جگہ پر رکھ رہا ہے جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارکہ و مقدسہ لگے تھے۔

اگر ہجوم کی وجہ سے حاجی کو ایسا کرنے کا موقعہ نہ مل سکے تو صرف حجر اسود کو ہاتھوں سے چھو لینا یا یہ بھی ممکن نہ ہو تو چھڑی سے حجر اسود کو چھو کر اُسے چوم لے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے ہی ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرے نگاہ اس مقام پر رکھے جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک لگے تھے پھر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔ مذکورہ اعمال میں سے جو عمل بھی ممکن ہو سرانجام دے لے یہ رکن ادا ہو جائے گا۔ یہ مقام ادب ہے یہاں کسی قسم کی تکلیف دینے والی حرکت جس سے دوسرے پریشان ہوں ثواب کی بجائے گناہ کا سبب ہے

مذکورہ عمل کو عربی میں استلام کرنا کہتے ہیں۔ استلام کے دوران یہ دعا پڑھے جو سُنت ہے۔

دعا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ طَھِّرْ لِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَ عَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ".

ترجمہ: "الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کو پاک کر اور میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی"۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "قیامت کے روز پتھر یعنی (حجر اسود) اُٹھایا جائے گا۔ اس کی آنکھیں ہوں گی جن کی مدد سے یہ دیکھے گا۔ اس کی زبان ہوگی جس کی مدد سے یہ کلام کرے گا۔ جس حاجی نے حق کے پورے تقاضوں کے ساتھ اس کا بوسہ لیا اور استلام کیا اُس کے حق میں یہ پتھر دربار خداوندی میں گواہی دے گا"۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی اِیْمَانًاوَتَصْدِیْقًا بِکِتَا بِکَ وَ وَ فَاءٌ بِعَھْدِکَ وَاتِبَا عًالِسُنَّةِ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اٰمَنْتُ بِااللّٰہِ و کفرت بالجبت والطاغوت"۔

ترجمہ: ''اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اے اللہ مجھے ایمان عطا فرما اور تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے شیطان کا انکار کیا"۔

مذکورہ دعا پڑھتے ہوئے حاجی کعبہ مکرمہ کے دروازے کی طرف بڑھے۔جب حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو سیدھا چلے یاد رہے اس وقت خانہ کعبہ اُس کے بائیں ہاتھ ہو چلتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھے کہ اس کی کسی حرکت سے بھی دوسرے موجود مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

رمل

اس کے بعد مرد رمل کرے۔رمل کا مطلب یہ ہے کہ طواف کرنے والا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا تیزیوں چلے جیسے مضبوط و بہادر لوگ چلتے ہیں۔

رمل کے دوران کود کود کر چلنا اور دوڑنا دونوں طریقے جائز نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

اگر لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے اور آپ کے رمل کرنے سے دوسرے کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے تو رمل نہ کرے بلکہ رمل کا عمل اس وقت تک ترک کر دے جب تک ہجوم کم نہ ہو جائے۔دوسری ضروری بات یہ ہے کہ رمل کرنے کے لیے موقع مل جانے کے انتظار میں طواف سے نہ رُک جائے بلکہ طواف کا عمل جاری رکھے اور پھر جوں ہی موقع مل جائے رمل کے ساتھ طواف کرے۔

طواف کعبہ کے وقت جس قدر ممکن ہو سکے کعبہ مکرمہ کے نزدیک رہتے ہوئے یہ عمل سرانجام دے۔اگر ہجوم زیادہ ہو اور رمل کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہو تو ایسی صورت میں یہ بہتر ہے کہ طواف کعبہ مکرمہ سے تھوڑی سی دوری پر کیا جائے۔

طواف کے دوران حاجی جب ملتزم کے سامنے آئے (گو ہم پہلے بھی ملتزم کی تشریح تحریر کر چکے ہیں اس جگہ پڑھنے و عمل کرنے والے کی آسانی کے لیے دوبارہ تشریح عرض کر رہے ہیں۔ملتزم کعبہ مکرمہ کی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا ہے جو رکن اسود سے کعبہ شریف کے دروازے تک ہے) تو یہ دعا پڑھے

دعا: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْحَرَمَ حَرَمُکَ وَالْاَ مْنَ اَمْنُکَ وَالْعَبْدَ عَبْدُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِکَ مِنَ النَّار ۔ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ ۔ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَ زَیِّنْهُ فِی قُلُوْبِنَا وَ کَرِّہ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ اشِدِیْن۔ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ نَبْعَثُ عِبَادَکَ ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ''۔

ترجمہ: اے اللہ بے شک یہ گھر تیرا گھر ہے اور حرم تیرا حرم محترم ہے اور تیری ہی امن وامان میں ہے اور ہر بندہ تیرا ہی بندہ ہے اور میں عاجز بھی تیرا ہی بندہ ہوں اور بندہ زادہ ہوں اور یہ مقام تیری پناہ لینے کا ہے آتش دوزخ سے بس حرام فرمادے۔ ہمارے گوشت اور پوست کو دوزخ کی آگ پر نیز اللہ محبت عطا فرما ہمیں ایمان کی اور زینت بخش اس کو ہمارے دلوں میں اور نفرت پیدا کردے ہمارے اندر کفر و نافرمانی اور گناہوں سے اور ہمیں شامل فرما ہدایت یافتہ لوگوں میں۔ اے اللہ بچالے مجھ کو اپنے اُس قیامت کے عذاب سے جس دن کہ تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اے اللہ عطا فرما مجھے جنت بغیر حساب کتاب لئے۔''

پھر طواف کرنے والا جب رُکن عراقی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَ الشِّقَا قِ وَ النِّفَا قِ وَسُوْءِ الْا خْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَ ھْلِ وَا لْوَلَدِ۔''

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں شک اور شرک اور اختلاف و نفاق سے مال واہل اولاد میں واپس ہوکر بری بات دیکھنے سے''

طواف کرنے والا جب میزاب رحمت کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے (میزاب رحمت کعبہ مکرمہ کے اُوپر چھت پر بارش کے پانی کی نکاسی کے لیے نصب ہے)

دعا: اَللّٰھُمَّ اظِلَّنِی تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَاظِلَّ عَرْشِکَ وَلَا بَاقِی اِلَّا وَجْھَکَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ شَرْبَةً ھَنِیْئَةً مَرِیْئَةً لَّا نَظْمَا بَعْدَ ھَآ اَبَدًا.

ترجمہ: الٰہی تو مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ اُس دن جس دن تیرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں اور تیری ذات کے سوا کوئی باقی نہیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوض سے مجھے شیریں پانی پلا تاکہ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہ لگے۔

طواف کرنے والا جب رکن شامی کے سامنے آئے تو دعا پڑھے۔

دعا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَافِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ یَا اللّٰہُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ''۔

ترجمہ: اے اللہ تو اس کو حج مبرور (حج مقبول) کر اور سعی مشکور (کامیاب کوشش) کر اور گناہ کو بخش دے اور اس کو

وہ تجارت کردے جو ہلاک نہ ہو اے سینوں کی باتیں جاننے والے مجھے تاریکیوں سے نور کی طرف نکال"۔

جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھوں یا دائیں ہاتھ سے تبرکاً چھونا چاہیے اگر بوسہ دینا چاہو تو اجازت ہے پھر یہ دعا پڑھے:

دعا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰ خِرَۃِ"۔

ترجمہ: ''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں سے معافی کا اور ہر بلا سے سلامتی کا اور دائمی حفاظت کا، دین اور دنیا اور آخرت میں۔''

یہاں سے آگے پڑھو تو یہ مستجاب ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعا کے لیے آتے ہیں فرشتے جو دعا پڑھتے تم بھی وہی دعا پڑھو:

دعا: رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"۔

ترجمہ:۔ ''اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا''

حج کرنے والے کو اگر مذکورہ دعائیں یاد نہ رہیں یا وہ یاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو تو اس کے لیے درود شریف پڑھ لینا کافی و وافی ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی اور سچا وعدہ مبارک ہے کہ درود پاک تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر موقع پر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے دعاؤں کے بدلے اگر درود پاک پڑھے تو اللہ تیرے سب کام بنا دیگا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

☆ دوران طواف دعا یا درود پاک پڑھنے کے لیے طواف کرنے والا رکے نہ بلکہ طواف جاری رکھے۔

☆ دعا یا درود پاک چلا چلا کر نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ اس قدر آواز سے پڑھے کہ صرف اس کی آواز اس کے اپنے کانوں تک ہی پہنچے۔

☆ مذکورہ تمام اعمال پر جب طواف کرنے والا عمل کر کے حجر اسود کے پاس پہنچ جائے تو اس کا ایک چکر مکمل ہو جائے گا۔ ایک چکر کے خاتمہ پر دوبارہ حجر اسود کو بوسہ دے اور اگر ہجوم زیادہ ہو تو انہیں ہدایت پر عمل کرے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

☆ طواف کرنے والا اسی طرح سات پھیرے مکمل کرے۔ یاد رہے طواف کے لیے صرف ایک بار ہی نیت ابتدا میں کی جائے گی ہر چکر میں نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ طواف کرنے والا جب سات پھیرے مکمل کر لے تو ساتویں چکر کے خاتمہ پر حجر اسود کو بوسہ دے۔ اگر بوسہ دینا ہجوم کی صورت میں ممکن نہ ہو تو پہلے تحریر شدہ ہدایات پر عمل کرے۔

دعاؤں، مناسک اور مسائل حج کی تفصیل بہت طویل ہے اور ان پر روشنی ڈالنا میرے لیے اس وجہ سے ممکن نہیں کہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ پھر مسائل کی کتاب بھی بن جائے گی جو اسلوب سیرت کے مطابق نہیں ہوگا۔ اہل ایمان تفصیلی مسائل حج کا علم حاصل کرنے کے لیے کتب فقہ سے رجوع کریں۔ جن میں مکمل تشریحات وتفصیلات موجود ہیں۔

منیٰ میں رمی جمار

رمی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی پھینکنے کے ہیں۔ اس طرح جمار بھی عربی لفظ ہے جس کا معنی چھوٹا پتھر یا انگارے کے ہیں۔

سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے واپسی پر منیٰ میں اس جگہ تشریف فرما ہوئے جہاں آج کل مسجد خیف موجود ہے۔ حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ مہاجرین مسجد کی دائیں جانب اور انصار مسجد کی بائیں جانب اتریں باقی لوگ ان کے ارد گرد اتریں چنانچہ حکم کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ایسا ہی کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات مقام منیٰ میں بسر فرمائی۔ پھر قربانی سے اگلا دن انتظار فرمایا۔ جب آفتاب کچھ ڈھل گیا تو نماز ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمرہ اولیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔ یہ جمرہ مسجد خیف سے قریب ترین ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات عدد کنکریاں جمرہ کو ماریں۔ ویسے تو ہر پڑھنے والا اس بات سے باخبر ہے کہ ارکان حج میں جمرہ کو کنکریاں یا سنگریزے مارنا فرض ہے۔ اس عربی لفظ جمرہ کو ہمارے ہاں عرف عام میں شیطان کہا جاتا ہے۔ گویا رمی جمار کا معنی شیطان کو کنکریاں مارنا ہے ان شیطانوں کی تعداد تین ہے۔ جن میں سے ایک کو پہلا شیطان (اولیٰ) دوسرے کو درمیانہ شیطان (وسطیٰ) تیسرے کو آخری (عقبہ) کہا جاتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جمرہ کو کنکری مارتے تو ہر کنکری کے ساتھ تکبیر بلند فرماتے اس طرح آپ علیہ السلام نے جمرہ اولیٰ کو سات کنکریاں ماریں تو ہر کنکری کے ساتھ تکبیر بلند فرمائی۔ رمی مکمل کر لینے کے بعد حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند قدم آگے تشریف لے گئے اور قبلہ رخ استادہ کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔ دعا فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اتنا وقت لگایا کہ دوسرا شخص اس دوران سورۃ بقرۃ کی تلاوت مکمل کر سکتا تھا۔ پھر سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمرہ وسطیٰ پر آ کر رمی جمار فرمائی پھر وہاں سے چند قدم آگے تشریف فرما ہوئے اور درمیان وادی کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی۔ عثمان بیان کرتے ہیں کہ عثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن سلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن زید نے ہمیں ابی حرہ رقاشی سے اس کے چچا

کے حوالہ سے خبر دی کہ میں ایام تشریق کے درمیانے روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپ سے ہٹا رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اے لوگو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم کس ماہ کس دن اور کس شہر میں ہو؟'' انہوں نے کہا حرمت والے دن اور ماہ اور شہر میں۔ آپ نے فرمایا'' بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس ماہ اور شہر میں اس دن کی حرمت ہے یہاں تک کہ تم اللہ سے جاملو گے۔ میری بات سنو آگاہ رہو ظلم نہ کرنا ظلم نہ کرنا ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں آگاہ رہو جاہلیت کا ہر خون، مال اور بڑائی قیامت تک میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب کا خون ساقط کیا جاتا ہے جو بنی سعد میں دایہ تلاش کر رہے تھے کہ ہذیل نے انہیں قتل کر دیا۔ آگاہ رہو بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب الٰہی میں جس وقت سے اُس نے زمین و آسمان کو خلق کیا ہے بارہ مہینے ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں یہ قائم رہنے والا دین ہے پس تم ان مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔'' یہ دعا مقدسہ بھی طویل تھی۔ پھر وہاں سے چل کر جمرہ عقبہ کے مقابل کعبہ مکرمہ کو دائیں ہاتھ اور منیٰ کو بائیں ہاتھ کی طرف رکھتے ہوئے کھڑے ہو کر رمی جمار فرمائی۔ اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس جگہ دعا نہ فرمائی بلکہ بہت جلد اس جگہ سے واپس تشریف لے آئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا فرمانا حکمت مخفی کے مطابق تھا۔ حضور علیہ السلام کا یہ فعل مبارک علم نبوت کے ساتھ ہی خاص ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل مبارک کے علماء دین دو سبب بتاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جمرہ کے راستے میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا اس لیے وہاں کھڑا رہنا مشکل تھا دوسرا سبب یا وجہ یہ تھی کہ جو دعا عبادت کے درمیان مانگی جائے وہ عبادت کے بعد مانگی جانے والی دعا سے افضل ہوتی ہے اس کا ثبوت جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کے درمیان مانگی جانے والی وہ دعا ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی۔ (واللہ اعلم)

از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔359،

مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔640 اور 641۔

ضروری تشریح

یہ تین شیطان کیا ہیں جن کو شیطان اولیٰ، وسطیٰ اور عقبہ یعنی شیطان اول، دوئم اور سوئم کیوں کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کتب سیر اور دیگر اسلامی کتب میں یوں بیان کی گئی ہے کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے تو راستہ میں شیطان نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو راہ راست سے ہٹانے یعنی بہکانے کی کوشش کی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کی بات نہ مانی اور اس کو بڑی سختی سے جھڑک کر پتھر مارا اور وہ بھاگ گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد شیطان نے

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی۔آپ علیہ السلام نے پھر اس مردود کو نہایت سختی سے جھڑک دیا اور پتھر اٹھا کر مارا وہ بھاگ گیا۔اس کے بعد پھر اس مردود نے تیسری بار آپ علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی مگر اس بار بھی اسکا پہلے والا حشر ہوا اور یوں وہ مایوس ہو کر بھاگ گیا۔اس کارروائی سے بھی شیطان ناامید ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وسوسے دینے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہچان لیا اور پتھر اٹھا کر مارا اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کا ذکر سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات 102 تا 111 میں فرمایا گیا ہے۔اس واقعہ کے بعد ان تینوں مقامات پر انسانی قد سے اونچے پتھر کے ستون بنا دیئے گئے اور پھر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس سنت مبارکہ پر عمل کرنے کی غرض سے ہر حاجی کے لیے ضروری قرار دے دیا گیا کہ وہاں ستونوں کو پتھر مارے جسے رمی جمار کہا جاتا ہے۔اس طرح قیامت تک ہر حاجی اس سنت اسماعیل علیہ السلام پر عمل کرتا رہے گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان منٰی سے فی الفور روانہ نہیں ہوئے بلکہ پورے تین دن اس جگہ قیام فرمایا بعض اصحاب سیر کے نزدیک آپ علیہ السلام نے چار روز تک منٰی میں قیام فرمایا۔یہ ایام تشریق کا آخری دن اور ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ تھی۔عیدالاضحیٰ کے تیسرے دن کو یوم نفر کہا جاتا ہے۔یوم نفر کا مطلب ہے کوچ کا دن۔چنانچہ سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوال کے بعد رمی مکمل فرمائی اور منٰی سے چل پڑے۔منٰی سے رخصت ہونے کو عربی زبان میں نفر کہا جاتا ہے۔منٰی سے روانہ ہو کر آپ علیہ السلام وادی عصب میں تشریف فرما ہوئے۔

وادی محصب (معابدہ) مکہ مکرمہ کے باہر ایک مقام کا نام ہے جہاں کثیر تعداد میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے پائے جاتے ہیں۔یاد رہے اس مقام کو خیف بنی کنانہ اور ابطح بھی کہا جاتا ہے۔عربی زبان میں سنگریزوں کے وسیع میدان کو ابطح کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کو بطحا یا ابطح بھی کہا جاتا ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وادی محصب میں ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں ادا فرمائیں۔حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا خیمہ مبارک نصب کر دیا جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا۔بعض علماء کے نزدیک آپ علیہ السلام کا یہ قیام فرمانا اتفاقیہ تھا۔اجماع اسی بات پر ہی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منٰی سے روانگی کے بعد محصب میں ہی قیام فرمایا۔جو لوگ اس قیام کو اتفاقیہ کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایسا اس لیے کیا تاکہ خروج کے لیے وسعت پیدا ہو جائے۔اجماع اس حق میں ہے کہ یہ قیام اتفاقاً نہیں بلکہ ارادۃً تھا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ میرا حکم ہے کہ "لوگ بیت اللہ کی زیارت کریں" اس کی قوی دلیل ہے۔بیت اللہ کی اس زیارت سے مراد طواف وداع ہے۔دوسرا اس جم غفیر کے ہوتے ہوئے اُسی دن کے باقی حصہ میں بیت اللہ شریف کا طواف وداع کرنا ممکن نہ تھا اسی لیے آپ علیہ السلام نے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے سے پہلے محصب میں ہی قیام فرمانے کا ارادہ فرمایا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیت اللہ کا طواف وداع کرنے کا حکم فرمایا۔

سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں ہی ارشاد فرمادیا تھا کہ کل انشاء اللہ میں خیف بنی کنانہ پر قیام کروں گا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ہجرت سے قبل قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف بنی کنانہ سے معاہدہ کیا تھا اور قسم اُٹھائی تھی کہ ہم ان سے کسی قسم کا میل جول نہیں رکھیں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا لین دین کریں گے تاوقتیکہ بنی ہاشم و بنی مطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ یعنی قریش کی اس بات کو پورا نہ ہونے دیا بلکہ اُن کو ذلیل وخوار کیا انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کیا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرما کر ان کا بول بالا کیا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس مقام پر حضور علیہ السلام کا قیام فرمانا ارادۃً تھا تا کہ جس جگہ پر شعار کفر ظاہر ہوا تھا وہاں پر ہی شعار اسلام ظاہر ہو دوسرا ٹھہرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمرہ بھی ادا فرمالیں۔ واللہ اعلم۔

از: بخاری شریف، ابوداؤد شریف،

البدایۃ والنہایۃ ۔جلد۔5۔صفحہ۔362،

مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ 641، وغیرہ۔

سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محصب (یہ مکہ اور منیٰ کے درمیان ایک وادی ہے) کے مقام پر ظہر و عصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھیں اور تھوڑی سی دیر نیند فرمائی۔ آپ علیہ السلام نے اُمّ المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''وہ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تنعیم سے عمرہ ادا کر آئیں اور پھر ہمارے ساتھ آکر شامل ہوجائیں''۔ ابوداؤد بیان کرتے ہیں کہ وہب بن لبقیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے خالد نے عن افلح عن القاسم عن عائشہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) نے بیان کیا آپ فرماتی ہیں کہ میں نے تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا اور پھر میں نے عمرہ ادا کیا۔ جب تک میں عمرہ ادا کرتی رہی اُس وقت تک سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ نالے میں میرا انتظار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جب میں عمرہ سے فارغ ہوکر آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ علیہ السلام نے لوگوں کو وہاں سے کوچ کا حکم فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ شریف میں تشریف لائے طواف کیا اور پھر باہر تشریف لے گئے۔ حاصل کلام سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں تشریف لائے طواف وداع کیا۔ طواف وداع کے وقت آپ علیہ السلام نے ملتزم میں اقامت فرمائی اور وہاں دعا فرمائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ مقام ملتزم پر کھڑے ہوکر اللہ کی کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو دعا کرے اور اس کی دعا پوری نہ ہو کوئی حاجت کی طلب کرے اور اُسکی حاجت پوری نہ ہو۔ ملتزم وہ جگہ ہے جو حجر اسود اور کعبہ مکرمہ کے دروازے کے درمیان میں ہے۔ حاجی اس جگہ عجز و انکساری سے لپٹتے ہیں چمٹتے ہیں۔ التزام کرنا مستحب ہے جو طواف وداع کے بعد کیا جاتا ہے۔ پھر سرکاردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہ زمزم پر تشریف لے گئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے ڈول کی مدد سے چاہ زمزم

سے پانی کھینچا کچھ نوش فرمایا اور باقی پانی دوبارہ کنوئیں میں ڈال دیا۔ طواف وداع کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے اُلٹے پاؤں بڑی حسرت سے ساتھ واپس روانہ ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے صبح کی نماز کعبہ کے مقابل ادا فرمائی اور نماز میں پوری سورۃ الطّور کی تلاوت فرمائی۔

طواف وداع مکہ مکرمہ کے مقامی لوگوں کے علاوہ حاجی پر واجب ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طواف میں رمل نہ فرمایا بلکہ دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعدازاں طواف مطلق طور پر واجب ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے نچلے حصے سے باہر تشریف لائے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور نچلے حصے سے باہر تشریف لائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت ملتی ہے۔

از: صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم۔

سفر کے دوران جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحا کے مقام پر پہنچے تو رات کے وقت سواروں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السلام علیکم کے بعد اُس جماعت سے دریافت فرمایا کہ "تم لوگ کون ہو"۔ انہوں نے عرض کیا ہم مسلمان ہیں پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا آپ لوگ کون ہیں ارشاد فرمایا "میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں"۔ اس کے بعد ایک عورت نے اپنے قبہ دار کجاوہ (یہ کجاوہ اونٹ پر کسا جاتا ہے تاکہ سواری کے دوران آسانی رہے عام طور پر عورتیں ہی اسے استعمال کرتی ہیں یا بوقت ضرورت بیمار لاغر یا کمزور مرد بھی استعمال کر لیتے تھے) سے بچہ نکال کر خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس بچے کا حج بھی درست ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا اس بچے کا بھی حج ہو گیا۔ اور اس عمل کا تجھے بھی ثواب ملے گا۔

از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔643

میں نے اپنی طاقت اور علم کے مطابق متعلقہ کتب سے اخذ کرتے ہوئے حجتہ الوداع کی تفصیل درج کر دی ہے اگر اس کی مزید تفصیلات حاصل کرنا مقصود ہو تو ملاحظہ فرمائیں

1- صحیح بخاری کتاب المناسک۔ جلد۔1۔ صفحہ۔631
2- صحیح مسلم شریف باب حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
3- زادالمعاد۔ جلد۔ا۔ صفحہ۔196 تا 218 اور 240
4- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔601 تا 605
5- فتح الباری۔ جلد۔3۔ صفحہ۔103 تا 110، وغیرہ۔

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غدیر خم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ارکان حج ادا فرما کر مدینہ منورہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ایک مقام پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہمراہ قیام فرمایا۔ یہ مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے یہ 18 ذوالحجہ اور اتوار کا دن تھا۔ اس مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خیمہ لگا دیا گیا تاکہ دھوپ کی تیزی آقائے کائنات پر اثر انداز نہ ہو۔ آپ علیہ السلام نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جم غفیر کو مخاطب ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ مبارک کا مقصد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت، امانت، عدالت اور قرابت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ دین کی باتوں کو واضح کرنا بھی تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو دلوں میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف رنجش رکھتے تھے۔ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کے دلوں سے اس رنجش کو دور فرمایا۔ یاد رہے اس رنجش رکھنے والوں میں سے سرفہرست حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ گو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بسوئے یمن سریہ کے بیان میں اس رنجش کا ہم ذکر کر چکے ہیں مگر یہاں بھی اس خاص واقعہ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

خطبہ غدیر خم کے سلسلے میں کتب سیر میں اصحاب سیر نے جو تفصیلات تحریر فرمائی ہیں اُن کے علاوہ ہم یہاں اُن احادیث مبارکہ کا ذکر بھی کریں گے جو اس سلسلے میں کتب حدیث سے ہمیں ملتی ہیں تاکہ مکمل تفصیلات حاصل ہو سکیں۔

محمد بن اسحاق نے حجۃ الوداع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ یحییٰ بن عبداللہ عبدالرحمان بن ابی مرہ نے مجھے یزید بن طلحہ بن رکانہ کے حوالے سے بتایا کہ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجلت میں تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سریہ یمن سے فارغ ہو کر جلدی میں اکیلے ہی مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور اپنی جگہ اپنا ایک نائب فوج مقرر کر آئے اور اُسے حکم فرمایا کہ بعد میں فوج کے ساتھ مکہ مکرمہ آ جائیں اس نائب نے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے کتان (ایک نہایت ہی قیمتی ریشمی کپڑے کا نام ہے) کے اس کپڑے کا ہر فوجی کو ایک حلہ پہنا دیا۔ یہ فوج جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوج سے ملنے خود تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ ہر سپاہی کتان کا حلہ زیب تن کئے ہوئے ہے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نائب سے فرمایا تیرا بُرا ہو تو نے یہ کیا کیا ہے۔ نائب نے جواب میں عرض کیا میں نے ہر فوجی کو کتان کا حلہ اس لیے پہنایا ہے کہ جب وہ لوگوں میں آئیں تو خوبصورت معلوم ہوں یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تیرا برا ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے سے پہلے یہ سب حلے فوجیوں کے جسموں سے

اُترو ادو۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سلوک کی بارگاہ رسالت علیہ السلام میں شکایت کی جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیّر ہو گیا اور آپ علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ "از محمد بن اسحاق"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو الفاظ اپنے نائب کے لیے استعمال فرمائے ان الفاظ کو محسوس کرنے والوں میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ فضل بن وکین نے کہا کہ ابو عیینہ نے مجھ سے عن الحکم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن بریدہ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ یمن پر حملہ کیا اور میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدسلوکی محسوس کی۔ اور جب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیب گوئی کی۔ میں نے دیکھا کہ میری بات سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا میں مومنین کو ان کی جانوں سے زیادہ عزیز نہیں ہوں''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اُسے محبوب ہے''

از: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

سنن نسائی میں آتا ہے کہ عن محمد بن المثنیٰ عن یحییٰ بن حماد عن ابی معاویہ عن اعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو غدیر خم کے مقام پر اُترے پھر سائبان لگانے کا حکم فرمایا جو اُسی وقت کھڑے کر دیئے گئے۔ پھر ارشاد فرمایا ''یوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھے بتلایا گیا ہے اور میں نے جواب دیا ہے۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں کتاب اللہ اور اپنی اولاد اہل بیت چھوڑے جا رہا ہوں اس لیے دیکھو تم ان دونوں کے بارے میں کیسے نیابت کرتے ہو۔ یاد رکھو یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ مجھے حوض کوثر پر آ کر مل جائیں گی''۔ پھر فرمایا ''اللہ میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں یہ اُس کا ولی ہے''۔ اے اللہ جو اس سے محبت کرے تو اُس سے محبت کر جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ"۔ میں نے زید سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے سائبانوں کے نیچے جو آدمی تھے اُن میں سے ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

از: سنن نسائی

ابن ماجہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابو الحسین نے بیان کیا کہ حماد بن سلمہ نے عن علی

بن زید بن جدعان عن عدی بن ثابت عن ابرابن عازب نے ہمیں بتایا کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے میں اُتر پڑے ہم اُن کے ساتھ تھے۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ ''کیا میں مومنین کو ان کی جانوں سے زیادہ عزیز نہیں ہوں'' سب نے جواب دیا بے شک پھر فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں یہ اُسکا ولی۔ اے اللہ جو اس ے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ''۔

"از ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ"

ابو داؤد نے حدیث لمحرج کو روایت کیا ہے اس حدیث کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسین بن محمد اور ابونعیم المعنی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے قطن نے بحوالہ ابوالطفیل بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو رحبہ میں جمع کیا (رحبہ کوفہ کی جامع مسجد کے صحن کو کہتے تھے) اور فرمایا میں ہر اس شخص سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں جس نے غدیر خم کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا جو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سُن کر بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دیتے ہوئے یک زبان کہا۔ غدیر خم کے موقعہ پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے ارشاد فرمایا ''کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں مومنین کو اُن کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں''۔ سب نے کہا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر ارشاد فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اُس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اُس سے عداوت رکھ''۔ راوی مزید بیان کرتا ہے کہ میں یہ سُن کر مسجد کے صحن سے باہر نکل گیا گویا میرے دل میں ایک خلجان ہے۔ میں سیدھا حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آج میں نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسطرح بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اس بات کا انکار نہ کرنا کیونکہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی کہتے ہوئے سُنا ہے۔

از: سنن ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جریر طبری بیان کرتے ہیں کہ احمد بن منصور نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعامر العقدی نے ہمیں بتایا کہ کثیر بن زید نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عمر بن علی نے مجھ سے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم میں درخت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں بے شک علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اُسے محبوب ہے''

حضرت عن عمیرہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ:۔

میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے اپیل کرتے ہوئے سُنا جو غدیر خم میں موجود تھے کہ بتاؤ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز میرے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اپیل سُن کر بارہ آدمی یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے غدیر خم کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ''جسے میں محبوب ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اُسے محبوب ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ''۔ اُن صحابہ کرام میں حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید اور حضرت انس بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی شامل تھے۔

از: ابن جریر طبری۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں اس حدیث کو مسند امام احمد میں بیان کیا گیا ہے کہ غدیر خم کے روز میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل تھا۔ آپ علیہ السلام جب غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو سواری سے نیچے تشریف لائے اور ہم غلاموں کو نماز کا حکم فرمایا سب نے سخت گرمی میں نماز ادا کی اُس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا خطبہ کے دوران آپ علیہ السلام ایک درخت کے نیچے کپڑے سے تیار شدہ سایہ بان کے تلے تشریف فرما تھے۔ فرمایا ''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں''۔ سب نے جواب دیا بے شک۔ پھر فرمایا ''جسے میں محبوب ہوں اُسے یقیناً علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی محبوب ہے۔ اے اللہ جو اسے محبوب رکھے تو بھی اُسے محبوب رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اے اللہ تو بھی اُس سے عداوت رکھ۔''

از: مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

غدیر خم کے بارے میں جو احادیث مبارکہ موجود ہیں اُن احادیث مبارکہ میں سے چیدہ چیدہ تحریر کر دی ہیں۔ جس قدر احادیث مبارکہ اس سلسلے میں موجود ہیں اگر ان سب کو بیان کیا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں اس لیے ان احادیث مقدسہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے صدقے ہماری اس کاوش کو شرف مقبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

غدیر خم کی تفصیل

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف تشریف لا رہے تھے تو راستے میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلوک کی خدمت اقدس میں شکایت کی۔ اس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان جحفہ کے نواح میں غدیر خم کے مقام

پر پہنچ چکے تھے آپ علیہ السلام سواری سے اُترے اور اسی مقام پر آپ علیہ السلام کے لیے درخت کے تلے کپڑے کا ایک سائے بان لگا دیا گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف توجہ فرماتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کی ابتدا ان الفاظ مبارکہ سے کی۔

''اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّی اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ''۔

''کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی اُن کے قریب تر اور محبوب ہوں۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو تین بار ارشاد فرمایا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس ارشاد مقدس کا مطلب یہ تھا کہ میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلمانوں کو صرف وہ عمل کرنے کا حکم دیتا ہوں جس میں ان کی بہتری نجات اور دین و دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہوتی ہے۔ یہ فرمان مقدس سُن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ایک زبان ہو کر عرض کیا "بلٰی" ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آپ علیہ السلام تمام مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں۔

اصحاب سیر تحریر کرتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اس دنیا میں آنے کا حکم منجانب اللہ ہوا جو میں نے قبول کر لیا۔ لوگو اب تم گواہ رہو کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے بزرگ تر ہیں۔ ان دونوں چیزوں میں ایک تو قرآن کریم ہے اور دوسری میری اہل بیت''۔ بعض جگہ آتا ہے کہ ''دوسری میری سُنت ہے۔''

''میرے بعد ان دونوں چیزوں کے متعلق نہایت ہی محتاط رہنا اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے ساتھ تمہارا سلوک کیسا ہے اور ان کے حقوق تم کس طرح اور کس حد تک پورے کرتے ہو۔ یاد رکھو میرے چلے جانے کے بعد یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکیں گی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے گا کہ تم لوگ حوض کوثر کے کنارے مجھ سے ملاقات کرو گے''۔ خطبہ مبارک کو جاری رکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مسلمانوں کا مولیٰ ہوں'' اس کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بلند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا"۔

"اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ'' مَوْلَاہ"

''اے اللہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے''

"اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ: ''اے اللہ تو بھی اُسے دوست رکھ جو اس (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھے''۔

''وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ''

ترجمہ:۔ ''اور دشمن رکھ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دشمن رکھے۔''

ایک اور روایت میں مذکورہ ارشاد مبارکہ کے ساتھ مزید الفاظ یوں بھی آتے ہیں۔

وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ :

''اور جس نے علی کی مدد کی اس کو نصرت عطا فرما اور جس نے علی کو چھوڑا اس کو ذلیل کر"۔

از: شرح مواہب۔جلد۔7۔صفحہ۔13، مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔644

اصحاب سیر احادیث کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ مبارک سے فارغ ہوئے تو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور فرمایا اے ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپکو مبارک ہو کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صبح وشام اس حال میں ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مومن مرد اور عورت کے مولیٰ ہیں۔حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس خطبہ مبارک کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے نہ صرف میرا دل ہی صاف ہو گیا بلکہ مجھے ان سے اسقدر شدید محبت ہو گئی جو اس سے پہلے نہ تھی۔

حضرت امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کو حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔

از: موطا امام مالک ومشکوٰۃ شریف۔

مذکورہ حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتہائی کرامت اور فضل کو ظاہر کرتی ہے۔اس میں مسلمانوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ وہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے محبت واحترام رکھیں اور اس بات سے بچیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت رکھی جائے کیونکہ عداوت رکھنے والا دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوگا جبکہ محبت واحترام رکھنے والا دنیا وآخرت میں سرخرو، کامیاب وکامران ہوگا۔اس حدیث سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے محبوب ومقرب بندہ ہیں اور کیوں نہ ہوں یہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت رکھنا اہل بیت کے ساتھ محبت کرنا ایمان کا تقاضا ہے جبکہ ان ہستیوں کے ساتھ عداوت بغض اور نفرت رکھنا سراسر اپنے ایمان کو خراب کرنا اور بے ایمان ہو کر مرنا ہے۔اس حدیث مبارکہ کا مقصد صرف سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کی عظمت، اُن کا احترام اور اس کے وجوب کی فرضیت بیان کرنا ہے۔جیسا کہ دوسری اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے خلافت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کرنا غلط ہے یہ بات تو معمولی عقل وشعور رکھنے والا انسان بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ محبت اور خلافت میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ بات ہرگز ضروری نہیں کہ جس سے محبت ہو وہ خلافت کا اولین حق دار بھی ہوتا ہے اس کی بہت سی عملی مثالیں موجود ہیں انسان

اپنے والدین، اولاد، رشتہ دار و یار دوستوں سے بھی محبت رکھتا ہے بعض اوقات یہ محبت شدت کا روپ اختیار کر کے تقریباً تقریباً تمام عقلی حدیں بھی پار کر جاتی ہے تو کیا اس طرح ہر وہ شخص یا ہستی جس کے ساتھ محبت کا یہ حال ہو گا وہ خلافت کا حق دار ٹھہرے گا ہرگز نہیں۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے جتنی محبت فرماتے تھے احادیث مبارکہ اُس کا ثبوت ہیں۔ سیدنا حضرت امام حسن وسیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ السلام کے محبوب اور لخت جگر تھے جنہیں فرمایا کرتے تھے یہ دونوں میری آنکھوں کا نور ہیں خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور جگر گوشہ فرماتے تھے۔ اس طرح تو پھر مذکورہ تمام ہستیوں کو خلیفہ ہونا چاہیے تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس حدیث کو خلافت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قطعی دلیل خیال کرنا سخت قسم کی غلطی اور حدیث کی روح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

اب ہم یہاں حدیث مبارکہ کو محققانہ نظر سے دیکھتے ہیں تاکہ حدیث کے ظاہری و باطنی معنی اچھی طرح سمجھ آجائیں۔ حدیث مبارکہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ "اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُم "یعنی" کیا میں تمہارا اولیٰ نہیں ہوں"۔ یہاں اولیٰ کو امامت کے معانی میں لینا نہ صرف غلط ہی ہے بلکہ کم عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں اولیٰ کے معنیٰ ناصر، مددگار اور محبوب کے ہیں۔ یہاں اگر اولیٰ کے یہ معنیٰ نہ کئے جائیں۔ تو پھر یہ کلمہ اور دعا تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اجتماع میں فرمانے اور مبالغہ کرنے نیز سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمانے کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ یہ بات تو ہر صحابی اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے ایک صحابی تھے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مبارک کو غدیر خم میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے سنا مگر کسی ایک نے بھی اس کا مطلب یہ نہیں لیا کہ مفعل بمعنی افعل آتا ہے۔ غدیر خم کے دو ماہ بعد سید المرسلین آقائے کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فانی دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو وہاں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی موجود تھے جنہوں نے غدیر خم میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارک سُنا مگر کسی ایک نے بھی خطبہ مبارک کے الفاظ اس وقت دلیل کے طور پر پیش نہ کئے۔ خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے یا بعد میں بھی سیدنا حضرت عباس، سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت امام حسن یا سیدنا حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کسی نے بھی غدیر خم کے وقت ارشاد حضور علیہ السلام کو بطور حجت خلافت پیش نہ کیا۔

"مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ". اس حدیث مقدسہ میں لفظ مولیٰ کے بارے میں امام منطق شیخ الحدیث وتفسیر حضرت شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مقام پر مولا کے معانی حاکم اور والی کے تسلیم کرنا غلط ہے اور ہم یہ معانی تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہاں مولا کے معنی ناصر اور محبوب کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مولا کا لفظ کئی معانی میں مشترک ہے جو کہ معتق، عتیق، متعرف فی الامر۔ ناصر اور محبوب وغیرہ ہیں۔ اب اس بات کو اچھی

طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ علمی دنیا میں مشترک معانی میں کسی دلیل کے بغیر کسی خاص معانی کو خود ہی مخصوص کر دینا غلط اور نا قابل اعتبار ہے اور پھر ہمارے بیان کردہ معانی یعنی محبوب و ناصر ہونے پر سب ہی لوگ ایمان رکھتے ہیں اہل سنت و جماعت اور دیگر سب لوگوں کا اس بات پر یکساں عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمارے ناصر و ہمارے مددگار اور ہمارے محبوب ہونا ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ پھر لفظ مولیٰ بمعنی امام نہ تو لغت عرب میں آتا ہے اور نہ ہی اس کا شریعت میں کوئی ذکر ہے۔ پھر وہ جلیل القدر ہستیاں جنہوں نے عرصہ دراز کی شب و روز محنت و مشقت کے بعد لغت کی کتابیں ترتیب دیں، تصنیف کیں اُن آئمہ کے نزدیک بھی مفعل بمعنی افعل موجود نہیں ہے۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ فلاں چیز سے یہ چیز اولیٰ ہے نا کہ یہ کہتے ہیں کہ فلاح چیز سے یہ چیز مولیٰ ہے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بھی ہے۔ مگر اس سے یہ کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہاں اولیٰ سے مراد امامت ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی شرعی دلیل ثابت نہیں ہے۔ جبکہ حقائق یہ ہیں جن پر تاریخ اسلام گواہ ہے کہ خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت فرمائی۔ اسی طرح سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خلیفہ اول و دوم کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس وقت کسی قسم کا احتجاج نہ کرنا بلکہ مکمل سکوت اختیار فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے لیے اُن کے پاس کوئی نص نہ تھی۔ پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی فرمان ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی ذاتی خلافت یا کسی اور کی خلافت کے حق میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ صحیح احادیث کے حوالے سے اصحاب سیر لکھتے ہیں:۔

لوگوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بڑے قتال اور جدل ہو رہے ہیں کیا اس سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی نص ہے یا یہ سب کچھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اجتہاد سے ہی کر رہے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اس سلسلے میں کوئی نص موجود نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے دین وملت کے تمام معاملات نظم ونسق اور احکامات نہایت ہی مستحکم اور مضبوط تھے۔ تمام کام اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق چل رہے تھے اس لیے میں ہمیشہ سابقہ شخصیات کے ساتھ بھرپور تعاون کرتا اور مکمل رضامندی سے حکومت کے کاروبار میں ان کے ساتھ شامل رہتا۔ اب اس دور میں جبکہ ملکی نظم ونسق امور دین و دنیا غرض زندگی کے ہر شعبہ میں نظام ہی کو الٹ پلٹ ہوتا دیکھ رہا ہوں اس سے لیے میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ لوگوں کی خیر خواہی اور دین وملت کو مضبوط رکھنے کے لیے کر رہا ہوں۔ یہ وقت صبر وتحمل اور خاموشی کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے کا نہیں ہے''۔ غدیر خم کے مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں لفظ مولیٰ کی مکمل تشریح ہم نے کر دی ہے اگر اس کی مزید تفصیل اور محققانہ تشریح دیکھنے کا شوق وارادہ ہو تو شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''الصواعق المحرقۃ'' کو دیکھا جا سکتا ہے۔

از: شرح مواہب لدنیہ۔ جلد۔7۔ صفحہ۔13 اور 14،

الصواعق المحرقہ شیخ ابن حجر، مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ 643 تا 645

کتب سیر میں روایت آتی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت اقدس ناساز تھی تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترغیب دی کہ حضور علیہ السلام سے بعد از وصال خلافت طلب کریں اگر یہ خلافت ہم میں ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیں گے۔ اس پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ چیز ہرگز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب نہیں کروں گا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہیں حضور علیہ السلام انکار نہ فرمادیں۔ (الحدیث)۔

یہاں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ حضور علیہ السلام انکار نہ فرمادیں نہایت قابل غور ہے۔ غدیر خم کی حدیث اگر بقول کچھ حضرات نص ہوتی تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادیتے کہ حضور علیہ السلام تو پہلے ہی میری امامت وخلافت کے بارے میں ارشاد فرما چکے ہیں اس لئے اب رجوع اور پوچھنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ غدیر خم کے مقام پر خود بھی موجود تھے اور سابقہ حدیث انہوں نے زبان درفشاں (علیہ السلام) سے سُنی تھی اس لیے ان کا یہ کہنا کہ اگر یہ چیز ہم میں ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمادیں گے کیا معنی رکھتا ہے۔ پھر دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ غدیر خم کا واقعہ صرف دو ماہ پہلے گزرا تھا جب سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس وقت موجود تھے تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ غدیر خم کا واقعہ سب حضرات ہی بھول چکے تھے یا پھر یہ کیا جائے کہ ان حضرات نے علم ہوتے ہوئے اس واقعہ کو مخفی رکھا ایسی بات کا ہونا ہرگز ممکن نہیں اور نہ ہی عقل انسانی ایسا ہونے کو جائز قرار دیتی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر جہاں اپنے خطبہ مبارک میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واہل بیت کی شان بیان فرمائی وہاں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق وسیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بھی بیان فرمائی ان حضرات کا مسلمانوں پر یوں حق بیان فرمایا۔

"اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ"۔ میرے بعد تم دین میں ابوبکر وعمر کی پیروی اختیار کرنا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

یہ بات کسی شک وشبہ کے بغیر اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت کی محبت اُن سے اُنس اور ان کی اتباع مسلمانوں کے لیے واجب ہے۔ آپ علیہ السلام کا فرمان اُمت کے لیے حکم ہے اور دوسرا اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی محبت کا ہمارے دلوں میں شوق وذوق پیدا کرنا بھی ہے۔ یہاں یہ نکتہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ محبت اور خلافت دونوں الگ الگ لفظ ہیں جن میں نمایاں فرق ہے اب کچھ حضرات کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

اجمعین غدیر خم کے مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو جو کہ نص کی حیثیت رکھتا ہے اُن لوگوں نے علم ہوتے ہوئے بھی اس نص پر عمل نہیں کیا بلکہ یہ حضرات سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادتی کرتے رہے اور یوں ان لوگوں نے بغض وعناد کا مظاہرہ کیا جبکہ دوسری طرف سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سابق تینوں خلفاء کے عہد میں تقیہ سے کام لیا اور اپنا حق طلب نہ کیا اور نہ ہی کسی قسم کا احتجاج کیا۔اس اعتراض کا جواب شیخ الحدیث وتفسیر امام منطق وفلسفہ وشیخ طریقت جن کا امت محمدیہ میں بلند درجہ ہر ایک کے ہاں مسلم ہے ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی مدد سے دینا ہی کافی وشافی خیال کرتے ہیں۔

حضرت امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ حضرات کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو فراموش کر دینا اور اہل بیت سے بغض وعنا درکھنا انہیں ان کا جائز حق نہ دینا وغیرہ کا عقیدہ سراپا جھوٹ اور من گھڑت ہے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بڑی قوت تھی اور اس قدر لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر اثر تھے جن کا شمار ممکن نہیں پھر ان کی شجاعت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ؓ کا لقب ہی اسد اللہ (اللہ کا شیر) ہے۔اس لیے یہ بات ناممکن ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی نص (حتمی حکم) ہو جسے انہوں نے خود بھی زبان دُرفشاں سے سُنا ہو اور پھر اُس نص کے خلاف عمل ہوتا دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہتے کسی قسم کی حجت پیش نہ کرتے کیونکہ ایسا کرنا تو شان اسد الٰہی کے ہی خلاف ہے پھر عقل اس بات کو کیسے مان سکتی ہے کہ اسد اللہ کے سامنے کوئی غلط کام اور وہ بھی حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو رہا ہو اور وہ خاموش رہیں؟ جواب یقیناً یہی ہے کہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں کہ امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) نے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ روافض کا اصل عقیدہ گمراہی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی یہ لوگ تکفیر کرتے ہیں۔

حضرت قاضی ابو بکر یا قلانی کہتے ہیں کہ روافض کا جو مذہب ہے اس کی وجہ سے انکا سارا دین ہی باطل ہو جاتا ہے۔اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نصوص کو چھپا لیا کرتے تھے پوشیدہ رکھ لیتے تھے اور یہی اُن لوگوں کی عادت تھی۔اگر ان لوگوں کے اس عقیدہ کو سچ مان لیا جائے تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے روایت کی جانے والی تمام احادیث مبارکہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نعوذ باللہ باطل ہو جائیں گی۔نیز سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسد اللہ ہوتے ہوئے بھی اپنا حق طلب کرنے میں بزدل بنے رہے اور خاموشی سے اُن لوگوں کی تائید کرتے رہے۔خداوند کریم اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے ایسے لوگوں کے عقائد سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔" آمین ثم آمین"۔

یہ بات تو تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہی مذہب اسلام کے وہ رخشندہ ستارے ہیں جن کی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہر شام وسحر صرف

سنت نبوی اور احادیث مبارکہ کی تبلیغ کے لیے بسر ہوتی تھی۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

الحدیث: اصحاب کل نجوم:

"میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے گویا راہِ حق کی پیروی ہوگی"۔

میرے خیال میں مذکورہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظ اولیٰ کی جتنی تشریح و تفصیل اُوپر گزر چکی ہے یہاں اتنا ہی بیان کر دینا کافی ہے اگر علم کے متلاشی حضرات مزید تفصیل وتشریح جاننا چاہیں تو شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی الصواعق المحرقہ۔ اور اسی طرح کی دوسری کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں ان چند سطور کو اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قبول ومقبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حوالا جات کی دیگر کتب کے نام

شرح مواہب لدنیہ۔ جلد۔6۔ صفحہ۔13 اور 14

طبرانی، البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔376 اور 377

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی بحوالہ حدیث صحیح،

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ والصواعق المحرقہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

مدارج النبوت شریف۔ جلد۔2۔ صفحہ۔664 تا 668، وغیرہ۔

ذی الکلاع کی طرف لشکرکشی

(سریہ جریر بن عبداللہ بطرف ذی الکلاع)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی سال حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یمن کے شاہی خاندان سے تعلق تھا اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے عہدِ عثمانی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمدان کے گورنر تھے) کی زیر قیادت ایک لشکر ذی الکلاع کی طرف روانہ فرمایا۔ یہاں ذی الکلاع کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ایک بادشاہ کا نام ہے جو طائف کے علاقہ میں حکمرانی کرتا تھا کتب سیر میں اس شخص کا سلسلہ نسب یوں درج ہے۔ ذی الکلاع بن کور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع۔ ذی الکلاع کا یہ جدامجد تبع اول حمیری وہ بادشاہ ہے جس نے مدینہ منورہ کو جب وہ یثرب تھا فتح کیا اور جاتے ہوئے اپنے لوگوں میں سے چند کو مستقل یثرب میں آباد کر گیا وہ گزشتہ آسمانی کتب کا علم رکھتا تھا اس لیے جانتا تھا کہ نبی آخرالزماں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر اسی یثرب میں تشریف فرما ہوں گے مگر کب وہ یہ نہیں جانتا تھا اس کی دلی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھے اور دست حق پرست پر مسلمان ہو جائے مگر اس کی زندگی میں ایسا نہ ہو سکا بہر حال مدینہ منورہ (یثرب) سے جاتے ہوئے تبع اول حمیری سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اپنا ایک خط لکھ کر یثرب میں آباد ہونے والے ساتھیوں

کے سپرد کر گیا اور ان کو وصیت کی کہ میرا یہ خط نہایت احتیاط سے محفوظ رکھیں اور اس نسل میں آنے والا جو بھی زمانہ نبوت پائے میرا یہ خط فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دے چنانچہ اُس کا یہ خط نسل در نسل محفوظ ہاتھوں میں منتقل ہوتا رہا اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور یثرب مدینہ منورہ بن گیا تو اُس وقت وہ خط حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوایوب خالد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی مکہ مکرمہ میں جا کر بیعت عقبہ میں شامل ہوئے) تبع اول حمیری کی شاخ سے ہی تھے انہوں نے یہ خط سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جس کا اجمالی ذکر ہم ہجرت کے باب میں کر چکے ہیں مزید تفصیلات درکار ہوں تو تاریخ مدینہ منورہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس جگہ تبع اول حمیری کا ذکر کچھ تفصیل سے اس لیے کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو کسی حد تک ذی الکلاع کے خاندان کا حال معلوم ہو سکے اس کے علاوہ قرآن کریم جو آیا ہے کہ: سورۃ الدخان آیت 37۔

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

ترجمہ: کیا وہ (کفار مکہ طاقت میں) برتر ہیں یا تبع کی قوم؟

کی تفصیل کا علم بھی ہو جائے۔ اب رہا یہ سوال کہ آیا تبع اول حمیری کوئی پیغمبر تھا یا نہیں تو اس سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی جان لینا چاہیے کہ آپ علیہ السلام سے تبع اول حمیری کے بارے میں پوچھا گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں یہ نہیں جانتا کہ تبع اول حمیری پیغمبر تھا یا نہیں" یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا کو تو اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے آخر زمانہ تک ہر چیز کا علم عطا فرما دیا تھا پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ مجھے علم نہیں کہ وہ پیغمبر تھا یا نہیں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ کے اذن سے کائنات کی ابتدا سے آخرت تک ہر چیز کا علم رکھتے تھے مگر بعض اوقات کسی خاص مصلحت کے تحت جواب نہیں دیتے تھے اس مصلحت کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمارے لیے صرف اطاعت کا حکم ہے۔ ہماری اس بات کی تائید میں کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں اگر ساری مثالیں یہاں درج کر دی جائیں ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں پھر ایسا کرنے سے ہم اپنے موضوع سے بھی دور ہٹ جائیں گے اس لیے یہاں ایک مثال ہی بیان کر دینا اہل علم کے لیے کافی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روح کیا ہے گوہرفشاں ہوئے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " کہ تمام روحیں میرے رب کا امر ہیں" القرآن۔ (سورۃ بنی اسرائیل یعنی اسراء آیت 85)

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي
وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٥﴾

ترجمہ:۔ ''اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔''

یہاں قرآن کریم کا یہ فرمان جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ غیر نبی اس چیز کا ادراک وفہم نہیں رکھتا کہ روح کی حقیقت کو جان سکے اس لیے ان کو یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ روح رب کا امر ہے۔ اس جواب سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی نفی کسی بھی حال میں ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

ذی الکلاع یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا بہت سے لوگ اس کو خدا مانتے ہوئے اُس کی پرستش و پیروی کرتے تھے۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچ کر حضور علیہ السلام نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اہل حق کا لشکر لے کر اس کی سرکوبی کو جائیں۔ حسب حکم حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لشکر تیار کیا گیا ابھی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور یوں یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا اور یوں ذی الکلاع عہد فاروقی تک کفر پر ہی قائم رہا۔

از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔648۔

ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر لشکر اسلام کے ہمراہ ذی الکلاع کے سر پر پہنچ گئے اس کو اسلام کی دعوت دی جسے اُس نے قبول کرتے ہوئے اپنا کفر چھوڑ کر دائرہ عافیت میں آنا قبول کر لیا اور یوں ذی الکلاع حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ اُس کے تمام ساتھی بھی اسلام لے آئے۔ اس طرح حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ ذی الکلاع کے پاس ہی ٹھہرے رہے۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہی خاندان کے فرد تھے۔ قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے جو قبیلہ نزار کی ایک شاخ تھی لوگ اس قبیلے کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ بجیلہ بنت صعب بن علی بن سعد عشیرہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 11 ہجری میں ذی الخلصہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ذی الخلصہ ایک گھر کا نام تھا جس میں قبیلہ خثعم کے بت تھے۔ یہ گھر یمن کے علاقے میں تھا اور صنم کدہ کعبہ یمانی کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''کیا تم ذی الخلصہ کو مسمار کر کے مجھے مطمئن نہ کرو گے؟''

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''بسر وچشم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ اس سے بڑھ کر اور میری کیا خوش نصیبی ہو گی کہ آپ مجھ سے راضی ہوں لیکن میں جم کر گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔'' رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''اے اللہ اس کو گھوڑے پر جمادے اور ہادی و مہدی بنا۔''

یہ تو ممکن ہی نہیں کہ محبوب مانگے اور محبّ نہ دے۔ دعا مستجاب ہوئی آپ علیہ السلام نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈیڑھ سو (150) مجاہدین پر امیر مقرر فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے منزلیں طے کرتے ہوئے ذی الخلصہ کے بت کدے کے پاس گئے اور اسے نذرِ آتش کر دیا۔ تمام بت خاکستر ہو گئے تو حضرت ابوارطات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں فتح کا مژدہ سنانے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ذی الخلصہ کو جلا کر خارشتی اونٹ بنا دیا ہے۔'' یہ خبر سُن کر سریہ میں شریک تمام افراد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی یمن ہی تھے کہ شہنشاہ کون و مکان خاتم الانبیاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وصال فرما گئے لیکن حادثہ جانکاہ کی اطلاع حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ ہوئی ایک دِن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی الکلاع اور ذوعمر دو یمنیوں کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سنا رہے تھے کہ انہوں نے کہا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم جن کا ذکر کر رہے ہو تین دِن ہوئے وہ وصال فرما گئے ہیں۔ اِس خبر کے سُنتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ جیسے آسمان ٹوٹ کر گر پڑا ہو۔ فوراً مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل پڑے راستے میں مدینہ طیبہ کے چند سوار ملے ان سے معلوم کیا تو انہوں نے یمنیوں کی بات کی تصدیق کی (جنگ جمل کے بعد آپ رضیؓ اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تھے تا کہ وہ بھی بیعت کر لیں وہاں سے واپسی پر اشتر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے غصیلے اور ناروا انداز میں گفتگو کی تو حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناگوار گزرا۔ لہٰذا راتوں رات اپنے اہل وعیال کو لے کر کوفہ چلے گئے اور قرقیسیا میں سکونت اختیار کر لی۔ اور قرقیسیا میں ہی 54 ہجری میں وفات پائی۔ جنگ صفین میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل الگ تھلگ رہے)

روایت۔ "از مواہب الدنیہ"۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ رتعالیٰ عنہ کا لشکر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی وجہ سے ذی الکلاع کی طرف نہ جا سکا اور وہ اپنے کُفر پر بدستور قائم رہا پھر زمانہ فاروقی کی ابتدا تک کفر پر ہی رہا۔ مگر عہد فاروقی کے دوران ہی خود اپنے اٹھارہ ہزار غلاموں کی کثیر تعداد کے ساتھ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسلام لانے کی خوشی میں اُس نے اپنے چار ہزار غلام آزاد کر دیئے۔ یہ دیکھ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چار ہزار غلام تم آزاد کر چکے ہو باقی غلام میرے پاس فروخت کر دو میں سب باقی ماندہ غلاموں کی قیمت ابھی دو دانگ نقد ادا کر دیتا ہوں۔ باقی دو دانگ کے لیے گورنر یمن کو کہوں گا جبکہ آخری دو دانگ گورنر شام کو لکھ کر تمہیں ادا کر دوں گا۔ یہ سُن کی ذی الکلاع نے عرض کیا کہ مجھے سوچ بچار کے لیے ایک دن کا وقت دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے سوچنے کے لیے ایک دن کی مہلت بخش دی ذی الکلاع اپنی قیام گاہ پر آیا اور باقی بچنے والے تمام غلاموں کو بھی اللہ کی راہ میں آزاد

کر دیا۔ اگلے روز وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے پوچھا کہ تم نے غلاموں کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ ذی الکلاع نے عرض کیا غلاموں کے بارے اللہ تعالیٰ نے جو بہتر کیا میں نے بھی اُس بہتری کو اختیار کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کیا؟ اس پر ذی الکلاع نے عرض کیا کہ میں نے اپنے باقی سب غلام اللہ کی راہ میں آزاد کر دیئے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے بڑی تحسین فرمائی اور اُس کے بہترین عمل کی تعریف کی۔ ذی الکلاع نے عرض کیا اے امیر المومنین میرا ایک گناہ اس قدر بڑا ہے کہ میں سوچتا ہوں اللہ شاید مجھے معاف نہ فرمائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے پوچھا وہ تمہارا گناہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا لوگوں کی ایک جماعت میری پرستش کیا کرتی تھی اسی دوران میں روپوش ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے ایک مقام پر خود کو ظاہر کیا مجھے دیکھتے ہی تقریباً ایک لاکھ آدمی میرے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔ ذی الکلاع کی یہ بات سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم خالص تَوبۃً النَّصُوح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سجدہ ریز ہو جاؤ اور پھر اس گناہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال دو کیونکہ انسان کا گناہ کتنا ہی بڑا اور کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش کا موجب ہے۔

روایت: "از روضۃ الاحباب"۔

ایک روایت کتب سیر میں یہ بھی ملتی ہے کہ ذوالکلاع اصغر کا نام زید بن النعمان تھا جبکہ ذوالکلاع اکبر کا نام ہمسع بن ناکور بن یغفر بن ذوالکلاع اکبر تھا۔ ان دونوں کا تعلق یمن کے ملک سے تھا۔ تکلع عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب تحفہ ہے اسی نسبت سے اس کا نام ہی ذوالکلاع اصغر پڑ گیا تھا۔ کیونکہ حمیر قبیلہ اس کے ہاتھوں اکٹھا ہوا اسی طرح ہوازن اور طراز یہ دونوں قبیلے بھی ذوالکلاع کے ہاتھوں ہی اکٹھے ہوئے تھے۔ کتب سیر اور عربی زبان میں ایک نام لیا جاتا ہے۔ التبابعۃ ملوک۔ اس سے مراد ملک یمن ہے اس لفظ کا واحد تبع ہے۔ جب حمیر اور حضر موت کے علاقے کسی ایک شخص کے زیر حکومت ہوں تو اسے تبع کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الدخان آیت 37۔

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ

واللہ اعلم روایت "از قاموس و مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 648 تا 648

رحلت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

10ھ کے آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فانی دنیا سے رحلت فرمائی۔ جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا اسی روز آفتاب کو گرہن لگا لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس گرہن کا سبب حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت ہے۔ اُس زمانہ میں یہ بات مشہور تھی

کہ جب کوئی عظیم شخصیت اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے یا کوئی عظیم حادثہ رونما ہوتا ہے تو سورج گرہن لگ جاتا ہے۔
جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے اس عقیدہ کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "سنو سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو عظیم نشانیاں ہیں یہ اللہ کی کمال قدرت اور عظیم صفات پر دلالت کرتے ہیں جو کہ اہل عقل و دانش کے لیے عبرت کا باعث ہیں۔ دیکھو یہ ایک ہی ساعت میں ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی روشنی سے منور ہوتا ہے۔ مگر جب ان کو گرہن لگتا ہے تو پھر یہی دنیا کو روشن کرنے والے اندھیرے سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان کی موجودگی میں ہی ہر سو اندھیرے کی حکمرانی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر قدیر ہے۔ جب چاہے لوگوں سے نور ایمان اور علم کی دولت سلب فرما کر انکی زندگیاں تاریک کر دے۔ یاد رکھو موت و زندگی میں کسی کو کوئی دخل نہیں یہ سب کچھ مالک حقیقی کی رضا پر ہی ہوتا ہے اس لیے جب تم لوگ دیکھو کہ سورج یا چاند کو گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا شروع کر دو ایسے موقع پر زیادہ سے زیادہ صدقہ خیرات کرو اور غلاموں کو آزاد کیا کرو"

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے متعلق ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ اُنکا وصال یوم عاشورہ یا دسویں ربیع الاول کو ہوا۔ اس طرح علم نجوم میں مہارت رکھنے والے یعنی نجومیوں کا یہ قول باطل ثابت ہو گیا کہ سورج گرہن ہمیشہ ہی مہینہ کے آخری تین دنوں میں لگتا ہے۔ یعنی (30,29,28 تاریخ کو) گو یہ چیز عام طور پر انہیں ایام میں واقع ہوتی ہے مگر خداوند قدوس خرق عادت (عادت کے خلاف) کرنے پر بھی قادر ہے اس لیے گرہن کے لیے کہنا کہ ہمیشہ مہینہ کے آخری تین دنوں میں ہی واقع ہوتا ہے غلط ہے۔
یہاں ہم نے 10ھ کے واقعات کی نسبت سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کا ذکر کر دیا ہے تفصیلی ذکر انشاءاللہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کے باب میں کیا جائے گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی انسانی شکل میں آمد

حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں واپس تشریف لا چکے تھے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام بشری صورت میں سفید بے داغ کپڑے زیب تن فرمائے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے بال نہایت سیاہ رنگ کے تھے چہرہ نہایت ہی حسین و جمیل اور نورانی تھا آپ بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر نہایت ہی ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بیٹھ گئے اُس وقت دربار اقدس میں تمام جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی حاضر تھے۔ حاظرین مجلس حضرت جبریل علیہ السلام کو تو نہیں پہچانتے تھے مگر اُنکی شخصیت دیکھ کر حیران و متحیر رہ گئے۔ جبریل علیہ السلام سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ السلام کی رانوں مبارکہ پر رکھ دیا

پھر اپنی ہی رانوں پر رکھ لئے۔ حدیث نبوی میں جو الفاظ موجود ہیں اُس کے مذکورہ دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں (مگر دوسرے معنی لینا عقلی اعتبار سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے)۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان، اسلام اور احسان کیا ہے اس کے کیا معنی ہیں نیز اُنہوں نے یہ بھی پوچھا کہ قیامت کی علامات کیا ہیں"۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے تمام سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے۔ جوابات سُن کر حضرت جبریل علیہ السلام مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ "جاؤ اُس شخص کو بلاؤ"۔ حسب حکم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مجلس سے اُٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ اُس شخص کو بلا لائیں مگر کافی تلاش کے باوجود وہ شخص اُنہیں نہ ملا واپس آکر صورت حال گوش گزار کی جسے سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص جبریل (علیہ السلام) تھے جو تم لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے"۔ اس حدیث مبارکہ کو حدیث جبریل علیہ السلام بھی کہتے ہیں۔ یہاں اس قدر عرض کر دینا ہی کافی ہے مزید مکمل تفصیل جاننے کی ضرورت ہو تو کتب حدیث سے رجوع فرمائیں کیونکہ یہ حدیث آپ کو ہر جگہ ملے گی۔

از: مشکوٰۃ المصابیح کتاب اول، مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 651۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بھی سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو ہمیشہ چاشت کے وقت شہر میں داخل ہوتے۔ سفر سے واپسی پر رات کے وقت گھر میں داخل ہونے سے منع فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی عادت مقدسہ میں شامل تھی کہ گھر تشریف لانے سے پہلے کوئی نہ کوئی کھانے والی چیز پہلے گھر بھجوا دیا کرتے تاکہ اہل خانہ تواضع کی تیاری کر لیں۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر حضور علیہ السلام جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے نظر مبارک نے مدینہ منورہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی، عظمت وشان کے تصور میں جس کی تعریف انسانی عقل کرنے سے قاصر ہے اور پھر اس شہر مدینہ منورہ کے انوار، جمال و اسرار دیکھ کر اپنے اعلیٰ مقام کی عظمت و شرف کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار بلند آواز سے تکبیر فرمائی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ پھر اپنی عادت مقدسہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت جس کی وجہ سے آج دین اسلام مکمل ہو گیا تھا سفر سے امن و سلامتی اور خیر و خوبی کے ساتھ واپس گھر پہنچنے پر اللہ کے حضور شکر بجالائے اور فرمایا۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر" اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ وَاَعَزَّہٗ فَلَاشَیْئَ بَعْدَہٗ".

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اسی کی بادشاہی اور اسی کی تعریف۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے، رجوع کرنے والے عبادت کرنے والے سجدہ کرنے والے اسکی تعریف کرنے والے۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی دشمنوں کی فوجوں کو شکست دی اور اپنے بندے کو غالب کیا پس اس کے بعد کچھ چیز نہیں"۔

اس دعا میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ یہ ذی الحجہ کے آخری ایام تھے۔

دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر خانہ کعبہ کے دیدار سے مشرف ہو کر حج کے مبارک فریضہ سے سبکدوش ہونے کے بعد زندگی کی ایک سب سے بڑی سب سے عظیم الشان سعادت سرور کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کی جانب روانگی ہے۔ اس مبارک دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری کی برکتوں اور فضیلتوں کا کیا کہنا۔ اس مقام مقدس پر اگر ہم سر کے بل جائیں تو بھی گنہگار غلام اپنے اشتیاق کو کم نہیں کر سکتے۔ اس کی گلیوں میں اولیا کرام نے مدتوں تک جوتے نہیں پہنے۔ اس کی زمین کا چپہ چپہ بابرکت ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی "جذب القلوب" میں لکھتے ہیں "یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ علیہ السلام کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے۔ بلکہ جو حج کیا ہے اس کی قبولیت کا سبب اور ذریعہ بھی ہے"۔

مدینہ منورہ کا سفر

مدینہ منورہ کا یہ سفر عشق ومحبت اور جذب وشوق کا سفر ہے اس راہ میں قدم قدم پر آداب اور مستحبات ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ یہ راستہ مدینہ منورہ کا راستہ ہے مدینہ منورہ کہ جس سے آگے کوئی جادہ ہے نہ منزل نہ مقام۔

(اگر حج سے پہلے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آ رہے ہوں تو حالت احرام میں داخل ہونا واجب ہے)

مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ 430 کلومیٹر ہے جس کی مسافت طے کرنے میں کم وبیش چھ، سات گھنٹے لگتے ہیں۔ راستے بھر یہ تصور کریں کہ سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہونا ہے، دھیان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رکھیں۔ سلام اور درود کا ورد راستہ بھر کرتے جائیں۔ اس سفر کے دوران ذہن پھر ایک بار چودہ سو سال پیچھے چلا جاتا ہے۔ ہم خیالوں میں دیکھتے ہیں کہ آفتاب رسالت مکہ مکرمہ میں طلوع ہوا۔ اس کی کرنیں مدینہ منورہ کے افق سے کچھ اس طرح چمکیں کہ کل کائنات اس نور سے منور ہو گئی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس دعوت حق کے علمبردار، جس امانت الٰہی کے امین اور جس دین حنیف کے پیغام بر تھے، اس کا یہی

تقاضا تو تھا کہ عرب وعجم، گورے اور کالے، شاہ اور گدا غرضیکہ دنیا کے ہر فرد و بشر کو حق اور صداقت، امن اور محبت، اللہ تبارک تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اس کائنات پر حاکمیت کے پیغام کی لازوال دولت سے مالا مال کیا جائے۔ لیکن مکہ معظمہ کی فضا اس وقت ان صداؤں کو سننے کے لیے سازگار نہ تھی۔ اس وقت دعوت حق کے جواب میں ہر طرف تلوار کی جھنکار سنائی دے رہی تھی۔ حتیٰ کہ جب کفار قریش نے حضور علیہ السلام کے در دولت کا محاصرہ کر لیا تو اللہ کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسرت بھری نگاہوں سے مکہ معظمہ کو الوداع کہا۔ اپنے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اس سفر باسعادت کا آغاز فرماتے ہیں اور جب کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو فرماتے ہیں:

''مکہ تو مجھے ساری دنیا سے عزیز ہے، مگر تیرے فرزند مجھے یہاں نہیں رہنے دیتے''۔

اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرماتے ہیں جبل ثور کی چوٹی پر غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں تین دن تک قیام فرما کر کشاں کشاں منزل بمنزل سوئے مدینہ گامزن ہوتے ہیں۔

پھر نظروں کے سامنے ایک منظر وہ آتا ہے جب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا مدینہ منورہ میں انتظار کر رہے ہیں۔

مدینہ منورہ میں حضور علیہ السلام کی تشریف آوری

مدینہ منورہ کے در و دیوار اس خبر سے گونج رہے تھے کہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا رہے ہیں۔ مدینہ کے پیر و جوان، صغیر و کبیر، عورتیں اور بچے سب کی آنکھیں فرش راہ ہیں۔ معصوم بچے فخر و انبساط اور فرحت و سرور میں نغمہ سرائی کر رہے ہیں کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد ہے۔

سرکار دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جاں نثار اور رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ کے افق پر بدر منیر بن کر طلوع ہوئے، تمام شہر تکبیر کی روح پرور صدا سے گونج اٹھا۔ انصار ہتھیار سجا سجا کر بیتابانہ گھروں سے رحمت کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کو پہنچے، انصار کی معصوم بچیاں نہایت خوش الحانی سے طربیہ ترانے الاپ رہی ہیں۔ آج ہر قبیلہ دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار تھا۔ اسلام کا ہر شیدائی اس بات کا آرزومند تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف اس کو نصیب ہو۔ ہر ایک حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہتا، حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گھر، یہ در، یہ مال و زر اور یہ جان عزیز سب کچھ نثار ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ارشاد فرماتے ''میری اونٹنی قصویٰ کو چھوڑ دو جہاں اللہ رب العزت کا حکم ہوگا وہیں ٹھہرے گی'' قصویٰ چلتے چلتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ سعادت میری قسمت میں لکھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف میں حاصل کروں۔ یہاں سے قریب تر میرا ہی مکان ہے"۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کجاوہ اٹھا لیا اور اپنے دومنزلہ مکان میں سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً سات ماہ تک فروکش رہے۔

مدینہ منورہ کے سفر میں مدینہ منورہ سے کوئی 16 کلومیٹر میل پہلے ایک مقام ذوالحلیفہ (بئیر علی) آتا ہے۔ یہ بڑا بابرکت مقام ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا۔ خوب دعائیں مانگیں، اگر وقت اجازت دے اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھیں اور حاضری روضہ اقدس کے لیے خود کو تیار کر لیں۔ ذوالحلیفہ مقام مکہ مکرمہ سے 410 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ موجودہ نئی سڑک (طریق الہجرۃ) سے 430 کلومیٹر ہے)

جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جائیں تو اپنے شوق دید کو اور زیادہ کریں اور جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنبد خضراء نظر آئے تو اور کثرت سے درود شریف کا ورد رکھیں۔ شہر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

دعا بوقت داخلہ مدینہ منورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اللہ! تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری طرف لوٹتی ہے سلامتی پس زندہ رکھ ہمیں اے ہمارے رب سلامتی کے ساتھ اور داخل فرما ہمیں اپنے گھر میں جو سلامتی والا ہے بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور عالیشان اے عظمت اور بزرگی والے پروردگار، داخل فرما مجھے (مدینہ میں) داخل فرمانا سچا اور نکال مجھے مدینہ سے نکالنا سچا اور عطا کر مجھ کو اپنی جناب سے غلبہ یا فتح ونصرت اور کہہ دیجیے آ گیا حق اور مٹ گیا باطل بلاشبہ تھا، باطل مٹنے ہی والا اور ہم اتارتے ہیں قرآن جو کہ شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے اور نہیں بڑھتے ظالم مگر خسارے میں"۔

اب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے اور روضہ اقدس پر حاضری دینے کے ارادے سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلیں۔ جس کی بنیاد آج سے 1428 سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی تھی اور اسی مسجد میں اپنے حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ سوائے مسجد الحرام کے کہ وہاں نماز پڑھنا میری مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اجتماعی عبادت کے لیے ایک مرکز کی ضرورت محسوس کی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کرنے کے لیے ایک مسجد کی تعمیر کے لیے حکم فرمایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے سامنے ایک ناہموار قطعہ زمین جو دراصل نخلستان تھا اور جہاں خرما خشک کر کے تمر بنایا کرتے تھے (یہ وہ جگہ تھی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی قصوٰی نے قیام فرمایا تھا) دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا۔ بچے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ مکہ مکرمہ حاضر خدمت اقدس رسول کریم علیہ السلام حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ بعض نے تحریر کیا ہے اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور بعض نے روایت کی کہ وہ عقبہ اولیٰ میں 6 آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے) کے زیر پرورش تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یتیم بچوں سے ارشاد فرمایا کہ ''یہ قطعہ زمین ہمارے ہاتھ فروخت کر دو ہم چاہتے ہیں کہ یہاں مسجد تعمیر کی جائے'' بچوں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم یہ زمین بلا معاوضہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں''۔ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی نہیں ہوئے اور قطعہ زمین ان سے دس دینار میں خرید لیا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خود یتیمی کا تاج سر پر رکھ کر اس عالم کون ومکاں میں تشریف لائے وہ یتامیٰ کو ان کے حقوق سے محروم کرتے۔ چنانچہ یہ جگہ خریدنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ

کھجور کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور ٹیلوں کو برابر کر دیا جائے۔ کھجور کے درخت کاٹ کر قبلہ کی سمت دیوار کی طرح کھڑے کر دیئے گئے۔ چند روز تک اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ پھر اس کی تعمیر کا انتظام فرمایا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تعمیر مسجد کے لیے اینٹیں اٹھا کر لاتے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بہ نفس نفیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ تعمیر مسجد میں مصروف رہتے۔ ابتداً قبلہ شمال کی جانب بیت المقدس کی سمت تھا۔ جب 2ھ میں تحویل قبلہ کا حکم آیا تو قبلہ کعبۃ اللہ کی سمت مقرر کیا گیا۔

چودہ سو سال پہلے یہ مسجد سادہ مگر پروقار عبادت گاہ تھی جس کی تعمیر میں کھجور کے پتے اور تنے استعمال ہوئے تھے۔ بارش ہوتی تھی تو چھت ٹپکتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جلیل القدر رفقا اس گیلی زمین پر بھی بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ لہٰذا صحن مسجد میں کنکر بچھا دیئے گئے جن پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آرام فرماتے تو جسد مبارک پر کنکروں کے نشانات پڑ جاتے تھے۔ دس سال تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسجد میں نمازیں ادا فرمائیں۔ یہ مسجد اسلام کی تبلیغ و تعلیم کا مرکز اولین بن گئی۔ اسی مرکز سے اسلام کو وہ ترقی اور شان و شوکت نصیب ہوئی جو تاریخ عالم کا سنہرا باب ہے۔ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں نصف النہار پر پہنچا بلکہ دور دراز کے علاقے بھی اس کی شان و شوکت سے منور ہوئے۔ اللہ اکبر کی صدا دور و نزدیک سے بلند ہوتی تھی۔ اور اس کا علم ہر جگہ لہرانے لگا تھا۔ اس مسجد میں دی جانے والی تعلیمات ہی کی برکت ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایسی ہستیاں موجود رہی ہیں جنہیں قرآن کریم حفظ تھا اور جو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عبور کامل رکھتے تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب تک یہ دنیا قائم ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی ہستیاں ہر دور میں موجود رہیں گی۔ یہی وہ اولین ادارہ تھا جہاں کردار و عمل کی تعمیر ایسی ہوئی کہ دنیا کو متاثر کر دیا۔ قرآن کریم جو منشور اسلام ہے۔ اس کے ماننے والوں نے حق و صداقت کی خاطر اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ یہیں قرآن کریم کے عظیم ترین مفسر نے فرقان حمید کی تعلیم دی۔

فتح خیبر 7ھ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد کی از سر نو تعمیر فرمائی۔ اس وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدیم حصہ ترکی کے دور حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ توسیع سے پہلے جولائی 1955ء میں مکمل ہوئی تھی۔ موجودہ توسیع سعودی عرب کے فرمانروا خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے عہد میں مکمل ہوئی۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم حصہ میں باب ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس جگہ واقع ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ پہلی توسیع کے وقت اس جگہ باب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنا دیا اور اندرون مسجد جلی حروف ھٰذِہٖ خَوخَۃُ اَبُوبَکْرِ الصِدِّیق لکھ کر ایک تختی آویزاں کر دی۔

مسجد نبوی کے دروازوں کا ایک نقشہ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کی تاریخ

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر اول جس کی بنیاد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے 1 ہجری میں رکھی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع فتح خیبر کے بعد 7ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی از سر نو تعمیر فرمائی۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کے عہد میں 17 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان کے عہد میں 29-30 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الولید بن عبدالملک کے عہد میں چاروں کونوں پر چار مینار اور محراب نبوی حضرت عمر بن عبدالعزیز امیر مدینہ منورہ کی نگرانی میں تعمیر ہوئی (دورِ خلافت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ 99ھ تا 101ھ) 88-96 ہجری

مسجدی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع المہدی العباسی کے عہد میں 161-165 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع سلطان اشرف قائت بائی کے عہد میں 888 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع سلطان عبدالمجید عثمانی کے عہد میں 1265-1277 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن سعود کے عہد میں 1372 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الملک فہد بن عبدالعزیز کے عہد میں 1405-1416 ہجری

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ توسیع

اس صدی کا فن معماری کا ایک شاہکار

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ توسیع خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے موجودہ عہد میں مکمل ہوئی۔(1405ھ تا 1416ھ) جو کہ موجودہ صدی کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے مسلمانوں کی چودہ سو 1428 سالہ تاریخ میں اتنی عظیم الشان توسیع آج تک کسی عہد میں نہیں ہوئی۔

موجودہ توسیع سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کل رقبہ 16 ہزار 500 مربع میٹر تھا اور اس وقت مسجد میں تقریباً 28 ہزار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش تھی، موجودہ توسیع کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کل رقبہ 98 ہزار 500 مربع میٹر کے برابر ہے جو کہ پچھلی تعمیر سے تقریباً 5 گنا زیادہ ہے۔اس کے علاوہ اب چھت پر بھی نماز پڑھنے کے لیے 67 ہزار مربع میٹر کی اضافی جگہ موجود ہے۔اب مسجد میں عام دنوں میں 6 لاکھ 50 ہزار نمازی بآسانی نماز ادا کر سکتے ہیں۔البتہ حج کے زمانے میں اور رمضان المبارک کے دنوں میں یہ تعداد 10 لاکھ تک بھی ہو سکتی ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر نو فن معماری کا ایک حسین شاہکار ہے۔نہایت دیدہ زیب فانوس روشنی کا جدید نظام، اذان کے وقت ساؤنڈ سسٹم کے ذریعہ آواز روح کی گہرائیوں میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا دل، دماغ، روح سب پاک وصاف ہو گئے ہوں، ایک عجیب لذت کا احساس دل ودماغ کو تازگی بخشتا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس وقت اس دربار میں حاضر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔اب مسجد نبوی میں درود شریف پڑھتے ہوئے داخل ہوں اور داخل ہونے سے پہلے کچھ صدقہ دیں اور داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی
الْیَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْكَ وَاَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْكَ
وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰی مَرْضَاتَكَ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔اے اللہ! آج کے دن مجھے تیری طرف متوجہ ہونے والوں میں

سب سے زیادہ متوجہ بنائے تیرا قرب حاصل کرنے والوں میں سب سے زیادہ قریب بنالے اور زیادہ بامراد وکامیاب فرما کر ان میں سے جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور اپنی مرادیں مانگی"۔

ریاض الجنۃ

مسجد نبوی میں جب باب جبریل علیہ السلام سے داخل ہوں بائیں ہاتھ پر ایک حجرہ نظر آئے گا۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر تھا۔ جب اس کے سامنے سے گزر جائیں تو فوراً بعد بائیں ہاتھ پر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حصہ ہے یہ ریاض الجنۃ ہے۔ یعنی منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبر شریف کے درمیان کا حصہ ریاض الجنۃ کہلاتا ہے۔ اس مقام کی نسبت حدیث میں آیا ہے"جو جگہ میرے گھر اور منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔"

(گھر سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مبارک ہے جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور شریف ہے اور جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے پیچھے ہے)۔

یعنی یہ جگہ حقیقت میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو اس دنیا میں منتقل کیا گیا ہے اور قیامت کے دن یہ ٹکڑا جنت میں چلا جائے گا۔ اسی ریاض الجنۃ میں حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلّٰی بھی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے۔ اس جگہ آج ایک خوبصورت محراب بنی ہوئی ہے جو محراب نبوی کہلاتی ہے۔ ولید بن عبدالملک (86ھ-96ھ) کے دور میں ولید کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کی تو اس جگہ یہ محراب بھی بنوادی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مصلّٰی رسول جیسی متبرک جگہ کی تعظیم کو برقرار رکھنے کی غرض سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ سوائے قدم مبارک کی جگہ چھوڑ کر باقی جگہ پر دیوار بنوادی تھی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ کی جگہ لوگوں کے قدموں سے محفوظ رہے بعد میں ترکوں نے بھی اس دیوار کی حد تک محراب بنوادی۔ چنانچہ اب اگر کوئی حاجی مصلّٰی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو اس کا سجدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی جگہ پڑتا ہے۔

اس وقت جو مقدس محراب بنی ہوئی ہے وہ 9 فٹ سنگ مرمر کے ایک ہی ٹکڑے کی ہے جس پر سونے کے پانی سے خوبصورت میناکاری کی گئی ہے، دونوں جانب سرخ سنگ مرمر کے ستون بنے ہوئے ہیں۔ محراب کے اوپر وہ آیت لکھی ہوئی ہے جس میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی سورۃ احزاب کی آیت 56۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں، اس لیے اے ایمان والو تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا
صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۝ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۝

محراب کی مغربی جانب "ھذا مصلّٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم" لکھا ہوا ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم حصہ کی پشت پر قبلہ کی سمت تین فٹ اونچی پیتل کی جالیوں کی دیوار بنی ہوئی ہے اس کے علاوہ محراب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں پیتل ہی کے دو دروازے بنے ہوئے ہیں۔ ان دروازوں اور جالیوں سے آگے کا حصہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ کردہ ہے۔ آج کل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امام صاحب اسی حصے کے اگلے حصے میں امامت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس محراب پر تاریخ تعمیر 182 ہجری درج ہے اور یہ سلطان شرف ابوالنصر کے دور کی تعمیر ہے۔

ریاض الجنۃ میں اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھیں۔ اگر یہاں جگہ نہ ملے تو مسجد میں جہاں دل چاہے پڑھ لیں اور اس سعادت کے حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدۂ شکر بجالائیں کہ کتنا مہربان ہے اللہ تعالیٰ کہ اس مقام پر جانے والوں کو اسی دنیاوی زندگی میں انہیں جنت کے فرش پر سجدہ کرادیتا ہے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد روضۂ اقدس کی طرف چلیں تو سوچیں کہ ہم لوگ ایسے میلے کچیلے ایسے گنہگار ہیں کہ ہم کس منہ سے حضور پاک علیہ السلام کے سامنے جائیں اس وقت اپنی روح کی طرف توجہ کریں کہ یہ کتنی آلودہ ہے۔ اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام کے سامنے آپ کو بلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کے قربان جایئے وہ اپنے بندوں کا گنہگار ہونے کے باوجود بھی کتنا خیال رکھتا ہے کہ کہیں اس کے گنہگار بندے اس کی رحمت سے مایوس ہو کر ناامید نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی کا یوں اظہار فرماتا ہے اور ذہنوں میں قرآن پاک کی یہ آیت گونجنے لگتی ہے۔ (سورۃ النساء آیت 64)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝

ترجمہ: ''اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لیے معافی کی درخواست کرتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے''۔

یہ سجدہ شکر بجالانے کا مقام ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندوں کو اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل بخشنے کا اور رحم فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

روضۂ اقدس کے سامنے سلام پڑھتے ہوئے ایک بات کا خیال رکھیں، چیخ چیخ کر یا اونچی آواز سے سلام نہ پڑھیں یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے۔ ذرا سوچئے تو سہی وہاں ہم جیسے حقیر اور کمتر کی آواز نکلے، اس کے لیے خوب احتیاط سے کام لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب بیٹھتے تھے تو اپنی خاص ضرورت کی بات بھی نہیں کرتے تھے اور ہم جو ان کی جوتیوں میں بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ اس جگہ چیخ چیخ کر یا اونچی آواز سے سلام پڑھیں ہرگز نہیں۔ جو بھی جیسے بھی خود کو آتا ہے ویسے سلام پڑھیں۔ ایک دفعہ پھر قرآن پاک کی آیت ذہنوں میں گونجنے لگتی ہے۔

سورۃ الحجرات آیت 2

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٢﴾

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا کیا مقام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں ذرا سی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت ہو سکتی ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام دراصل اس اللہ کا احترام ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں کمی کے معنی اللہ تعالیٰ کے احترام میں کمی کے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کی روشنی میں اس بات میں اب قطعاً کوئی شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ آپ اس دربار میں اپنی آواز بلند کر کے سلام پیش کریں۔ لہٰذا نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی اور امت مسلمہ کی بھلائی کے لیے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں پیش کریں۔ جب آپ درمیان کی جالیوں کے سامنے کھڑے ہوں گے تو اس جگہ کی پہچان یہ ہے کہ درمیان کی

جالی میں آپ کے بائیں ہاتھ پر ایک گول سوراخ ہے۔ یہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کے سامنے ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملا ہوا ایک دروازہ ہے جو بند رہتا ہے۔ اس کے فوراً بعد دائیں ہاتھ ہی کی طرف ایک گول سوراخ ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے مبارک کے سامنے اور اس کے فوراً بعد دائیں ہاتھ ہی کی طرف پھر ایک گول سوراخ ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے۔

حاضری روضۂ اقدس اور زیارت کے آداب

نماز تحیۃ المسجد کے بعد روضہ اقدس کے پاس حاضر ہوں اور نہایت ادب سے کھڑے ہوں اور اپنا چہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ منورہ کی طرف اور قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صورت کا دل میں خیال باندھیں اور یہ تصور کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں باحیات ہیں، میری حاضری سے واقف ہیں۔ میری معروضات سن رہے ہیں۔

حلیہ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد میانہ تھا لیکن آدمیوں کے مجمع میں آپ علیہ السلام سب سے زیادہ بلند معلوم ہوتے تھے، چہرہ منورہ کا رنگ گندمی تھا جس میں کوٹ کوٹ کر ملاحت بھری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس بڑا تھا۔ بال کالے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پٹے رکھتے تھے اور سر کے بیچ میں مانگ نکلی رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان نہ بہت بڑے تھے اور نہ بہت چھوٹے۔ دیکھنے میں بہت خوش نما معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھویں جٹی ہوئی تھیں، لیکن ایک باریک رگ دونوں میں حد فاصل تھی۔ آنکھیں بڑی اور خوش رنگ تھیں۔ سپیدی میں سرخ رنگ کے ڈورے پڑے ہوئے تھے اور پتلی سیاہ تھی۔ رخسار مبارک نرم اور پُر گوشت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک سفید اور چمک دار تھے۔ بات کرنے میں ان کی چمک بجلی کی سی ہوتی تھی۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

اس تصور میں کمال ادب کے ساتھ آب دیدہ ہو کر پڑھیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُزَّمِّلُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُدَّثِّرُ۔
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْاُمَّۃِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ۔
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَشِیْرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَذِیْرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَکْرَمَ وُلْدِ اٰدَمَ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْخَيْرِ وَفَاتِحَ الْبِرِّ
وَهَادِيَ الْأُمَّةِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الَّذِيْنَ
أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى أَصْحَابِكَ
أَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى أَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَعَلٰى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔
جَزَاكَ اللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ أُمَّتِهٖ
أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَأَمِيْنُهٗ
وَصَفِيُّهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ۔ أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ
وَنَصَحْتَ أُمَّتَكَ وَأَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَأَقَمْتَ الدِّيْنَ
وَجَاهَدْتَ عَدُوَّكَ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ يَا خَيْرَ الرُّسُلِ إِنَّ اللّٰهَ
عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ عَلَيْكَ كِتَابًا صَادِقًا قَالَ فِيْهِ (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے مزمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے مدثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے نبی رحمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے امت کی شفاعت کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے ابوالقاسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے بشارت دینے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے ڈرسنانے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے آدم کے سب سے معزز فرزند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے انبیاء ومرسلین کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے خاتم النبیین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے سب سے مشہور قائد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اے بھلائی کے رہنما، اے نیکی کے فاتح اور ہادی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان طیب وطاہر اہل بیت پر جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کر کے انہیں خوب پاک وصاف کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب اصحاب اور آپ کی ازواج مطہرات امہات المومنین پر سلام ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام، اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا احسن وافضل بدلہ دے جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور رسول کو اس کی امت کی طرف سے دیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں اس کے امین ہیں، اس کے مخلص دوست ہیں اور اس کی مخلوق میں سے اس کے اعلیٰ بندے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت ادا کر دی اور اپنی امت کی پوری خیر خواہی کی اور دین حق کی دلیل روشن کی اور اللہ کی راہ میں خوب جہاد کیا اور دین کو مضبوط کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمن سے جہاد کیا اور اپنے رب کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اے خیر الرسل اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سچی کتاب نازل فرمائی جس میں اس نے فرمایا: (سورۃ النساء آیت 64)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

اور اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے تمہارے پاس آجاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے لیے استغفار کرتا تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے۔

زیارت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب ذرا دائیں ہاتھ کو ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کریں اور یہ پڑھیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اَبَابَكْرِ الصِّدِّيْقِ ؕ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ ؕ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ؕ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ
اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَا
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ
مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ ؕ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ
الْخُلَفَآءِ وَتَاجَ الْعُلَمَآءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: ''سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی خلیفہ، سلام ہو آپ پر اے ساتھی رسول اللہ کے دوسرے دو میں کے جب کہ وہ غار میں تھے، سلام ہو آپ پر اے وہ ہستی کہ جس نے خرچ کیا اپنا مال سارا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں، یہاں تک کہ اتار دیا اپنی عبا کو بھی، راضی ہو اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی کرے آپ کو بہتر راضی کرنا اور بنا دے جنت کو

آپ کا گھر اور مسکن اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے سب سے پہلے خلیفہ اور سرتاج علماء اور خسر نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور رحمت اللہ کی ہو آپ پر اور اس کی برکتیں"

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت

اس کے بعد دائیں طرف ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کریں اور یہ پڑھیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَفِيَّ الْمِحْرَابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْفُقَرَآءِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْاَرَامِلِ وَالْاَيْتَامِ، اَنْتَ الَّذِىْ قَالَ فِىْ حَقِّكَ سَيِّدُ الْبَشَرِ لَوْ كَانَ نَبِيٌّ مِّنْ بَعْدِىْ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِىَ الْخُلَفَآءِ وَتَاجَ الْعُلَمَآءِ وَصِهْرَ النَّبِىِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ: "سلام ہو آپ پر اے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب، سلام ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اے فرمانے والے انصاف اور ٹھیک بات کے، سلام ہو آپ پر اے زینت دینے والے محراب کو، سلام ہو آپ پر اے غلبہ دینے والے دین اسلام کے، سلام ہو آپ پر اے توڑنے والے بتوں کے، سلام ہو آپ پر اے مددگار فقیروں، ضعیفوں، بیواؤں اور یتیموں کے، آپ وہ ہیں کہ فرمایا آپ کے حق میں انسانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اگر ہوتا کوئی نبی میرے بعد تو البتہ ہوتا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب" راضی ہوا اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور راضی فرمائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہتر راضی فرمانا اور بنادے جنت کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر اور جائے سکونت اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے دوسرے خلیفہ اور سرتاج علما کے اور خسر نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں"۔

مواجہ شریف و مقصورہ شریف

روضہ اقدس کو پیتل کی جالیوں سے اور دیگر اطراف کو لوہے کے جالی دار دروازوں سے بند کر رکھا ہے۔ مواجہ شریف کی طرف ہر سہ مزارات مقدسہ کے مقابل گول گول سے قریباً چھ سات انچ قطر کے سوراخ ہیں۔ ایک دروازہ بھی ہے جو مثل تمام دروازوں کے ہر وقت بند رہتا ہے۔ اس عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں۔ اس متبرک مقام پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر حضور علیہ السلام کے سینہ مطہرہ کے برابر، ان کے علاوہ ایک قبر کی جگہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے لیے محفوظ بتائی جاتی ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا مُعِیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا رَفِیْقَیْ وَمُشِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُعَاوِنَیْنِ لَہٗ عَلَی الْقِیَامِ فِی الدِّیْنِ وَالْقَآئِمَیْنِ بَعْدَہٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاکُمَا اللّٰہُ اَحْسَنَ جَزَآءٍ رَبَّنَا اَنْ یَّتَقَبَّلَ سَعْیَنَا وَیُحْیِیَنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَ یُمِیْتَنَا عَلَیْھَا وَیَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

ترجمہ: سلام ہو آپ دونوں پر اے وزیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں پر اے مددگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ دونوں پر اے ساتھ سونے والو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ دونوں پر اے ساتھی اور مشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور مددگار ان کے دین کے قائم کرنے میں اور قائم ہونے والے ان کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کے ساتھ بدلہ دے آپ دونوں کو اللہ بہترین بدلہ، ہم آپ کے پاس آئے ہیں، دعا فرمائیں ہمارے رب سے کہ وہ قبول فرمائے ہماری کوششوں کو اور ہمیں زندہ رکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر اور موت دے ہمیں اسی پر اور حشر فرمائے ہمارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمرہ میں، سلام ہو آپ دونوں پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

اس کے بعد پھر پہلی جگہ پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کے سامنے آئیں اور یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ ـــــ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ ۝ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ اِیْمَانًا کَامِلًا ثَابِتًا یُّبَاشِرُ بِہٖ ـــــ

قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَعِلْمًا
نَافِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّوَلَدًا صَالِحًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّ
حَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا وَّصَبْرًا جَمِیْلًا وَّاَجْرًا عَظِیْمًا وَّعَمَلًا
صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ
اَخْرِجْنِیْ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ فِی الدُّنْیَا
وَالْاٰخِرَۃِ وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِیْنَ۔ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

ترجمہ: اے اللہ! بے شک آپ نے فرمایا ہے اور آپ کا فرمانا سچا ہے اور اگر وہ (گنہگار) جب کہ انہوں نے ظلم ڈھایا اپنی جانوں پر آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پس معافی مانگیں اللہ سے اور معافی مانگتا ان کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا بلاشبہ آئے تمہارے پاس ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو تم ہی میں سے ہیں گراں ہے ان پر وہ چیز جو تمہیں مشقت میں ڈالے تمہاری بھلائی کے آرزومند مومنوں کے ساتھ شفیق اور رحیم ہیں۔ پس اگر وہ روگردانی کریں تو فرما دیجئے کافی ہے مجھے اللہ، کوئی نہیں معبود جس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا۔ اے اللہ ہمارے رب بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا کر ہو گزرے اور نہ چھوڑ ہمارے دلوں میں کدورت مومنوں کی طرف سے۔ اے ہمارے رب بلاشبہ تو بڑا رحم کرنے والا ہے، بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے ایمان والو! درود بھیجو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور سلام کثرت سے اے اللہ رحمت نازل فرما اور سلامتی اور برکتیں آپ پر اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ تو مجھے عطا فرمائے ایمان کامل اور محکم، مطمئن ہو جس کی وجہ سے میرا دل، اور یقین سچا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور علم نافع اور دل جھکنے والا اور زبان تیرا ذکر کرنے والی، اولاد نیک، اور رزق کشادہ اور حلال، پاکیزہ اور توبہ سچی اور صبر جمیل اور اجر بڑا اور عمل نیک جو مقبول ہو اور تجارت جس میں گھاٹا نہ ہو۔ اے نور ہی نور اے جاننے والے سینوں کے رازوں کے نکال لے مجھے اور تمام مسلمانوں کو اندھیروں سے روشنی میں دنیا اور آخرت میں اور وفات دے مجھے حالت اسلام پر اور ملا مجھے نیک لوگوں کے ساتھ اپنی رحمت سے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اے پروردگار کل جہانوں کے اے ہمارے رب عطا فرما ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں عذاب دوزخ سے پاک ہے آپ کا پروردگار صاحب عزت ان چیزوں سے جو وہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ کے

لیے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا''۔

پھر قبلہ رخ ہو کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِي مَقَامِنَا هٰذَا الشَّرِيْفِ بَيْنَ يَدَيْ سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا يَا اَللّٰهُ إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا عَيْبًا يَا اَللّٰهُ إِلَّا سَتَرْتَهُ وَلَا مَرِيْضًا يَا اَللّٰهُ إِلَّا شَفَيْتَهُ وَعَافَيْتَهُ وَلَا مُسَافِرًا يَا اَللّٰهُ إِلَّا نَجَّيْتَهُ وَلَا غَائِبًا يَا اَللّٰهُ إِلَّا رَدَدْتَهُ وَلَا عَدُوًّا يَا اَللّٰهُ إِلَّا خَذَلْتَهُ وَدَمَّرْتَهُ وَلَا فَقِيْرًا يَا اَللّٰهُ إِلَّا اَغْنَيْتَهُ وَلَا حَاجَةً يَا اَللّٰهُ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَنَا فِيْهَا صَلَاحٌ إِلَّا قَضَيْتَهَا وَيَسَّرْتَهَا اَللّٰهُمَّ اقْضِ حَوَائِجَنَا وَيَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِيَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاكْشِفْ كُرُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَرُدَّ غُرْبَتَنَا اِلٰى اَهْلِنَا وَاَوْلَادِنَا سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ مَسْتُوْرِيْنَ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ○ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

ترجمہ: ''اے اللہ! نہ چھوڑ ہمارے لیے اس مبارک جگہ میں سامنے ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی گناہ مگر اسے بخش دے۔ اور نہ کوئی غم اے اللہ مگر تو اسے مٹا دے۔ اور نہ کوئی عیب اے اللہ مگر تو اسے چھپا دے۔ اور نہ کوئی مریض اے اللہ مگر تو اسے شفا اور عافیت دے۔ اور نہ کوئی مسافر اے اللہ مگر اسے سفر کی تکلیف سے نجات دے دے، اور نہ کوئی گمشدہ اے مولی مگر اس کو واپس فرما دے، اور نہ کوئی دشمن اے مولی مگر اسے غنی فرما دے، اور نہ کوئی ضرورت الٰہی دنیا کی اور آخرت کی ضرورتوں سے جس میں ہماری بھلائی ہو مگر اسے پورا اور آسان فرما دے، اے اللہ پوری فرما ہماری حاجتیں اور آسان فرما دے ہمارے کام اور کھول دے ہمارے سینے اور قبول فرما ہماری زیارت اور امن سے بدل دے ہمارے خوف کو۔ اور پردہ ڈال ہمارے عیبوں پر اور بخش دے ہمارے گناہوں کو۔ اور دور فرما دے ہماری تکالیف کو۔ اور خاتمہ فرما نیکیوں پر ہمارے اعمال کا اور لوٹا دے ہمارے مسافروں کو اہل و اولاد میں صحیح و سالم خوشحال، پردہ پوشی کے ساتھ اپنے نیک بندوں سے ان لوگوں میں سے کہ نہیں کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے تیری رحمت سے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اے پروردگار کل جہانوں کے۔''

سات ستون

یوں تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چپہ چپہ نور فشاں ہے۔ مگر ریاض الجنتہ کے وہ سات ستون جنہیں سنگ مرمر کے کام اور سنہری مینا کاری سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ستون روضۂ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغربی دیوار کے ساتھ سفید رنگ کے ذریعہ ممتاز کئے ہوئے ہیں۔ یہ خاص ستون ہیں اور ان کی درمیانی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

ستون حنانہ

یہ محراب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہیں وہ کھجور کا درخت دفن ہے جو لکڑی کا منبر بن جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں بچوں کی طرح رویا تھا۔

ستون عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں'' (طبرانی) اس جگہ کی نشاندہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمائی تھی۔ اب وہاں ستون عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنا دیا گیا ہے۔

ستون ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصور اس جگہ معاف ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا۔

ستون وفود

اس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر سے آنے والے وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔

ستون سریر

اس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف فرماتے تھے اور رات کو یہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بستر بچھا دیا جاتا تھا۔

ستون حرس

اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی جگہ بیٹھ کر سرکار دوعالم علیہ السلام کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔ اس کو ستون علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہتے ہیں۔

ستون تہجد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

یہ تمام ستون اس حصہ مسجد میں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھی۔ ان کے پاس جا کر دعا استغفار کی جائے اور جب بھی موقع ملے ان کے پاس سنن ونوافل ادا کیے جائیں۔ یہ وہ متبرک مقامات ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم پڑ چکی ہے۔

(ستونوں کا نقشہ)

باب جبریل
باب بقیع

اصحاب صفہ

صفہ، سائبان اور سایہ دار جگہ کو کہا جاتا ہے۔ قدیم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمال مشرقی کنارے مسجد سے ملا ہوا ایک چبوترہ تھا۔ یہ جگہ اس وقت باب جبریل علیہ السلام سے اندر داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کو محراب تہجد کے بالکل سامنے 2 فٹ اونچے پیتل کے کٹہرے میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی 40x40 فٹ ہے۔

اس کے سامنے خدام بیٹھے رہتے ہیں اور یہاں لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔

یہاں وہ مسلمان رہتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی بیوی بچے اور نہ کوئی اور یہ "اہل صفہ" کہلاتے تھے اور اس جگہ کو "صفہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً تبلیغ اسلام کے لیے دوسرے مقامات پر جاتے رہتے تھے۔ یوں تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی بہت زیادہ سادہ تھی مگر اصحاب صفہ کی زندگیوں میں اور بھی فقر و سادگی اور دنیاوی چیزوں سے بے نیازی اور بے تعلقی پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ دن رات تزکیہ نفس اور کتاب وحکمت کے حصول کی خاطر فیضان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض یاب ہونے کے لیے خدمت نبوی علیہ السلام میں حاضر رہتے تھے۔ نہ انہیں تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے کوئی سروکار، ان حضرات نے اپنی آنکھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار، کانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات اور جسم وجان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ لوگ دین کی دولت سے مالا مال تھے مگر دنیاوی زندگی میں افلاس و ناداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ستر (70) اصحاب صفہ کو دیکھا جن کے پاس چادر تک نہیں تھی صرف تہ بند تھا یا فقط کمبل۔ چادر کو گلے میں اس طرح باندھ کر لٹکا لیتے کہ وہ پنڈلیوں تک اور بعض کے ٹخنوں کے قریب پہنچ جاتی تھی اور ہاتھ سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر کھل نہ جائے۔

(بخاری شریف جلد اول)

گنبد خضراء

روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر گنبد خضراء ہے۔ جس کی زیارت کرنے کی سعادت ہر مسلمان کے دل کی تمنا اور آرزو ہے۔ صالحی عہد میں سب سے پہلے 678ھ میں الملک المنصور رقلدون نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گنبد بنایا تھا جو نیچے سے مربع اور اوپر سے آٹھ گوشوں کا تھا جو لکڑی کے تختے اور سیسے کی پلیٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ 886ھ میں الملک اشرف قائت بائی نے سنقر جمالی کو مسجد کی تعمیر اور مرمت کی خدمت پر مامور کیا۔ اس تعمیر کے وقت گنبد کا رنگ سفید تھا۔ جسے قُبَّةُ الْبَيْضَاء کہا جاتا ہے۔ 888ھ میں سلطان قائت بائی نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیتل کی نہایت خوبصورت جالیاں بنوائیں اور اس میں باب الرحمت قبلہ کے جانب روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک جھروکہ، باب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور باب التہجد بھی بنوائے لیکن کچے فرش کو تبرکاً اسی طرح رہنے دیا لیکن دسویں صدی ہجری کے وسط میں سلطان سلیمان رومی نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرش سنگ مرمر کا بنوایا جو آج تک موجود ہے۔

روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مقصورہ شریف) کا طول 16 میٹر یا تقریباً 52 فٹ اور عرض 15 میٹر تقریباً 49 فٹ ہے چاروں گوشوں میں سنگ مرمر کے بڑے ستون ہیں جن کی بلندی چھت تک ہے۔ 980ھ میں سلطان سلیم ثانی نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قابل رشک گنبد بنوایا جسے رنگین پتھروں اور زردوزی سے مزین کیا گیا۔ گنبد کی پشت پر اپنا نام بھی کندہ کرایا۔

1233ھ میں سلطان محمود نے گنبدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو از سرِ نو تعمیر کرایا۔ پہلے گنبد کا رنگ سفید تھا مگر 1255ھ میں اس گنبد پر سبز رنگ کرایا گیا اور جب ہی سے اسے گنبد خضراء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وہ گنبد خضراء ہے جسے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خوابوں میں دیکھتے ہیں، اور قسمت والے جب وہاں تک پہنچ جاتے ہیں تو اس کی تجلیاں ان کے دلوں میں نور، ان کی آنکھوں میں ایمان کی روشنی اور ان کی روح میں سرور پیدا کر دیتی ہیں۔

11 ہجری

11 ہجری میں بڑے بڑے عظیم واقعات پیش آئے جن میں سب سے عظیم واقعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو دار فانی سے بلا کر نعیم ابدی کی طرف جنت کے بلند و بالا مقامات پر فائز فرمایا۔ یہ وہ مقام ہے جس سے زیادہ بلند و عظیم اور کوئی دوسرا مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس اس وقت بلایا جب حضور علیہ السلام اس پیغام کی مکمل طور پر ادائیگی فرما چکے تھے۔ جس کے ابلاغ کا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو نصیحت فرمایا لوگوں کو بھلائی کی طرف بلایا ان کی پوری پوری راہ نمائی فرمائی۔ اُمت کو وہ سب کچھ تعلیم فرما دیا جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ اس کے علاوہ اُمت کو ہر اُس کام سے رک جانے کا حکم فرمایا۔ جو اُن کے لیے ضرر رساں، نقصان کا باعث اور تباہ کرنے کا سبب تھا۔ جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں کہ 11ھ میں پیش آنے والے واقعات میں سے حضور علیہ السلام کے وصال شریف کا واقعہ عظیم ترین ہے یہاں اس وقعہ کے علاوہ دیگر پیش آنے والے واقعات کا حتی المقدور تفصیلی ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے۔ 11ھ کے دیگر تمام واقعات کا مکمل تفصیلی بیان کرنے کے بعد ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا تفصیلی ذکر کریں گے۔ اللہ کریم ہمیں حق سچ بیان کرنے کی طاقت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو کچھ عرصہ بعد ہی آپ علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ خراب ہوگئی سفر حج میں شریک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم فرمایا کہ "وہ لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چلے جائیں" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اجازت مل جانے پر اپنے گھروں کو واپس

چلے گئے اور یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کی خبر دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی۔اس موقعہ سے بظاہر فائدہ اٹھاتے ہوئے چند جاہل اور شقی القلب لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعویٰ کر دیئے جن میں مسیلمہ کذاب جس کا پورا نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا۔اسود بن کعب عنسی۔طلیحہ بن خویلد اسدی شامل تھے۔ان لوگوں کے علاوہ ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔جس کا نام سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھا۔ان جھوٹے دعویداروں کا خیال تھا کہ ہم حالات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی من مانیاں کر سکیں گے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے جاں نثاروں نے لوگوں کا اپنی قوت ایمان کی مدد سے وہ حشر کیا کہ نام ونشان تک باقی نہ رہنے دیا۔اور یوں اللہ کے دین کی مکمل حفاظت کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیا۔

گو ہم ان جھوٹے نبیوں کا حال وفود کے باب میں بیان کر چکے ہیں مگر ان لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعویٰ کیونکہ 11ھ میں کیے تھے اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان کا مناسب حد تک تفصیلی ذکر بھی اسی سال کے واقعات میں کیا جائے۔

مسیلمہ کذاب کی بغاوت اور نبوت کا دعویٰ

نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں مسیلمہ بن ثمامہ سرفہرست تھا اس کا مشہور عام نام ہی مسیلمہ کذّاب تھا۔

دسویں سال ہجرت میں بنی حنیفہ کا ایک وفد مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا یہ مسیلمہ کذاب بھی اُس وفد میں شامل تھا جس کی کچھ تفصیل ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں مگر یہاں دوبارہ اس کی ضرورت کے پیش نظر بیان کر رہے ہیں۔بنی حنیفہ کے سارے وفد نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی اور یوں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے مگر یہ بدبخت اسلام نہ لایا۔مسیلمہ کذاب نے حضور رسول کریم علیہ السلام کو ایک شرط پیش کی کہ اگر آپ (علیہ السلام) اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ اس لعین کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اس وقت حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے سر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ "اگر تم مجھ سے کھجور کی یہ شاخ بھی مانگو تو میں تمہیں یہ شاخ بھی نہیں دوں گا اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تیرا مقدّر لکھ دیا گیا ہے عنقریب ظاہر ہوگا۔اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا"۔روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں یہ خواب دیکھ کر حضور علیہ السلام غمزدہ ہو گئے۔خواب کے تھوڑے وقت کے بعد ہی منجانب اللہ حکم ہوا کہ ان کنگنوں پر دم فرما دیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے دم فرمایا فوراً دونوں کنگن غائب ہو گئے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ "میرے بعد دو کذّاب پیدا ہوں

گے جن میں سے ایک یمامہ اور دوسرا صنعاء کے مقام پر پیدا ہوگا''۔ ان دونوں کذابوں سے مراد ایک یہی مسیلمہ بن ثمامہ کذاب اور دوسرا اسود عنسی تھا۔ ایک جگہ یوں بھی آتا ہے کہ یہی مسیلمہ کذاب جب بنی حنیفہ کے وفد میں شامل حاضر خدمت ختم الرسل خیرالوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا تو اسلام لے آیا مگر جب لوٹ کر اپنے شہر آیا تو مرتد ہوگیا۔ اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا شراب اور زنا کو حلال کر دیا۔ اور فرض نمازوں کو ساقط کر دیا۔ یہ بد بخت خود کو رحمٰن الیمامہ کہلاتا تھا۔ رحمٰن کہلانے کی وجہ یہ بیان کرتا تھا کہ جو فرشتہ مجھ پر وحی لے کر آتا ہے اُسکا نام رحمٰن ہے اس لیے میں رحمٰن الیمامہ کہلانے کا حق دار ہوں اس کی جہالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رحمٰن جو اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا اکیلا رحمٰن نام رکھ ہی نہیں سکتا کوئی رحمٰن ہو ہی نہیں سکتا۔ سوائے خدا کے۔

یہاں ایک شرعی مسئلہ جان لینا اشد ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے یا اس سے زائد ناموں میں سے رحمٰن اس کا خاص صفاتی نام ہے۔ اللہ کی یہ صفت رحمانی اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے اس لیے کوئی مسلمان صرف رحمٰن نام نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ اکیلا نام رکھنا حرام اور شرعی اعتبار سے منع ہے۔ البتہ عبدالرحمٰن وغیرہ نام شرعی اعتبار سے رکھنا جائز ہے۔

مسیلمہ کذاب کی ان تعلیمات کو اہل فساد کی ایک جماعت نے قبول کر لیا اور وہ لوگ اُس کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ اس شخص نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنا ایک خط بھیجا جس میں تحریر کیا "من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اما بعد فلاں زمین نصف قریش کی ہے اور نصف میری ہے مگر قریش نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے''۔ اس بد بخت کا خط جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موصول ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا۔

''مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُسَیْلَمَةِ الْكَذَّاب اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاءُ مِن عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ.

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ اما بعد ساری زمین اللہ کی ہے اور وہ صرف اپنے متقی بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے''۔

مسیلمہ کذاب اپنے کفر پر ہی قائم رہا۔ وہ اپنی ہذیانات و بیہودہ اور بکواس کلام کو مرتب کرتا اور پھر قرآن کریم کے مقابلے میں پیش کرتے ہوئے کہتا کہ یہ اللہ کا کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ جبکہ اہل علم و دانش اور علماء کے نزدیک اس کا کلام نہایت ہی مضحکہ خیز اور بکواسات اور یاوہ کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ وہ ہمیشہ علمی میدان میں اسی قسم کے شعبدے دکھاتا رہا۔ مسیلمہ کذاب اپنے ماننے والوں کو جو بھی خرق عادت معجزات کے طور پر دکھاتا وہ ہمیشہ ہی اُس کے ماننے والوں کے خلاف ہی جاتے۔ مثلاً اگر وہ کسی کو یہ دعا دیتا کہ تمہاری عمر دراز ہو تو وہ شخص بہت جلد مرجاتا۔ اگر کوئی آنکھوں کی بینائی تیز ہونے کے لیے اُس سے دعا کو کہتا اور مسیلمہ کذاب اُس کی بینائی کے لیے دعا کرتا تو وہ شخص اندھا

ہو جاتا تھا۔ اُسے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا علم ہوا کہ آپ علیہ السلام کسی کھاری کنویں میں اپنا لعاب دہن (کلی مبارکہ) ڈال دیں تو پانی میٹھا ہو جاتا ہے تو اس نے بھی ایک کنویں میں کلی ڈالی کنویں کا پانی شیریں ہونے کی بجائے کڑوا ہو کر زمین کے اندر ہی جذب ہو گیا اور کنواں ایسے خشک ہو گیا کہ گویا کبھی اس میں پانی تھا ہی نہیں۔ اسی طرح ایک بچے کو مسیلمہ کذاب کے پاس لایا گیا کہ اُسکے لیے درازعمری کی دعا کرے۔ اُس نے بچے کے سر پر اپنی طرف سے شفقت کا ہاتھ پھیرا تو بچہ فوراً گنجا ہو گیا۔

ایک دفعہ کچھ لوگ ایک بچے کو اُس کے پاس لے کر آئے تا کہ کچھ خیر و برکت حاصل کر سکے مسیلمہ کذاب نے اُس بچے کے منہ میں اُنگلی ڈال دی فوراً ہی بچے کی زبان ہی پھٹ گئی۔

ایک دفعہ مسیلمہ کذاب نے ایک باغ میں وضو کیا جو اُس کے بقول وضو تھا حقیقت میں نہیں کیونکہ اُس کاذب کا وضو سے کیا واسطہ۔ بہر حال وضو کے بعد اُس نے حکم دیا کہ میرا یہ وضو کا پانی خیر و برکت کے لیے باغ میں چھڑک دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ جس کے بعد اُس باغ میں کبھی گھاس تک بھی نہ اُگی۔

مسیلمہ کذاب کا ایک ضرورت منداُس کے پاس آیا اور کہا میرے دو بیٹے ہیں اُن کے لیے دعا خیر و برکت کریں اُس نے دعا کر دی۔ وہ شخص جب اپنے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ایک بیٹے کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا ہے۔ جبکہ دوسرا بیٹا کنویں میں ڈوب کر مر گیا ہے۔

اس طرح کے دیگر بے شمار واقعات ہیں اگر سب کو یہاں تحریر کر دیا جائے تو موضوع بہت طویل ہو جائے گا اس لیے مذکورہ چند واقعات ہی اُس کذاب کی حقیقت کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ حقیقت کی نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو اُس کے ماننے والے لوگوں اور اسکی قوم کی حماقتوں، کم عقلی اور ضعیف اعتقادی پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ لوگ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی گونگے، بہرے اور اندھے بنے رہے کسی نے بھی اُس سے بیزاری کا اظہار نہ کیا۔ ہر ایک اپنی ذات لالچ اور فائدے کے لئے اُس کے پیچھے لگا رہا۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اُس خبیث نے اس قدر اہمیت حاصل کر لی کہ تقریباً ایک لاکھ جاہل اُس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں جب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ رسول کا منصب سنبھالتے ہی لشکر اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ فرمایا ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا تھا انکی زیر کمان چھ ہزار مجاہدین کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ اصل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے پہلے ہی ایک لشکر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوجہل کی زیر قیادت روانہ فرما چکے تھے۔ اس لشکر کے سالار حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ جب تک مزید کمک تمہارے پاس نہ آ جائے تم یمامہ میں موجود مسیلمہ کذاب کے لشکر پر حملہ نہ کرنا خلیفہ کے حکم کے برعکس حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے لشکر پر اس نیت سے حملہ کر دیا کہ میں اس جھوٹے نبی کو نیست و نابود

کرنے کا سہرا اپنے سر اکیلا ہی باندھ لوں۔ مسیلمہ کذاب کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ سب لوگ یک جان دو قالب ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے تھے اس بات کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور رس نتائج رکھنے والی بصیرت نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا۔ اس لیے امیر لشکر کو کمک شامل کر کے حملہ کرنے کا حکم بھیجا تھا۔ امیر المومنین کی حکم عدولی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لشکر اسلام کو ہزیمت اُٹھانا پڑی یہ خبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو ان کے غصے کی انتہا نہ رہی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت ایک لشکر عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لیے روانہ فرما دیا تھا یہ کمک جب عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی تو وہ مسیلمہ کذاب سے شکست کھا چکے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت الفاظ میں خط لکھا جس کی عبارت کچھ یوں تھی "اے ابن اُم عکرمہ! یعنی عکرمہ کی ماں کے بیٹے) میں تمہاری صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوں۔ تم واپس یہاں آ کر لوگوں میں بددلی پھیلانے کا باعث مت بنو بلکہ حذیفہ اور عرفجہ کے پاس جا کر اہل عمان اور مہرہ سے لڑو۔ اس کے بعد یمن اور حضر موت جا کر مہاجر بن ابی امیہ سے مل جاؤ اور ان کے دوش بدوش مرتدین سے جہاد کرو۔"

از سیرت ابوبکرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد حسین ہیکل۔ صفحہ۔222۔

حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمک کے لشکر کے ہمراہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کا انتظار کر رہے تھے کہ مسیلمہ کذاب نے آگے بڑھ کر ان کی فوج پر حملہ کر دیا وہ قوت میں بھی زیادہ تھا اور پھر حملہ اس قدر اچانک کیا گیا کہ حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حملے کو نہ روک سکے اور نقصان اُٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس ہزیمت شدہ لشکر کے پاس پہنچے اور انہیں تمام واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت ڈانٹ پلائی اور فرمایا جب تک دشمن کے ساتھ ٹکر لینے کی طاقت نہ ہو جنگ سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیے تاوقتیکہ مطلوبہ طاقت میسر نہ آ جائے اور اگر اس کے برعکس کیا جائے تو نتیجہ یہی ہوتا ہے۔

مختصراً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی المتوفی 22ھ مدینہ منورہ۔18 حدیثیں مروی ہیں) کی زیر کمان جو لشکر تھا اُس میں اُن مہاجر و انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی خاصی تعداد موجود تھی۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت کفار سے بے شمار جنگیں لڑ چکے تھے اس کے علاوہ اُس لشکر میں عرب کے ان لوگوں کو بھی خاصی تعداد شامل تھی جن کا شمار عرب کے جنگجو اور طاقتور قبائل میں ہوتا تھا۔ انصار کا دستہ حضرت ثابت بن قیس (بن شماس بن زہیر بن مالک امرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن قیس بن خزرج) اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت تھا جبکہ مہاجرین کا دستہ حضرت ابوحذیفہ (بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی) اور حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت تھا۔

(حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔) اسی طرح عرب قبائل کے دستے اپنے الگ الگ سرداروں کی زیر کمان تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے اس لشکر میں اہل حق کی چیدہ چیدہ اُن ہستیوں کو شامل فرمایا تھا جو زندگی کے ہر شعبہ میں کامل لوگ تھے جنگی شخصیات وکارنامے نمایاں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ایسا کرنے کا سبب مسیلمہ کذاب کی کثیر طاقت و تعداد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کچلنا تھا اور یہ اُس وقت ہی ممکن ہو سکتا تھا جب مقابلے میں تجربہ کار اور مدبر شخصیات موجود ہوں اور جن کی شہ زوری کا ہر سمت طوطی بولتا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدبرانہ دور اندیش اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت حکمت عملی (پالیسی) کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اسلام قیامت تک ایسے فتنوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔

جنگ یمامہ

مسیلمہ کذّاب، حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شرجیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکست دینے کے بعد غرور کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اُس نے اپنا لشکر کثیر جس کی تعداد تقریباً چالیس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ستر ہزار تھی۔ یمامہ کی ایک جانب مقام عقرباء میں اکٹھا کر لیا تھا۔ سارا مال اسباب لشکر کے پیچھے رکھا تھا۔ اہل عرب پہلی بار اتنی بڑی فوج کے خلاف لڑنے والے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ یمامہ کا دن اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخ اسلام کا اہم دن تھا کیونکہ اس روز اسلام اور جھوٹے نبی کا آخری معرکہ ہونے والا تھا۔ مسیلمہ کذاب کے لشکری ایک تو تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے دوسرا وہ لوگ اس کے ایک اشارہ پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ ادھر مسلمانوں کا لشکر اپنی شان بے نیازی اور حقیقت میں کچھ کم طاقت ور نہ تھا۔ پھر سب سے بڑھ کر اُس لشکر کی کمان ایسی شخصیت کے پاس تھی جس کو فخر دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرمایا تھا۔ اہل حق میں بدری صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے علاوہ کثیر تعداد کلام اللہ کے حافظوں اور قاریوں کی تھی۔ یہ لشکر ہمت، شجاعت، بردباری اور جوانمردی میں اپنی مثال آپ تھا۔

جنگ کی ابتداء سے قبل ہی لشکر اسلام میں ایک بحث چھڑ گئی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ابتدا جنگ میں نقصان اُٹھانا پڑا وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور یوں بنی حنیفہ ان کا قتال کرتے ہوئے کافی پیچھے تک دھکیل کر لے گئے۔ بحث یہ تھی کہ مہاجرین وانصار کا کہنا تھا کہ ہم ان بدو عرب قبائل کی نسبت جنگ وجدل کے زیادہ ماہر ہیں جبکہ بدو قبائل کا یہ کہنا تھا کہ مکہ اور مدینہ کے لوگ نہ تو اچھی طرح جنگ کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں یہ علم ہے کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔ نتیجۃً جنگ کی ابتدا میں ہی اہل اسلام ثابت قدم نہ رہ سکے اور پیچھے ہٹنے لگے مسلمانوں کی اس ہزیمت کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثابت قدمی پر کچھ اثر نہ پڑا انہوں نے اس موقعہ پر اپنے تجربے اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے

بلند آواز سے فرمایا ''اے مسلمانو الگ الگ ہٹ جاؤ اور اس انداز سے لڑو کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ کس قبیلے نے لڑائی میں بہادری کا سب سے اچھا عملی مظاہرہ کیا ہے''۔ امیر لشکر کا یہ حکم سُن کر اہل لشکر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اپنے اپنے ایمانی جوہر دکھانے کے لیے انہوں نے اجتماعی وانفرادی اعتبار سے تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ مسیلمہ کذاب نے جب جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو میدان سے فرار ہو گیا۔ کاذب نبی اور امیر کے فرار ہوتے ہی اُس کے لشکریوں نے بھی میدان سے بھاگنا شروع کر دیا۔ میدان جنگ کے قریب ہی ایک باغ تھا۔ جو کہ کافی رقبہ پر پھیلا ہوا تھا اس کے گرد مضبوط چار دیواری تھی اور داخلے کے لیے ایک ہی دروازہ تھا مسیلمہ کذاب اس باغ کا مالک تھا اور اُس نے باغ کا نام حدیقۃ الرحمٰن (رحمان کا باغ) رکھا ہوا تھا۔ مسیلمہ کذاب اپنے بھگوڑے لشکر کے ہمراہ اُس باغ میں پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں نے باغ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ باغ کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اہل حق میں سے حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو خدا کا واسطہ دیتے ہوئے فرمایا مجھے اُٹھا کر باغ کے اندر پھینک دو تا کہ میں دروازہ کھول سکوں چنانچہ اُنکی خواہش پر ایسا ہی کیا گیا اُنہوں نے اللہ کے بھروسے اور قوت ایمانی کی وجہ سے دشمنوں کے ساتھ عظیم قتال کے بعد دروازہ کھول دیا لشکر اسلام اسی چیز کا منتظر تھا۔ مسلمان بھوکے شیروں کی مانند باغ میں داخل ہو گئے اور دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ ہزاروں لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ حبشی غلام جو وحشی کے نام سے مشہور تھا اس جنگ میں بحیثیت مسلمان شریک تھا یہ وہی غلام ہے جس نے جنگ اُحد میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزے کی مدد سے شہید کیا تھا۔ اس موقعہ پر بھی وہ اپنا مخصوص نیزہ پکڑے مسیلمہ کذاب کی تاک میں تھا جیسے ہی اُسکی نظر مسیلمہ کذاب پر پڑی اُس نے اپنی مخصوص مہارت سے تاک کر ایسا نیزہ پھینکا کہ مسیلمہ کذاب کے جگر سے پار ہو گیا اور یوں دنیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کاذب کے شر سے محفوظ ہو گئی۔ یہ وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں نے جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے اپنا پرانا گناہ ختم کرنے کی کوشش کی ہے شاید اللہ مجھے معاف کر دے۔ وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کر کے کہا:

اَنَا قَاتِلُ خَيْرِ النَّاسِ فِي الْكُفرِ وَ اَنَا قَاتِلُ شَرِّ النَّاسِ فِي الْاِسْلَامِ

ترجمہ: حالت کفر میں میں نے بہترین نیک انسان کو قتل کیا اور حالت اسلام میں بدترین مفسد انسان کو قتل کیا۔

مسیلمہ کذاب کے جہنم واصل ہوتے ہی بنی حنیفہ کی ہمت جواب دے گئی ان کو شکست فاش ہوئی اور مسلمان اللہ کے ہاں کامیاب ٹھہرے۔ اس جنگ میں بنی حنیفہ کے قتل ہونے والے لوگوں کی تعداد تقریباً 21 ہزار (21000) کے قریب تھی جبکہ مسلمانوں کا جانی نقصان بھی گزشتہ تمام جنگوں سے زیادہ ہوا۔ مسلمانوں کے شہدا کی تعداد تقریباً بارہ سو (1200) تھی جن میں تین سو ستر مہاجرین، تین سو انصار اور باقی دیگر عرب قبائل کے لوگ شامل تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اس اعتبار سے ہوا کہ تین سو ستر (370) صحابہ کبار رضوان اللہ

تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے جو سب کے سب قرآن کریم کے حافظ تھے اور اس اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اہل عرب کے ہاں اُس وقت تک جتنی گزشتہ جنگیں ہو چکی تھیں۔ یمامہ خون ریزی اور قتال میں سرفہرست تھی۔ بنی حنیفہ کی کثیر تعداد مسلمانوں کے ہاتھوں، حدیقۃ الرحمٰن باغ میں نیست نابود ہوئی اس لیے اُس باغ کا نام حدیقۃ الرحمٰن کی بجائے حدیقۃ الموت (موت کا باغ) پڑ گیا اور آج تک تاریخ اسلام میں اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

از طبقات الکبیر۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی،

تاریخ ابن خلدون، عبدالرحمان بن محمد بن خلدون،

الکامل فی التاریخ امام ابن کثیر،

تاریخ الرسل والملوک از ابوجعفر محمد بن جریر طبری،

سیرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد حسین ہیکل،

مدارج النبوت، از شاہ عبدالحق محدث دہلوی

ہمارا یہاں جھوٹے مدعیان نبوت کے حالات و واقعات کا تفصیل کے ساتھ تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو حضرات ان حالات و واقعات پر تحقیق کا کام کرنا چاہیں یا دیگر اہل علم حضرات جو اپنے ذخیرہ علم میں ان اہم ترین واقعات کا اضافہ کرنے کے شوق رکھتے ہوں شاید ہماری اس کوشش سے کچھ فائدہ اُٹھا سکیں اس کے علاوہ ہر سیرت نگار نے ان واقعات کا ذکر ضرور کیا ہے خواہ وہ مختصر انداز میں ہی کیا گیا ہو۔ مذکورہ چند سطور میں تفصیلی طرز تحریر کا مقصد اگر واضح ہو گیا تو میں کم ہمت و کم عقل ہوتے ہوئے خود کو خوش قسمت خیال کروں گا اور میرے حق میں چند دعا کے کلمات ضرور فرما دیں شکر گزار ہوں گا۔

اسود بن کعب عنسی

باذان جو ابنائے فارس سے تھا کسریٰ شاہ ایران کی طرف سے یمن کا حاکم تھا وہ اپنی زندگی کسریٰ ایران کی تابع فرمانی میں بسر کر رہا تھا۔ اس علاقے میں ایران کے لوگ ہی آ کر آباد ہوئے تھے جن کا اہل عرب کے ساتھ میل جول اور تجارتی تعلقات تھے۔ عرب قبائل کی طرف سے اگر کبھی کوئی شورش اُٹھتی تو یہ لوگ کسریٰ ایران کی مدد کرتے اور یوں قبائل عرب کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتے تھے۔ ان لوگوں کی خدمات کی وجہ سے کسریٰ ان پر خاص مہربان تھا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعوت نامہ حق حاکم یمن باذان کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور یوں باذان حاکم یمن مسلمان ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے بدستور صنعاء یمن کا حاکم برقرار رکھا جب وہ فوت ہو گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی حکومت کو تقسیم فرما دیا۔ اس تقسیم میں سے کچھ حصہ باذان کے فرزند شہر بن باذان کو عطا فرمایا جبکہ باقی حصہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری اور

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برابر حاکم مقرر فرمادیا۔ اسی علاقے میں ایک شخص اسود بن عنسی جو عنس بن قدحج سے منسوب تھا، نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اپنے ان مددگاروں کی مدد سے اسود عنسی نے صنعاء یمن پر زبردستی قبضہ کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مقرر حاکم، شہر بن باذان کو قتل کر ڈالا۔ حاکم یمن کو قتل کرنے کے بعد اُسکی بیوی مرزبانہ کا طلبگار بن کر اس پر بھی قبضہ کرلیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت فردہ بن مسیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس علاقے کے عامل تھے انہوں نے تمام حالات بارگاہ نبوت میں لکھ بھیجے۔ اُدھر حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم باہمی مشورے سے حضرموت تشریف لے گئے۔ حضور علیہ السلام کو جب تمام حالات کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے مذکورہ حضرات کی جماعت کو حکم نامہ ارسال فرمایا کہ تم لوگ اکٹھے ہو کر جیسے بھی ممکن ہو اس شریر انسان کے فساد کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکو۔ حکم نامہ ملنے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ غلام ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ اور خفیہ طریقے سے شہر بن باذان کی بیوہ مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ تم کس طرح اپنے والد اور خاوند کے قاتل اسود عنسی کے ساتھ زندگی بسر کرو گی۔ مرزبانہ نے جواب بھیجا کہ میں اس بدنیت شیطان صفت انسان سے سخت نفرت کرتی ہوں اور اسے اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرتی ہوں۔ اس جواب پر مسلمانوں نے مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس خبیث انسان کو ختم کرنے کی تدبیر کرو۔ مرزبانہ نے نہایت ہی خفیہ طریقے سے تمام تدابیر استعمال کرتے ہوئے دو آدمیوں کو اسود عنسی کے قتل پر آمادہ کرلیا اُن میں سے ایک کا نام فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے کا نام دادویہ تھا۔ اُن لوگوں نے یہ لائحہ کار بنایا کہ رات کو میں اسود عنسی کو اس قدر شراب پلا دوں گی کہ وہ دنیا جہاں سے بے خبر ہو کر سرمستی میں سو جائے گا تم دونوں رات کے وقت دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہو جانا اور اس بدبخت کو قتل کر دینا۔ فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرزبانہ کے چچا کا بیٹا یعنی اس کا چچازاد بھائی تھا اور دوسری طرف نجاشی شاہ حبشہ کا بھانجا بھی تھا۔ 10ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔

لائحہ کار کے مطابق رات کو مرزبانہ نے اسود عنسی کو خالص شراب اس قدر زیادہ مقدار میں پلا دی کہ وہ دنیا سے بے خبر مستی کی حالت میں سو گیا۔ اسود عنسی کی حفاظت کے لیے ہر وقت ایک ہزار پہریدار اُس کے دروازے پر موجود رہتے تھے۔ ان پہریداروں کی موجودگی میں باہر سے کسی شخص کا گھر میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا اس لیے فیروز دیلمی نے چند آدمیوں کی مدد سے دیوان خانے میں نقب لگائی اور گھر میں داخل ہو گیا۔ اسود عنسی اُس وقت شراب کے نشے میں مست پڑا سو رہا تھا فیروز دیلمی نے اُسی حالت میں اس ملعون کا سر قلم کر دیا۔ اسود عنسی کو اس طرح ذبح کیا گیا کہ اُس کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے ذبح کے وقت گائے کے حلق سے نکلتی ہیں۔ ان آوازوں کو سُن کر پہریدار گھر کی طرف لپکے اُس وقت مرزبانہ باہر نکل آئی اور پہریداروں کو ڈانٹ کر کہا خبردار کوئی آگے نہ بڑھے اس وقت تمہارے نبی پر وحی کا نزول ہو رہا ہے اس لیے تم لوگ خاموشی سے واپس اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ یہ سُن کر سب

پہریدار واپس چلے گئے۔

اگلے روز موذن کو خبر ملی کہ رات کو اسود عنسی قتل ہو چکا ہے اور یوں دنیا اس خبیث کے شر سے محفوظ ہو گئی ہے موذن نے اذان دیتے ہوئے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلَ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پڑھنے کے بعد پڑھا وَاَشْهَدُ اَنَّ عَنْسِيًّا كَذَّاب"۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملوں نے جو یمن میں موجود تھے انہوں نے یہ خبر خدمت اقدس میں بھیجی مگر جس وقت قاصد یہ خبر لے کر مدینہ منورہ پہنچا اُس وقت رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ حضور علیہ السلام کے وصال سے ایک روز قبل حضرت جبریل علیہ السلام بذریعہ وحی یہ خبر آپ علیہ السلام تک پہنچا گئے تھے۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرما دیا تھا کہ "اسود عنسی قتل ہو چکا ہے اور اس کو اُس کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے قتل کیا ہے۔ قتل کرنے والے کا نام فیروز دیلمی ہے پھر فرمایا فیروز دیلمی کامیاب ہو گیا"۔ کچھ اصحاب سیر یہ بھی لکھتے ہیں کہ اسود عنسی کو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قتل کیا گیا۔ یہ قتل اسلامی لشکر کے ایک مجاہد فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا جو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان لڑ رہا تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یمن کی طرف روانگی کا حال ہم مسیلمہ کذاب کے باب میں لکھ چکے ہیں۔ مگر محدثین کی ایک کثیر تعداد اور علماء کرام کے نزدیک اسود عنسی اُسی وقت قتل کیا گیا جس کے بارے میں ہم پہلے تفصیلی ذکر کر چکے ہیں۔ اگر ہم سیرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ جھوٹے مدعیان نبوت کے حالات اور انجام میں اسود عنسی کے علاوہ ہر ایک کا ذکر موجود ہے اس لیے ثابت ہوا کہ اس کا قتل عہد صدیقی سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔

از: الطبقات الکبیر از محمد بن سعد کاتب الواقدی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ طبری رحمۃ اللہ علیہ۔ جلد۔2۔

الکامل فی التاریخ از امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ الرسل والملوک از: ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

مدارج النبوت۔ جلد۔2 صفحہ۔654 اور 655

سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: محمد حسین ہیکل، وغیرہ۔

طلیحہ بن خویلد اسدی

طلیحہ بن خویلد اسدی کا تعلق بنو اسد سے تھا۔ اس شخص نے بھی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے آخری ایام میں ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ ان مدعیان نبوت نے لوگوں میں یہ بات پھیلانی شروع کر دی تھی کہ ان پر بھی اُسی طرح وحی کا نزول ہوتا ہے جس طرح سرکار دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔طلیحہ بن خویلد نے تو قرآن کریم سے کچھ مشابہ الفاظ ملا کر ان کو لوگوں کے سامنے بطور وحی آسمانی پیش کیا۔اس کلام کو پڑھ یا سُن کر فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کسی جاہل کی بکواس ہے مگر اُس کے ماننے والوں پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسے نامعقول اور بیہودہ بکواس کو جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر کس طرح کلام الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔یہاں ہم بطور نمونہ اس کی من گھڑت وحی کا ایک ٹکڑا پیش کرتے ہیں۔

"والعمام والیمام ، وانصرد الصوام ، قد صمن قبلکم با عوام یبلغن ملکنا العراق و الشام":

اصل میں یہ مدعیان نبوت کاہن تھے اور اکثر اپنی مقفٰی و مسجع عبارتوں کی مدد سے لوگوں کو مرعوب کر لیتے تھے۔ طلیحہ نے لوگوں کے سامنے جو تعلیمات پیش کیں ان میں سے اکثر پردہ اخفا میں ہی ہیں اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اُس نے اپنے پیروکاروں کو نماز کے دوران رکوع وسجود کرنے سے منع کر دیا تھا اور ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ اللہ تعالیٰ کی ہرگز یہ مرضی نہیں ہے کہ تم لوگ اپنی پیشانیوں کو زمین پر رگڑو یا اپنی پیٹھوں کو کمان بناؤ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی اسد کے مسلمان عمال کے پاس یہ حکم دے کر روانہ فرمایا کہ ''مرتدین کے خلاف سخت کارروائی کریں''۔حکم مبارک کے ملتے ہیں مسلمانوں نے واردت کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا اُدھر طلیحہ اپنے لشکر کے ساتھ مقام سمیرا پر فروکش ہوا۔اہل حق کے لشکر نے مختلف جنگوں میں فتح کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلیحہ کی طرف لشکر کے ساتھ بڑھے۔مسلمانوں کے لشکر میں سے ایک مجاہد اس خیال سے الگ ہو کر طلیحہ کے خیمہ میں جا کر اُس پر حملہ آور ہوا کہ اس کذاب کی موت کا شرف اُس کے حصے میں آئے۔جب اُس نے حملہ کیا تو اتفاقاً اس کی تلوار کا وار اُچٹ گیا اور یوں طلیحہ موت سے بچ گیا۔اس کذاب کے ماننے والوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ ان کے نبی پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا۔مسلمان حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچ گئی۔اس خبر کی وجہ سے مسلمانوں میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔اور یوں مسلمانوں کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوگئی۔بعض لوگ اسلامی لشکر سے فرار ہو کر طلیحہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ طلیحہ نے اس موقعہ سے خوب فائدہ اُٹھایا اور اپنی تعداد بڑھانے میں مصروف ہو گیا عبس ، ذبیان، غطفان اور طیّ کے قبائل اس کے ساتھ مل گئے اور یوں اس نے ایک لشکر کثیر اپنے گرد اکٹھا کر لیا۔

طلیحہ اور عیینہ بن حصن فزاری کا الحاق۔

عیینہ بن حصن فزاری وہی شخص ہے جو غزوہ احزاب کے موقع پر کفار کے تینوں لشکروں میں سے بنو فزار کی طرف سے لشکر کا سپہ سالار تھا شکست کے بعد بھی یہ شخص اسلام دشمنی سے باز نہ آیا اور اس نے مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لاکراس شخص کوشکست فاش دی اس غزوہ کوذی قرد کہا جاتا ہے۔ ہرطرف سے مجبور ہوکراس شخص نے اسلام قبول کرلیا مگر دلی طور پراسلام کے خلاف بغض وعداوت بدستور اُسکے دل میں موجود رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعداس نے اعلان کردیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کوتسلیم نہیں کرتا۔ طلیحہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس شخص نے اپنے قبیلے کے لوگوں کواکٹھا کیا اوران لوگوں کواس بات پر قائل کرلیا کہ جب سے بنی اسداور ہمارے درمیان اختلاف ہوا ہے ہم متواتر نقصان اُٹھارہے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ بنی اسد سے صلح کرلیں سب سے پہلے میں طلیحہ کی فرمانبرداری کا اقرار کرتا ہوں۔ واللہ ہمارے لیے اپنے حریف قبیلے کی اطاعت کرتے ہوئے طلیحہ کی نبوت کوتسلیم کرلینااس سے بہتر ہے کہ ہم قریش کے نبی کی اطاعت کریں۔ دوسرا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پاچکے ہیں جبکہ طلیحہ زندہ ہے۔ بنو فزار کے بنواسد کے ساتھ مل جانے سے طلیحہ کی قوت میں دو چند اضافہ ہوگیا۔ ان قبائل میں جومسلمان آباد تھے وہ بھاگ کرمدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حالات کا علم ہوا توانہوں بنی طی کے سردار عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوزکوٰۃ کی رقم لے کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے فرمایا کہ اپنے قبیلے والوں کو سمجھائیں کہ اس کذاب کا ساتھ چھوڑیں ورنہ میں ان کونیست ونابود کردوں گا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس اپنے قبیلے میں تشریف لائے اور بڑے پُراثر طریقے سے اہل قبیلہ کوطلیحہ کا ساتھ دینے سے روک دیا بنی طی دوبارہ اسلام لے آئے۔ اُس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکراسلام کے ہمراہ سنح میں خیمہ زن تھے عدی نے اپنے قبیلے کی توبہ کا اُن سے ذکرکیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کربہت خوش ہوئے اورعدی کے اہل قبیلہ کولشکراسلام میں شامل کرلیا مورخین عدی کے اس کارنامے کا ذکرکرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قبیلہ طی نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مدبر، دوراندیش اور بابرکت مسلمان آج تک پیدانہیں کیا جس کی عقل مندی اوردوراندیش مدبرانہ عمل سے اہل طی نہ صرف عظیم قتال سے ہی بچ گئے بلکہ وہ دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوکرنہ صرف جہنم کا ایندھن بننے سے بچ گئے بلکہ اُن لوگوں نے اپنی آخرت کوبچاکرجنتی لوگوں میں دوبارہ شمولیت اختیار کرلی۔

بزاخہ کا میدان جنگ اورطلیحہ کا فرار

طلیحہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہلے سمیرا میں مقیم تھا مگر مسلمانوں کی آمد کا سُن کر بزاخہ آگیا کیونکہ اُس کے خیال میں سمیرا کی نسبت بزاخہ جنگی اعتبار سے زیادہ موزوں جگہ تھی۔ بہرحال جب لشکراسلام اس مقام پراس کذاب کے سامنے آیا تو اُس نے اپنے لشکر کی کمان عیینہ کے سپرد کی اور خود کمبل اوڑھ کراپنے خیمے میں بیٹھ گیا اوراہل لشکر سے کہا تم لوگ مسلمانوں کا مقابلہ کرومیں یہاں وحی کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ جب میدان جنگ میں لڑائی کا بازار خوب گرم

ہوا تو عیینہ کو جلد ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوجی بصیرت اور مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ ہو گیا وہ فوراً میدان سے ہٹ کر طلیحہ کے پاس خیمے میں آیا اور اُسے پوچھا۔" کیا جبریل کوئی وحی لائے؟ طلیحہ نے جواب دیا ابھی جبریل کوئی وحی نہیں لے کر آئے جاؤ جنگ کرو میں انتظار کر رہا ہوں"۔ عیینہ یہ جواب سُن کر میدان جنگ میں واپس چلا گیا اور لڑائی میں مشغول ہو گیا۔ اُدھر مسلمانوں نے کفار کے لشکر پر مزید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا یہ حالت دیکھ کر عیینہ پھر بھاگ کر طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا" کیا جبریل کوئی وحی لائے ہیں یا نہیں"۔

طلیحہ نے پھر وہی جواب دیا کہ کوئی وحی نہیں آئی۔ اس پر عیینہ نے غصے سے کہا" کب وحی آئے گی" طلیحہ نے جواب دیا۔ میری عرض ملاء اعلیٰ تک پہنچ چکی ہے اب دیکھیں کیا جواب ملتا ہے"۔ یہ جواب سُن کر عیینہ دوبارہ میدان جنگ میں واپس آ کر لڑنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی فوج کو اس انداز سے گھیرے میں لے لیا ہے کہ شکست چند لمحوں میں اس کا مقدر بننے والی ہے اس صورت حال سے گھبرا کر وہ بھاگم بھاگ طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا ''اب بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے یا نہیں؟'' طلیحہ نے جواب دیا کہ ہاں وحی نازل ہو چکی ہے۔ عیینہ نے کہا کیا نازل ہوا ہے؟ طلیحہ نے جواب دیا جو وحی نازل ہوئی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

الفاظ: ان لک رحاً کر حاہ وحدیثا لا تنساہ۔

ترجمہ: تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی مسلمانوں کے پاس ہے اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے جسے تو کبھی نہیں بھولے گا۔

عیینہ طلیحہ کے یہ الفاظ سُن کر آپے سے باہر ہو گیا اور اُس نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔

"قد علم اللہ ان سیکون حدیث لا تنساہ" ''بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنہیں تم کبھی نہیں بھول سکو گے"۔

عیینہ یہ کہہ کر میدان جنگ میں بھاگ کر پہنچا اور پکار پکار کر کہنے لگا اے قوم بنو فزارہ، طلیحہ کذاب ہے اس کو چھوڑ دو اور بھاگ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ عیینہ کے یہ الفاظ سُن کر بنو فزارہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ باقی لشکر طلیحہ کے گرد اکٹھا ہو کر پوچھنے لگا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ طلیحہ نے پہلے سے ہی اپنے لیے ایک تیز رفتار گھوڑا اور اپنی بیوی نوار کے لیے تیز رفتار اونٹ تیار کر رکھا تھا لوگوں کی بدحواسی دیکھ کر طلیحہ کود کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ سوار کر لیا پھر یہ کہتا ہوا میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ "جو شخص میری طرح اپنے اہل و عیال کو لے کر بھاگ سکتا ہے بھاگ جائے"۔

یہاں طلیحہ کے خود ساختہ الفاظ وحی کی تشریح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تا کہ اُس کذاب نبی کے بکواس ترین کلام کا مطلب سمجھ سکیں۔ اہل عرب کے ہاں جنگ کو چکی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اُس کذاب کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے حامیوں تم لوگوں کو بھی اُسی طرح کی سخت جنگ درپیش ہے جیسی مسلمانوں کو اس جنگ میں پیش آنے والے

واقعات تم لوگ کبھی نہیں بھول سکو گے۔ یہاں ہم نے طلیحہ کے الفاظ کی وضاحت عرض کر دی ہے اس وضاحت کے باوجود کیا ان الفاظ کا عقل و دانش سے کسی قسم کا تعلق ظاہر ہوتا ہے اس کے باوجود طلیحہ کے حامیوں کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے جو صاحب لسان ہو کر بھی اُس کذاب کی پیروی میں جہنم کا ایندھن بنتے رہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب انسان خود کو اپنی خود ساختہ عقل کے تابع کر لے تو وہ دین و دنیا میں رسوا و ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی حال طلیحہ اور اُس کے پیروکاروں کا ہوا۔

طلیحہ بھاگ کر شام چلا گیا اور بنو کلب میں سکونت اختیار کر لی۔ اس طرح اہل حق کامیاب ٹھہرے اور سر زمین عرب اُس کذاب کی سرگرمیوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد جب ہر طرف امن قائم ہو گیا تو طلیحہ بھی اپنے اس جرم سے تائب ہو کر دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہ شخص عمرہ ادا کرنے کے لیے مدینہ منورہ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ لوگوں نے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں اس کے خلاف اب کیا کر سکتا ہوں اس سے تعرض نہ کرو کیونکہ اللہ نے اسے ہدایت عطا فرما دی ہے''۔ طلیحہ اُس کے بعد اسلام پر ثابت قدمی سے جما رہا۔ اُس نے عراق کی جنگوں میں بھرپور حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ آخر نہاوند کی جنگ میں راہ حق میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ عیینہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرفتار کر کے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ اول نے اس شخص کو عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے معاف فرما دیا۔

از طبقات الکبیر، تاریخ ابن خلدون، الکامل فی التاریخ،
تاریخ الرسل والملوک، مدارج النبوت، سیرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
البدایہ والنہایہ و دیگر کُتب۔

سجاح بنت الحارث

سجاح بنت الحارث بن موید بنی یربوع کی نبوت کا حال تحریر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختصر اُحالات زندگی اور قبائلی مقام کا ذکر کر دیا جائے تا کہ ان وجوہات کا علم ہو سکے جس کی بنا پر سجاح بنت الحارث نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

تاریخ عرب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عرب جنوبی حصے میں بنی تمیم کے قبائل بنی عامر کے قریب ہی آباد تھے۔ بنی تمیم کو دور جاہلیت اور عہد اسلام دونوں زمانوں میں قبائل عرب کے ہاں شجاعت، سخاوت، علم، شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت میں بڑا مقام حاصل تھا۔ یہ لوگ اپنی فطرت کے مطابق اسلام کی بالادستی قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے جزیہ وصول کرنے کے لیے اپنے

مخلصین روانہ فرمائے۔ بنوتمیم نے جزیہ دینے سے انکار کیا یہاں تک کہ بنوالضبر تو تلواریں اور نیزے لے کر مخلصین کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے عیینہ بن حصن کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ اُنہوں نے بزورِ شمشیر ان لوگوں پر قابو پایا اور چیدہ چیدہ لوگوں کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لے آئے۔ بنوتمیم دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے ان کے اسلام لانے کا مکمل حال وفود کے باب میں گزر چکا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی تمیم کی مختلف شاخوں پر الگ الگ امیر مقرر فرمائے اُن میں سے ایک مالک بن نویرہ بھی تھا جس کو بنی یربوع پر امیر مقرر فرمایا۔ سجاح بنت الحارث کا تعلق بنی یربوع سے تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اس قبیلے کے لوگ دوفریقوں میں تقسیم ہوگئے ایک فریق زکوۃ دینے کے حق میں تھا جبکہ دوسرا فریق زکوۃ ادا کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ اس اختلاف نے اس قدر شدت اختیار کی کہ دونوں گروہ سخت لڑائی میں مبتلا ہوگئے۔ بنی تمیم میں یہ اختلاف پوری شدت سے جاری تھا کہ سجاح بنت الحارث جو کہ ایک ہوشیار کاہنہ۔ مسجع ومقفی عبارات بنانے میں ماہر، نرم دل اور نسوانی خصوصیات کی پوری طرح حامل تھی عراق کے علاقے الجزیرہ سے اپنے قبیلے تغلب کے ہمراہ ربیعہ، نمر اور ایاد کے لوگوں کو بھی ساتھ ملا کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو ختم کر کے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بنی تمیم میں پہنچ گئی۔ اس عورت کا بنی تمیم کی شاخ بنو یربوع سے تعلق تھا مگر شادی کیونکہ بنو تغلب میں ہوئی تھی اس لیے اپنے آبائی علاقہ میں مدد کی غرض سے آئی۔ ابتداء میں مالک بن نویرہ نے اس کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ مگر جلد ہی وہ لوگ اس شریر عورت کے چنگل سے باہر نکل گئے۔ سجاح بنت الحارث مایوس ہو کر اپنا بوریا بستر اُٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف اپنے لشکر کے ہمراہ چل پڑی۔

مدینہ منورہ کی طرف کوچ کے دوران ایک مقام پر جزیرہ کے سرداروں نے سجاح سے عرض کی کہ آپ کے اہل قبیلہ ایک ہوگئے ہیں وہ ہمیں مدینہ کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیں گے ان حالات میں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ سجاح نے جواب دیا اگر مدینہ جانے کے راستے بند بھی ہوگئے ہیں تو فکر کی کوئی بات نہیں تم لوگ یمامہ کی طرف کوچ کرو۔ لشکریوں نے عرض کی اہل یمامہ شان وشوکت اور طاقت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اس پر وہ بولی۔

"علیکم بالیمامه. ودفوادفیف العمامه. فانها غزوة صرامه. لا یلعقکم بعدها ندامه"

ترجمہ:" یمامہ چلو، کبوتر کی طرح تیزی سے ان پر جھپٹو۔ وہاں ایک زبردست جنگ پیش آئے گی۔ جس کے بعد تمہیں پھر کبھی ندامت نہ اٹھانی پڑے گی"۔

سجاح اور مسیلمہ کذاب کی شادی

اگر بصیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو سجاح کا سارا قصہ ہی عجائب وغرائب کا مجموعہ ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ جب سجاح اپنے لشکر کے ہمراہ یمامہ پہنچی تو مسیلمہ کذاب کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ وہ ایک نہایت ہی ہوشیار اور

چال باز شخص تھا اُس نے سوچا کہ اگر میں سجاح کے لشکر کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گیا تو ایک تو میری طاقت کمزور ہو جائے گی اور دوسرا اردگرد کے جو قبائل میری طاقت کا دم بھرتے ہیں مجھے چھوڑ دیں گے۔ یہ سوچ کر مسیلمہ نے سجاح سے مصالحت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ سے پہلے ہی کمزور ہو جائے۔ لہٰذا اُس نے سجاح کو بڑے قیمتی تحائف روانہ کئے اور اس سے بات چیت کے لیے وقت مانگا۔ سجاح نے مسیلمہ کو ملنے کا وقت دیا اور پانی کے چشمے پر جہاں وہ خیمہ زن تھی نہایت قیمتی خیمہ نصب کیا جس کو مختلف اقسام کی خوشبوؤں اور عطریات سے مزین کیا۔ مسیلمہ بنی حنیفہ کے چالیس سواروں کے ہمراہ اُس کے پاس آیا۔ پڑاؤ میں پہنچ کر سواروں کو باہر چھوڑا اور خلوت میں سجاح سے ملاقات کی۔ مسیلمہ نے اپنی تمام توانائیاں خرچ کرتے ہوئے زبان کا وہ جادو استعمال کیا کہ سجاح نہ صرف مسیلمہ کے تدبر کی ہی قائل ہوگئی بلکہ اس کی نبوت کو بھی حق تسلیم کر لیا۔ مسیلمہ نے جب دیکھا کہ سجاح مکمل طور پر اس کے قبضہ میں آچکی ہے تو اُس نے مزید تعلقات بہتر اور دیرپا بنانے کے لیے ایک تجویز پیش کی وہ یہ تھی کہ ہم دونوں نبوتوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دونوں باہم ازدواجی رشتہ میں منسلک ہو جائیں۔ سجاح تو پہلے ہی مسیلمہ کی خوش کلامی اور محبت آمیز باتوں سے مسحور ہو چکی تھی۔ اُس نے یہ رشتہ قبول کر لیا اور مسیلمہ کے ہمراہ اُس کے پڑاؤ میں چلی گئی تین روز تک وہاں رہنے کے بعد اپنے لشکر گاہ یعنی پڑاؤ میں واپس آئی تو اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے سجاح نے انہیں بتایا میں نے مسیلمہ کو حق پر پایا ہے۔ اس کی نبوت سچی ہے اس لیے میں نے اُس سے شادی کر لی ہے۔

سجاح کا مہر

سجاح بنت الحارث کے ساتھیوں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے مسیلمہ کیساتھ شادی تو کر لی ہے حق مہر کتنا مقرر کیا ہے۔ سجاح نے جواب دیا کہ حق مہر مقرر کرنے کا تو مجھے خیال آیا اور نہ ہی اتنی فرصت تھی۔ ساتھیوں نے کہا حق مہر مقرر کرنے کے بغیر تو نکاح کرنا ہی محال ہے ناجائز ہے تم واپس جاؤ اور مہر مقرر کرو چنانچہ سجاح واپس مسیلمہ کے پاس گئی اور حق مہر کا مطالبہ کیا۔ مسیلمہ نے کہا میں تمہیں حق مہر میں یمامہ کی زمینوں کے لگان کا نصف حصہ دیتا ہوں سجاح نے حق مہر کی اس رقم کا فوری مطالبہ کیا جس کو مسیلمہ نے قبول کرتے ہوئے نصف آمدنی کا نصف بطور حق مہر اُسی وقت ادا کر دیا بقایا نصف مال کے حصول کے لیے سجاح نے اپنے کچھ آدمیوں کو مسیلمہ کے پاس ہی چھوڑ دیا تاکہ وہ یہ مال لے کر جزیرہ آجائیں۔ اس کے علاوہ مسیلمہ نے سجاح کی قوم پر مزید مہر کی شکل میں فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کر دیں۔ سجاح کے چھوڑے ہوئے آدمی ابھی بنو حنیفہ میں ہی مقیم تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر کے ساتھ مسیلمہ پر حملہ آور ہوئے اور اُس کذّاب کا کام تمام کر دیا۔ سجاح اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آکر بنو تغلب میں ہی مقیم رہی یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب سخت قحط سالی کی نوبت آئی

تو یہ عورت اور اس کے پیروکار یعنی قوم سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ سجاح واپس اپنے آبائی قبیلہ بنو تمیم میں آ کر آباد ہو گئی اور پھر مرتے دم تک اسلام پر سختی سے قائم رہی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ مسلمانوں کے حملہ کے بعد یہ عورت اُسی جزیرہ میں جہاں مسیلمہ کذاب مقیم تھا ایسی روپوش ہوئی کہ آخر وہیں کہیں مرگئی اس کے بعد کسی نے اس کا نام تک نہ سُنا۔

ہم نے یہاں دونوں روایت تحریر کر دی ہیں۔ مگر کتب سیر میں اکثریت پہلی روایت ہی بیان کرتی ہے۔ دوسری روایت کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ دی ہے اس لیے پہلی رُوایت کو ہی سچ کہا جائے گا۔ (واللہ اعلم)۔

سریہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تاریخ عرب کے مطالعہ کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حکومت روم جو تاریخ میں رومن امپائر (سلطنت روم) کے نام سے شہرت رکھتی ہے اس بات کو کسی طرح گوارہ نہیں کرتی تھی کہ اس کے دبدبے۔ رعب اور طاقت کے ہوتے ہوئے مسلمان زندہ رہنے کا حق مانگیں۔ اس لیے رومن امپائر کے زیرنگیں علاقہ میں اگر کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا تو یہ حکومت اس کو زندہ رہنے کا بھی حق نہیں دیتی تھی۔ معان کے رومی گورنر حضرت فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک عیسائی مذہب پر قائم رہے حکومت کی نظر میں نہایت ہی محترم اور قابل قدر شخصیت تھے مگر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو رومی حکومت نے اُنکے ساتھ کیا سلوک کیا کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام حالات سے باخبر تھے۔ آپ علیہ السلام نے رومی حکومت کی اُس جرأت بے محابا اور اس بے جا غرور کو ختم کرنے کے لیے لشکر اسلام کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیرِ قیادت رومی حکومت پر حملے کا حکم فرمایا۔ یہ (اُبنٰی۔ موتہ کے قریب ایک گاؤں تھا) وہ جگہ تھی جہاں غزوۂ موتہ میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شہید ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر لشکر کو حکم فرمایا کہ بلقاء کا علاقہ اور داروم کی فلسطینی سرزمین کو سواروں کی مدد سے روند آؤ۔ ایسا حکم دینے کا مطلب یہ تھا کہ رومیوں کو طاقت اسلام سے خوف زدہ کیا جائے تاکہ عرب قبائل کا اعتماد بحال ہو سکے دوسرا لوگوں کا یہ تصور وخیال غلط ثابت کر دیا جائے کہ رومی حکومت وکلیسا کے ظلم و بربریت کے خلاف کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر کوئی اسلام قبول نہ کرتا۔ غیر مذاہب کے لوگ اسلام پر جو الزام عائد کرتے ہیں کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلا ان کا یہ اعتراض و الزام تاریخی شواہد کی روشنی میں غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پیار و محبت کی روشنی میں پھیلا کیونکہ اس مذہب کا پہلا درس ہی یہ ہے کہ عفوودرگزر سے کام لیا جائے لیکن جب کفار، مشرکین اور دشمن اپنی بربریت اور ظلم کی انتہا

کردے تو پھر اسلام اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا حکم دیتا ہے۔ پھر اسلام اپنے ماننے والوں کو کھلا حکم دیتا ہے کہ اپنی شمشیرِ بے نیام کرلو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جب ظلم روکنے کے لیے اہل حق شمشیرِ بے نیام لے کر میدان میں آئے تو پھر قوی سے قوی اور ظالم سے ظالم اقوام یا اشخاص اس سیل رواں کے سامنے ریت کی دیوار ہی ثابت ہوئے۔

سریہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوات و سرایا کی آخری کڑی ہے۔ یہ فوج ظفر موج فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتی واپس آئی۔ 26 ماہ صفر بروز سوموار (دوشنبہ) 11ھ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم الشان لشکر اسلام کو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت روم کی سرزمین موتہ کی طرف کوچ کا حکم فرمایا۔ غزوہ موتہ (8ھ) کا تفصیلی حال گزشتہ صفحات میں اپنے مقام پر گزر چکا ہے۔ حکم یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اچانک دشمن پر حملہ آور ہو جائیں۔ اُن کے گھروں کو آگ لگا دیں۔ فصلیں تباہ کر دیں اور کھڑے درخت کاٹ دیں۔ اس لشکر میں مہاجرین و انصار اور دیگر بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے۔ جن میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے۔ سیدنا حضرت عباس اور حضرت علی رضی تعالیٰ عنہم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی رہنے کا حکم فرمایا۔ لشکر کی ابھی تیاریاں جاری ہی تھیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 28 صفر کو علیل ہو گئے۔ بخار اور سر درد کی شکایت پیدا ہو گئی۔ اگلے روز اس بیماری کے باوجود رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے جھنڈا تیار فرمایا۔ اور یہ جھنڈا حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اُغْزُ بِسْمِ اللہِ وَ فِی سَبِیْلِ اللہِ فَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِا اللہِ".

ترجمہ: "اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ سے کفر کرنے والوں سے مقابلہ اور قتال کرو"

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور مقام جرف میں خیمہ زن ہوئے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مقام تھا اُن کے ساتھ کس قدر محبت تھی تا کہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ اُن کو لشکر اسلام کا امیر کیوں بنایا جس لشکر میں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل تھے۔ حضرت اُسامہ بن زید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن منہ بولتے بیٹے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر تھے جن کو ابتدائی چار شخصیات میں سے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لیے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچپن ہی سے فخر دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظورِ نظر اور محبوب تھے۔ آپ علیہ السلام کو ان سے اس قدر پیار و محبت تھا کہ صلح حدیبیہ کے اگلے سال جب عمرہ پر تشریف لے گئے تو ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا اور پھر اسی حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلیری میں کسی سے کم نہ تھے شجاعت، جوانمردی، ہمت واستقلال ان کو ورثہ میں ملا تھا۔ غزوہ اُحد کے موقع پر ابھی بچے ہی تھے کہ بچوں کے لشکر کے ہمراہ جنگ میں شمولیت کی درخواست کی مگر عمر کیونکہ بہت چھوٹی تھی اس لیے لشکر اسلام کے ہمراہ جانے کی اجازت نہ ملی غزوۂ حنین میں جوانمردی اور ثابت قدمی کے وہ جوہر دکھائے کہ لوگ عش عش کر اُٹھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا تو اُس وقت اُن کی عمر بیس برس تھی۔ اس عمر میں امیر لشکر بنانے کا مقصد یہ تھا کہ نوجوانوں میں دین کی خدمت کرنے، مشکل حالات کا مقابلہ کرنے اور آئندہ آنے والی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کی تربیت ہو سکے۔ دوسرا وہ اپنے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا رومیوں سے انتقام لے سکیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا تفصیلی بیان غزوۂ موتہ کے حال میں گزر چکا ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت پر اعتراض

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو اوصاف حمیدہ اُوپر بیان ہو چکے ہیں ان کا تقریباً ہر ایک کو علم تھا اس کے باوجود کچھ لوگوں نے اُنکی امارت یعنی بحیثیت سپہ سالار اُنکی نوعمری پر نکتہ چینی کی اور اعتراض کیا اُنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہادری ایک مسلم چیز ہے مگر ایک ایسے لشکر کی اُنہیں کمان سونپ دینا جس میں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہوں کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کی ان باتوں کا علم ہوا تو طبع مبارک پر یہ باتیں بہت ناگوار گزریں طبیعت اقدس میں جلال پیدا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو حکم فرمایا کہ ''میں نہانا چاہتا ہوں''، حسب حکم سات مشکیں پانی آپ علیہ السلام پر ڈالی گئیں جن سے بخار میں بہت اِفاقہ ہو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارکہ پر پٹی باندھی اور حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے۔

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کی روایت بیان کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دردِ سر اور بخار میں مبتلا تھے۔ کہ آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کچھ لوگوں نے حضرت اُسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی امارت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اس مہم میں شمولیت کرنے میں تاخیر سے کام لیا

ہے۔اس پر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشانی مقدسہ پر پٹی باندھ کر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور منبر مسجد نبوی پر بیٹھ کر خطبہ مبارک ارشاد فرمایا۔حمد وثنا اور اصحاب اُحد کے لیے دعا فرمانے کے بعد گوہر فشاں ہوئے لب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ایھا الناس انفذوا بعث اسامة فلعمری لئن قلتم فی امارة لقد قلتم فی امارة ابیه من قبله وانه لخلیق للامارة وان کان ابوه لخلیقا لها.

ترجمہ: ''لوگو اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر جلد روانہ کرو۔قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو تم اس سے پہلے اُن کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔(جو آخر کار غلط ثابت ہوا) خوب سمجھ لو۔اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امارت کے قطعی اہل ہیں اور اُن کے باپ بھی اس کے اہل ثابت ہو چکے ہیں''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولےٰ (غلام) حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور اردگرد سے شریک حج ہونے والوں کو واپس اپنے گھروں کو اجازت عطا فرما دی سب لوگ گھروں کو چلے گئے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک مہم کی تیاری کا حکم دیا اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور اُن کو حکم دیا کہ اہل الزبت سے جو شام کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے بڑھ کر اُردن (بلقاء) کے علاقہ پر حملہ آور ہوں۔حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس تقرر پر کچھ لوگوں نے باتیں بنانا شروع کر دیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کے اعتراض کی تردید کی اور فرمایا ''اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس امارت کے اہل ہیں اور اگر تم نے ان کے متعلق یہ کہا ہے تو کیا ہوا۔اس سے پہلے اُن کے باپ کے متعلق بھی تم اس قسم کی باتیں کر چکے ہو حالانکہ وہ بھی اُس امارت کے اہل تھے جیسا کہ انہوں نے ثابت کر دکھایا''۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کے مطابق حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لشکر عظیم کے ہمراہ مقام جرف میں خیمہ زن ہوئے چند لوگ باتیں کرنے لگے کہ اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسے ناتجربہ کار شخص کی زیر کمان اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کو لشکر میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اُن لوگوں کی چہ میگوئیوں کی خبر ملی تو طبیعت مبارکہ کی ناسازی کے باوجود اپنی پیشانی مبارک پر پٹی باندھ کر گھر سے باہر تشریف لائے۔مسجد نبوی میں منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔''اے لوگو تم اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے اُوپر امیر بنائے جانے سے انحراف کرتے ہو اور چہ میگوئیوں میں لگے ہوئے ہو۔یاد رکھو جب میں نے غزوہ موتہ میں ان کے والد کو امیر مقرر کیا تو اُس وقت بھی تم لوگوں نے اُنکی تقرری پر اعتراضات کئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی قسم وہ امارت کے مستحق ہیں اسی طرح ان کا والد (حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی

امارت کے اس مرتبہ کے حقدار تھے۔ میرے نزدیک زیدؓ بڑے محبوب تھے اور انکے بعد ان کا بیٹا اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی لوگوں میں سے بہت مقبول اور محبوب ہیں۔ دونوں کے بارے میں میرا گمان بہت اچھا ہے۔ ان دونوں کے بارے میں اب تم لوگ میری وصیت قبول کرو اور اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس لشکر کو جلد روانہ کردو"۔ یہ خطبہ مبارک ارشاد فرمانے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے جیسے زہری نے عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ بیان کرتے ہیں جس روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو آخری خطبہ ارشاد فرمایا تو اُس میں صحابہ اُحد پر درود بھیجا اور ان کے لیے استغفار کی اور اُن لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"یا معشر المهاجرین! استو صوا بالا نصار خیرا فان الناس یزیدون و ان الا نصار علی هیئتها لا تزید و انهم کا نو اعیبتی الّتی اویت الیها فاحسنوا الی معسنهم و تجاوزواعن مسیئهم".

ترجمہ: "اے گروہ مہاجرین انصار سے خیر وفلاح کی نصیحت حاصل کرتے رہنا۔ عام طور پر لوگ معاملات میں مبالغہ اور زیادتی کرتے ہیں۔ لیکن انصار جتنی بات ہوتی ہے اُتنی ہی بیاں کرتے ہیں اس میں زیادتی نہیں کرتے۔ یہ میرے وہ رازداں ہیں جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ اس لئے ان کے اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے برائی کرنے والوں کی خطا کو درگزر کرو"۔

یہ بیان فرمانے کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُتر کر گھر میں داخل ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک کا دروزہ بند ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غنودگی طاری ہو گئی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوا کا دیا جانا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے چند یعنی حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر خدمت ہوئیں ان کے ہمراہ چند اور مسلمان عورتیں آگئیں۔ جن میں اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمیس بھی شامل تھیں۔ اُس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ سب نے باہم مشورے سے فیصلہ کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس میں دوا ڈالی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں دوا دہن اقدس میں ڈالوں گا۔ اس طرح انہوں نے دوا ڈالی۔ کچھ ہی دیر کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غشی کی حالت سے باہر ہوئے۔ تو فرمایا "یہ میرے ساتھ کس نے کیا ہے (یعنی میرے منہ میں کس نے دوا ڈالی تھی)" عرض کیا گیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ "یہ دوا حبشہ سے آنے والی عورتیں لائیں ہیں" عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک یہ دوا وہی عورتیں لائی تھیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا "تم نے یہ دوا مجھے کیوں پلائی" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں شک ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذات الجنب (نمونیا) نہ ہوگیا ہو یہ سُن کر ارشاد فرمایا۔

"یہ وہ بیماری ہے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ میرے چچا کو چھوڑ کر گھر میں کوئی ایسا نہ رہے جس کو یہ دوا نہ پلائی جائے" حسب حکم سب کو دوا پلائی گئی اُس وقت حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزے سے تھیں ان کو بھی دوا پلائی گئی (مسئلہ یہ ہے کہ اگر نفلی روزہ رکھا ہو تو اُس کو توڑنے کی صورت میں دوبارہ روزہ رکھ کر اس کی تلافی کی جاسکتی ہے) اُس وقت حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نفلی روزے سے تھیں۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے دعا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسقدر محبت فرماتے تھے کہ لشکر کی روانگی سے پہلے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ زیادہ ناساز ہوئی تو اُس وقت بھی دعا فرمائی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے سعید بن عبیدہ بن سباق نے محمد بن اُسامہ کے واسطے سے اُنکے والد گرامی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے امیر لشکر بنا کر موتہ کی طرف روانہ کیا تو میں روانگی سے پہلے حاضر خدمت ہوا اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ بہت ناساز تھی خاموشی طاری تھی مجھے دیکھ کر اپنا دست حق پرست آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے میرے سر پر رکھ دیا میں سمجھ گیا کہ میرے حق میں دعا فرما رہے ہیں۔"

ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں جب حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کرتے تو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ (اسلام علیکم اے ہمارے امیر) اس پر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کیا کرتے آپ مجھے امیر ہی کہہ کر کیوں پکارتے ہیں۔ جواب میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے جب تک میری زندگی ہے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر ہی کہہ کر پکارا کروں گا کیونکہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت فرمائی اُس وقت ہم سب پر آپ ہی امیر تھے۔ یعنی مقرر شدہ امیر آپؓ ہی تھے۔ سبحان اللہ کیا عقیدت واحترام کا عملی مظاہرہ ہے۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس سے نکل کر علی الصبح لشکر گاہ کی طرف تشریف لائے اور فوج کو موتہ کی طرف کوچ کا حکم صادر فرمایا۔ خود گھوڑے پر سوار ہونے والے

تھے کہ مدینہ منورہ کی طرف سے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آدمی پیغام لے کر آیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نزع میں ہیں۔ یہ خبر سُن کر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فورطوری پر مدینہ منورہ پہنچے تمام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پہلے ہی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جھنڈا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُسامہ کو عطا فرمایا تھا اور پھر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جھنڈا حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ مبارک پر نصب کر دیا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ بہت ہی ناساز ہو چکی تھی کچھ ہی دیر بعد آپ علیہ السلام اپنے مالک حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اس خبر قیامت اثر نے مدینہ منورہ میں تہلکہ مچا دیا۔ ہر طرف اُداسی کی لہر دوڑ گئی ہر آنکھ اشک بار تھی آقائے کل رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مالک حقیقی کا پیغام حق لوگوں تک پہنچانے کے بعد اپنے کام کی مکمل تکمیل فرما کر اپنے معبود حقیقی کے پاس تشریف لے جا چکے تھے۔ تدفین سے فراغت پانے کے بعد باتفاق رائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قائم ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے جو کام کیا وہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر جھنڈا نصب کرنے کا تھا تاکہ حسب حکم رحمت عالم علیہ السلام یہ لشکر اپنی منزل کو روانہ ہو اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاری کردہ حکم کا باقاعدہ نفاذ ہو جائے۔ یہ حکم سنتے ہی حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ مقام جرف پر قیام پذیر ہوئے تاکہ لشکری اکٹھے ہوسکیں۔ یہ وہی وقت تھا جب اطراف سے مدینہ منورہ میں یہ خبریں آنا شروع ہو چکی تھیں کہ قبائل عرب مرتد ہو چکے ہیں اور چند ایک نے نبوت کے جھوٹے دعوے بھی کر دیئے ہیں اس موقعہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے چند ایک نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو موتہ کی طرف جانے سے روک دیں اور ان مرتد لوگوں سے نپٹ لیں اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہوسکتا ہے مرتدین کو علم ہو جائے کہ لشکر اسلام تو موتہ پر حملہ آور ہو چکا اور وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدینہ منورہ پر ہی حملہ آور نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہ فرمایا اور ان لوگوں کو جواب دیا کہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ لشکر اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دینے سے مرتدین مجھے لقمہ بنالیں گے پھر بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ میری حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف اتنی درخواست ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب خلیفہ اول کی خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جب چند لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ اطراف مدینہ میں قبائل مرتد ہو چکے ہیں اس لئے لشکر اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک دیں کیونکہ ایسا نہ ہو مرتدین کو علم ہو جائے کہ اہل حق کا طاقت ور لشکر مدینہ منورہ سے دور موتہ پر حملہ آور ہونے کے لیے جا چکا ہے۔ تو وہ لوگ مدینہ منورہ پر ہی حملہ آور ہو جائیں۔ لوگوں کے اس مشورہ کے جواب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ''سن لو اگر مجھے یہ اندشیہ ہو کہ مدینہ منورہ تمام انسانوں سے خالی ہو جائے گا میں یہاں اکیلا رہ جاؤں گا جنگل سے بھیڑیئے آ کر میرا جسم نوچ نوچ کر کھا جائیں گے تو میں پھر بھی اس شخص کو بھی معاف نہیں کروں گا جس کے ذمہ اونٹ کی ایک رسی بھی بطور زکوۃ رہتی ہے یعنی میں اسکو بھی وصول کروں گا۔''

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موتہ کی طرف روانہ کرنے کے لیے خود جرف تک تشریف لائے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھوڑے پر سوار کرایا اور خود تھوڑی دور تک گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چلے اس موقع پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گزارش کی کہ خلیفہ الرّسول ایسا نہ کریں یہ آپکی شان کے خلاف ہے اور مجھے سخت شرم آ رہی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا ''اے اللہ کے بندے مجھے اس کام سے مت روکو کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ مجھے بھی جہاد میں حصہ لینے کا ثواب مل جائے کیونکہ یہ تو میرے آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے''۔ بہر حال لشکر اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی شان سے موتہ کی جانب روانہ ہوا اور چالیس روز کے بعد فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتا واپس مدینہ منورہ پہنچا۔ اس معرکہ میں دشمن کی طرف سے جو میدان جنگ میں آیا اسکو واصل جہنم کیا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت زید بن حارثہ (بن شرجیل بن کلب) و حضرت جعفر طیار (حضرت جعفر بن ابی طالب) اور حضرت عبداللہ بن رواحہ (سردار قبیلہ بنی حارث بن خزرج) رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شہادت کا بدلہ لیا اور خاص طور پر اپنے والد گرامی کے قاتل کو خود قتل کیا۔ واپسی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان کے مطابق اُن لوگوں کے مکانات اور باغات کو نذر آتش کیا۔ لشکر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح کے بعد جب مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر سے باہر لشکر کا استقبال فرمایا پھر مسجد نبوی میں دوگانہ نماز ادا فرمائی۔ لشکر اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر مال لے کر واپس آئے تھے۔

روانگی لشکر حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبقات ابن سعد میں روایت کیا گیا ہے کہ لشکر اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ 11ھ ربیع الآخر کو طلوع چاند کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے بیس روز کے سفر کے بعد اہل اُبنیٰ تک پہنچے اور اُن لوگوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

اس جنگ میں یا منصور امت کو بطور شعار (یعنی جنگی نعرہ کے طور پر) استعمال کیا تین ہزار صحابہ کے اس لشکر میں ایک ہزار گھوڑ سوار تھے۔ اس طرح جو بھی اُن کے سامنے آیا اُس کو قتل کر دیا۔ یا پھر قید کر لیا۔ دشمنوں کے باغات، مکانات اور کشتیاں نذر آتش کر دیں۔ پھر لشکر کو حکم دیا کہ دشمن کے میدانوں میں گشت کرے اس طرح مال کثیر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی کے گھوڑے سبحہ پر سوار تھے۔ اس جنگ میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر اسلامی میں شامل گھوڑ سوار مجاہد کے لیے تین حصے یعنی دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا مقرر فرمایا اور خود بھی مال غنیمت میں سے اسی حساب سے حصہ لیا۔ لشکر اسلام نے جنگ موتہ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے قتل کا بدلہ لے لیا اور مسلمانوں کا ایک مجاہد بھی شہید نہیں ہوا۔

لشکر اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ منورہ واپسی

قتال کے روز فارغ ہو کر اُسی شام لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ اس طرح تیز رفتاری سے سفر فرماتے ہوئے نو(9) راتوں میں وادی القریٰ پہنچ گئے۔ یہاں سے مژدہ رساں حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری کے ساتھ روانہ کیا تا کہ اہل مدینہ منورہ کو سلامتی کی خبر پہنچا دیں۔ پھر خود روانہ ہوئے اور یوں مسلسل سفر کرتے ہوئے چھ راتوں میں مدینہ منورہ پہنچے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا کوئی جانی یا مالی نقصان نہ ہوا۔ یہ خوشخبری سُن کر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین وانصار کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ سے لشکر کی پیش وائی کے لیے باہر تشریف لائے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے اُن کے آگے آگے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا اُٹھائے چل رہے تھے۔ یہ اہل حق مسجد نبوی میں داخل ہوئے دو رکعت نماز شکرانہ ادا فرمائی پھر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ ہرقل شاہ روم کو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کا معلوم ہوا کہ اُس نے ہرقل کے علاقہ میں رومیوں کا کیا حشر کیا ہے۔ ہرقل (641-610ء) نے اسی وادی میں آئندہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ یاد رہے اُس وادی کا نام ''البلقاء'' تھا یہ نام بنی عمان بن لوط علیہ السلام میں بالق نامی شخص کی وجہ سے ہے۔ شاہ روم کا یہ لشکر اسی وادی میں مقیم رہا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے نہ صرف اسی لشکر کو ہی شکست فاش دی بلکہ سارا روم ہی فتح کر لیا۔ سبحان اللہ۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 474 اور 475

2- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 513 اور 514

3- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 798

4- صحیح بخاری۔ باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔2۔ صفحہ۔612
5- الطبقات الکبریٰ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔136
6- از: زرقانی۔ جلد۔8۔ صفحہ۔250اور251
7- مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔655اور656

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بارے میں آیات قرآنی واحادیث کا بیان۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بارے میں جو قرآنی آیات واحادیث مبارک آتی ہیں یہاں ہم ان کا ذکر تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ سیرت پاک کا ہر ہر پہلو اجاگر کیا جاسکے چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

(1) سورۃ الزمر آیات 30،31

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔''

(2) پھر ارشاد ہوا۔ سورۃ الانبیاء آیت 34

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دنیا میں ہمیشگی نہ بنائی۔''

(3) پھر مزید ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الانبیاء آیت 35

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

(4) فرمانِ رب ذوالجلال ہے: سورۃ آل عمران آیت 185

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ:۔ ''ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

(5) پھر ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔ سورۃ آل عمران آیت 144

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ:۔ ''اور محمّد تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو صلہ دے گا۔''

(6) قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔ سورۃ نصر آیات 1 تا 3

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

ترجمہ:۔ ''جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

(7) ارشاد خداوندی ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 3

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ:۔ ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''

احادیث مبارکہ کا بیان

اُوپر اُن آیات قرآنی کا ذکر گزر چکا جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا ذکر عیاں

یا مخفی انداز میں خداوند کریم نے فرما دیا تھا۔ یہاں اُن احادیث مبارکہ واقوال نبوی کا ذکر کیا جارہا ہے جن سے عیاں یا پوشیدہ وصال شریف کی طرف اشارے ملتے ہیں۔

1- حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حج الوداع کے روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمی جمار کرتے دیکھا۔ آپ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا "اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو شاید میں اس سال کے بعد تم میں نہ ہوں"۔ اس فرمان مقدس میں اپنے وصال کی طرف کھلا اشارہ فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

2- ایام حج میں مقام منیٰ میں جب حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر خدمت ہوئے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

اس آیت کے نزول پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ" گویا تم مجھے یہ خبر بھی سُناتے جارہے ہو کہ اب مجھے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے"۔ یہ سُن کر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ آپ کی آخرت ابتدا سے بہتر ہے۔"

3- سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ "جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں میرے ساتھ ایک دفعہ قرآن کریم کا صرف ایک دور کیا کرتے تھے۔ مگر اس سال انہوں نے میرے ساتھ قرآن کریم کا دو دفعہ دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

4- سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال ماہ رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر 10ھ میں بیس 20 روز کا اعتکاف فرمایا۔ گویا یہ اس جہان سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ تھا۔

5- حجۃ الوداع سے واپسی پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہدا اُحد پر نماز جنازہ ادا فرمائی اُن کے لیے اس انداز میں دعا مغفرت فرمائی جیسے کوئی کسی سے رخصت ہوتے وقت دعا کرتا ہے۔ پھر جنت البقیع تشریف لے گئے وہاں سے واپسی پر مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ "میں تم لوگوں سے پہلے جارہا ہوں تاکہ تم لوگوں کے لیے حوض کوثر کا انتظام کر سکوں۔ میرا تم سے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے۔ میں حوض کوثر دیکھ رہا ہوں۔ اور تحقیق مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں مجھے اپنے بعد تم لوگوں کی طرف سے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ سب کے سب شرک میں مبتلا ہو جائیں گے البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا کی لالچ اور حرص میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کو

لڑ جھگڑ کر ہلاک کردو گے یا ہلاک ہو گے۔''

6- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا ''اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک بات کو پسند کرے یعنی دنیا کی زیب و زینت یا آخرت کا اجر و ثواب جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ پس بندے نے اُس چیز کو پسند کرلیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں رکھی''۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رونا شروع کردیا اور عرض کیا ہمارے باپ اور مائیں آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لوگوں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے اس شیخ کی طرف دیکھو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں اور یہ اس بات پر رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ہمارے باپ اور مائیں آپ پر قربان ہوں۔ حقیقت یہ تھی کہ اس ارشاد گرامی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ اپنی طرف تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزاج شناس یار تھے اس لیے فوراً اس اشارے کا مطلب سمجھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''صحابہ میں سے مجھ پر سب سے زیادہ احسانات و نیکیاں کرنے والا میرا دوست ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ اگر میں کسی غیر خدا کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہی خلیل بناتا لیکن میرا خدا کے سوائے اور کوئی خلیل نہیں ہے۔ مگر اخوت اسلام باقی ہے۔''

7- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جب بن عامر بن عتم بن عدی بن نجار۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ سلیم سہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت لحان رشتہ میں رسول کریم علیہ السلام کی خالہ ہوئی تھیں المتوفی 93ھ۔ 2286 حدیثیں روایت کی ہیں) روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحلت سے پہلے پہ در پہ وحی فرمائی سب سے زیادہ وحی اُس روز نازل ہوئی جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

8- حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ بات ضرور معلوم کرلوں گا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کتنی زندگی مبارکہ باقی ہے چنانچہ انہوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اگر آپ اپنے لئے تخت بنالیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ لوگوں نے آپ علیہ السلام کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''واللہ میں اس طرح ان کے درمیان رہوں گا کہ وہ میری چادر چھینتے ہوں گے اور مجھے اُن کا غبار پہنچتا ہوگا یہاں تک کہ اللہ مجھے ان سے راحت عطا فرمائے گا۔'' یہ فرمان سُن کر حضرت عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم سمجھ گئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ ہم لوگوں کے ساتھ اب تھوڑی ہے۔

9- حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ میری وفات تم سب لوگوں کے بعد ہوگی۔ مگر آگاہ رہو کہ میری وفات تم لوگوں سے پہلے ہوگی۔ تم لوگ کجاوے کی لکڑیوں کی طرح میرے پیچھے ہو گے تم میں سے بعض بعض کو ہلاک کریں گے''۔ (یہاں کجاوے کی لکڑیوں سے مراد قوم و جماعت)۔

10- بکر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری حیات تم لوگوں کے لیے بہتر ہے جس میں تم بھی باتیں کرتے ہو اور میں بھی تم سے باتیں فرماتا ہوں۔ جب میرا وصال ہوگا تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہارے اعمال میرے حضور پیش کیے جائیں گے اگر میں اُن میں خیر دیکھوں گا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر شر دیکھوں گا تو تمہارے لیے اللہ سے مغفرت کروں گا۔''

11- حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوسعید خدری سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سنان بن عبید میں ثعلبہ بن الجبر (حذرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج المتوفی 74ھ مدینہ منورہ۔1170 حدیثیں مروی ہیں) سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''عنقریب مجھے دعوت دی جائے گی جسے میں قبول کرلوں گا۔ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری عترت۔ کتاب اللہ ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف دراز کی گئی ہے۔ عترت میری اولاد یعنی میرے اہل بیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو لطیف و خبیر ہے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں اکٹھے ہوں حاضر ہوں۔ اب دیکھنا ہے تم لوگ میرے بعد ان دونوں سے کیسا برتاؤ کرو گے۔''

12- حضرت ابومویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شب فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہمراہ لے کر جنت البقیع تشریف لے گئے اہل قبور کے لیے دعا مغفرت فرمائی اور بہت سی دیگر باتیں بھی کیں فارغ ہونے کے بعد مجھے فرمایا ''اے ابومویہبہ مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی چابیاں پیش کی ہیں اس کے علاوہ زندگی جاوید اور جنت پیش کی گئی ہے جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی لقا (دیدار و ملاقات) اور جنت کو اختیار کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ میں نے ان دونوں چیزوں میں سے دوسری چیز یعنی اللہ تعالیٰ کی لقا اور جنت کو پسند کرلیا ہے''۔ حضرت ابومویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم دنیا کے خزانوں کی چابیاں زندگی جاوید اور پھر جنت کو کیوں نہیں اختیار فرما لیتے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ابومویہبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو بات تم کہہ رہے ہو وہ ہرگز نہیں ہوگی کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی لقا اور جنت کو پسند کر لیا ہے''۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر واپس تشریف لے آئے۔

13- امام احمد بیان کرتے ہیں کہ ابوالنضر نے مجھ سے کہا کہ الحکم بن فضیل نے ہم سے بیان کیا کہ یعلی ابن عطا نے عبید بن جبر سے بحوالہ حضرت ابومویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے اُنہوں نے ہم سے بیان کیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل بقیع کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے اُن کے لیے تین بار دعا فرمائی پھر مجھے حکم دیا ''اے ابومویہبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے لیے سواری تیار کرو'' میں نے سواری پر زین ڈال دی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور جنت البقیع کی طرف چل پڑے، میں پیدل ہمراہ چل پڑا۔ آپ جنت البقیع پہنچ کر سواری سے نیچے تشریف لائے۔ پھر اہل بقیع کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو جس حالت میں تم اب ہو تم ان لوگوں سے اچھے ہو جو اب زندہ ہیں کیونکہ اب فتنوں کا زمانہ آ گیا ہے یہ فتنے اس قدر تیزی سے آ رہے ہیں جس طرح رات کی تاریکی بڑھتی ہے یہ فتنے لگاتار ہیں اور دوسرا پہلے سے زیادہ بُرا ہے۔'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا ''اے ابو مویہبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے بعد میری اُمت کے لیے جو کچھ مفتوح ہوگا اس کے درمیان اور جنت یا میرے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے درمیان مجھے اختیار دیا گیا ہے جس کو چاہوں پسند کر لوں پس میں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور جنت کو پسند کر لیا ہے''۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ ہمارے لیے سب کچھ ہی پسند فرما لیں ارشاد گرامی ہوا ''اگر وہ مشیت الٰہی سے اپنی ایڑیوں کے بل پھرے تو بھی میں نے اپنے رب کی ملاقات کو پسند کیا ہے''۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات یا آٹھ روز اس فانی دنیا میں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

مذکورہ صفحات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بارے میں جن قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ میں عیاں یا پوشیدہ اشاروں کا ذکر ملتا ہے ہم نے یہاں ان کا ذکر تحریر کر دیا ہے گو وصال کے سلسلے میں اور بہت سی احادیث مبارکہ اور روایت کتب سیر میں اصحاب سیر نے نقل کی ہیں اگر ان کا سب کا ذکر یہاں تحریر کر دیا جائے تو موضوع بہت ہی طویل ہو جائے گا اس لیے یہاں جو کچھ یہ بندہ ناچیز لکھ سکتا تھا اُسی پر اکتفا کیا جاتا ہے دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب صاحب لولاک ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میری اس محنت کو شرف مقبولیت

عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 245 تا 248

2- صحیح بخاری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 585 اور 586

3- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 797 تا 800

4- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 516 تا 518

5- مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

6- المصنف از علامہ عبدالرزاق

7- زرقانی۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 251 تا 258

8- البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 390 تا 393

9- الطبقات الکبریٰ۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 136۔

10- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 660 تا 662

11- الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 788 اور 789 وغیرہ۔

علالت کی ابتداء

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے بارے میں ہمیں جس قدر احادیث مبارکہ اور روایات کتب سیر سے ملتی ہیں یہاں ان کو ترتیب وار بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ایسا کرنے سے ہماری منشا یہ ہے کہ سیرت کا مطالعہ کرنے والے ہر ایک مسلمان کو حبیب خدا نور مجسم سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے ہر پہلو سے کماحقہٗ آگاہی حاصل ہو سکے اور یوں ہر مسلمان دین و دنیا کی اس سعادت سے مالا مال ہو سکے۔

سرکار دو عالم علیہ السلام کے غلام حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ صفر کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شب کو نصف رات کے وقت مجھے بیدار کیا اور ارشاد فرمایا کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جنت البقیع جاؤں اور اہل بقیع کے لیے استغفار کروں اور ان کے لیے بخشش طلب کروں"۔ پھر مجھے ساتھ چلنے کا حکم فرمایا ہم اہل بقیع پر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قبور کے لیے کھڑے ہو کر بہت ہی استغفار فرمائی۔ یہ دعا اس قدر پُر مغز اور طویل تھی راوی کہتے ہیں کہ میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ اے کاش میں بھی ان قبور والوں میں سے ہوتا اور یوں رحمت عالم نور مجسم تاجدار عرب و عجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے مشرف ہوتا۔ دعا کے بعد آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے اہل قبور اسلام علیکم تم لوگوں کو وہ نعمتیں مبارک ہوں جن میں تم

صبح کرتے ہو اور مقامات مبارک ہوں جن میں تم رہتے ہو۔تم لوگ ان فتنوں سے محفوظ ہو جن میں لوگ پڑے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان فتنوں سے محفوظ و دور رکھتے ہوئے ان سے چھٹکارا عطا فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں پر شب دیجور کی طرح فتنے آرہے ہیں اور آخری فتنہ پہلے فتنہ سے ملا ہوا ہے''۔اس فرمان سے مراد یہ تھی کہ یہ فتنے پے درپے آئیں گے اور ان کا آخران کے اوّل سے بدتر ہوگا۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے ابو مویہبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے سامنے دنیا کے خزانوں کی چابیاں پیش کی گئی ہیں۔اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں دنیا میں اس وقت تک رہوں یہاں تک کہ میں جنت میں درجات و مراتب پاؤں اور لقائے پروردگار کا شرف حاصل کروں اور جلدی کروں۔پس میں نے لقائے پروردگار کے لیے جلدی کی ہے۔یعنی دنیا میں رہنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور جنت کے مراتب حاصل کرنے کو اختیار کرلیا ہے''۔دعا سے فارغ ہو کر واپس گھر تشریف لائے تو اس درد کا آغاز ہوا جس میں مبتلا رہتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مالک حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں اس حدیث کو ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یعقوب بن عتبہ نے عن زہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن مسعود عن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع سے واپس گھر تشریف لائے تو مجھے شدید درد سر میں مبتلا دیکھا۔میں کراہتے ہوئے کہہ رہی تھی (وارساہ) ہائے میرا سر۔میری یہ تکلیف دیکھتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم اگر مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو تمہارے لیے کوئی ضرر یعنی نقصان نہیں ہوگا۔کیونکہ میں تمہاری نگہبانی کروں گا۔تجھے کفن پہناؤں گا۔تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تجھے دفن کروں گا''۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سُن کر میں نے عرض کیا بخدا میں چشم تصور سے دیکھ رہی ہوں کہ اگر میں مرگئی تو مجھے دفن کرنے کے بعد واپسی پر آپ (علیہ السلام) کسی دوسری زوجہ سے میرے اسی گھر میں سلسلہ عروسی کا آغاز فرمادیں گے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ بات سن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور آپ کے سر میں ہونے والا درد کچھ کم ہوا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بقیع کے لیے دعا مغفرت فرمانے کے بعد واپس تشریف لے آئے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو معلوم ہوا تو آپ علیہ السلام نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''جو لوگ گزر چکے ہیں وہ تم سے بہتر ہیں''۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جانے والے ہمارے بھائی ہیں جس طرح وہ ایمان لائے تھے۔ویسے ہی ہم ایمان لائے ہیں۔انہوں نے صدقات وخیرات دیئے ہم نے بھی صدقات وخیرات دیئے۔وہ لوگ چلے گئے ہیں اور ہم بھی جانے والے ہیں۔پھر اُن لوگوں کو ہم پر کس اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔یہ سُن کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ

لوگ اس دنیا سے یوں رخصت ہو چکے ہیں کہ اُن لوگوں نے اپنے اجر وثواب میں سے کچھ بھی اس دنیا میں حاصل نہیں کیا جبکہ تم نہ جانے میرے بعد کیا کرو گے اور پھر تم لوگوں میں کون کون سے فتنے پیدا ہوں گے"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم میرے صحابہ ہو اور وہ میرے بھائی ہیں۔ جو کہ بعد میں آئیں گے ابھی تو وہ لوگ پیدا ہی نہیں ہوئے میں اُن لوگوں کا حوض کوثر پر منتظر رہوں گا"۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی اُمت کے جو لوگ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اور ان کو آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ قیامت کے روز ان کو کس طرح پہچانیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر تم میں سے کوئی بہت سے گھوڑے رکھتا ہو جن میں سے کچھ سفید نشان والے ہوں اور کچھ سیاہ رنگ کے ہوں تو کیا وہ گھوڑے رکھنے والا ان کو الگ الگ پہچان سکتا ہے یا نہیں" عرض کیا پہچان سکتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا "قیامت کے روز میرے اُمتی اس حال میں اُٹھیں گے کہ اُن کی پیشانی اور ہاتھ سفید ہوں گے اور پاؤں بھی کثرت وضو کی وجہ سے سفید ہوں گے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع سے واپس گھر تشریف لائے تو میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ میں اُس وقت کہہ رہی تھی۔ وارساہ۔ ہائے میرا سر۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ خوش طبعی مجھے فرمایا "اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تجھے اس سے کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے اس عالم سے رخصت ہو جاؤ جبکہ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ تمہارے لیے میں باقی رہوں اور تمہاری تجہیز وتکفین کروں۔ تمہاری نماز جنازہ پڑھوں پھر تمہیں دفن کروں تمہارے لیے دعا اور استغفار کروں"۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میرا گمان ہے آپ میرا مر جانا پسند فرماتے ہیں میری موت کے بعد آپ علیہ السلام اُسی روز دوسری عورت سے نکاح فرمالیں گے اور اُس کو گھر لے آئیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یہ بات سُن کر تبسم فرمایا اور کہا "اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہارے سر کا یہ درد تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن جس سر کے درد میں میں مبتلا ہوں وہ ٹھیک نہیں ہوگا"۔ گویا آپ علیہ السلام کا یہ صاف اشارہ تھا کہ "میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔" پھر مزید ارشاد فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ کسی کو یہ پیغام دے کر روانہ کروں کہ وہ ابو بکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بُلا لائے تاکہ میں ان کو بتاؤں اُن سے عہد کروں، یعنی عہد خلافت تاکہ کہنے والے نہ کہیں اور آرزو کرنے والے آرزو نہ کریں"۔ اس سے مراد یہ تھی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا دعویٰ نہ کرے۔ پس میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اس سے مومن کو باز رکھے۔

مذکورہ حدیث میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری موت چاہتے ہیں تا کہ اگر میں اس جہاں سے چلی جاؤں تو آپ میرے ہی گھر میں کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام فرمائیں گے۔ یہ گفتگو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور ناز کی تھی اُن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ میرے مرنے کے بعد مجھے بھول جائیں گے اور دوسری ازواج مطہرات سے مشغول ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ تاجدار عرب وعجم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات سُن کر تبسم فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ یہ بات غلو المومنات کی ہے۔ اسے خبر نہیں کہ میں ہی دنیا سے اپنے خالق حقیقی کے پاس جارہا ہوں اور یہ میرے بعد زندہ رہے گی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب کی اصحاب سیر اور علماء کرام نے یہ تشریح کی ہے۔ جو یہاں ہم نے پیش کردی ہے۔ واللہ اعلم۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض کا جب آغاز ہوا تو رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کیونکہ اُس روز ان کی باری تھی۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ بار بار فرما رہے تھے کہ "میں کل کہاں رہوں گا۔ میں کل کہاں رہوں گا"۔ آپ کے اس سوال کا مقصود کیا ہے۔ اُسے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فوراً سمجھ لیا چنانچہ سب نے اجازت دے دی کہ آپ علیہ السلام جہاں پسند فرمائیں رہیں۔ سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ آپ نے واضح طور پر فرما دیا تھا کہ "اس مرض کے ہوتے ہوئے تمام ازواج کے گھروں کا حسب سابقہ دورہ کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر ہی رہنے کی اجازت دے دو اور وہاں تم میری تیمارداری کیا کرو"۔ یہ سُن کر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے باہمی رضامندی کا اظہار کیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا کہ یہ بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گراں گزرتی ہے کہ آپ ہر بیوی کے گھر جانے کا تردد فرمائیں کیونکہ بیماری کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس بات پر راضی ہو گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر تشریف فرما ہوں۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اُس وقت حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک ان دونوں ساتھیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اور اس طرح چل رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک زمین پر گھسیٹتے (گھسیٹ) جا رہے تھے۔ سر مبارک پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ یوں چلتے ہوئے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تک تشریف لائے اور پھر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا آخری ہفتہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ہی گزرا۔

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری خواہش ہے کہ میں آپ علیہ السلام کی تیمارداری کروں اور ہر قسم کی خدمت بجالاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر میں اہل بیت کے علاوہ کسی اور سے تیمارداری کراؤں تو انکی مصیبت زیادہ ہوجائے گی۔ مگر سنو جو تم نے نیت کی ہے اس کا اجر خداوند کریم کے دربار میں ثابت ہوچکا ہے۔"

1- طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔248 تا 250

2- صحیح بخاری۔ جلد۔2۔ صفحہ۔587 تا 589

3- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔801 تا 803

4- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔518 تا 516

5- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔395 تا 399

6۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

7- الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔789 اور 790 وغیرہ۔

8- موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

9- المصنف از امام عبدالرزاق

10- مشکوٰۃ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔554 اور 555

11- مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔664 تا 667

مرض کی شدت

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض بڑھ گیا تو آپ کچھ مضطرب تھے اور بے قراری میں بستر پر ادھر اُدھر پہلو مبارک بدلتے تھے۔ راوی فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہم میں سے کوئی ایسی حالت کا اظہار کرتا تو آپ ایسا کرنے کو بُرا خیال فرماتے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرا یہ مرض شدید ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین پر نہایت سخت مصیبت بھیجتا ہے۔ اسی طرح کوئی مومن ایسا نہیں ہوتا کہ جس پر اللہ تعالیٰ بلاء اور ایذاء نہ بھیجے حتیٰ کہ کانٹا بھی اگر اُس کے پاؤں میں لگ جائے تو اللہ کریم اس کے بدلے اُس مومن کے درجہ بلند فرماتا ہے۔ اور اُس کے گناہ مٹا دیتا ہے"۔ آپ نے مزید فرمایا کہ "مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے کہ جب اس کو کوئی مرض یا تکلیف آئے تو اُس کے گناہ نہ مٹا دیئے جاتے ہوں۔ اس کی مثال ایسے ہے جس طرح خزاں میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ علیہ السلام کی طبیعت ناساز تھی اور آپ قطیفہ لپیٹے ہوئے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر رکھا تو مجھے قطیفہ کے اُوپر سے بخار کی حدّت محسوس ہوئی۔ یہ حدّت اس قدر زیادہ شدید تھی کہ میں یہ برداشت نہ کرسکا کہ اپنا ہاتھ جسم اقدس پر رکھ سکوں۔ بخار کی یہ شدت دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کو بھی شدید اذیت پیش نہیں آتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے مصائب بھی دوگنا ہوتے ہیں اور ان کو اجر بھی دوگنا ہی دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فقر اور ایسی درویشی عطا فرمائی ہے کہ اُن کے پاس ایک ہی لباس ہوتا ہے اور وہ اسی ایک ہی لباس کو دن رات زیب تن کرتے ہیں"

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اُس وقت آپ علیہ السلام کو تپ (بخار) لاحق تھا۔ میں نے جسم مقدس کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو تو شدید بخار ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں مجھے اتنا ہی شدید بخار ہوتا ہے جتنا کہ تم میں سے دو آدمیوں کو!" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صرف تکلیف میں ہی فرق ہے یا کہ اس کا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر اُس کے پاؤں میں کانٹا بھی لگ جائے تو اللہ کریم اس کو اُس تکلیف کے عوض اُس کے گناہ بھی اسی طرح دور فرما دیتا ہے جیسے موسم خزاں میں درخت

کے پتے جھڑ جاتے ہیں''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخار کی وجہ سے شدید تکلیف تھی اس وقت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

واکربٖاہ لکربک یا ابتاہ : اے ابا جان آپ کے درد و کرب کی وجہ سے مجھے کس قدر درد کرب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال کا یوں جواب ارشاد فرمایا:

لا کرب علی ابیک بعد الیوم ''آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی درد الم و رنج کرب نہیں ہوگا''۔ ''تمہارے والد کو وہ مرحلہ درپیش ہے جو ہر ایک کو ہر صورت میں پیش آنا ہے اور اس مرحلے سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا یہاں تک کہ پھر قیامت کے روز سب اکٹھے ہونگے''۔

اہم سوال اور اُس کا جواب

سوال: یہاں ہر پڑھنے والے کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اکابرین پر شدت درد و الم کی کیا وجہ ہے۔ اس قدر برگزیدہ ہستیاں ہونے کے باوجود وہ ایسی تکلیفوں اور آزمائشوں سے کیوں گزرتے ہیں؟

جواب: یاد رہے کہ مصیبت میں طوالت ہونا اور امتحان و آزمائش میں پڑنا مقربین کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عز و اعظم اور قرب و اعلیٰ مقام انبیا علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے پھر اولیا اور صلحا ہوتے ہیں۔ علامہ ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں ایسے پوشیدہ جواہر اور صلاحیتیں رکھی ہوتی ہیں جن کو ایسی تکالیف اور آزمائشوں کے ذریعے ظاہر فرماتا۔ ان ہستیوں کو تکالیف میں مبتلا فرما کر صبر و رضاء بالقضا عطا فرماتا ہے۔ تاکہ آنے والے لوگوں کے لیے سامان عبرت اور موجب رشد و ہدایات بن جائے۔ آنے والوں کو علم ہو جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ایسی ایسی پاک اور عظیم ہستیاں بھی تکالیف میں مبتلا ہو سکتی ہیں تو تم کون ہو کہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔ جب اُن ہستیوں نے اس قدر قرب الٰہی کے ہوتے ہوئے صبر و رضا کا پیکر بن کی ہنسی خوشی ان مصیبتوں کو برداشت کر لیا ہے تو تم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کو برداشت کرو۔

دوسری بات یہ کہ رنج و الم، آزمائش، درد و مصیبت کے دوران جزع فزع کرنا اور خاص طور پر بیماری کی حالت میں نالہ و بکا و چیخ و پکار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں علماء کو کلام ہے۔ بے صبری اور کمزوری سے آہ و نالہ، جزع و فزع کرنا مصیبت کو ناپسند کرنا اور اس سے فرار چاہنا بلا اختلاف علماء کے نزدیک حرام ہے۔ جبکہ غربت، بیچارگی و مفلسی کو ظاہر کرنے کے لیے آہ و پکار جو کہ بندگی کے حال کے ساتھ لازمی ہوتا ہے۔ پھر بیماری کی سختی سے بے قراری

وغیرہ کا ہونا دوسری چیز ہے۔ یہ حالات نہ تو جزع فزع میں شامل ہیں اور نہ ہی یہ بیماری سے ناپسندیدگی اور شکوہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا سب سے ٹھوس ثبوت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے نکلنے والے وہ الفاظ مبارکہ ہیں جن کا ذکر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں گزر چکا ہے۔ البتہ ایک بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ اگر یہ آہ وبکا، نالہ وفریاد، تسلیم ورضا کے ساتھ نہیں ہے تو مکروہ ہے اور شکوہ وشکایت کی فہرست میں شامل ہوگئی علماء ومشائخ ایسا ہی فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہم چند عورتیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ ہم نے دیکھا کہ ایک پانی کا مشکیزہ چھت پر لٹکا ہوا ہے جس میں سے پانی کے قطرات جسم اطہر پر گر رہے ہیں اس طرح بخار کی شدت کو کم کیا جا رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ اللہ آپ سے اس تکلیف کو دور فرمائے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ سب لوگوں سے زیادہ تکالیف کا شکار انبیاء علیہم السلام کو بناتا ہے وہ ہی سب سے زیادہ شدید درد والم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد دوسرے درجے میں ہیں اور پھر وہ جو تیسرے درجے میں ہیں اسی طرح ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے۔ اس لیے ان حالات میں پیکر صبر ورضا بننا ضروری ہے اور جزع وفزع کا اظہار ہرگز جائز نہیں بلکہ ممنوع وحرام ہے۔''

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہے کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض وصال کی حالت میں دیکھا۔ آپ علیہ السلام کے قریب پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا جس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر تر فرماتے اور پھر اُس ہاتھ مبارک کو اپنے چہرہ اقدس پر ملتے اور بارگاہ خداوندی میں عرض فرماتے۔ "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ "۔ ''اے اللہ سکرات موت اور اس حالت میں طاری ہونیوالی غشی اور مدہوشی میں میری مدد فرما"۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیمار ہوتے تو آپ علیہ السلام اپنے لیے یہ دعا فرما کر اپنا ہاتھ مبارک اپنے سارے جسم اقدس پر پھیرا کرتے اور تندرست ہو جاتے۔

دعا: اَذْھِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ لاَ شِفَاءَ اِلَّا شَفَائُکَ شِفَاءً لَّاَیُغَادِرُ سُقْمًا.

ترجمہ: اے انسانوں کے پروردگار تکلیف کو دور کر۔ شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ہے۔ ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو باقی نہ رکھے۔

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو میں (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یہی دعا پڑھ کر آپ کا ہاتھ مبارک آپ کے جسم مبارک پر پھیرنے کی خواہش کی مگر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک مجھ سے چھڑا لیا اور ارشاد فرمایا ''اس سے پہلے یہ دعا میرے لیے فائدہ کا باعث تھی مگر اب اس سے فائدہ نہیں

ہو گا۔"

ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سوتے وقت سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے۔ اُس کے بعد اپنے تمام جسم اقدس پر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے مسح فرما لیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام سر مبارک اور سینہ مقدس سے مسح فرمانا شروع کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ مزید فرماتی ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو میں نے معوذتین کی تلاوت کر کے آپ پر دم کیا اور اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر مسح کیا۔ دوسری جگہ یوں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے مسح کیا کیونکہ آپ کے ہاتھ مبارک کی برکت میرے ہاتھ کی نسبت عظیم تر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مبارک شفاء کے واسطے نہ تھا بلکہ ورد کے طور پر تھا مگر آپ علیہ السلام اس کو شفاء کے لیے بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ ممکن ہے آپ علیہ السلام نے یہ سورتیں بیماری کی ابتداء میں تلاوت فرما کر مسح کیا ہو۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کو تو اس سے قبل اختیار دیا گیا تھا۔ کہ عالم بقاء یا اس جہان میں سے جسے چاہیں اختیار فرمالیں اور آپ علیہ السلام نے اس جہان کی نسبت عالم آخرت کو اختیار فرما لیا تھا۔ اس کا ذکر حدیث صحیح میں ملتا ہے کہ جبریل علیہ السلام مرض کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تحقیق اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ "اگر آپ پسند فرماتے ہیں تو میں آپ کو اس بیماری سے شفاء عطا فرماؤں اور اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کو جنت میں لے جاتا ہوں" پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا پسند کرتا ہوں"

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:۔

"رَبِّ اغْفِرْلِی وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"

ترجمہ:۔ "اے رب اپنی رحمت میں لے کر مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔"

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن ہلال نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کی حالت میں دریافت فرماتے تھے کہ "میں کہاں ہوں۔ میں کہاں ہوں۔ میں کل کہاں ہوں گا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد میرے دن سے تھی۔ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ علیہ السلام کی منشا سمجھ گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے گھر آنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے آئے یہاں تک کہ اسی جگہ اپنے مالک حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا وصال ہوا وہ میری باری کا دن تھا۔ آپ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا اور آپ علیہ السلام کا لعاب میرے لعاب دہن سے مخلوط ہو چکا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ مرض کی شدت کے دوران میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیمارداری کے لیے حاضر خدمت ہوئے اُس وقت ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا یہ مسواک مجھے دے دیں۔ انہوں نے مسواک مجھے دے دی۔ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مسواک فرمانا پسند کریں گے جواباً سر کے اشارے سے ہاں میں جواب دیا مسواک سخت تھی۔ اور ایسی حالت میں اس کو چبا کر نرم کرنا مشکل تھا میں نے عرض کیا اس مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کردوں آپ علیہ السلام نے سر مبارک کے اشارے سے اجازت عطا فرمائی تو میں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ یوں رحمت عالم نور مجسم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے ہی مسواک فرمائی۔

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اُس وقت سرکار کو سخت بخار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ جسم اطہر پر رکھا تو بخار کی شدت اس قدر تیز تھی کہ ہاتھ اُٹھا لیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا بخار کس قدر تیز ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''رات یا شام کو میں نے اللہ کے فضل سے ستر (70) سورتیں پڑھیں۔ جن میں سات سورتیں طویل تھیں''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے آپ کو معصوم پیدا فرمایا ہے۔ اس لیے آپ اپنے نفس پر نرمی فرمائیں۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں اپنے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے پاس تشریف لائے کہ آپ کو شدید درد سر ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم مجھے اس حالت میں دیکھ رہے ہو حالانکہ میں نے اسی حالت میں گزشتہ رات سات طویل سورتیں تلاوت کی ہیں۔''

سعد سے مروی ہے کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے۔ ارشاد فرمایا ''انبیاء پر پھر جو زیادہ مشابہ ہو پھر جو اُس کے زیادہ مشابہ ہو ہر انسان اپنے دین سے محبت رکھنے کی حد تک مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے'' (یعنی جو مسلمان جس قدر دین کیساتھ زیادہ وابستہ ہوگا اس کا امتحان بھی اتنا ہی سخت ہوگا)۔ ''اگر دین دار اپنے دین کے معاملے میں سخت پابند ہوگا تو اسکی مصیبت بھی اتنی ہی سخت ہوگی۔ اور اگر وہ دین میں ڈھیلا اور کمزور ہوگا تو وہ اتنے ہی نرم امتحان میں مبتلا ہوگا۔ انسان پر ہمیشہ مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے اُس کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ جب وہ اس عالم سے رخصت ہوتا ہے تو اُس پر کوئی گناہ باقی نہیں

ہوتا'' (اس سے مراد یہ ہے کہ مصیبتیں انسان کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور اُسے مرنے تک پاک وصاف کر دیتی ہیں)۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جو کوئی بیمار ہوتا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

"اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شَفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سُقْمًا.

ترجمہ: ''اے انسانوں کے پروردگار تکلیف کو دور کر۔ شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ہے۔ ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو باقی نہ رکھے''۔

پھر فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت بیمار ہوئے۔ تو میں نے آپ کا داہنا ہاتھ لے کر آپ پر پھیرا اور یہ دعا پڑھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَلْحِقْنِي بِا الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى'' اے اللہ مغفرت فرما اور اپنی رحمت میں لے کر مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے"۔ پھر مجھے آپ کے وصال کا اُس وقت علم ہوا جب آپ علیہ السلام کی گرانی کو محسوس کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن السائب الہلالی سے مروی ہے۔ یہ سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اے بھتیجے ادھر آؤ تا کہ میں تمہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعویذ (رقیہ) دم کروں۔ پھر انہوں نے مجھ پر وہ تعویذ دم کرتے ہوئے یوں فرمایا۔

بسم الله ارقيك والله ليشفيك من كل داء فيك اذهب الباس رب الناس واشف لاشافي. الاانت".

ترجمہ:۔ ''میں اللہ کے نام سے پڑھ کر دم کرتی ہوں۔ اللہ تمہیں ہر اُس مرض سے شفا دے جو تمہارے اندر ہے''

''اے لوگوں کے پروردگار تکلیف دور کر اور شفا دے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض کے دوران ارشاد فرمایا۔

"بسم الله تربته ارضنا ، برقية بعضنا. يشفىٰ سقيمنا باذن ربنا".

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے اپنی زمین کی مٹی کو ہم میں سے کسی کے تھوک سے ملاتا ہوں تا کہ ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیمار کو شفا دے"۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ پھیرتی تھیں اور کہتی تھیں۔

"اكشف الباس رب الناس انت الطبيب وانت شافي "۔

("اے لوگوں کے پروردگار، تکلیف دور کر۔ تو ہی طبیب ہے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے") یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے

"اَلْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ . اَلْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ"۔ ''مجھے رفیق سے ملا دے۔ مجھے رفیق سے ملا دے''۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان کلمات سے دم کیا یا جھاڑا۔

"بسم الله ارقیک من کل شئی یوذیک من کل حاسد و عین الله یشفیک".

ترجمہ:۔ ''اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔ ہر اُس چیز سے جو آپ کو ایذا دے۔ ہر حاسد اور نظر سے۔ اور اللہ آپ کو شفا دے۔''

کیا یہود نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سحر کیا تھا

عمر بن الحکم سے مروی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی الحج میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو محرم شروع ہو گیا۔ یہود کے وہ رؤسا جو اسلام دشمنی میں اپنی مثال آپ تھے اور مدینہ منورہ میں ہی رہتے گو ان لوگوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا مگر حقیقت میں انکا یہ اسلام قبول کرنا منافقانہ تھا جس کا بعد میں عملی ثبوت مل گیا یہ لوگ لبید بن الاعصم کے پاس آئے یہ شخص بنی زریق کا حلیف تھا اور اس قدر مشہور سحر و زہر کے جاننے والا تھا۔ جس کی مثال نہیں ملتی تھی گویا یہ شخص ساحر اعظم تھا۔ یہودیوں نے اُس سے درخواست کی کہ اے اعصم تو ہم سب میں سے زیادہ سحر کو جاننے والا ہے ہم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہر طرح سے سحر کیا ہے، ہماری عورتوں اور مردوں نے سحر کا ہر طریقہ آزما لیا ہے مگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ پھر تجھے یہ بھی علم ہے کہ ان کا ہم پر کیا اثر ہے مسلمان ہمارے دین کے کس حد تک مخالف ہیں اس کے علاوہ ہمارے کتنے آدمیوں کو انہوں نے قتل کر ڈالا ہے اور جلا وطن کر دیا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سحر (جادو) کر دو ہم لوگ تمہیں اس کام کی اُجرت دیں گے۔ ابو الاعصم اُجرت لے کر سحر کرنے پر تیار ہو گیا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنگھا اور اُس میں آ کر گرنے والے بال مبارک حاصل کئے۔ ان بالوں میں چند گرہیں لگائیں اور ایک موٹی کھجور کے نیچے ان کو دفن کر دیا۔ پھر یہ سب چیزیں لے جا کر ایک کنویں کے قریب حوض میں دفن کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُس سحر (جادو) سے آگاہ فرما دیا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت جبیر بن ایاس الزرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری کو طلب فرمایا۔ انہیں چاہ ذروان کے اس مقام کا راستہ بتایا جو اُس کنویں کے حوض کے نیچے تھا۔ جبیر بن ایاس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ حسب حکم اُس جگہ پہنچے اور وہ تمام چیزیں نکال کر خدمت اقدس میں حاضر کر دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لبید بن الاعصم کو طلب کیا اور اُس سے دریافت فرمایا ''تجھے کس چیز نے ایسی حرکت پر آمادہ کیا۔ کیونکہ اللہ کریم نے مجھے تیرے سحر سے آگاہ کر دیا ہے اور تیری اس حرکت کی مجھے خبر دے دی ہے''۔ اُس نے عرض کیا مجھے دیناروں کی محبت نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا یہ سُن کر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس یہودی کو معاف فرما دیا۔

اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کو جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سحر والی حدیث جس میں لبید بن الاعصم کے جادو کا ذکر تھا کے بارے میں بتایا تو اُس نے کہا آپ علیہ السلام پر تو اُعصم کی لڑکیوں نے جادو کیا تھا جو کہ لبید بن الاعصم کی بہنیں تھیں۔ اور جادو کے میدان میں اپنے بھائی سے بہت آگے اور نہایت ہی خبیث تھیں۔ جن چیزوں پر انہوں نے جادو کیا تھا لبید بن الاعصم ان کو لے گیا اور کنویں کے حوض میں کھجور کے موٹے تنے میں دفن کر دیا۔ اعصم کی بیٹیوں میں سے ایک نے یہ مکاری کی کہ وہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی۔ یا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُس مکار عورت سے ذکر کیا یا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی اور سے ذکر کر رہی تھیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی نے سحر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ مکار عورت اُس محفل سے اُٹھ کر لبید اور اپنی بہن کے گھر واپس گئی اور ان کو سارا حال بتایا۔ وہاں بیٹھی ہوئی ایک عورت نے کہا اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نبی ہیں تو ان کو بذریعہ وحی اس چیز کی خبر دی جائے گی۔ اور اگر نبی نہ ہوئے تو ان کو یہ چیز اُس کامیابی کے عوض مل گئی جو انہوں نے ہماری قوم پر حاصل کی ہے اور ہمارے دین پر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس سحر سے آگاہ فرما دیا۔ اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سحر شدہ چیزوں کو کنویں سے نکلوا کر ختم کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی نے سحر کرنے کی کوشش کی تو دو فرشتے حاضر خدمت ہوئے ان میں سے ایک آپ علیہ السلام کے سرہانے اور دوسرا پائنتی کی طرف بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا شکایت ہے دوسرے نے جواب دیا آپ پر لبید بن الاعصم یہودی نے سحر (جادو) کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے نے پھر پوچھا کس چیز پر جادو کیا ہے۔ دوسرا بولا کھجور کے پھول میں پہلے نے پوچھا وہ پھول کہاں ہے۔ دوسرے نے جواب دیا چاہ ذردان میں ایک پتھر کے نیچے وہ پھول رکھا ہے۔ پہلا پھر بولا اس سحر کا کیا علاج ہے دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ کنویں کا پورا پانی نکال کر اُس پتھر کو اُٹھا کر وہ کھجور کا پھل نکالا جائے۔ چیزیں ختم کر دی جائیں تو سحر خود بخود ختم ہو جائے گا۔ فرشتوں نے یہ گفتگو کی اور وہاں سے چلے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں کی گفتگو سماعت فرمائی اور حضرت علی و حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب فرمایا جب دونوں حاضر خدمت ہوئے تو انہیں حکم فرمایا کہ ''فلاں جگہ جائیں اور

چاہ ذردان کا پانی نکال کر پتھر کو اُٹھائیں اس کے نیچے کھجور کا پھول ہے اس کو نکال لائیں''۔ دونوں صحابہ حسب حکم چاہ ذردان پر گئے دیکھا تو کنویں کا پانی ایسا ہو گیا تھا گویا مہندی سے رنگ دیا ہو۔ انہوں نے تمام پانی نکال دیا پتھر کو اُٹھا کر کھجور کا پھل حاصل کیا۔ اُس میں ایک بال تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں۔ دونوں صحابی یہ چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل کی گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان آیات کی تلاوت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آیت پڑھتے بال پر پھونک مارتے تو ایک گرہ کھل جاتی اس طرح باری باری آپ تلاوت آیات فرماتے رہے اور تمام گرہیں کھل گئیں۔ اور یوں سحر ختم ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو سحر ختم کرنے کا طریقہ سکھا دیا اور یہ طریقہ قیامت تک امت محمدیہ کے لیے سنت ہوتے ہوئے ہر قسم کے سحر کا توڑ ثابت ہوتا رہے گا۔

کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کو خیبر کی ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر دیا۔ آپ علیہ السلام اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے وہ زہر آلودہ گوشت تناول فرمایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک ہی لقمہ چبایا تھا کہ گوشت نے ہی آپ کو بتا دیا کہ کہ میرے اندر زہر شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے گوشت تناول فرمانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی گوشت کھانے سے روک دیا۔

حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ کبھی بھی قبول نہیں فرماتے تھے ہاں ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ ایک دفعہ خیبر کی ایک یہودیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پکی ہوئی بکری ہدیہ میں بھیجی۔ آپ اور صحابہ کرام نے اُس بکری کا کچھ ہی گوشت کھایا تھا کہ بکری نے کہا میں زہریلی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا'' کھانے سے ہاتھ روک لو کیونکہ بکری نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ زہریلی ہے''۔ سب نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیے۔ اُس زہریلے گوشت کی وجہ سے حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس یہودی عورت کو طلب فرمایا جب وہ حاضر خدمت ہوئی تو اُس سے پوچھا'' تجھے یہ کام کرنے پر کس نے اکسایا یا مجبور کیا''۔ یہودیہ نے عرض کیا میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ آپ نبی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ہمیں یہ اچھی طرح علم ہے کہ نبی کو ایسی چیزوں سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر آپ بادشاہ ہوں گے تو میری اس کوشش سے میری قوم آپ سے راحت پائے گی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''اس عورت کو قتل کر دیا جائے'' اس حکم پر عمل کیا گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے سرکار دو عالم ختم الرسل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا گوشت ہدیہ بھیجا وہ سارا گوشت زہریلا تھا۔ آپ علیہ السلام نے بکری کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر دہن اقدس میں ڈال کر چبایا اور پھر فوراً ہی تھوک دیا۔ اصحاب سے فرمایا ''رُک جاؤ بکری کی ران نے مجھے بتایا ہے کہ وہ زہریلی ہے''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت بھیجنے والی عورت کو بلا بھیجا جب وہ حاضر خدمت ہوئی تو اُس سے فرمایا ''اے عورت تجھے یہ کام کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا ہے''۔ اُس عورت نے جواب دیا کہ میں نے یہ جاننا چاہا کہ اگر آپ علیہ السلام صادق نبی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو اس چیز کی اطلاع کر دے گا۔ اور اگر کاذب ہوں گے تو میں اپنی اس کوشش سے لوگوں کو راحت دے دوں گی۔ اس حدیث مبارکہ میں اُس یہودیہ عورت کو قتل کرنے کا ذکر موجود نہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ بھیجی۔ آپ علیہ السلام کو اس بات کا علم ہو گیا کہ بکری زہریلی ہے۔ آپ علیہ السلام نے اُس عورت کو طلب فرمایا جب وہ حاضر خدمت ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اُس عورت سے فرمایا ''تمہیں اس کام کے لیے کس نے اُکسایا تھا''۔ اُس عورت نے عرض کیا کہ میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ آپ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں یا نہیں کیونکہ اگر آپ علیہ السلام سچے رسول ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات سے آگاہ فرما دے گا اور اگر آپ علیہ السلام اللہ کے نبی نہ ہوئے تو ہم لوگ آپ علیہ السلام سے راحت حاصل کر لیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ وحضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سعید بن المسیب وحضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے جو روایات کتب احادیث میں ملتی ہیں ان میں بعض نے بعض سے کچھ زیادہ بیان کیا ہے۔ بہرحال اتفاق اس پر ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا۔ اُس وقت زینب بنت الحارث جو مرحب کی بھتیجی اور سلام بن مشکم کی زوجہ تھی اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے کس حصہ کا گوشت پسند ہے لوگوں نے جواب دیا کہ دست (دستی) (اُس یہودیہ کا مقصد یہ تھا کہ گوشت میں زہر ملا کر دیا جائے جس سے آپ علیہ السلام کو نقصان پہنچے) اُس یہودیہ نے اپنی ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت بھون کر اُس میں ایسا تیز زہر شامل کر دیا جس سے زیادہ قاتل زہر اور کوئی نہیں تھا۔ پھر اُس عورت نے زہروں کے سلسلے میں دوسرے یہودیوں سے مشورہ کیا ان کو بتایا کہ میں نے فلاں زہر گوشت میں شامل کر دیا ہے سب یہودیوں نے مشورہ دیا کہ جو زہر تم گوشت میں شامل کر چکی ہو اُس سے تیز زہر دستیاب ہی نہیں۔ اُس یہودی عورت نے وہ تیز زہر سارے گوشت میں تو شامل کیا ہی مگر بکری کے دونوں شانوں (دست) میں بہت زیادہ زہر بھر دیا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز مسجد میں ادا فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے تو وہ عورت آ کر قدموں میں بیٹھ گئی رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا ''کیا بات ہے''۔ وہ یہودیہ بولی اے ابو القاسم میں یہ بکری کا گوشت خدمت اقدس میں ہدیہ کرنا چاہتی ہوں۔ آپ علیہ السلام نے وہ گوشت قبول فرما لیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلّم دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے اُس وقت اور اصحاب بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا ''قریب ہو جاؤ اور رات کا کھانا کھاؤ'' آپ علیہ السلام نے دست (دستی) کے گوشت میں سے کچھ حصہ لے کر منہ میں ڈالا۔ حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہڈی والا گوشت منہ میں ڈالا۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت کا وہ لقمہ حلق مبارک سے نیچے اُتار چکے تھے تو حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کچھ گوشت حلق سے نیچے اُتارا۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ نے بھی تھوڑا بہت گوشت کھایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اپنے اپنے ہاتھ روک لو کیونکہ مجھے بکری کی اس دست اور بعض کے نزدیک بکری کے گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر شامل کیا گیا ہے''

راوی کہتے ہیں بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ ہمارے درمیان بھیجا میں نے جس وقت نوالہ حلق سے نیچے اُتارا تو اسی وقت ہی محسوس کر لیا تھا کہ اس میں زہر ہے مگر آداب نبوت کی خاطر خاموش رہا کہ کہیں میرا یہ بتا دینا کہ گوشت میں زہر ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار نہ گزرے اور آپ علیہ السلام کھانے سے نفرت نہ فرمالیں۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نوالہ تناول فرمالیا تو میں نے اپنی جان کو آپ علیہ السلام کی جان سے کم تر اور حقیر خیال کرتے ہوئے لقمہ نگل لیا۔ مگر میری یہ دلی تمنا تھی کہ اے کاش فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ لقمہ مبارک نہ نگلا ہوتا۔ حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ دستر خوان پر ہی تشریف فرما تھے کہ ان کا رنگ سبز کپڑے کی مانند ہو گیا۔ پھر اُس زہر نے ان کے جسم پر ایسا اثر کیا کہ وہ ایک سال تک بغیر کسی کی مدد سے بستر سے کروٹ بھی نہیں بدل سکتے تھے یہاں تک کہ اس زہر کی وجہ سے ایک سال کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ بعض نے بیان کیا کہ بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے مقام سے ہٹنے بھی نہ پائے کہ انتقال کر گئے۔

حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ایمان افروز آداب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال ہم سب مسلمانوں کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہے۔ قربان جائیں ایسی تابع فرمان اور باادب ہستیوں کے کہ باوجود علم ہونے کے کہ زہر کھانے سے جان چلی جائے گی مگر ادب کا یہ حال کہ سنت مقدسہ پر عمل کیا یہی تو وہ لوگ ہیں جن کے لئے فرمان رسول ہے میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے فلاح پاؤ گے۔ ہم لوگ اگر اپنے حال پر نظر ڈالیں تو خود کو حکم عدولی نافرمانی اور گناہوں کے انتہائی گہرے کھڈوں میں گرا ہوا پاتے ہیں۔ وہ لوگ سنت مقدسہ کی بجا آوری کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ سنت تو سنت فرض کو بھی چھوڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی پرواہ نہیں آخرت کا کوئی خوف نہیں بلکہ یہ کہتے پھرتے ہیں جو عیش و عشرت کرنی ہے اسی دنیا میں کر لو اگلا جہان کس نے دیکھا ہے۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ

سے ہم سب مسلمانوں کو سنت نبوی پر چلنے، اتحاد، ایمان اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی اتباع کرنے کی دولت سے مالا مال کرتے ہوئے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت الحارث کو بلا کر فرمایا کہ ''تو نے جو کچھ کیا ایسا کرنے پر تجھے کس نے اکسایا تھا'' اُس یہودیہ نے جواب دیا کہ آپ (علیہ السلام) نے میری قوم، میرے چچا، باپ اور شوہر کو قتل کیا۔ انتقاماً میں نے فیصلہ کیا کہ آپ (علیہ السلام) کو بکری کے گوشت میں زہر شامل کر کے دوں اگر آپ (علیہ السلام) اللہ کے نبی ہوں گے تو بکری کا یہ گوشت ہی خبر دے دے گا اور اگر آپ (علیہ السلام) نبی نہیں ہوں گے بعض نے بیان کیا بادشاہ ہوں گے تو ایک میری قوم نجات حاصل کر لے گی اور دوسرا میں آپ (علیہ السلام) سے اپنے اقارب کا بدلہ لے لوں گی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس یہودیہ کو حضرت بشر بن ابراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لواحقین کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا۔ معتبر روایات سے یہی صورت حال ثابت ہے۔

1- طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 251 تا 259
2- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 804 تا 808
3- صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
4- موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
5- تاریخ طبری۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 514 تا 516
6- زرقانی۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 256 تا 259
7- البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 396 تا 398
8- فتح الباری۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 101 اور 102 وغیرہ
9- مشکوٰۃ۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 556 تا 558
10- المصنف امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ
11- الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ 790 تا 792
12- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 668 تا 671

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے وصال کا بتانا

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے دوران جو واقعات پیش آئے اُن میں سے سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی وفات کی خبر دینا بھی شامل ہے جس خبر کو سُن کر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے رو پڑیں بعد میں ہنس پڑیں۔ یہاں یہ واقعہ تفصیلاً تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں دعا ہے اللہ کریم صحیح طور

پر تحریر کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس واقعہ کے بارے میں جس قدر روایات کتب سیرت سے ملتی ہیں تقریباً سب ہی تحریر کی جارہی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب طبیعت مبارکہ زیادہ ناساز ہوئی تو سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا۔ وہ حسب حکم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''بیٹی میرے قریب ہو جاؤ''۔ اور یوں سیدہ پہلو مبارک میں بیٹھ گئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب بھی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آتا دیکھتے تو کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے تھے اور ان کی پیشانی مبارکہ پر بوسہ دیا کرتے تھے۔ پھر ان کو اپنی جائے نشست پر بٹھایا کرتے۔ اس دفعہ بیماری کی وجہ سے ایسا نہ فرمایا۔ جب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلو مبارک میں بیٹھ گئیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کان میں کچھ ارشاد فرمایا جسے سُن کر وہ رونے لگیں پھر حضور علیہ السلام نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ ارشاد فرمایا جسے سُن کر وہ ہنسنے لگیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا پہلے رونے اور پھر ساتھ ہی ہنسنے کا کیا سبب تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے جسے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں فاش نہیں کر سکتی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ راز فاش نہ کیا یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے وصال فرمایا۔ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد دوبارہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس راز کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی دفعہ فرمایا کہ ''جبریل علیہ السلام ہر سال ماہ رمضان میں میرے ساتھ آکر قرآن کریم کا ایک دور کیا کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے میرے ساتھ دو دور کئے ہیں میرا خیال ہے کہ میرا وصال نزدیک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اس سال قرآن کریم کی تلاوت میں اس قدر اہتمام کیا ہے''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ سُن کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ دوسری دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ ''میری اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے آکر ملو گی۔ یہ بشارت سُن کر میں ہنسنے لگی''۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمام بہشتی عورتوں کی سردار تم ہو"۔ یہ مزید خوشخبری پہلی خوش خبری کے علاوہ تھی۔ اسی لیے سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُمت محمدیہ قیامت تک عورتوں کی سردار فی جنت کہتی ہے اور کہتی رہیں گی۔ کتب سیر کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد اور بعض کے نزدیک تین ماہ بعد رمضان المبارک کی تین تاریخ کو اس فانی جہاں سے کوچ فرما گئیں اور یوں فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سچ

ثابت ہوا۔ (واللہ اعلم)۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے ایام میں سیّدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلتی ہوئی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئی۔ اُنکی چال ڈھال بالکل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند تھی۔ آپ علیہ السلام نے اُن کو خوش آمدید فرمایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر سرگوشی کے انداز میں اُنکو کوئی راز کی بات بتائی جسے سُن کر وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں اپنا راز داں بنایا ہے اور تم رو رہی ہو۔ پھر جب آپ علیہ السلام نے دوبارہ اُن کو سرگوشی کے انداز میں پھر راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں اس پر میں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی اور غم کو اتنا قریب نہیں دیکھا۔ پھر میں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ علیہ السلام نے تمہیں کونسی راز کی بات بتائی ہے۔ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ علیہ السلام کی موجودگی میں وہ راز کی بات نہیں بتا سکتی یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اُس کے بعد میں نے دریافت کیا تو جواب دیا کہ پہلی دفعہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''جبریل علیہ السلام ہر سال ماہ رمضان میں میرے ساتھ قرآن کا ایک دور کیا کرتے تھے مگر اس سال انہوں دو دور کیئے ہیں جس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ میرا وصال قریب ہے''۔ یہ سُن کر میں رو پڑی پھر ارشاد فرمایا ''میری اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچو گی''۔ یہ سُن کر میں ہنس دی۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج والم اور درد وغم کو دور کرنے والا ہوں گا''۔ پھر مزید ارشاد فرمایا ''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سرداری وسعادت عطا کی جائے"۔

اُمّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت علیل تھے تو آپ علیہ السلام نے سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا وہ حاضر ہوئیں تو آپ علیہ السلام نے اُنکو پاس بٹھا کر اُن کے کان میں کوئی بات فرمائی جسے سن کر وہ رونے لگیں پھر آپ علیہ السلام نے دوبارہ اُن کے کان میں کوئی بات فرمائی جس کو سُن کر وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس سلسلے میں کوئی بات نہ پوچھی آپ علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد میں نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی دفعہ مجھے خبر دی کہ ''میرا وقت وصال نزدیک ہے'' جسے سن کر میں رو پڑی۔ پھر آپ علیہ السلام نے دوسری دفعہ فرمایا کہ ''مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمران کے بعد اہل جنت کی عورتوں کی سردار میں ہوں گی اس وجہ سے میں ہنس پڑی''۔

ابی عوانہ کی حدیث سے عن فراس عن شعبی عن مسروق عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ علیہ السلام کے پاس اکٹھی ہوگئیں اور ان میں سے کوئی زوجہ بھی پیچھے نہ رہی۔ پس حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وہاں اپنے والد گرامی کی چال چلتی ہوئی آئیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''میری بیٹی خوش آمدید۔ مرحبا'' پھر ان کو اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر اُن کے ساتھ کوئی سرگوشی فرمائی تو سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رو پڑیں۔ پھر دوسری دفعہ آپ علیہ السلام نے سرگوشی فرمائی جسے سُن کر وہ ہنس پڑیں میں (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راز کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتی ہیں۔ پھر جب وہ کھڑی ہوئیں تو میں نے اُن سے پوچھا کہ مجھے بتائیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کیا سرگوشی فرمائی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میں آپ علیہ السلام کے راز کو فاش نہیں کروں گی۔ پھر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا میرا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر حق ہے میں اُس کا واسطہ دے کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھتی ہوں کہ مجھے بتائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سرگوشیاں فرمائی تھیں اس پر سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پہلی بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی میں فرمایا کہ ''جبریل علیہ السلام ہر سال رمضان میں میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک دور کیا کرتے تھے مگر اس سال دو دور کئے ہیں۔ میرا خیال ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا وصال قریب ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو میں تمہارا بہترین سلف ہوں''۔ یہ سُن کر میں رو پڑی۔ پھر دوبارہ آپ علیہ السلام نے مجھ سے سرگوشی فرمائی اور فرمایا ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم عالمین کی عورتوں کی سردار ہو'' یہ سُن کر میں مسکرا پڑی۔

1- طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 260
2- سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 808 تا 809
3- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 518 تا 519
4- فتح الباری۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 103
5- البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 395 اور 396
6- الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ 803 اور 804
7- صحیح بخاری شریف جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 638
8- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 673 اور 674 وغیرہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خطبہ مبارک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال سے پانچ شب پہلے یعنی بدھ کے روز یہ خطبہ مبارک ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ اس طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ مبارک تھا۔ کچھ روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ یہ خطبہ مبارک وصال سے پانچ روز سے پہلے ارشاد فرمایا۔ اگر پانچ شب والی روایت کو لیا جائے تو جمعرات کا روز بنتا ہے جسے زرقانی نے جلد 8 صفحہ 258 پر تحریر کیا ہے اگر پانچ روز والی روایت لی جائے تو یہ بدھ کا دن بنتا ہے (واللہ اعلم) بہر حال ہم یہاں خطبہ مبارک کے الفاظ تفصیلاً تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

پہلے اس سلسلے میں جو احادیث کتب حدیث سے ملتی ہیں وہ تحریر کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد کتب سیر کے حوالہ جات لکھے جائیں گے اللہ کریم قبول فرمائے۔

واقدی کا بیان ہے کہ مجھ سے فروۃ بن زید بن طوس نے عن عائشہ بنت سعد عن ام ذرہ عن ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر کپڑے کی ایک پٹی باندھی ہوئی تھی۔ اسی طرح حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے۔ لوگوں نے منبر شریف کو گھیر لیا۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں حوض پر کھڑا ہوں گا'' پھر آپ علیہ السلام نے تشہد پڑھا۔ تشہد پڑھنے کے بعد آپ علیہ السلام نے سب سے پہلے غزوہ اُحد کے شہدا کے لیے دعا مغفرت فرمائی اور انکا ذکر کیا۔ پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُس کے درمیان اختیار دیا ہے۔ تو اللہ کے بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُسے اختیار کر لیا ہے'' یہ سُن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رو پڑے ہم ان کے رونے سے بڑے متعجب ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں۔ ہم اپنے آباء امہات اور اپنی جانوں و مالوں کو آپ علیہ السلام پر قربان کر دیں گے۔ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب میں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہتر جانتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا ''آہستہ اور باوقار رہو''

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حاکم نے مجھے خبر دی کہ اصم نے ہمیں احمد بن عبدالجبار کے حوالے سے اُس نے عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن زہری عن ایوب بن بشیر سے روایت کیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض کے دوران جب زیادہ شدت محسوس کی تو فرمایا کہ ''مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزوں کا پانی ڈالا جائے تاکہ میں حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو وصیت کروں''۔ حسب حکم ایسا ہی کیا گیا پھر آپ علیہ السلام حجرے

سے باہر تشریف لائے مسجد میں جا کر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد سب سے پہلے اصحاب اُحد کا ذکر فرمایا اُن کے لیے دعا بخشش طلب فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا:"اے گروہ مہاجرین تم میں اضافہ ہو رہا ہے اور انصار اپنی ہیئت پر ہیں (یعنی ان میں اضافہ نہیں ہو رہا)۔ یہ لوگ میری راز کی جگہ ہیں جنکی میں نے پناہ لی ہے۔ اس لیے تم ان کی عزت و تکریم کرو اور انکے خطا کار سے درگزر کرو"۔ اس کے بعد مزید ارشاد فرمایا "اے لوگو سنو اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کے درمیان رہے یا جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کے درمیان رہنا اختیار کرے۔ پس اللہ کے اُس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُس کے درمیان رہنا پسند کر لیا ہے"۔ حاضرین میں سے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس بات کو سمجھ لیا اور رو پڑے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنی جانوں، اموال اور اپنی اولاد کو آپ علیہ السلام پر قربان کر دیں گے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آہستہ اور باوقار رہو" مسجد میں کھلنے والے دروازوں کی طرف دیکھا اور فرمایا "حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے گھر سے آنے والے دروازے کے علاوہ باقی سب دروازوں کو بند کر دو۔ مجھے کسی اور آدمی کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ صحبت کے اعتبار سے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بہتر ہو"۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر نے بیان کیا کہ فلیح نے عن سالم ابی النضر عن بشر بن سعید عن ابی سعید نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو کچھ اُس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا ہے۔ اور اُس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اُسے اختیار کر لیا ہے" یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رو پڑے راوی بیان کرتا ہے کہ ہم اُن کے رونے پر بڑے متعجب ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی بندے کے بارے میں فرما رہے ہیں اور یہ رو رہے ہیں۔ اصل میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ علیہ السلام کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی صحبت اور مال سے سب لوگوں سے بڑھ کر میری بھلائی کی ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی اور کو دوست بنانے والا ہوتا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست بناتا" پھر فرمایا "ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیے جائیں"

ایک دوسری جگہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے کہا کہ ابوعوانہ نے ہم سے عن عبدالمالک عن ابن ابی المعلی عن ابیہ نے بیان کیا کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا "کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اس بات کے درمیان کہ وہ جب تک چاہے دنیا میں زندہ رہے اور جو وہ دنیا سے کھانا چاہتا ہے کھائے اور اپنے رب کی ملاقات کے درمیان اختیار دیا ہے۔ تو اُس

بندے نے اپنے ربّ کی ملاقات کو پسند کیا ہے''۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رونے لگے۔ یہ دیکھ صحابہ کرام کہنے لگے کیا تم اس بوڑھے سے تعجب نہیں کرتے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایک نیک بندے کا ذکر کیا ہے جسے اُس کے رب نے دنیا میں باقی رہنے کے درمیان اور اپنے رب کی ملاقات کے درمیان اختیار دیا تھا تو اُس نیک بندے نے رب کی ملاقات کو پسند کیا۔ مگر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارک کو سب سے بہتر جانتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا ہم اپنے مال، جان اور بیٹوں کو آپ علیہ السلام پر قربان کر دیں گے۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر اپنی صحبت اور مال کے ساتھ مجھ سے بھلائی کی ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو میں ابن ابی قحافہ کو دوست بناتا۔ مگر محبت، اخوت اور ایمان کی اس کے ساتھ دوستی رہے گی''۔ اس ارشاد مبارکہ کو آپ علیہ السلام نے دو دفعہ فرمایا پھر ارشاد ہوا۔ ''تمہارا صاحب اللہ تعالیٰ کا دوست ہے'' حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان منفرد ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عن عبدالرحمٰن بن سلیمان بن حنظلہ بن الغسیل عن عکرمہ عن حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے حدیث روایت کی ہے کہ جس مرض میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا اُس مرض کے دوران ایک روز اپنے سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے اپنے کندھوں مبارکہ پر ایک چادر ڈالے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ راوی نے پھر اُس خطبہ کا ذکر کیا جو اُوپر مذکور ہو چکا ہے اور مزید بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ مبارک تھا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام کا وصال شریف ہو گیا۔ گویا یہ آپ علیہ السلام کی مسجد نبوی میں صحابہ کے ساتھ آخری نشست تھی۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ سے روایت بیان کی ہے کہ زکریا بن عدی نے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عمرو الرقی نے ہم سے عن زید بن ابی انیسہ عن عمرو بن مرہ عن عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل آپ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ''تم میں سے میرے بھائی اور دوست بھی ہیں اور میں ہر دوست کی دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ اور اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست بناتا اور بلاشک وشبہ میرے رب نے مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دوست بنایا ہے۔ اور تم سے پہلے کچھ لوگ ایسے تھے جو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے پس تم لوگ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ اور میں تم لوگوں کو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کرتا ہوں''

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد المقری نے ہمیں بتایا کہ حسن بن محمد بن اسحاق نے ہمیں خبر دی کہ یوسف بن یعقوب ابن عوانہ نے ہم سے بیان کیا۔ کہ ہمیں محمد بن ابی بکر نے بحوالہ وہب بن جریر

بتایا کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے یعلی بن حکیم کو عکرمہ سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوئے سُنا کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اُس مرض کے دوران آپ علیہ السلام سر پر کپڑے کی دھجی باندھے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں آ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ خداوند کریم کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں میں سے کسی نے بھی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھ کر اپنے مال وجان سے میری بھلائی نہیں کی۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو دوست بنا تا یا بنانے والا ہوتا تو حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست بناتا۔ مگر اسلامی دوستی سب سے بڑھ کر بہتر ہے''۔ پھر فرمایا ''حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کھڑکی کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں عن عبید اللہ بن محمد الجعفی عن وہب بن جریر بن حازم عن ابیہ سے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ ''مسجد کی طرف کھلنے والی کھڑکیوں میں سے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کھڑکی کے علاوہ باقی سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں''۔ اس میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت کی طرف اشارہ ہے تا کہ آپ اُس کھڑکی سے مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے جایا کریں۔

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''مجھے سات کنوؤں کے پانی سے غسل کرنا ہے'' چنانچہ حسب حکم سات کنوؤں کے پانی کی سات مشکیں آپ علیہ السلام پر ڈالی گئیں۔ جب آپ علیہ السلام غسل سے فارغ ہوئے کچھ راحت محسوس فرمائی تو مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھائی پھر خطبہ میں ارشاد فرمایا اللہ کی حمد وثنا بیان کی شہدائے اُحد کے لیے دعائے مغفرت کی اور اُنکے لیے رحمت کی دعا بھی کی۔ پھر آپ علیہ السلام نے انصار کے لیے وصیت کی اور فرمایا "اے گروہ مہاجرین تم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ تم لوگ ترقی کرو گے اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ اپنی اس حالت سے جس پر وہ آج ہیں ترقی نہیں کریں گے۔ وہ ایسے ہیں کہ میں نے اُن کے ہاں پناہ لی اس لیے تم انصار کے کریم کی عزت کرو اور اگر اُن میں سے کوئی آدمی برائی کرتا ہے بُرا ہے تو تم اُس سے درگزر کرو"۔

حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر اقدس پر پٹی باندھے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا "اے گروہ مہاجرین تم نے اس حال میں صبح کی ہے کہ تم لوگ ترقی کرو گے اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ جس حالت میں آج ہیں اس سے زیادہ ترقی نہیں کریں گے میرے انصار ایسے ہیں کہ انہوں نے مجھے پناہ دی۔ ان میں سے جو نیک ہیں ان کا اکرام کرنا اور جو بد ہیں اُن سے درگزر کرنا۔ اور جو محسن ہیں اُن کے ساتھ ہمیشہ احسان سے پیش آنا"۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب برآمد

ہوئے تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کے گرد حلقہ کرلیا ہر ایک آپ علیہ السلام کا حال دریافت کررہا تھا۔ آپ علیہ السلام نہایت تیزی سے نکلے۔ اُس وقت آپ علیہ السلام کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جو کہ سفید کپڑے کی تھی ایک چادر دونوں مبارک کندھوں پر پڑی تھی۔ آپ علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے لوگ اُٹھ کر آپ علیہ السلام کی طرف آ گئے یہاں تک کہ مسجد بھر گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا۔ جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا ''لوگو انصار ایسے ہیں کہ انہوں نے مجھے پناہ دی اور ہر طرح سے میرا ساتھ دیا لہٰذا ان کے بارے میں میرا خیال رکھو۔ ان کے محسن کو قبول کرو اُس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کے بد سے درگزر کرو"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ یہ انصار جو مسجد میں ہیں ان کی عورتیں اور مرد آپ علیہ السلام پر رو رہے ہیں ارشاد فرمایا ''ان کو کون رلاتا ہے''۔ لوگوں نے عرض کیا ان کو یہ خوف رلاتا ہے کہ آپ علیہ السلام رفیق اعلیٰ سے جاملیں گے۔ اس حدیث پر سب راوی متفق ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت سر مبارک پر سفید پٹی جو کہ میلی تھی باندھ رکھی تھی۔ ابو نعیم اور ابو الولید کہتے ہیں کہ وہ پٹی چکنی تھی۔ آپ علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اللہ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا ''اے گروہ انسان آدمی تو بہت ہوتے ہیں مگر انصار (مددگار) کم ہوتے ہیں انکی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے۔ اس لیے جو شخص ان کے معاملات کا والی ہو وہ ان کے محسن کو قبول کرے اور ان کے بد سے درگزر کرے"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مصعب بن الزبیر نے انصار کے ایک کارکن کو پکڑ لیا اور اُس کے ساتھ زیادتی کا ارادہ کیا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس شخص سے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انصار کے بارے میں وصیت یاد دلاتا ہوں۔ اُس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس بات کی وصیت فرمائی تھی۔ میں نے کہا آپ علیہ السلام نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ''انصار کے محسن کا احسان قبول کیا جائے اور ان کے بد سے درگزر کیا جائے''۔ وہ یہ سُن کر فرش سے لپٹ گئے۔ یہاں تک کہ اس فرش پر گر پڑے اور اپنا رخسار فرش سے لگا لیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سر اور آنکھوں پر۔ اور فرمایا اس شخص کو جسے میں اس کے کسی جرم کی سزا دینے والا تھا چھوڑ دو۔ اور یوں اُسے چھوڑ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے اور درد شدت اختیار کر گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''مجھ پر سات مشکیزوں سے پانی ڈالو جن کے منہ بند ہوں۔ اُمید ہے غسل کرنے سے میری طبیعت سنبھل جائے گی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کروں گا''۔ چنانچہ حسب حکم مدینہ منورہ کے سات مختلف کنوؤں سے سات مشکیزے بھر کر لائے گئے۔ جن کے منہ بند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بڑے لگن (طشت) میں بٹھایا اور آپ علیہ السلام پر پانی ڈالا۔ جس سے آپ

علیہ السلام نے راحت محسوس فرمائی۔ پھر حجرہ مبارک سے باہر اس حالت میں تشریف لائے کہ سر پر سفید پٹی باندھی ہوئی تھی۔ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پروانہ وار گرد جمع تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد شہدائے اُحد کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا ''انصار میرا قیمتی سرمایہ ہیں اور محل اسرار بھی انہیں کے پاس ہجرت کے بعد میں نے سہارا لیا۔ اس لیے ان کے عزت والے افراد کی عزت کرنا اور محسنین اور کرم پیشہ افراد کے ساتھ جودوکرم اور مقبولیت کی نگاہ رکھنا۔ اگر ان میں سے کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اُس سے درگزر کرنا بشرطیکہ وہ جرم حدود کے ضمن میں نہ آتا ہو''

پھر ارشاد فرمایا ''غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک خاص بندے کو حق دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دنیا میں ہی رہے اور اگر وہ چاہے تو لقاء خداوندی کو اختیار کرے۔ اُس خاص بندے نے قرب خداوندی کو اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو نعمتیں ہیں اُنہیں دنیوی نعمتوں پر ترجیح دی ہے''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کے اس فرمان مبارک کا مطلب سمجھ لیا کہ جس عبد خاص کو اختیار دینے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے وہ عبد خاص آپ علیہ السلام ہیں۔ اور آخرت کو اختیار فرما چکے ہیں۔ اس کیساتھ ہی رونا شروع کر دیا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔ اُس وقت موجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بعض نے کہا اس شیخ کو دیکھو کیسا عجیب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عبد کی بات فرما رہے ہیں اور یہ رو رہے ہیں بعد میں جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو تب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے زیادہ علم والے اور راز دار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کیفیت غم واندوہ دیکھ کر فرمایا "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سکون وصبر سے کام لو"۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا ''مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو ماسوائے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دروازہ کے بند کردو''۔ یہ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ تھا کہ ''میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دروازے سے مسجد میں نماز پڑھانے اور اُمور حکومت چلانے کے لیے تشریف لایا کریں گے''۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کو اپنے حق میں محبت کرنے والا نہیں جانتا۔ سب سے بڑھ کر انہوں نے میرے حقوق خدمت ادا کئے ہیں''۔ خطبہ کے دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ یاد رکھو تم لوگ میری قبر کو سجدہ گاہ بنا کر پوجنا شروع نہ کردینا۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابہ کے لیے دعا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کی خبر ایک ماہ پہلے ہی دے دی تھی۔ جب جدائی کا وقت قریب آیا تو ہم سب اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر اکٹھے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بڑے غور سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے فرمایا ''خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ تمہاری مدد کرے۔ تمہاری حفاظت کرے۔ تمہارے مرتبے بڑھائے۔ تم کو توفیق دے۔ تمہیں فائدہ دے۔ تمہاری اعانت فرمائے۔ تم کو سلامت رکھے۔ تم پر رحمت کرے۔ تم کو قبول کرے۔ میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہارے لیے اللہ کو وصیت کرتا ہوں۔ اور اللہ کو ہی تم پر چھوڑے جاتا ہوں۔ اور تم کو اُس کے سپرد کرتا ہوں۔ میں تم کو خبردار کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے بندوں اور اس کے ملک میں اس کے حکم سے بال برابر تجاوز نہیں کرو گے اور نہ ہی تم کسی پر ظلم کرنا۔ کیونکہ اللہ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے۔ (سورۃ القصص آیت 83)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا
يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم انہی لوگوں کو دیں گے جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت کی بھلائی تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے''۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی آپ علیہ السلام کے وصال کا وقت کب ہے۔ ارشاد فرمایا ''بہت قریب اور میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانے والا ہوں،،

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 295 تا 297
2- از: سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 812 اور 813
3- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 520 اور 521
4- از: صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 62
5- از: موطا امام مالکؒ۔ صفحہ۔ 65 و صفحہ 360
6- از: صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 536
7- از: صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 516
8- از: مشکوٰۃ شریف۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 546، 554
9- از: زرقانی۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 254

10- از: الاتحاف شرح الاحیاء۔ جلد۔10۔ صفحہ۔288

11- مسند امام احمدؒ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔511

12- ابن ماجہ۔ جلد۔2 صفحہ۔1016

13- صحیح بخاری شریف۔ جلد۔6۔ صفحہ۔17۔ کتاب المغازی باب مرض النبی ووصال۔

14- از: فتح الباری۔ جلد۔7۔ صفحہ۔10

15- از: اتحاف شرح احیاء علوم دین۔ جلد۔8۔ صفحہ۔287

16- الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔793 اور 794

17- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔400 تا 403

18- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔675 تا 677 وغیرہ۔

مرض کے دوران نامہ مبارک لکھنے کا بیان

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کی حالت میں جو نامہ مبارک تحریر کرنے کے لیے قلم دوات اور کاغذ طلب فرمایا پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے باہمی اختلاف کے شور کی وجہ سے نامہ مبارک لکھنے کا ارادہ ملتوی فرمادیا احادیث مبارکہ اور روایات سے اس واقعہ کا جو حال وتفصیل کتب احادیث وکتب سیر میں ملتی ہیں یہاں ان کو تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ کہاں مجھ جیسا ناچیز وحقیر بندہ اور کہاں تاجدار عرب و عجم فخر کونین ختم الرسل رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک لکھنے کا اعجاز مگر پھر بھی اُمید قوی رکھتا ہوں کہ دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس گدائے دربار رسالت کو کہیں تو جگہ مل ہی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کے ایام میں پنج شنبہ (یہ فرما کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رونے لگے) اور کہا کون سا پنج شنبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد شدت اختیار کر گیا تھا تو فرمایا ''دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں تمہارے لیے ایسا فرمان لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو''۔ جو لوگ آپ علیہ اسلام کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں چھوڑتے ہیں۔ پھر آپ علیہ اسلام سے عرض کیا گیا کہ آیا جو چیزیں آپ علیہ اسلام طلب فرمارہے ہیں انکو حاضر کیا جائے۔ آپ علیہ اسلام نے یہ سننے کے بعد فرمایا ''اس گفتگو کے بعد بھی''۔ پھر آپ علیہ اسلام نے کاغذ دوات وغیرہ نہیں منگوایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف سے چار یوم پہلے پنج شنبہ کے روز جب بیماری میں بہت

شدت آ گئی تو جولوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے ان سے فرمایا ''کاغذ دوات وقلم لے آؤ تا کہ میں تمہارے لیے ایک وصیت نامہ لکھ دوں۔ اُس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوسکو گے''۔فرمان مبارک سُن کر اہل مجلس اختلاف میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ علیہ السلام کی طبیعت مبارک سخت ناساز ہے۔ درد کی شدت ہے ایسی حالت میں آپ علیہ السلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں کتاب اللہ ہمارے پاس ہے جو ہمیں گمراہی سے بچانے کے لیے کافی ہے۔حاضرین میں سے بعض نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا جبکہ کچھ کہنے لگے کہ دوات قلم لاکر نامہ مبارک تحریر کروالینا چاہئے۔

اس سلسلے میں جن لوگوں نے جوشگوفے چھوڑے ہیں وہ سراسر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شان عظمت ومرتبہ کے خلاف ہے۔اس طرح ان عظیم ہستیوں کی شان کو داغدار کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ جو یقیناً ناقابل معافی ہے۔اُن ہستیوں کے بارے میں تو (سورۃ المجادلہ آیت 22) (سورۃ المائدہ آیت 119، سورۃ التوبہ آیت 100، سورۃ الفتح آیت 18، سورۃ البیّنہ آیت 98) اللہ تعالیٰ نے '' رضی اللہ تعالیٰ عنھم ورضوعنہ'' ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اُن کی زندگیوں کا مطالعہ کریں ایسے جان نثار اور فدائی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کہ جہاں آپ علیہ السلام تھوک فرماتے اُس تھوک مبارک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ایسی ہستیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کے آخری لمحات میں نامہ مبارک تحریر کرنے کی خواہش پر پس وپیش (نعوذ باللہ) سے کام لیا۔ممکن ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی سوچ رکھنے والوں کی شر سے محفوظ فرمائے۔آمین ثم آمین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس اختلاف کی وجہ سے جب مجلس میں شور برپا ہوا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے پاس سے اُٹھ کر باہر چلے جاؤ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو''۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ مؤمل نے ہم سے بیان کیا کہ نافع نے ہمیں بحوالہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بتایا کہ ہم سے ابن ابی ملیکہ نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پیش آئی جس میں آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُنکے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے پاس بلاؤ تا کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے بارے میں کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے اور نہ ہی طمع کرنے والا کسی قسم کی طمع کرے''۔

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے حضرت ابومعاویہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر قرشی نے ابن ابی ملیکہ سے بحوالہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہم سے بیان کیا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ پر زیادہ گرانی ہوئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے

فرمایا کہ ''میرے پاس شانہ یا تختی لاؤ تا کہ میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے تحریر لکھ دوں جس پر کوئی شخص اختلاف نہ کرے''۔ پس جب عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حکم مبارک پر عمل کرنے لگے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ اور مومنین نے تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کیا ہے۔''

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ارشاد فرمایا ''میرے پاس بکری کے شانے کی ہڈی یا کوئی تختی لاؤ تا کہ میں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے عہد خلافت تحریر کر دوں اور یوں ان کے بارے میں اختلاف کا حل کر دوں''۔ جب عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ علیہ السلام کے حکم کی تکمیل کے لیے اُٹھنے لگے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ اور مومنین آپ کی خلافت کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ اور خود ہی اس کا حل فرمالیں گے''۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمان تحریر کرنے کا ارشادہ فرمایا اُس میں کسی کے نام کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔ (واللہ اعلم)۔

امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث روایت کی ہے اس حدیث کو متفق علیہ کہتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ'' میرا ارادہ ہوا تھا کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کے فرزند عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلانے کے لیے کسی کو روانہ کروں ان کو وصیت کر دوں اور اُنکو اپنا ولی عہد بنا دوں تا کہ کہنے والے کچھ نہ کہہ سکیں اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں۔ لیکن پھر میں نے اپنا یہ ارادہ منسوخ کر دیا۔ کیونکہ مجھے علم ہے اس وصیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان اس بات سے انکار کریں گے کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا کوئی اور میرا خلیفہ ہو۔ اللہ اور مومنین ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت کے سوا کسی اور کی خلافت قبول نہیں کریں گے''۔ ایک روایت میں جس کو اصحاب سیر نے بیان کیا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات گرامی موجود ہیں فرمایا۔

معاذ اللہ ان یختلف الناس عَلٰی ابو بکر ۔''اس بات سے اللہ کی پناہ کہ لوگ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت سے اختلاف کریں۔''

اہم ترین وضاحت

یہاں مذکورہ ارشاد کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بات پر روشنی ڈالی جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فہم میں کیا چیز تھی۔ ان کا خیال مبارک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام میں اگر تحریر لکھی جاتی تو وہ اختلاف ونزع کے دور کرنے کا باعث ہوتی حالانکہ تاریخی شواہد میں کسی قسم کا اختلاف شدید پیدا ہونا

نہیں ملتا۔ زیادہ تر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود مبارک اُس تحریر میں خلیفہ کا تعین کرنا تھا۔ کہ آپ علیہ السلام کے اس دنیا سے ظاہری تشریف لے جانے کے بعد کون اُمت کی باگ ڈور سنبھالے گا۔ احادیث مبارکہ کے الفاظ سے کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کے سلسلے میں کچھ تحریر فرمانا چاہتے تھے اور نہ ہی ایسی تحریر کی کوئی دلیل موجود ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ علیہ السلام کیا تحریر فرمانا چاہتے تھے۔ البتہ یوں ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام احکام شریعت کی تجدید اور اُسکی ضرورت کے بارے میں تحریر فرمانا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس سلسلے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی ایسا کرنے کا کوئی حکم دیا گیا تھا۔ اگر حکم دیا گیا ہوتا تو اُس حکم کی عدولی کسی صورت میں بھی ممکن نہ تھی۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کام میں اپنے مخصوص ساتھیوں سے مشورہ فرمایا کرتے تھے وہ سب وہاں موجود تھے ان کو بھی ایسا کرنے کے لیے زور نہ فرمایا اور نہ ہی ان کو منع فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سُنا کہ صحابہ کہہ رہے ہیں ہمارے لیے کتاب اللہ ہی کافی ہے تو آپ علیہ السلام نے خاموشی فرمائی کیونکہ آپ علیہ السلام کو سکون قلب میسر آیا کہ یہ لوگ دین اسلام پر راسخ اور ثابت قدم ہیں اب انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ واقعہ قرطاس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا مشورہ جو منقول ہے خاص کمال ادب اور اخلاص پر مبنی تھا۔ ایسا مشورہ دینے میں محض آپ علیہ السلام کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہی کارفرما تھا اور نہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ جاں نثار جو آپ علیہ السلام کے ایک اشارہ پر ہی اپنا مال، جان، اولاد اور زندگی تک قربان کر دینا اپنا فرض خیال کرتے تھے آپ علیہ السلام کے تھوک مبارک تک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ ہاتھوں میں لے کر بطور تبرک تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ وہ لوگ اس حکم مبارک کے ماننے میں کسی قسم کے عذر کا اظہار کرتے یا پس و پیش کرتے پھر یہ بات اُن میں سے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ آپ علیہ السلام اسقدر جلد دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ اس لیے وہ زندگی کے آخری لمحہ تک آپ علیہ السلام کے آرام میں دخل دینے سے گریز کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ علیہ السلام تندرست ہو کر جو حکم فرمانا چاہیں فرمائیں اس وقت مرض کا شدید غلبہ ہے اس لئے آپ علیہ السلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔

اس حدیث مبارکہ پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس میں ابہام پایا جاتا ہے جبکہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دینے والی حدیث مقدسہ میں عیاں تشریح وتصریح موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر خلافت کی تحریر لکھی جاتی تو اُس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا ذکر ہوتا۔ اس لیے یہ روایت قرائن وشواہد کی روشنی میں خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہی بات اُن لوگوں کے قول کی صداقت کا ثبوت ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں یعنی مسلک اہل سنت۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاروبار حکومت میں برابر شریک رہے پھر خود خلافت کے عہدہ پر فائز ہوئے مگر اس تمام عرصے میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی ایک صحابہ یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر یہ الزام عائد کیا ہو کہ تم لوگوں نے میری خلافت میں روڑے اٹکائے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو میری خلافت کے بارے میں تحریر فرمانا چاہتے تھے تم لوگوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ پوری تاریخ اسلام اور تمام کتب احادیث وسیرت کا مطالعہ کر جائیں یہ بات آپ کو کہیں اشارۃً بھی نہیں مل سکتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس سلسلے میں مدعی ہی نہیں ہیں۔ مفروضہ قائم کرنے والے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کی جوتیاں اُٹھانے کے بھی قابل نہیں۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو علم کا دروازہ ہیں کو اس بات کا علم ہوتا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکی خلافت کے بارے میں تحریر کرنا چاہتے ہیں مگر دوسرے لوگ ایسا نہیں پسند کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوت حیدر کراری کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر قیمت پر کاغذ، قلم و دوات پیش کرتے اور ہر قسم کی رکاوٹ کو دور فرما کر خلافت کا عہد نامہ ضرور تحریر کراتے۔ کسی میں ہمت تھی ان کو روک سکتا ہرگز نہیں۔

یاد رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک حرفِ آخر و حجت ہے۔ پھر رائے کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی سامنے رہنی چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ میں آرام فرما رہے تھے اور میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں میں اعلان کر دو جس نے صدق دل سے کلمہ مبارک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـد" رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیا اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہے"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ اعلان کرنے کے لیے باغ سے باہر آیا تو راستے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے میں نے انہیں اعلان کرنے کے بارے میں بتایا تو اُنہوں نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہ اعلان عام کر دیا گیا تو لوگ دین پر عمل کرنا ہی چھوڑ دیں گے اس لیے میری التجا ہے کہ لوگوں میں یہ اعلان عام نہ کیا جائے تاکہ وہ عمل کرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض قبول فرماتے ہوئے مجھے اعلان کرنے سے روک دیا۔

پھر اُمت کو گمراہی وضلالت سے بچانے کے لیے صرف تحریر کا ہی لکھ دینا ضرور نہیں تھا۔ یہ حکم مبارک زبانی بھی دیا جا سکتا تھا۔ جیسے کہ آپ علیہ السلام اکثر دین کے احکام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو زبانی ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں بیماری کے ایام میں آپ علیہ السلام نے جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور سوموار کا دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں ہی گزارا (گزارے) اس کے علاوہ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو کر خطبہ مبارک دیا اور اس سے پہلے حجۃ الوداع کے وقت آخری خطبہ مبارک ارشاد فرمایا مگر کہیں بھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا

تذکرہ نہ فرمایا۔ اگر ایسا کرنا امر لازم ہوتا تو تحریری طور پر نہیں تو نہیں تو زبانی ہی ارشاد فرما دیتے مگر پوری سیرت مبارکہ مطالعہ کر لیں ایسا ہونا کہیں نہیں ملے گا۔

اگر اُن لوگوں کے اس مفروضہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خاص طور پر کاغذ و قلم نہ لانے تا کہ خلافت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر نہ ہو سکے کا الزام عائد کیا ہے مان بھی لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کاغذ و قلم پیش نہ کرنا جرم تھا تو پھر وہ لوگ سیدنا حضرت علی و سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر افراد اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں کیا کہیں گے جو ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے ہوئے تیمارداری کی نعمت سے مالا مال ہو رہے تھے۔ اور پھر اُس خاص موقعہ پر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم و دوات لانے کا حکم فرمایا تھا سب افراد وہاں موجود تھے۔ سب نے آپ علیہ السلام کا فرمان مبارک سُنا بھی تھا مگر اُن میں سے بھی کوئی قلم دوات لے کر نہیں آیا۔ کسی کی کیا مجال و بساط تھی کہ فرمانِ رسالت علیہ السلام سے ذرا سا بھی گریز کرتا تکمیلِ ایمان ہی حکم رسول علیہ السلام کی بہر صورت بجا آوری میں ہے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم دوات لانے کا حکم اگر براہ راست حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا ہوتا تو اُن کا انکار کرنا حکم عدولی ہوتا۔ آپ احادیث مبارکہ۔ روایات یا کتب سیر میں کہیں بھی یہ چیز ثابت نہیں کر سکتے کہ آپ علیہ السلام کا حکم صرف عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہی تھا۔ اب اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا بھی اُس وقت خاموش رہنا اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو قبول فرما لیا تھا۔ جب اللہ اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی اُس رائے کو قبول فرما لیں تو پھر کس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اعتراض کرے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی خاص طور پر غور کے قابل ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی بھی عمل کو ترک فرما دینا مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 261
2- از: سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 810
3- از: تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 520 اور 521
4- از: صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
5- از: فتح الباری۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 103
6- از: زرقانی۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 257
7- از: قسطلانی۔ جلد۔ 10۔ صفحہ۔ 260
8- از: فتح الباری۔ جلد۔ 13۔ صفحہ۔ 177
9- الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 799 اور 800

10- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔397 تا 399
11- ابن ماجہ۔ جلد۔2 صفحہ۔1015
12- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔673 تا 675
13- صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔429،449
14- از: صحیح مسلم شریف۔ جلد۔2۔ صفحہ۔638 وغیرہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین وصیتیں

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کے لیے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو تین وصیتیں ارشاد فرمائیں۔ فرمایا۔

1- ''یہود اور نصاریٰ ومشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا''

2- دوسری وصیت یہ فرمائی کہ ''اطراف عرب سے جو وفود تمہارے پاس آئیں ان کو انعامات اور اُن پر اسی طرح نوازشات کرتے رہنا جیسے میں کرتا ہوں''

3- تیسری وصیت کو روایت کرنے والا بھول گیا اور اس کا اظہار نہیں کیا ممکن ہے راوی نے ایسا کسی خاص مصلحت کے تحت کیا ہو۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ یہ تیسری وصیت غالباً یہ تھی کہ ''کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا یا شاید یہ ہو کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو ہر حال میں روانہ کرنا یا پھر تیسری وصیت یہ ہو کہ نماز قائم کرنا اور تمہارے زیر سایہ جو غلام اور لونڈیاں ہیں ان کا خاص خیال رکھنا''۔ (واللہ اعلم)۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کے دوران وصایا

یا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوران مرض وصایا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض کے دوران مسلمانوں کے لیے وصیت فرماتے تھے۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو اس وقت بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود سخت تکلیف وکمزوری کے اُمت کو وصیت فرمارہے تھے جن پر عمل کرتے ہوئے دین ودنیا میں فلاح پائیں۔ آپ علیہ السلام کے دوران مرض جو وصایا تھے یہاں سابقہ ترتیب کے اعتبار سے ہی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر پٹی بندھی تھی۔ انصار (یعنی تمام صحابہ کرام) نے اپنے خدام اور اولاد کے ساتھ استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تم سب لوگوں سے محبت کرتا ہوں۔ انصار نے جو کچھ اُن پر واجب تھا ادا کیا۔ جو تمہارے ذمے ہے وہ باقی نہ رہا۔ لہٰذا اُن کے محسن کے ساتھ احسان کرو اور ان کے بدسے درگزر کرو۔''

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض کے دوران مسجد میں تشریف لائے۔ لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ منبر مبارک کی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا ''بلا شک وشبہ انصار ایک صندوق کی مانند ہیں جس میں ملبوسات اور قیمتی اشیاء رکھتے ہیں''۔ دوسری ایک روایت میں آتا ہے کہ ''اَلْاَنْصَارُ کَرِشی وَعَیْبَی''۔ (کرش معدے کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح انصار کو معدے یعنی پیٹ کی مثال فرمایا)۔ ''انصار میرے مخلص ساتھی اور ہم راز ہیں'' یعنی ''یہ میرے خواص میں ہیں اور میرے اسرار ان میں پوشیدہ ہیں۔ میں ان لوگوں کی طرف ہی ہجرت کر کے آیا۔ ان لوگوں نے مجھے رہنے کے لیے جگہ دی محبت، اخلاص، دوستی اور مروت کا مظاہرہ کیا۔ یہ تم سے بھی اسی قسم کا برتاؤ کرتے رہے خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان لوگوں سے محبت رکھتا ہوں۔''

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف میں ہر روز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انصار اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو کسی طرح چین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنے گھروں سے نکل کر حجرہ مبارک کے گرد چکر لگا رہے تھے اور کہتے تھے ہمیں ڈر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما جائیں گے۔ پھر معلوم نہیں بعد میں ہمارا کیا حال ہو۔ لوگوں کے اس حال کی کیفیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ علیہ السلام حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سہارا لے کر حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت آپ علیہ السلام نے اپنا ایک ہاتھ مبارک حضرت علی اور دوسرا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ کمزوری کے باعث آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک زمین پر گھسیٹے جاتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ مسجد میں جلوہ افروز ہوئے۔ منبر کی پہلی سیڑھی پر ہی تشریف فرما ہوئے اس وقت سر مبارک پر سفید کپڑا باندھ رکھا تھا۔ فوراً ہی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا ''اے لوگو میں نے سُنا ہے تم کو میری موت کا خدشہ ہے۔ تم لوگ کس وجہ سے میری موت کا انکار کرتے ہو گویا تم اپنے پیغمبر کی موت کے منکر ہو۔ لوگوں نے تمہیں میری اور تمہاری موت کے بارے میں خبردار کیا ہے۔ یاد رکھو کوئی پیغمبر بھی اپنی قوم میں ہمیشہ نہیں رہا۔ اور تم یہ چاہتے ہو کہ میں ہمیشہ رہوں۔ آگاہ رہو کہ میں نے اور تم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جانا ہے۔ میں مہاجرین اوّلین کو وصیت کرتا ہوں کہ نیکی بجالاؤ اور

ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرو"۔ پھر ارشاد فرمایا "آگاہ ہو جاؤ میں تم سے پہلے جاتا ہوں اور تم بھی مجھ سے آ کر ملو گے یعنی حوض کوثر پر یہ میرا وعدہ ہے"۔ یہ فرمایا منبر سے اُٹھے اور حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2 صفحہ۔298

2- از: الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔794

3- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔404

4- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔680 اور 681

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ذات اقدس کو قصاص کے لیے پیش فرمانا

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کی شان میں بھی کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا قریش کے بارے میں میری وصیت ہے کہ امر خلافت ان میں ہی ہوگا اور فرمایا "اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ" ترجمہ:۔ "خلفاء قریش میں سے ہونگے"۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ "لوگوں میں منادی کر دیں تا کہ میں اُن کو وصیت کر سکوں۔ اور یہ بھی کہو کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت ہے"۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے بازاروں میں اعلان کر دیا۔ یہ اعلان سُن کر سب چھوٹے بڑے اپنی دوکانیں و کاروبار بند کر کے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ کر نہایت اضطراب کی حالت میں مسجد نبوی میں اکٹھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ بیٹیاں اور عورتیں بھی اپنے گھروں سے باہر آ گئیں اور حالت یہ ہو گئی کہ مسجد کے صحن میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بلیغ اور طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اعلان فرما دیا کہ "اے لوگو میرے رخصت ہونے کا وقت قریب ہے۔ جس کسی کو مجھ پر کوئی حق ہے وہ اپنا حق پورا کرے۔ جان، مال یا کسی اور چیز کا اگر مجھ پر کسی کا کوئی حق ہے تو اس کا قصاص وصول کرے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ کیونکہ میں اپنے خالق حقیقی کے پاس اس حالت میں جانا چاہتا ہوں کہ مجھ پر کسی کا کوئی حق یا قصاص واجب نہ ہو"

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے جسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ علی بن احمد بن عبدان نے ہمیں بتایا کہ احمد بن عبید الصفار نے ہمیں خبر دی کہ ابن ابی قماش محمد بن عیسیٰ نے بتایا کہ موسیٰ بن اسماعیل ابو عمران الجبلی نے ہم سے بیان کیا کہ معن بن عیسیٰ القزاز نے عن الحارث بن عبد الملک بن عبد اللہ بن اناس اللیثی عن القاسم بن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابیہ عن عطاء عن ابن عباس عن الفضل بن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہم نے ہم سے بیان کیا۔ فرماتے ہیں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اُسوقت آپ علیہ السلام کو سخت بخار تھا اور سر مبارک کو سخت درد کی وجہ سے سفید پٹی کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ میں نے اُٹھ کر استقبال کیا تو مجھے فرمایا ''میرا ہاتھ پکڑ لو''۔ میں نے دست اقدس کو پکڑ لیا اور یوں مجھے پکڑے مسجد میں تشریف لائے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور مجھے حکم فرمایا کہ ''لوگوں میں اعلان کردو کہ میرے پاس آئیں تاکہ میں ان کو وصیت کروں''۔ میں نے حسب حکم اعلان کردیا کہ اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں منبر پر تشریف فرما ہیں اور تم سے خطاب فرمانا چاہتے ہیں۔ فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ۔ اعلان سنتے ہی لوگ کاروبار زندگی چھوڑ کر پروانہ وار خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ جب لوگ اکٹھے ہو چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔ "اے لوگو میرا تمہارے درمیان سے اُٹھ جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے اگر کسی کی پشت پر بشر ہونے کی وجہ سے کوڑے لگائے ہیں تو اُس کے لیے میری پیٹھ حاضر ہے وہ اپنا قصاص لے سکتا ہے۔ میں نے اگر کسی کا مال لیا ہے تو وہ مجھ سے یہ مال لے سکتا ہے اور یوں اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ جس شخص کو اگر میں نے گالی دی ہے تو اُسے حق حاصل ہے کہ وہ مجھے بھی اُنہی کلمات سے یاد کرے تاکہ وہ اپنا قصاص لے سکے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی سے ڈرتا ہوں۔ آگاہ رہو میں دشمنی کرنے والا نہیں اور نہ ہی دشمنی کرنا میری عادت ہے۔ ان معاملات میں ناراضگی اور غم وغصہ کا اظہار نہ میری طبیعت کا تقاضا ہے اور نہ ہی یہ بات میری شان اور مقام کے لائق ہے۔ میرے نزدیک سب سے پیارا شخص وہ ہے جو مجھ سے قصاص وصول کرے یا پھر مجھے اپنا وہ حق بخش دے۔ اور یوں قیامت کے روز مطالبہ سے دستبردار ہو جائے تاکہ جب میں اللہ کی بارگاہ میں حاضری دوں تو میری جان پر نہ تو کوئی گرانی ہو اور نہ ہی کسی طرح کا بوجھ''۔ ایک دوسری حدیث میں الفاظ یوں آتے ہیں کہ ''میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ میرے ذمہ کسی کی کوئی بے انصافی نہ ہو"۔ یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف لائے۔ ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنے پچھلے الفاظ دہرائے گزشتہ کلام کا اعادہ فرمایا تاکہ اگر کسی کے دل میں آپ علیہ السلام کی ناراضگی کا اندیشہ ہو تو وہ زائل ہو جائے۔

ایک شخص مجلس میں کھڑا ہوا اور عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے تین درہم آپ علیہ السلام کی طرف واجب الادا ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نہ قائل کی تکذیب کرتا ہوں اور نہ جو میرے ذمے تیرے درہم ہیں اُس پر کسی قسم کا مطالبہ کرتا ہوں''۔ اُس شخص نے عرض کیا ایک روز ایک سائل حاضر خدمت ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے حکم فرمایا کہ اس سائل کو تین درہم دے دو میں نے حسب حکم اُس کو تین درہم دے دیئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اے فضل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے تین درہم دے دو''۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر وہ شخص حکم پر بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پہلی بات کو دہرایا اور فرمایا ''اے لوگو جس کے پاس کوئی خیانت کی چیز

ہو وہ اُسے واپس کر دے''۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تین درہم ہیں جنہیں میں نے فی سبیل اللہ خیانت سے حاصل کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تو نے یہ درہم خیانت سے کیوں حاصل کئے''۔ اُس نے عرض کیا مجھے ضرورت تھی فرمایا ''اے فضل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس سے تین درہم لے لو''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اگر کسی میں ایسی صفت ہے جس سے برائی کا ارتکاب ہوتا ہے تو مجھے بتائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرماؤں''۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کذاب ہوں فحش گو ہوں اور بہت سوتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اُس کے لیے دعا فرمائی ''اے اللہ اس کو صدق وسچائی عطا فرما اور نیند کو اس سے دور فرما دے اور اسے بیداری عطا فرما اُس وقت جب یہ بیداری چاہتا ہے''۔ اس کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کذاب اور منافق ہوں اور کوئی برا کام ایسا نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اے مرد تو کیوں اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کر رہا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہتر وآسان ہے''۔ پھر اُس شخص کے لیے دعا فرمائی۔ ''اے اللہ اس کو صدق، راستی اور ایمان عطا فرما۔ اس کے دل کو برائی سے دور رکھ اور نیکی کی طرف مائل فرما''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات خدمت اقدس میں عرض کی جسے سُن کر آپ علیہ السلام مسکرا دیئے اور فرمایا ''عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے ساتھ ہے اور میں عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہوں۔ اور حق عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہے جہاں بھی وہ ہو''۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے ایک دن میں موٹا جوتا پہنے خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ میرا پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک پر آ گیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ مجھے ٹھوکا دیا اور فرمایا ''عبداللہ تو نے مجھے درد والم پہنچایا ہے''۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ساری رات اپنے آپ کو سخت سست کہتے اور کوستے ہوئے گزار دی۔ صبح کے وقت میں نے سُنا کہ ایک شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں۔ میں نے سوچا کل جو غلطی مجھ سے سرزد ہوئی تھی اس کی تادیب کے لیے مجھے طلب فرمایا جا رہا ہے۔ میں سخت خوف اور ڈر کی حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اُس وقت میں نہایت سہما ہوا تھا۔ فرمایا ''تو نے کل اپنے جوتے کے ساتھ میرے پاؤں (مبارک) کو روندا تھا اور مجھے تکلیف پہنچی تھی۔ جس پر میں نے تجھے اپنے عصاء کے ساتھ ٹھوکا دیا اور یوں تجھے تکلیف پہنچائی اُس کے بدلے میں تجھے اسی (80) بھیڑ بکریاں دیتا ہوں انہیں لے جاؤ''۔ قربان جائیں اس رحمت اور مجسم عفو و درگزر کرنے والی ہستی عظیم کے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب فرمائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جم غفیر کی صورت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

تا کہ حکم پر بیعت کریں۔ پروانوں نے اردگرد گھیرا ڈال لیا اور سخت اژدھام کی حالت پیدا ہوگئی۔ اس وقت سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک چھڑی تھی جس کے سارے کانٹے الگ کر دیے گئے تھے مگر ایک کانٹا بدستور چھڑی پر موجود رہ گیا تھا جس پر کسی کی نظر نہ پڑسکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اس چھڑی کو مجھ سے دور کر دو لوگوں نے ہجوم کر رکھا ہے کہیں اس چھڑی سے تم میں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچ سکے''۔ جب آپ علیہ السلام چھڑی صحابہ میں سے ایک صحابہ کو پکڑا رہے تھے تو اس کا ایک کانٹا ایک شخص کے پیٹ میں چبھا اور خون نکل آیا۔ وہ شخص جب بھیڑ سے باہر آیا تو کہہ رہا تھا یہ ہے سلوک تیرے نبی کا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس شخص کی بات سُن لی۔ اُسے پکڑا اور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ '' آیا یہ درست ہے کہ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی اور خون آلود کیا۔؟'' اُس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سچ اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اب تو کیا چاہتا ہے''۔ اُس شخص نے عرض کیا میں بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ یہ سُن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھڑی اُس شخص کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹا دیا۔ اُس شخص نے کھجور کی اُس شاخ کو پھینک دیا اور آگے بڑھ کر آقائے دوجہاں تاجدار عرب وعجم، نور مجسم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ناف کی جگہ بوسے لینے لگا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو ہر وقت آپ علیہ السلام کے لیے سربکف رہتے ہیں۔ ہم بھلا کون ہیں کہ بدلہ لیں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اس بہانے شکم اطہر کو بوسہ دے لوں سو وہ آپ کی عنایت اور اللہ کے کرم سے پورا ہوگیا۔ اس کے علاوہ بعد میں آنے والے ظالم وجابر لوگوں کو بھی اس بات کا علم ہوجائے کہ بدلہ لینے کے مطالبہ سے انحراف اور ناک بھوں نہیں چڑھایا جاسکتا یا چڑھائی جاسکتی۔

حضرت محمد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے جعرانہ کی طرف اپنی اونٹنی (قصویٰ) پر سوار تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت ابوزہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمراہ تھے۔ فرماتے ہیں کہ میری جوتی کا کنارہ سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلی مبارکہ پر لگ گیا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو سخت تکلیف ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''تو نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مجھ سے دور رکھ'' اور پھر مجھے چھڑی مارتے ہوئے پیچھے ہٹا دیا اس کے علاوہ اور کچھ نہ فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے سخت پریشانی اور خطرہ لاحق ہوگیا کہ کسی بھی وقت قرآنِ کریم میں آیت نہ نازل ہوجائے جس میں میری اس حرکت پر سخت باز پرس اور تغلیظ وتشدید ہو۔ اسی پریشانی میں رات بھر جاگتا رہا۔ صبح کے وقت جانوروں کو چراگاہ کی طرف لے گیا حالانکہ اُس روز میری باری بھی نہیں تھی۔ دل میں یہ آرہا تھا کہ کہیں سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمی مجھے بلانے نہ آجائے اور آپ علیہ السلام ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ شام کو جب چراگاہ سے جانور لے کر واپس آیا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا تو نہیں؟ ساتھیوں نے جواب دیا کہ تجھے طلب

فرمایا تھا مگر تم موجود نہ تھے۔ یہ سُن کر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام کیا اور سزا کا انتظار کرنے لگا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف چہرہ اقدس پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''تو نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی تھی اور میں نے تجھے چھڑی مار کر تکلیف پہنچائی۔ اس تکلیف کے معاوضہ اور کفارہ میں جو میری وجہ سے تو نے اُٹھائی یہ بھیڑ بکریوں کا گلہ تجھے دیتا ہوں تجھ سے درگزر بھی فرماتا ہوں''۔ یاد رہے غزوہ تبوک کے وقت سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوزہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی ان کی قوم کی طرف سفیر بنا کر روانہ فرمایا تھا تاکہ اپنی قوم کو جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دے کر اُن لوگوں کو اس مقصد عظیم میں شامل کریں جو دین و دنیا کی کامیابی کا زینہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک ضعیف و کمزور شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی کام تھا شاید وہ کوئی حاجت عرض کرنا چاہتا تھا۔ اُس شخص کی خواہش تھی کہ میں تنہائی میں خدمت اقدس میں کچھ عرض کروں۔ اُن دنوں آپ علیہ السلام مکہ مکرمہ میں لشکر کے ہمراہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ رات کعبہ مکرمہ کا طواف فرماتے اور نماز فجر ادا فرما کر فارغ ہوتے۔ ایک رات طواف میں کچھ دیر ہوگئی یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہوگیا آپ علیہ السلام قصویٰ پر سوار ہو کر واپس تشریف لانے لگے تو اُس شخص نے جو اُس وقت کعبہ مکرمہ میں ہی موجود تھا آگے بڑھ کر اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور کھڑا ہو گیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ علیہ السلام سے ایک ضروری کام ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اونٹنی کی مہار چھوڑ دو تم اپنی حاجت و مقصد کو عنقریب پا لو گے۔ تجھے گفتگو اور عرض پیش کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اس وقت مجھے نماز کے لیے جلدی ہے''۔ اُس شخص نے مہار چھوڑنے کا نام نہ لیا تو آپ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس شخص کے روکنے کی وجہ سے نماز میں ہی تاخیر نہ ہو جائے۔ اس لئے آپ علیہ السلام نے اپنی چھڑی مبارک کے ساتھ اُس شخص کو ہلکی سی ضرب لگائی اور آگے گزر گئے۔ پڑاؤ میں جا کر نماز فجر ادا فرمائی۔ سلام پھیرنے کے بعد چہرہ اقدس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف پھیر لیا۔ آپ علیہ السلام جب بھی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہوئے اپنا چہرہ اقدس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرف پھیرتے تو وہ لوگ سمجھ جاتے کہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کے بارے میں ہمیں خبر دینا چاہتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اکٹھے ہوگئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ شخص کدھر ہے جس کو تھوڑی دیر قبل چھڑی لگی تھی اور یوں اُسے تکلیف پہنچی''۔ کوئی شخص نہ تو کھڑا ہوا اور نہ ہی بولا۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ شخص یہاں موجود ہے تو کھڑا ہو جائے''۔ یہ سُن کر وہ کمزور صحت والا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا "اعوذ باللہ ثم برسولہ"۔ اعوذ باللہ ثم برسولہ۔ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ طلب کرتا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کو قریب آنے کا حکم دیا جب وہ قریب آیا تو آپ علیہ السلام اُس

شخص کے سامنے بیٹھ گئے۔اور چھڑی اُس شخص کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا ''میں نے تجھے اس چھڑی سے مارا ہے اس کے عوض تم یہ چھڑی مجھے مار کر بدلہ لے لو''۔ یہ سُن کر اُس شخص نے عرض کیا اللہ کی پناہ کہ میں اُسکے رسول فخر کونین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لوں اس چھڑی کی مدد سے اس عظیم ترین ہستی کو تکلیف پہنچاؤں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یا تو بدلہ لو یا پھر معاف کردو۔اگر معاف نہیں کرو گے تو بدلہ لینا پڑے گا''۔یہ سُن کر اس شخص نے چھڑی کو پھینک دیا اور عرض کیا میرے آقا و مولا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے معاف کیا۔

اُس کے فوراً بعد ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ لیلۂ عقبہ میں آپ علیہ السلام اونٹنی پر سوار تھے میں سواری کو ہانکنے پر مامور تھا۔ سواری کے دوران جب آپ علیہ السلام حالت نیند میں تھے تو اُس وقت میں اونٹنی کو پیچھے سے ہانکتا تو وہ سست ہو جاتی۔ اور جب مہار پکڑ کر چلنے لگتا تو وہ راستے سے دائیں بائیں ہو جاتی۔اُس دوران میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر چھڑی لگاتے ہوئے عرض کیا۔جاگئے قوم آپ علیہ السلام تک پہنچنے والی ہے۔اُس وقت آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا ''تجھے کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں رکھنا چاہیے''۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھڑی حاضر ہے۔ مجھ سے بدلہ لے لیں۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے''۔حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدلہ لے لیں کیونکہ مجھے معاف کر دینے سے بدلہ لینا زیادہ پسند ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جسم پر چھڑی لگائی۔راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی لگنے سے کراہ رہے تھے۔سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔"اے لوگو خدا سے ڈرو۔خدا کی قسم اگر کوئی مومن دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے گا۔کسی پر دست درازی کرے گا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اُس سے بدلہ لے گا۔"

آخر میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لیے خیر و برکت کی دعا کی اور فرمایا ''مجھے یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم لوگ میرے بعد کفر کرو گے یا شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔مگر مجھے یہ ڈر ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت کرتے ہوئے ایک دوسرے کو قتل کرو گے'' پھر ازواج مطہرات کو فرمایا کہ ''تم پر یہ بات لازم ہے کہ اپنے آپ کو گھروں کے گوشوں میں ہی محفوظ رکھو اور نامحرم سے دور رہو''۔اُس کے بعد مسجد نبوی کے منبر سے نیچے تشریف لائے اور حجرہ مقدسہ میں چلے گئے۔

1- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔جلد۔اول۔صفحہ۔795 تا 797

2- از: طبقات ابن سعد۔جلد۔2۔صفحہ۔295

3- البدایہ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔405اور406

4- مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔682تا684وغیرہ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس مرض کے دوران جس میں آپ علیہ السلام کا وصال ہوا ایک روز حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا اے ابوالحسن آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کیسی ہے۔انہوں نے جواب دیا اللہ کے فضل وکرم سے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طبیعت مبارکہ اچھی ہے اور تندرستی کی حالت میں صبح فرمائی ہے۔یہ سُن کر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تم کیا کہہ رہے ہو۔کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ تین دن کے بعد تم ڈنڈے کے محکوم بن جاؤ گے۔ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ تم تین روز بعد لاٹھی کے غلام بن جاؤ گے۔واللہ مجھے نظر آرہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں وصال فرما جائیں گے۔کیونکہ میں یہ بات بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ وفات کے قریب اولاد عبدالمطلب کے چہرے کیسے ہو جاتے ہیں۔بالکل وہی کیفیت اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے مبارک کی ہے۔اس لیے اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم حاضر خدمت ہو کر یہ بات دریافت کرلو کہ وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین کون ہوگا۔تاکہ اگر امارت ہمیں ملتی ہے تو معلوم ہو جائے اور اگر کسی اور کو جانشین مقرر فرمانا چاہتے ہیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے اور ہم اس کی بجا آوری کریں۔ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حکومت ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے حق میں وصیت فرما دیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا واللہ اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تو وہ ہمیں ایسا کرنے سے روکیں گے تو لوگ تمہیں یہ خلافت کبھی نہیں دیں گے۔اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی درخواست نہیں کروں گا۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا بخدا میں یہ بات ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں کروں گا اگر انہوں نے ہمیں اس بات سے روک دیا تو پھر لوگ عمر بھر ہمیں امارت نہیں دیں گے۔

ایک دوسری حدیث میں یوں آتا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض کے دوران حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے

تو لوگوں نے حال پوچھا باقی سارا بیان مذکورہ حدیث کے مطابق ہی روایت کیا البتہ اس قدر اضافہ کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر موت کے آثار نمایاں ہیں۔ کیونکہ بنی مطلب کے آخری وقت چہروں پر ایسے ہی آثار ہوتے ہیں جن سے میں بخوبی واقف ہوں۔ اس لیے تم ہمیں خدمت اقدس میں لے چلو تاکہ اگر حکومت ہمیں ملنے والی ہو تو معلوم ہو جائے اور اگر کسی اور کو حکومت دینا چاہیں تو ہمیں فرما جائیں تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ نیز ہمارے بارے میں لوگوں کو حسن سلوک کی وصیت فرما دیں۔ (واللہ اعلم)۔

عامر الشعبی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس مرض کے دوران جس میں وصال ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کو عنقریب سمجھتا ہوں۔ تم ہمیں اُن کے پاس لے چلو تاکہ دریافت کر لیا جائے کہ کون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوگا۔ اگر خلیفہ ہم میں سے ہی ہوا تو بہتر ہے۔ ورنہ ہمیں وصیت فرما دیں کہ ہم اُس شخص کو یاد رکھیں جو آپ علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں ارشاد فرمایا خدا کی قسم میں ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال نہیں پوچھوں گا کیونکہ اگر انہوں نے مجھے روک دیا تو پھر عمر بھر لوگ ہماری امارت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ جب آپ علیہ السلام کا وصال شریف ہو گیا تو اُسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپؓ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ مبارک روک لیا۔

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مرض وفات میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے چچا آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے جواب دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہی کسی کو خلیفہ بنا دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کریں۔ پوچھا کیوں۔ جواب دیا۔ چچا مجھے اندیشہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیں گے "نہیں"۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر نہیں کے بعد جب ہم لوگوں سے خلافت طلب کریں گے تو وہ بھی انکار کر دیں گے۔ کیونکہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے انکار فرما دیا ہوگا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 292 تا 294

2- تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ ص۔ 521 اور 522

3- البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 409 اور 410

4- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 684 وغیرہ۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مسواک فرمانا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام مرض میں رونما ہونے والے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف سے پہلے مسواک فرمائی۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ مرض کی شدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام کی پشت مبارکہ میرے سینے سے اس حال میں لگی ہوئی تھی کہ سر مبارک میرے کندھے والی چوڑی ہڈی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اُس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر خدمت ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک سبز مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا مسواک کرنے کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں۔ سر کے اشارہ مبارک سے فرمایا ''ہاں''۔ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ سے مسواک لے لی اور اُس مسواک کو اپنے منہ میں نرم کرنے کے بعد خدمت اقدس میں پیش کیا۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پکڑا اپنے دہن اقدس میں ڈالا اور مسواک کرنا شروع فرما دیا۔ اسطرح اپنی عادت مبارکہ سے بھی زیادہ دیر تک مسواک فرماتے رہے۔ اور بعد میں وہ مسواک مجھے واپس کر دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری دن میرا لعاب دہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کے ساتھ ملا دیا۔ اور یہ میرے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان عظیم تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کی وجہ سے دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر فخر کیا کرتی تھیں۔ اور فرماتی تھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے مجھے ایک یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ میرے گھر میں، میری باری کے روز، میری آغوش میں، میرے حجرہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا۔ وقت وصال سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے ملا ہوا تھا۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں مرض وصال کے آخری روز میری آغوش میں کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاندان میں سے ایک فرد حاضر خدمت ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک سبز مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مسواک کو اس انداز سے دیکھا کہ میں سمجھ گئی کہ آپ علیہ السلام مسواک کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ مسواک فرمائیں جواب فرمایا ''ہاں''۔ میں نے اُس شخص سے وہ مسواک لی اور اپنے منہ میں رکھ کر اُسے چبایا جب مسواک نرم ہو گئی تو خدمت اقدس میں پیش کی۔ مسواک لے کر اُس سے بہت زیادہ دانت مبارک صاف کئے اسقدر کہ اُس سے پہلے کبھی اتنے زیادہ صاف نہیں فرمائے تھے۔ جب مسواک کرنے سے فارغ ہوئے تو

اس کو ایک طرف رکھ دیا۔

حدیث میں آتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے دوران حاضر خدمت ہوئے اُس وقت میں آپ علیہ السلام کو اپنے سینے کے ساتھ لگائے ہوئے تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ میں اُس وقت ایک سبز مسواک تھی۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کر کے مجھے دو''۔ حسب حکم میں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کرنے کے بعد خدمت اقدس میں پیش کیا اور اس طرح آپ علیہ السلام نے اُس مسواک سے اپنے دانت مبارک اتنی دیر تک صاف فرمائے کہ اُس سے پہلے کبھی اتنی دیر مسواک نہیں فرمائی تھی۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھ پر اللہ کے انعامات اور میرے ساتھ اُس کے لطف وعطا میں سے ایک یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال میرے مکان میں میری باری کے روز۔ میری آغوش میں ہوا۔ اُس وقت میر العاب دہن اور آپ علیہ السلام کا لعاب دہن جمع ہو گیا تھا۔ یہ سُن کر قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کچھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا وہ سب ہم نے سمجھ لیا۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب میں کیونکر اجتماع ہوا یعنی دونوں لعاب دہن کس طرح اکٹھے ہوئے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میرے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اُس وقت اُن کے ہاتھ میں ایک سبز مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک بڑی رغبت سے استعمال فرماتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مسواک کو دانتوں سے کچل کر مجھے دو انہوں نے مسواک مجھے دی۔ میں نے مسواک کو چبایا اور جب وہ نرم ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن اقدس میں ڈال دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مسواک استعمال فرمائی اور یوں میرے اور آپ علیہ السلام کے لعاب دہن مل گئے۔

مواہب الدنیہ میں عقیلی کی ایک بیان کردہ حدیث درج ہے۔ کہ ایام مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا'' میرے لیے ایک تر مسواک لا کر اُسے نرم کرو اور مجھے دو۔ میں اُس مسواک کو چباؤں تا کہ میر العاب دہن تمہارے لعاب دہن سے مل جائے اور یوں مجھ پر وصال آسان ہو جائے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حسب حکم عمل کیا (مدارج النبوت میں مواہب الدنیہ کی یہ عقیلی سے مروی حدیث بیان کرنے کے بعد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں یہ بات یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نرم کی ہوئی مسواک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چبانا حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک فعل کا بدلہ تھا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ صحت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک فرما رہے تھے۔ جب اچھی طرح مسواک کر چکے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا "اس مسواک کو دھو کر دے دے"۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلے اُس مسواک کو اپنے منہ میں ڈال کر اچھی طرح چوسا پھر دھو کر خدمت اقدس میں پیش کی۔ یہاں آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "یہ مسواک مجھے نرم کرنے کے بعد دو تا کہ مجھ پر موت آسان ہو جائے۔ اس عمل مبارک سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غایت درجہ شرف واکرام ہے۔ اور ان کے ساتھ محبت کا اظہار ہے) (واللہ اعلم)۔

ایک اور حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں اور اس بات کا اکثر ذکر فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا تو میرے گھر اور میری باری میں ایسی حالت میں ہوا کہ آپ علیہ السلام کی پشت مبارکہ میرے سینے کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور سر مبارک میری کندھے کی چوڑی ہڈی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کو اُس وقت اکٹھا کیا جب آپ علیہ السلام کا دنیا میں آخری اور آخرت میں پہلا دن تھا۔ اس کی تفصیل یوں فرمایا کرتی تھیں کہ ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے گھر میں آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اُس وقت میں سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سہارا دیئے بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کی نگاہ اقدس مسواک کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ میں جانتی تھی کہ آپ علیہ السلام مسواک پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ علیہ السلام مسواک کو پسند فرما رہے ہیں حکم ہو تو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسواک لے لوں۔ آپ علیہ السلام نے نے سر مبارک سے اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا "ہاں"۔ مسواک لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال کر چبانا شروع کیا مگر مسواک سخت تھی۔ میں نے عرض کیا مسواک کو نرم کر دوں اجازت عطا فرمائی۔ تو میں نے مسواک کو دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لیا اور اُسکو نرم کیا پھر مسواک دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اُس سے دانت مبارک صاف فرمانے لگے۔ اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کے ساتھ میرا لعاب دہن جمع ہو گیا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 282 اور 283

2- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 804

3- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 684 اور 685 وغیرہ۔

امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم فرمایا گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم مبارک کے بارے میں جس قدر احادیث مبارکہ اور کتب سیر سے روایت ملتی ہیں یہاں ترتیب کے ساتھ تحریر کی جارہی ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق بات تحریر کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حدیث شریف میں آتا ہے جسے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یعقوب نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ابن اسحاق سے کہ انہوں نے ابن شہاب زہری سے بیان کیا کہ عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام نے اپنے باپ سے عن عبداللہ بن ہشام عن ابیہ عن عبداللہ بن زمعۃ بن الاسود بن المطلب بن اسد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہوا تو میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور عرض کیا کون لوگوں کو نماز پڑھائے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں جب باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں موجود ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اُٹھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب انہوں نے تکبیر کہی تو یہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُن لی۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں۔ اللہ اور مسلمان اس بات سے انکار کریں گے۔'' راوی پھر بیان کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ تشریف لائے اور اُنہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرا بُرا ہو تو نے یہ کیا کیا۔ خدا کی قسم جب تو نے مجھے آکر نماز پڑھانے کے لیے کہا تو میں سمجھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ راوی کہتا ہے خدا کی قسم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا حکم نہیں فرمایا تھا بلکہ میں نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں موجود نہیں تو میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ حق دار خیال کرتے ہوئے نماز پڑھانے کے لیے عرض کیا۔

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کو کچھ اضافے کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سُنی تو حجرہ مبارک سے اپنا سر مبارک نکالا اور فرمایا ''نہیں نہیں۔ ابن ابی قحافہ کے سوا کوئی شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھائے''۔ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ناراضگی میں ارشاد فرمائی۔

مرض کی شدت کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف سے چار دن پہلے تک تمام نمازوں کی امامت خود ہی فرمائی اور سورۃ المرسلات " دوران نماز تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد مرض اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وصال تک کسی اور نماز کی امامت نہ فرمائی۔

حدیث میں آتا ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے مغرب کی اذان کہی اور درِ دولت پر حاضر ہو کر خدمت اقدس میں عرض کی اسلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو (یاد رہے ہر اذان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح حجرہ اقدس کے باہر کھڑے ہو کر عرض کیا کرتے۔ اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت فرمانے کے لیے مسجد میں تشریف لاتے۔ اس دفعہ بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب سابقہ عرض کی)

راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ یہ حکم سُن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اور بلند آواز میں فریاد کرتے ہوئے باہر آئے۔ ان کی یہ فریاد کمر کے شکستہ ہونے اور اُمید ٹوٹ جانے کی وجہ سے تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اے کاش میری ماں مجھے جنتی ہی نہ اور اگر میں پیدا ہو ہی گیا تھا تو کاش اس دن کو دیکھنے سے پہلے ہی مر جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں تو نہ دیکھتا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم سُنایا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد کو فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے خالی دیکھا۔ اور پھر یہ حکم سُنا تو ان کی کیفیت ہی عجیب ہوگئی۔ بڑے ہی نرم دل اور فنافی الرسول تھے۔ یہ حال برداشت نہ کر سکے اور منہ کے بل بے ہوش ہو کر مسجد کے فرش پر گر پڑے۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے یہ حال دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ رونے اور فریاد کرنے کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچی تو فرمایا ''اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (جو اُس وقت خدمت اقدس میں موجود تھیں)۔ یہ رونے اور فریاد کرنے کی آوازیں کیسی ہیں''۔ انہوں نے عرض کیا یہ مسلمانوں کے رونے اور فریاد کرنے کی آوازیں ہیں کیونکہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں موجود نہیں دیکھ رہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب فرمایا۔ اور اُنکا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے نماز کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد ارشاد فرمایا ''اے مسلمانو تم سب اللہ تعالیٰ کی پناہ اُس کی حفاظت ونصرت میں ہو۔ اور تمہاری حفاظت، طاعت، اور تقویٰ مین اللہ ہی میرا حامی ہے۔ اور تحقیق میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اور اسے چھوڑ رہا ہوں''۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ آخری نماز تھی جس کی آپ علیہ السلام نے امامت فرمائی۔ پھر وصال شریف تک کسی اور نماز کی

امامت نہیں فرمائی۔(واللہ اعلم)۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اُس روز عشاء کے وقت مرض نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف نہیں لے جاسکتے تھے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء کی اذان دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ آپ علیہ السلام کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سُن کر حکم فرمایا ''لگن میں میرے لئے پانی رکھا جائے میں غسل کروں گا''۔ حسب حکم لگن (ٹب) میں پانی رکھا گیا آپ علیہ السلام نے غسل فرمایا اور اُٹھنا چاہا مگر اُس وقت بے ہوشی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے''۔ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ علیہ السلام کے منتظر ہیں۔ حکم فرمایا ''میرے لیے لگن میں پانی رکھ دیں''۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ غسل فرمایا مگر اُٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہوگئی جب تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر ارشاد فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے''۔ ہم نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ آپ علیہ السلام کے منتظر ہیں حکم فرمایا ''لگن (ٹب) میں پانی رکھیں'' ہم نے حکم کی تعمیل کی غسل فرمایا اُٹھنا چاہتے تھے مگر تیسری بار بھی بے ہوشی طاری ہوگئی۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاؤ تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب حکم حاضر ہوئے اور پھر وہ ہی وصال شریف تک امامت فرماتے رہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں جتنی نمازیں بطور امام پڑھائیں ان کی تعداد سترہ (17) تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا کہ اعمش نے ابراہیم کے حوالے سے مجھے بتایا کہ اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ نماز با جماعت پڑھنے کا ذکر کیا اور عرض کیا اس بات پر روشنی ڈالیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہری حیات مبارکہ میں آخری کس نماز کی امامت فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حسب سابقہ روایت حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اذان سے فارغ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حجرہ اقدس کے باہر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور امامت کے لیے دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

صحیح بخاری میں ہی اُمّ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی جس میں پڑھی جانے والی سورت اور حدیث کا بیان پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ اُسی روز عشاء کی نماز کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔ اس پر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والد بڑے ہی رقیق القلب (نرم دل) ہیں۔ وہ جس وقت آپ علیہ السلام کی جگہ مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو اُن پر ایسی رقت طاری ہوگی کہ وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ اور یوں گریہ زاری کی وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سُنا سکیں گے۔ اُن کی جگہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمادیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ راوی بیان کرتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا۔ ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ پھر سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ تم اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کیونکہ میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرم دل ہونے کی وجہ سے امامت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکیں گے۔ رقت کی وجہ سے وہ قرآن کریم نہیں سُنا سکیں گے۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین بار ہی وہ الفاظ عرض کیے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفا ہو کر ارشاد فرمایا ''تم یوسف والیاں ہو''۔ (یعنی تمہاری زبانوں پر کچھ ہے اور دل میں کچھ) پھر اصرار کے ساتھ حکم فرمایا کہ ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہی حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں''۔ چنانچہ حسب حکم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی نماز پڑھائی۔ (سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ظاہری تو یہ ہی عرض کیا جس کا ذکر گزر چکا ہے مگر دل میں یہ تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ کھڑا ہو کر نماز پڑھائے گا لوگ اس کو منحوس خیال کریں گے یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تم یوسف والیاں ہو''

صحیح مسلم شریف میں حدیث عبدالرزاق بحوالہ زہری مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حمزہ بن عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ ایام مرض میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ اُس وقت فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں جب وہ قرآن پڑھیں گے تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے۔ اے کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ کسی اور کو امامت کا حکم فرمائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ خدا کی قسم میں یہ خیال کرتی تھی کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ امامت کے لیے کھڑا ہوگا۔ لوگ اُس سے بدشگونی لیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ بات دو یا تین دفعہ خدمت اقدس میں عرض کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی لوگوں کو نماز پڑھائے۔ بلاشبہ تم تو یوسف (علیہ السلام) کی ساتھی عورتیں ہو''

اسی طرح صحیح بخاری ومسلم میں عبدالملک بن عمیر کی حدیث سے عن ابی بردہ عن ابی موسیٰ عن ابیہ مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپ علیہ السلام کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہیں پائیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ بلاشبہ تم تو یوسف (علیہ السلام) کی ساتھی عورتیں ہو"

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت

مذکورہ احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "تم سب یوسف والیاں ہو" کی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ اس فرمان مبارک کا مطلب اچھی طرح سمجھ آ جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو گزارش کی تھی کہ میرے والد رقیق القلب ہیں مصلّٰی پر کھڑے ہو کر رقت کے باعث لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ اپنی اس گزارش میں انہوں نے دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی شامل کر لیا تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم یوسف والیاں ہو"۔ نبی غیب دان کو علم تھا کہ ان کے دلوں میں کچھ ہے اور زبان سے کچھ اور ادا کر رہی ہیں۔ اسی لیے "یوسف والیاں ہو" ارشاد فرمایا۔ واقعہ یوں ہے۔

کہ مصر کی عورتیں عزیز مصر کی بیوی زلیخا کو بظاہر ملامت اور نصیحت کر رہی تھیں کہ تیرا یوسف (علیہ السلام) پر فریفتہ ہونا بڑا گھٹیا پن کا اظہار ہے مگر حقیقت میں وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کی مشتاق تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان عورتوں کی باتیں سُن سُن کر زلیخا تنگ آ گئی تو اُس نے ایک دن اُن تمام عورتوں کو اپنے محل میں دعوت پر مدعو کیا۔ اور ان سے کہا کہ جب میں تمہیں اشارہ کروں اُس پردہ کے پیچھے دیکھنا۔ چنانچہ کھانے کے بعد زلیخا نے عورتوں کو پھل پیش کیا اور ایک روایت میں آتا ہے اُن کے ہاتھ میں ایک سیب اور چھری یا چاقو جبکہ ایک دوسری روایت میں لیموں کا ذکر آتا ہے۔ پکڑنے کو کہا جب انہوں نے ایسا کر لیا تو زلیخا نے عورتوں سے کہا اس پھل کو کاٹو۔ عورتیں پھل کاٹنے لگیں تو زلیخا نے پردہ پیچھے کرتے ہوئے کہا ادھر دیکھو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کھڑے تھے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر ان عورتوں کی محویت کا یہ حال ہو گیا کہ پھل کاٹنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی انگلیاں بھی کاٹ لیں۔ اور انہیں اُس بات کی خبر تک نہ ہوئی۔

مذکورہ واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ زنانِ مصر درپردہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کی مشتاق تھیں مگر ظاہری طور پر اس کا اظہار بیزاری کی شکل میں کر رہی تھیں یعنی زبان سے کچھ کہہ رہی تھیں اور دل میں کچھ اور تھا۔ اس طرح کا معاملہ یہاں بھی تھا۔ کیونکہ ظاہری طور پر تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ازواج مطہرات یہ کہہ رہی تھیں۔ کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب ہیں فرائض امامت میں قرأت گریہ زاری کی وجہ سے

نہ کرسکیں گے۔ جبکہ دل میں یہ بات تھی کہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مرض میں وصال فرما گئے تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نحوست اور بدشگونی کا خیال کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حالت قلوب سے آگاہی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم یوسف (علیہ السلام) والیاں ہو" (واللہ اعلم)

مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے سیدۂ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" میں اسقدر عمدہ اور ایمان افروز تشریح بیان فرمائی ہے کہ خود بخود دل سے دعا نکلتی ہے اللہ کریم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات اور بلند فرمائے اور اُنکی قبر انور کو جنت کے باغوں میں سے عمدہ باغ بنائے۔" آمین"۔ فرماتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی اُس دلی کیفیت کا اظہار یوں فرمایا جس کی وجہ سے وہ اپنے والد گرامی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کو نہیں چاہتی تھیں۔

قالت عائشہ رضی اللہ عنہا أقلت ذٰلِکَ ولا ابی بکر الا رغبۃ عن المخاطرۃ والھلکۃ الا ماسلم اللہ و خشیت ایضا ان لایکون الناس رجلا صلّیٰ فی مقام النّبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وھوحی الا ان یشاء اللہ یحسدونہ وینجون علیہ ویتشاءمون بہ فاذا الا مرا مر اللہ والقضآء قضاءہ وعصمہ اللہ من کل فاتخوفت علیہ من امر الدنیا والدین .

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کی امامت سے اس لیے انکار کرتی تھی۔ تاکہ میرے والد گرامی دنیا سے بالکل الگ رہیں۔ کیونکہ عزت و جاہ خطرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے وہی دنیا کے فتنہ سے بچ سکتا ہے۔ یہ خطرہ بھی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا لوگ اُس پر حسد کریں گے اور عجب نہیں کچھ زیادتی ہی کردیں اور اس کو منحوس جانیں۔ پس جب اللہ کا حکم یہی ہے کہ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام بنیں۔ تو میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ میرے والد کو دنیا اور دین کے ہر خوف وخطرہ سے محفوظ فرمائے۔

مذکورہ کلام جس کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کس قدر پر مغز اور عقل وفراست سے بھرپور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان امامت کا مطلب بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ رمز شناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ اس فرمان مبارکہ سے آئندہ اپنے والد گرامی کی خلافت وامارت کا اشارہ خوب سمجھتی تھیں۔ مگر بھرپور کوشش کر رہی تھیں کہ یہ امامت وخلافت میرے والد گرامی کی بجائے کسی اور کے پاس چلی جائے تاکہ وہ دنیا کے اُن فتنوں سے محفوظ اور الگ رہیں جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ اس خیال کی تصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلے خطبہ سے ہوجاتی ہے۔ دونوں باپ اور بیٹی علم رکھتے ہوئے بھی امارت وخلافت کے ہرگز خواہش مند نہ تھے۔ چنانچہ پہلے ہی خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

"خدا کی قسم میں نے مسلمانوں پر اس امارت اور خلافت کی نہ کبھی تمنا کی اور نہ ہی کبھی دعا مانگی۔ اس وقت بحالت مجبوری مسلمانوں پر فتنہ وفساد کے ڈر سے اس چیز کو قبول کر رہا ہوں۔"

یہاں ایک اہم ترین نکتہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ جس ہستی کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑا کرنا چاہے۔ اُس امر کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نبی آخر الزماں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد حاصل ہو گئی۔ پھر اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حکم کے بغیر اپنا نائب مقرر کرنے کا حکم ہرگز نہیں دے سکتا۔ اس مسئلہ پر اجماع اُمت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کرنے کا حکم اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ وصال النبی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ہوں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور مقتدی

ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ دوشنبے کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اُس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی امامت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ تو سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کر لیا کہ تاجدار عرب وعجم خاتم النبییّن سیدی مکی مدنی فخر رسل رحمت عالم نور مجسم سرکار ابد کرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے تاکہ آپ علیہ السلام کے لیے جگہ خالی کر دیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "تم ہی نماز پڑھاؤ" اور خود ان کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ آواز مبارکہ اسقدر بلند تھی کہ بیرون مسجد تک سنائی دے رہی تھی۔

"اَیُّهَا النَّاس سُعِّرَتِ النَّارُ وَ اَقْبَلَتِ الفِتَنِ کَقِطَعِ اللَّیلِ المُظلِمَ وَاِنِّی وَاللهِ مَا تَمَسَّکُونَ عَلٰی لِشَیءٍ اِنّی لَم اُحِلّ اِلاَّ مَا اَحلَّ القُرانَ وَمَا اُحَرِّمَ اِلاَّ حَرَّمَ القُرانَ".

ترجمہ:۔ "اے لوگو دوزخ کی آگ روشن کر دی گئی ہے۔ اور رات کی تاریکی کی طرح فتنے چلے آ رہے ہیں خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ کسی چیز کی ذمہ داری مجھ پر عائد کرو۔ کیونکہ میں نے تم لوگوں کے لیے وہی چیز حلال کی ہے جو قرآن نے حلال کی ہے۔ اور وہی حرام کیا ہے جو قرآن نے حرام کیا ہے"۔

خطبہ مبارک کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج تو آپ علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ اللہ کے فضل وکرم سے بہت اچھی معلوم ہو رہی ہے۔ اور یہی ہم سب کی دلی آرزو ہے۔ آج میرا خارجہ کی بیٹی کے پاس جانے کا دن ہے اگر اجازت فرمائیں تو چلا جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا "ہاں تم چلے جاؤ اجازت ہے"۔ یہ فرمانے کے بعد سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک کے اندر تشریف لے گئے۔ اور یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے پاس مدینہ طیبہ کے بالائی حصہ میں سخ چلے گئے۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حضرت عبید بن عمر اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ "وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت شروع کی۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض میں کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور صفوں میں سے راستہ بناتے ہوئے آگے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہٹ محسوس کی تو وہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور اسطرح آگے نہیں بڑھ سکتا۔ وہ نماز میں کیونکہ ادھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ اس لیے جائے نماز یعنی مصلیٰ سے پچھلی صف کی طرف ہٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دوبارہ مصلیٰ پر کھڑا کر دیا اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں تشریف فرما ہوئے۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُس روز آپ علیہ السلام کی آواز مبارکہ مسجد سے باہر جا رہی تھی فرمایا:

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ وَاِنِّی وَاللّٰهِ مَا تَمَسَّكُوْنَ عَلٰی لِشَیْءٍ اِنِّی لَمْ اُحِلَّ اِلَّا مَا اُحِلَّ الْقُرْاٰنُ وَمَا اُحَرِّمْ اِلَّا حَرَّمَ الْقُرْاٰنُ".

ترجمہ:۔ "اے لوگو دوزخ کی آگ روشن کر دی گئی ہے۔ اور رات کی تاریکی کی طرح فتنے چلے آ رہے ہیں خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ کسی چیز کی ذمہ داری مجھ پر عائد کرو۔ کیونکہ میں نے تم لوگوں کے لیے وہی چیز حلال کی ہے جو قرآن نے حلال کی ہے۔ اور وہی حرام کیا ہے جو قرآن نے حرام کیا ہے۔"

جب خطبہ مبارک سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے ہوئے عرض کیا۔ اللہ۔ اللہ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دیکھ رہا ہوں کی طبیعت مبارکہ کافی بہتر ہے۔ یہ دن خارجہ کی بیٹی (جو کہ بنی الحارث بن الخزرج کے انصار میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں) کا ہے۔ اگر اجازت ہو تو آج اُس کے پاس چلا جاؤں فرمایا "اجازت ہے"۔ اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر چلے گئے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا کہ زائدہ نے ہمیں موسیٰ بن ابی عائشہ سے بحوالہ عبید اللہ بن عبد اللہ خبر دی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس گیا اور عرض کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے بارے میں نہیں بتائیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کیوں نہیں۔ پھر فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تکلیف بڑھ گئی۔ تو ارشاد فرمایا۔ ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''لگن میں پانی بھر کر لاؤ تاکہ میں غسل کروں''۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ علیہ السلام نے غسل فرمایا جب اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہوش آ گیا تو فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' ہم نے پھر عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ علیہ السلام کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا ''لگن میں پانی بھرو میں غسل کروں گا''۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ غسل فرمایا اُٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو پھر فرمایا ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ مسجد میں بیٹھے آپ علیہ السلام کا انتظار کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلاؤ تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب تھے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ انہوں نے جواب دیا اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبیعت مبارکہ میں کچھ افاقہ وسکون محسوس فرمایا تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر فجر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ (یہ دونوں شخص حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے) اُس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرما رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو مصلّی سے پیچھے ہونا چاہا۔ مگر آپ علیہ السلام نے اشارہ سے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں کو حکم دیا کہ ''مجھے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پہلو میں بٹھا دیں۔ اس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرمانے لگے۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث سُن کر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میں آپ کو وہ بات نہ بتاؤں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض کے بارے میں بتائی۔ انہوں نے فرمایا بیان کرو تو میں نے سارا حال ان کو بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی چیز سے انکار نہ فرمایا۔ البتہ یہ ضرور فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے اُس دوسرے آدمی کا نام نہیں بتایا۔ جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ میں نے عرض کیا یہ نہیں بتایا اُس پر انہوں نے فرمایا دوسرے آدمی حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت امام بیہقی نے سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن ایوب کے طریق سے بحوالہ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کیا کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں اُس کے دونوں پہلو مخالف سمت ڈال کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ پھر اُٹھنے سے پہلے فرمایا ''اُسامہ بن زید (رضی

اللہ تعالیٰ عنہما) کو میرے پاس بلاؤ''۔ وہ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی پشت مبارکہ کو اپنے سینے کا سہارا دیا۔ اور یہ آخری نماز تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی۔ کیونکہ اُسی روز چاشت کے وقت آپ علیہ السلام کا وصال پانا ثابت ہے۔

محمد بن ابرہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ''لوگوں کو نماز پڑھاؤ''۔ پھر کچھ افاقہ محسوس کیا تو حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں لوگوں کی امامت فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں سے گزرتے ہوئے امام کے نزدیک تشریف لے گئے۔ اور اپنا ہاتھ مبارک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ رحمت عالم نور مجسم علیہ السلام کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے۔ مگر آپ علیہ السلام نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور امام کے بائیں جانب بیٹھ کر نماز پڑھی۔ یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ فارغ ہو کر جب واپس حجرہ مبارکہ کی طرف تشریف لے جانے لگے تو ارشاد فرمایا۔ ''کوئی نبی (علیہ السلام) دنیا سے اُس وقت تک نہیں اٹھایا جاتا جب تک اُس کی امت کا کوئی شخص اُس کی امامت یعنی نبی علیہ السلام کی امامت نہ کرے۔''

اسی طرح محمد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کوئی بھی نبی (علیہ السلام) ہرگز دنیا سے نہیں اُٹھایا جاتا جب تک اُس کی اُمت کا کوئی شخص اُسکی امامت نہ کرے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت میں سے صرف دو آدمیوں کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک رکعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے دوران سفر ادا فرمائی۔ حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ جہاد کے لیے سفر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور کچھ دیر تک واپس نہ آئے۔ نماز کا وقت نکل رہا تھا چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کسی ایک نے تکبیر کہی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کی۔ جب ایک رکعت پڑھا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ مگر آپ علیہ السلام نے ان کو اشارے سے منع فرما دیا اور یوں ایک رکعت نماز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائی۔ جب امام سلام پھیر چکے تو باقی نماز آپ علیہ السلام نے پوری فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''دنیا سے کوئی نبی (علیہ السلام) اُس وقت تک رخصت نہیں ہوا جب تک

اُس نے اپنے کسی نیک اُمتی کے پیچھے نماز نہ پڑھی ہو"۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ آپ علیہ السلام حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت آپ علیہ السلام کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محسوس ہو گیا کہ رحمت عالم نورِ مجسم مسجد میں تشریف لا چکے ہیں۔ اس لیے انہوں نے مصلیٰ سے پیچھے ہٹنا چاہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارے سے فرمایا کہ "تم اپنی جگہ پر ہی رہو"۔ پھر آپ علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہی رہے۔ اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتدی تھے۔ ایسا کرنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کی مطابقت میں تکبیر بلند کرتے اور لوگ اسطرح باخبر ہو جاتے کہ اب سجدہ کرنا ہے یا رکوع وغیرہ کرنا ہے۔ علماء اور اصحاب سیر کا اس بات پر اجماع ہے امامت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

(مذکورہ احادیث مبارکہ کو پڑھ کر یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے یا یوں کہہ لیں کہ یہ امر پوشیدہ نہیں رہ جاتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تخصیص فرمانا اور اس میں مبالغہ فرمانا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیم خلافت پر دلیل ہے۔ اُس وقت تمام قریشی صحابہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ مگر آپ علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخصوص فرما کر آگے بڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

قَدمَکَ رَسُول اللہِ فمن الذی یوء خرک.

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے بڑھا دیا ہے اور مقدم فرما دیا ہے۔ تو اب آپ کو مؤخر کوئی نہیں کر سکتا"۔

اسی طرح حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اسد الغابہ میں ایک روایت مروی ہے فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے حکم فرمایا تو میں بھی اُس وقت وہاں موجود تھا۔ حاضر تھا غائب نہیں تھا۔ اور میں تندرست تھا بیمار نہیں تھا۔ اگر اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو مجھے بھی آگے بڑھا سکتے تھے۔ پس ہم دنیا میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس پر دین کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو گئے۔ سبحان اللہ کیا ایمان ہے حق والوں کا۔ مختصراً حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی امامت کے لیے مقدم فرمایا جو کہ اسلام کے عملی ارکان میں سب سے بڑا رکن ہے۔ یہاں شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

" کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے مقدم فرمانا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں آتا ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "لوگوں کو امامت وہ کرائے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے۔ اگر علم میں سب برابر ہوں تو امامت وہ کرائے جو اُن سب میں سنت کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اور اگر سب سنت کا علم برابر رکھتے ہوں تو امامت کے فرائض وہ سرانجام دے جو سب سے عمر کے لحاظ سے بڑا ہو۔ اور اگر عمر کے اعتبار سے بھی برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جو اُن میں اسلام لانے میں مقدم ہو"۔

گزشتہ بیان ہونے والی تمام احادیث مبارکہ اور روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی شرائط امام میں جو جو کمال اور صفات کا ہونا ضروری ہے وہ سب صفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود تھیں۔ اس لیے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء فرما کر اشارۃً اپنے بعد انکی جانشینی کا عملی مظاہرہ فرما دیا۔ (واللہ اعلم)۔

امام کی اقتداء کے بارے میں حکم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے دوران امام کی اقتداء کے بارے میں جو حکم دیا اس کا بیان۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسم اقدس میں درد تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی وہ لوگ کھڑے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ"۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ "امام تو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اُسکی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو۔ جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو۔ جب وہ بیٹھ جائے تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔ اور ایسا ہی کرو جیسا امام کرے"

اسی طرح الزہری سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے گر گئے۔ اس طرح آپ علیہ السلام کے داہنا کولہا مبارک پہ خراش آ گئی۔ ہم لوگ عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ آپ علیہ السلام نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ہم نے اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا "امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔

جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو۔ جب اُٹھے تو اُٹھ جاؤ۔ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔"

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حالت میں بھی امامت فرمائی کہ سخت بیمار تھے اور نماز کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سہارا لگائے ہوئے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "امام تو صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو۔ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو سب مل کر بیٹھ جاؤ اور بیٹھ کر ہی نماز پڑھو۔"

-1 از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔264 تا 273

-2 از: سیرۃ ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔799 تا 803

-3 تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔523 اور 528

-4 از: فتح الباری۔ جلد۔8۔ صفحہ۔112

-5 مشکوٰۃ۔ جلد۔1۔ صفحہ۔102

-6 صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔98 تا 99

-7 صحیح بخاری شریف۔ جلد۔2۔ صفحہ۔240 باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

-8 از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔407 تا 414

-9 الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔799 اور 800

-10 از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔676 تا 679

قبر کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے حقیقی دنیا کی طرف کوچ فرمانے سے تقریباً پانچ روز قبل ارشاد فرمایا کہ "اے مسلمانو! یہ بات اچھی طرح جان لو تم لوگ خبردار ہو جاؤ کہ تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم لوگوں پر واجب ہے کہ میری قبر کو سجدہ گاہ ہرگز نہ بنانا" ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اے اللہ میرے بعد یہ لوگ میری قبر کو بت نہ بنا دیں یا اُن کو بت نہ بنانے دینا"۔ (واللہ اعلم)۔ کتب سیر میں ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بھی ارشاد فرمایا۔

''لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰیٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ئِھِمْ مَسَاجِدَ.

ترجمہ:۔ ''یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں یہ بھی ارشاد فرمایا ''اُن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب اور زیادہ ہو جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اے مسلمانو! بے شک میں تم کو اس چیز سے روکتا اور سختی سے اسکی ممانعت کرتا ہوں''۔ پھر مزید یوں ارشاد فرمایا۔

اَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ

ترجمہ:۔ ''خبردار میں نے تم کو خبردار کردیا ہے۔ اے میرے اللہ تو گواہ رہنا اے میرے اللہ تو گواہ رہنا۔''

حدیث شریف میں آتا ہے۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید بیمار تھے تو اپنے کمبل مبارک کو اپنے چہرہ اقدس پر ڈال لیتے اور پھر جب سانس لینے میں کچھ دشواری محسوس فرماتے تو کمبل مبارک اپنے چہرہ اقدس سے ہٹا لیتے۔ اس حال میں ہی ارشاد فرمایا ''یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا''۔ اس طرح آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو قیامت تک آنے والے اہل ایمان کو ایسے اعمال وافعال اور قبور کو مسجد بنانے سے ڈرا رہے تھے منع فرما رہے تھے۔

مسئلہ: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان مقدس کہ ''قبر کو مسجد نہ بنانا'' کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ قبر کو سجدہ نہ کرے۔ یعنی قبر کو اسطرح سجدہ نہ کیا جائے جیسے بت پرست سجدہ کیا کرتے تھے یا کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ اصحاب قبر کو خدا خیال کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے اُنکا مقصد پوجا کرنا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے انکا مقصد تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہو۔ مگر دوران نماز یا عبادت ان قبور کی طرف منہ کر لینا قرب حق اور رضا الٰہی کا سبب خیال کیا جائے اور اپنے اس فعل کو عبادت میں شامل کرلیا جائے۔ پہلی شکل یا مطلب تو خود ہی شرک جلی اور صریح کفر ہے ایسا کرنے والا کسی شک وشبہ کے بغیر ہی مشرک ہو جائے گا۔ دوسری صورت میں عمل کرنے والا شرک خفی کا مرتکب ہوگا جو کہ باجماع اُمت حرام اور سخت تاکید کے ساتھ منع ہے۔ لہٰذا کسی نبی۔ مرد صالح یا کسی بھی نیک ترین مسلمان کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ ہاں اگر قبر کے نزدیک مسجد بنادی جائے تاکہ لوگ فرض نماز تو مسجد میں ادا کرلیں اور مرد صالح کی ہمسائیگی کی وجہ سے نورانیت اور روحانیت حاصل کرسکیں تو پھر مذکورہ حکم لازم نہیں آتا ہے۔ حضرت ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

''اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''قبروں کو مساجد بنانے والوں پر خدا کی لعنت'' تو یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ قبر کو نماز کے لیے قبلہ بنالیا جائے یا قبر کو معبود ٹھہرائے اور

نماز ادا کرنے کا مقصد قبر کی تعظیم ہو ایسا کرنا بالاتفاق اُمت حرام ہے۔ اور اگر کسی اللہ کے پیغمبر یا مرد صالح کے قرب و جوار میں مسجد تعمیر کر لی جائے اور وہاں نماز ادا کرنے یا عبادت کرنے کا مقصد صاحب قبر کا فیض حاصل کرنا یا صاحب قبر کی روحانیت کا حصول ہوتا کہ عبادت کا ثواب ہو جائے۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

اس مسئلے سے تو ہر کوئی اچھی طرح واقف ہے کہ نماز با جماعت ادا کرتے ہوئے صف میں دائیں جانب کھڑے ہونے کا زیادہ اجر وثواب ہے مگر یہ حکم مسجد نبوی کے علاوہ دیگر تمام مساجد میں نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے ہے۔ مسجد نبوی میں نماز با جماعت ادا کرتے وقت بائیں جانب کھڑے ہونا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ قربان جائیں صاحب دل، صاحب طریقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں کے جنہوں نے مسجد نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز با جماعت ادا کرنے کی فضیلت کے جو ثواب زیادہ بتاتے ہوئے ایسا کرنے کی وجہ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں مسجد نبوی میں کیونکہ قبر انور اور روضہ انور بائیں جانب ہے۔ اس لئے جب نمازی با جماعت نماز ادا کرتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کا چہرہ روضہ انور کی طرف ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا اُس پر رحم خاص نازل ہوتا ہے۔ یہ گدائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احقر رانا محمد سرور خاں ایسا عقیدہ رکھنے والے اور اس قول کو بیان کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اُسکے درجات بلند ہوں۔ دین و دنیا کی سب خوبیاں اور نعمتیں اُس کو نصیب ہوں جس نے اس قدر بات اور تشریح ہم گناہ گاروں کے گناہ کم کرنے کے لیے ہمیں بتائیں۔

قرآن کریم فرقان حمید میں اقوال مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کا حکم خود خالق کائنات نے دیا ہے (سورۃ البقرآیت 125)۔ اور اس طرح مقام ابراہیم علیہ السلام پر نماز ادا کرنا باعث زیادتی اجر وثواب ہے۔ اب ہر عاقل مسلمان کو غور کرنا چاہیے کہ جس پتھر پر چند لمحات کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک لگے وہ مقام تو قیامت تک ہر مسلمان کے لیے مصلیٰ بن جانے کی وجہ سے زیادہ اجر وثواب کا موجب بن گیا ہے۔ اور جس جگہ فخر دو عالم امام مرسلین تاجدار عرب وعجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد انور موجود ہے۔ اُس جگہ کی عظمت شان اور درجہ کا کیا حال ہوگا کیا مقام ہوگا۔ یہ شرعی مسئلہ ہے جس پر اجماع اُمت ہے کہ جس جگہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ موجود ہوں وہ جگہ محفوظ اور اجساد مطہرہ مٹی سے محفوظ ہیں یعنی مٹی اُن پاک اجساد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ اجساد مطہرہ وہاں زندہ ہیں۔ اس لیے وہ مقدس مقامات بھی کثرت اجر وثواب اور ترقی درجات کا موجب وسبب ہیں "سبحان اللہ"۔

یوں تو اس آیت مقدسہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے کثیر علماء اور محققین نے بڑی شاندار تشریحات بیان فرمائی ہیں۔ ان سب کا تفصیلی حال بیان کرنا ممکن نہیں ہے صرف ایک تشریح بیان کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں تا کہ اس مسئلے کی وضاحت کے ساتھ تشریح ہو جائے اللہ قبول فرمائے۔ کتب سیر میں ایسے مسئلوں کے بارے میں بہت کم اصحاب

سیر نے لکھا ہے۔ اُس وقت مسلمانوں کے لیے ان مسائل کا جاننا کس قدر آسان تھا لوگ اکثر مساجد و محافل میں ایسے مسائل سُن کر یاد کر لیا کرتے تھے۔ پھر کتب سیر مسائل کا بیان بھی نہیں کہ یہاں مسائل کی تشریح و تفصیل تحریر کی جاتی۔ مگر آج کا یہ ترقی یافتہ دور جس میں انسان مشین بن کر رہ گیا ہے۔ شب و روز ترقی کی اس دوڑ میں سرمایہ اکٹھا کرنے کے لیے صرف دنیا کے حصول کے لئے ہر ایک بھاگ رہا ہے کسی کے پاس بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے مساجد میں یا محافل میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث و احکامات سننے کا وقت نہیں ہے۔ یہ احقر اپنی طرف سے کوشش کر رہا ہے کہ چند سطور لکھ دے تا کہ اس زمانے کا مسلمان جو کتب پڑھنے کے لیے وقت نکال لیتا ہے۔ اس سیرت پاک کا مطالعہ کرتے ہوئے ان مسائل سے آگاہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ میں یہ کوشش کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں اللہ کریم اس کوشش کو قبول فرمائے۔

تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ قرآن کریم کی اس آیت (سورۃ البقرآیت 125) کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ اہل حق نے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (علیہ اسلام) مصلیٰ والی آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جس جگہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے کوئی ایک بندہ ایک لمحہ کے لیے بھی تشریف فرما ہوا وہ جگہ رحمت اور نورانی ہوگئی۔ فرماتے ہیں۔

"منیزل هناک بر کات من اسماء و سکنیته"

ترجمہ:۔ "وہاں پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے۔"۔

"تجذب القلوب الی الله ویتضاعف هناک"

ترجمہ:۔ "جو دلوں کو اللہ کی طرف جذب کر لیتا ہے۔"

"اجر الحسنات و کذاز ادالسیات".

ترجمہ:۔ "وہاں حسنات کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی طرح برائیوں کا گناہ اور عذاب بھی۔"

آخر میں ایک اور روایت تحریر کی جا رہی ہے جسے پڑھ کر ہمارے پیش نظر مسئلہ کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں کمزور بینائی والا تھا۔ میں اپنی قوم کا امام بھی تھا۔ جب کبھی بارش ہوتی تو مسجد اور میرے گھر کے درمیان وہ وادی جس سے میں گزر کر مسجد میں نماز با جماعت کے لیے جایا کرتا تھا۔ بارش کی وجہ سے راستہ بند ہو جاتا اس طرح مسجد میں نماز با جماوعت ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتا۔ اس مسئلے کا حل میں نے یوں نکالا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تا کہ میں اُس جگہ کو اپنے لیے جائے نماز بنا لوں اور یوں اُس جگہ سے برکت کامل اور اجر عظیم حاصل کر سکوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری عرض کو شرف قبولیت بخشا۔ میرے گھر میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد جب کبھی بارش یا اور کوئی رکاوٹ

پیش آتی تو میں اُس جگہ جہاں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی نماز پڑھ لیتا اور یوں دین و دنیا کا اجر عظیم حاصل کرتا''۔(سبحان اللہ)

1- از: صحیح بخاری شریف۔باب نماز، جلد۔اول۔
2- از: صحیح مسلم شریف۔باب نماز۔جلد۔اول۔
3- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔جلد۔اول۔صفحہ۔809اور810
4- از: موطا امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) جلد۔اول۔صفحہ۔65
5- از: اشعۃ اللمعات۔جلد۔اول۔صفحہ۔763
6- از: اشعۃ اللمعات۔جلد۔اول۔صفحہ۔506
7- از: تفسیر مظہری۔جلد۔اول۔صفحہ۔128
8- از: شرح مشکوٰۃ شریف۔حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
9- از: مدارج النبوت شریف۔جلد۔2۔صفحہ۔679اور680وغیرہ۔

وصال شریف کے وقت صدقہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف کے وقت صدقہ فرمایا۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات دینار تھے۔جو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رکھے ہوئے تھے۔جب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ ''وہ دینار جو تمہارے پاس پڑے ہیں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بھیج دو تاکہ وہ صدقہ کر دیں''۔یہ فرماتے ہی آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہوگئی۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت میں مشغول ہوگئیں اور حکم مبارک کی تعمیل نہ ہوسکی۔جب طبیعت مبارکہ کچھ سنبھلی تو پھر ارشاد فرمایا ''دینار علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیج دیئے ہیں''۔ایک اور روایت میں آتا ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہی ارشاد فرمایا ہر بار بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔اُدھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت گزاری میں مشغول ہو جاتیں۔جب کچھ افاقہ ہوا تو دینار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیئے گئے۔سرکار دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کیا دینار صدقہ کر دیئے ہیں''۔عرض کیا صدقہ کر دیئے ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیا تو یہ گمان کرتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اپنے پروردگار سے ملے گا تو یہ سونے کے پترے بھی اُس کے پاس ہی ہوں گے''۔

"از البیہقی"۔

وصال کی شب چراغ کے لیے تیل نہ تھا

پیر یعنی سوموار کی شب جب فخر دو عالم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہوئی (احتضار عرف عام میں حالت نزاع کو کہتے ہیں) وصال شریف کا وقت نزدیک آ پہنچا تو گھر میں موجود چراغ کے لیے تیل نہیں تھا۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انصار کی عورت کے پاس جو کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلی تھی۔ چراغ بھیجا کہ اگر تمہارے پاس تیل ہو تو تھوڑا سا تیل یا روغن اس چراغ میں ڈال دو کیونکہ اس وقت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احتضار (نزع) کا عالم ہے۔ سبحان اللہ قربان جائیں اس عظیم ترین ہستی کے جو کہ پوری کائنات اور تخلیق خداوندی میں اللہ تعالیٰ کے بعد افضل ہے ساری مخلوق و کائنات سے تھوڑی دیر پہلے سات دینار صدقہ فرما دیتے ہیں اور خود گھر کے ذاتی چراغ کے لئے تیل بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیار محبت کا دم بھرنے والے وہ لوگ جو شب و روز مال و متاع حاصل کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام کا یہ عمل مبارک ایسے لوگوں کے لیے چشمہ ہدایت ہے ایسے لوگ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل مبارک سے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے تو یاد رکھیں وہ محبت، اتباع اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھوٹے دعویدار ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم ان کو عملی طور پر اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توفیق بخشے۔

وصال شریف کے وقت غلام آزاد فرمانا

کتب سیر میں آتا ہے اس روایت کو سہل بن یوسف اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف سے پہلے اپنے جو غلام خدا کی راہ میں آزاد فرمائے ان کی تعداد تقریباً چالیس (40) کے قریب تھی۔

1- از: الوفا باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔جلد۔اول۔صفحہ۔801 اور 803

2- البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔419 تا 422

3- مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔681 اور 682 وغیرہ

کتابیات جلد ہفتم

نمبر شمار	نام کتاب	تالیف
1	دلائل النبوۃ	علامہ ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی (ولادت نیشاپور 384ھ وفات 458ھ)
2	تاریخ طبری	حضرت ابی جعفر ابن جریر طبری (المتوفی 310ھ)
3	سیرۃ النبی کامل	علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام ابن ایوب الحمیر ی (المتوفی 213ھ)
4	طبقات ابن سعد	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سعد البصر ی (168ھ-230ھ)
5	سیرت حلبیہ	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی (975ھ 1044ھ)
6	زاد المعاد	حافظ ابن قیم (691ھ-751ھ)
7	شرح مواہب الدنیہ	حضرت امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی (المتوفی 1172ھ)
8	الوفاء باحوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	امام عبد الرحمٰن ابن جوزی (متوفی 597ھ)
9	البدایہ والنہایہ	امام عماد الدین ابن کثیر دمشقی (المتوفی 774ھ) (701ھ- 774ھ)
10	السیرۃ نبویہ	حافظ الحدیث ابوحاتم محمد بن حبان احمد التیمی البُستی (متوفی 354ھ)
11	جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی 1052ھ)
12	روض الانف	امام عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی (متولد 508ھ المتوفی 581ھ)
13	صحیح بخاری شریف	حضرت امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری (ولادت بخارا۔ ازبکستان۔ 192ھ وفات سمرقند کے قریب مقام خرتنگ 256ھ) (امام مسلم، ترمذی، ابن خزیمہ، ابی زرعہ، ابوحاتم، نسائی وغیرہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں)

نمبر	کتاب	مصنف
14	فتح الباری	حضرت امام حجر عسقلانی (متوفی 852ھ)
15	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر حمید اللہ
16	مواہب لدنیہ	شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب البغدادی
17	اصح السیر	علامہ علی بن بر ہان الدین حلبی (975ھ-1044ھ)
18	مروج الذہب	امام مسعودی (المتوفی 346ھ)
19	کتاب الخراج	امام ابو یوسف
20	صحیح مسلم شریف	حضرت امام مسلم ابن حجاج نیشاپوری (ایران) (ولادت 204ھ وفات بغداد 241ھ)
21	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل ابن ادریس (ولادت بغداد 164ھ وفات بغداد 241ھ بعض کے مطابق نیشاپور 261ھ)
22	سنن ابوداؤد	حضرت ابوداؤد سلیمان ابن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی (ولادت ہرات کے قریب سجستان افغانستان 202ھ وفات بصرہ 275ھ)
23	نسائی	امام عبد الرحمٰن ابن احمد بن علی ابن شعیب بن علی بن سنان ابن بحر ابن دینار نسائی (ولادت خراسان کی بستی نساء ترکمانستان 215ھ وفات بعض کے مطابق مکہ مکرمہ 303ھ)
24	تفسیر ابن کثیر	علامہ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی (701ھ-774ھ)
25	معجم البلدان	علامہ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی (پیدائش روم 574ھ وفات حلب شہر کے قریب واقع خان 626ھ)
26	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ
27	کتاب مقدس استثنا	(مطبوعہ) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی
28	کنز العمال	امام علی المتقی بن حسام الدین (المتوفی 975ھ)

29	فتوح البلدان	علامہ احمد بن یحییٰ ابن جابر البلازری (المتوفی 279ھ = 892 عیسوی)
30	کتاب الاموال	ابو عبید
31	سنن دارمی	امام ابو محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بن عبد الرحمٰن بن فضل بن بہرام تمیمی دارمی سمرقندی از بکستان (پیدائش سمرقند 181ھ وفات سمر قند 255ھ)
32	کتاب فقہ اکبر	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ابن زوتی (پیدائش کوفہ 80 ہجری وفات بغداد 150 ہجری)
33	اصابہ	امام احمد بن علی بن محمد بن علی العسقلانی (متوفی 852ھ)
34	لسان العرب	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم (المتوفی 771ھ)
35	اعلام النبوۃ	علامہ ابوالحسن علی الماوردی (متوفی 450ھ)
36	الخصائص الکبریٰ	حضرت امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ
37	نسیم الریاض	امام شہاب الدین احمد الخفاجی (متوفی 1069ھ)
38	الفاروق	ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصری
39	معالم دار الہجرت	امام زین الدین المراغی (المتوفی 816ھ = 1413ء)
40	منظومہ	حافظ زین الدین عراقی
41	مدارج النبوت	شاہ عبد الحق محدث دہلوی (958ھ۔1073ھ)
42	عیون الاثر	علامہ الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد (متوفی 734ھ)
43	انوار التنزیل	قاضی امام ناصر الدین بیضاوی (المتوفی 685ھ)
44	عیون الاثر	ابن سید الناس اندلسی (المتوفی 734ھ)
45	شفا شریف	قاضی عیاض المالکی (المتوفی 544ھ)
46	تفسیر در منثور	امام جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھ)
47	شرح مواہب لدنیہ	حضرت امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی (المتوفی 1172ھ)
48	اخبار مدینہ منورہ	امام ابن النجار (المتوفی 643ھ = 1245ھ)
49	صحیفہ غوثیہ	سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی (وفات بعمر 90 سال 7 ماہ بغداد 561ھ)

50	مکتوبات شریف	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی سرہندی (متوفی 1034ھ)
51	گلاسری آف کاسٹ اینڈ ٹرائب	ایچ اے روز اشاعت 1911ء
52	شرف النبی	علامہ ابو سعید عبد الملک بن عثمان نیشاپوری (متوفی 407ھ)
53	شرح بخاری	امام قسطلانی (851ھ-923ھ)
54	روح المعانی	علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی (متوفی 1270ھ)
55	تفسیر ابن ابی حاتم	علامہ ابن ابی حاتم (المتوفی 327ھ)
56	فتوحات مکیہ	شیخ اکبر محیی الدین بن عربی (متوفی 638ھ)
57	صورۃ من المدینۃ المنورہ	خالد مصطفٰے۔ قاہرہ۔ مصر
58	مرۃ الحرمین	ابراہیم رفعت پاشا (اشاعت 1908ء) قاہرہ۔ مصر
59	معارج النبوت	حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی (المتوفی 907ھ)
60	تفسیر ابن کثیر	حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر (متوفی 774ھ)
61	دلائل النبوۃ	امام الحافظ ابونعیم الاصبہانی (متوفی 430ھ)
62	تفسیر ابن ابی حبان	علامہ ابن ابی حبان (المتوفی 369ھ)
63	الاصابہ	امام احمد بن علی بن محمد بن علی العسقلانی متوفی 852ھ
64	اصح السیر	علامہ علی بن برہان الدین حلبی (975ھ-1044ھ)
65	ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی (ولادت نہر بلخ کے کنارے واقع ازبکستان میں جیحون مقام ترمذ 229ھ (بعض نے 209ھ تحریر کیا ہے)۔ وفات ترمذ 279ھ)
66	موطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی حمیری (ولادت 93ھ وفات مدینہ منورہ 179ھ)
67	السیرۃ النبویہ	حضرت علامہ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر (متوفی 774ھ)
68	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی (المتوفی 606ھ)
69	کتاب فقہ اکبر	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت زوتی (پیدائش کوفہ 80ھ وفات بغداد 150ھ)

70	سیرت حلبیہ	امام ابن برہان الدین حلبی (975ھ۔ 1044ھ)
71	شواہد النبوۃ	حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی 898ھ 1492ء)
72	حیات القلوب	آغا محمد باقر مجلسی (1087ھ-1676ء)
73	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (پیدائش قزوین 209ھ وفات قزوین۔فارس۔273ھ)
74	طبقات کبریٰ	علامہ محمد بن سعد منیع بصری زہری (المتوفی 230ھ)
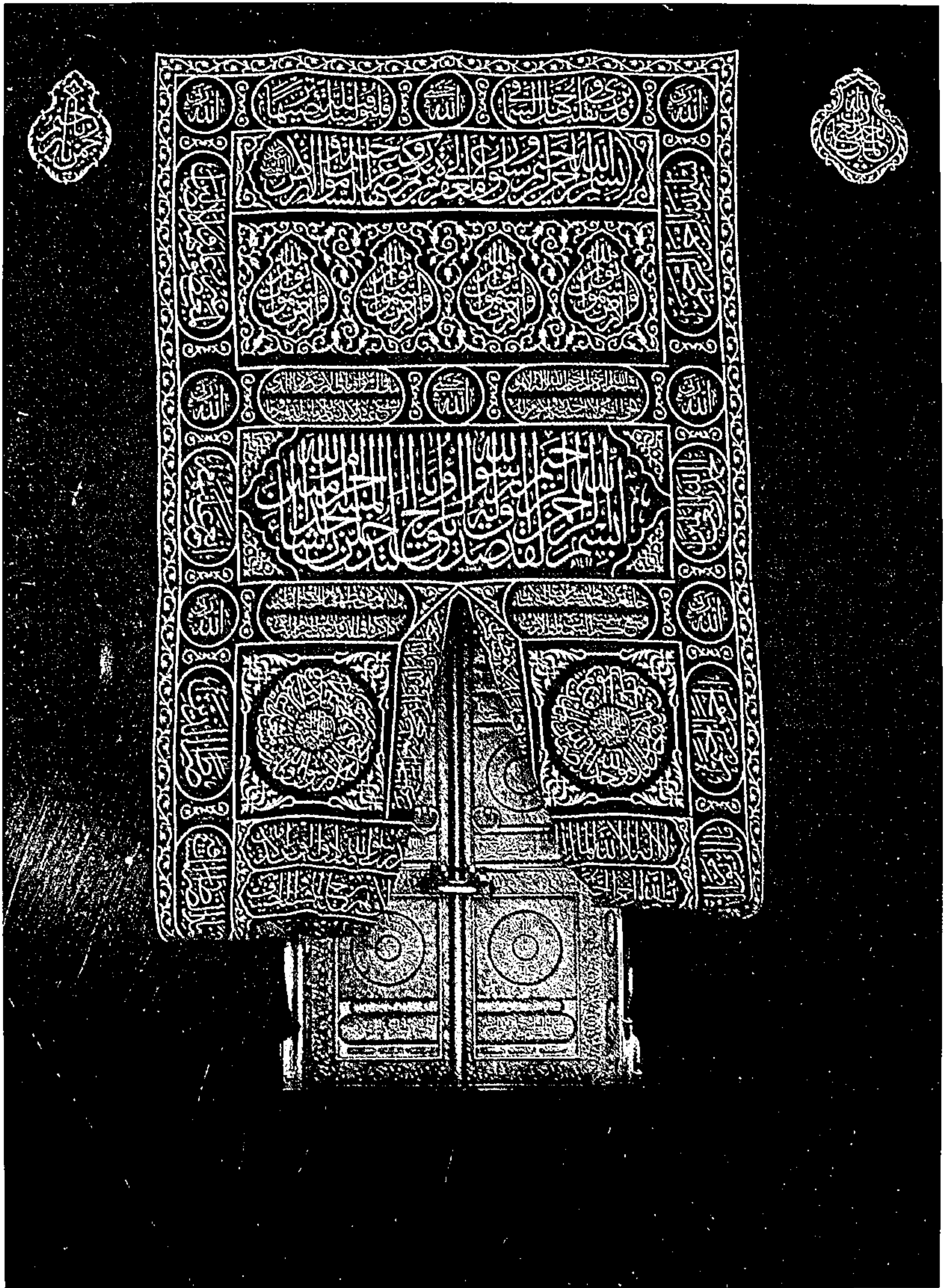
حرم شریف میں مقام ملتزم کا ایک منظر

حجرِ اَسود (بیت اللہ شریف)
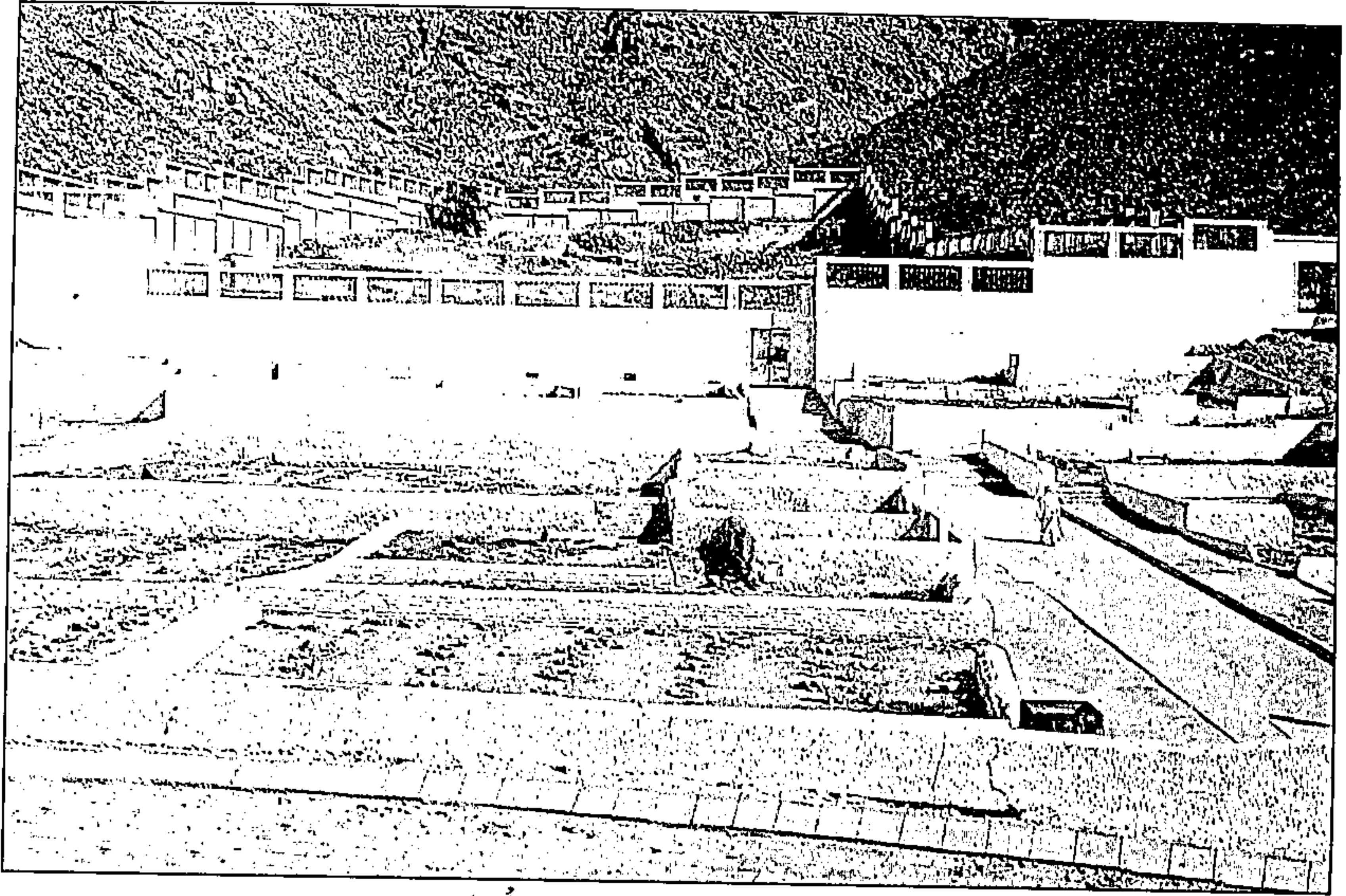
مکہ معظّمہ کا تاریخی قبرستان جنّت المُعَلّٰی
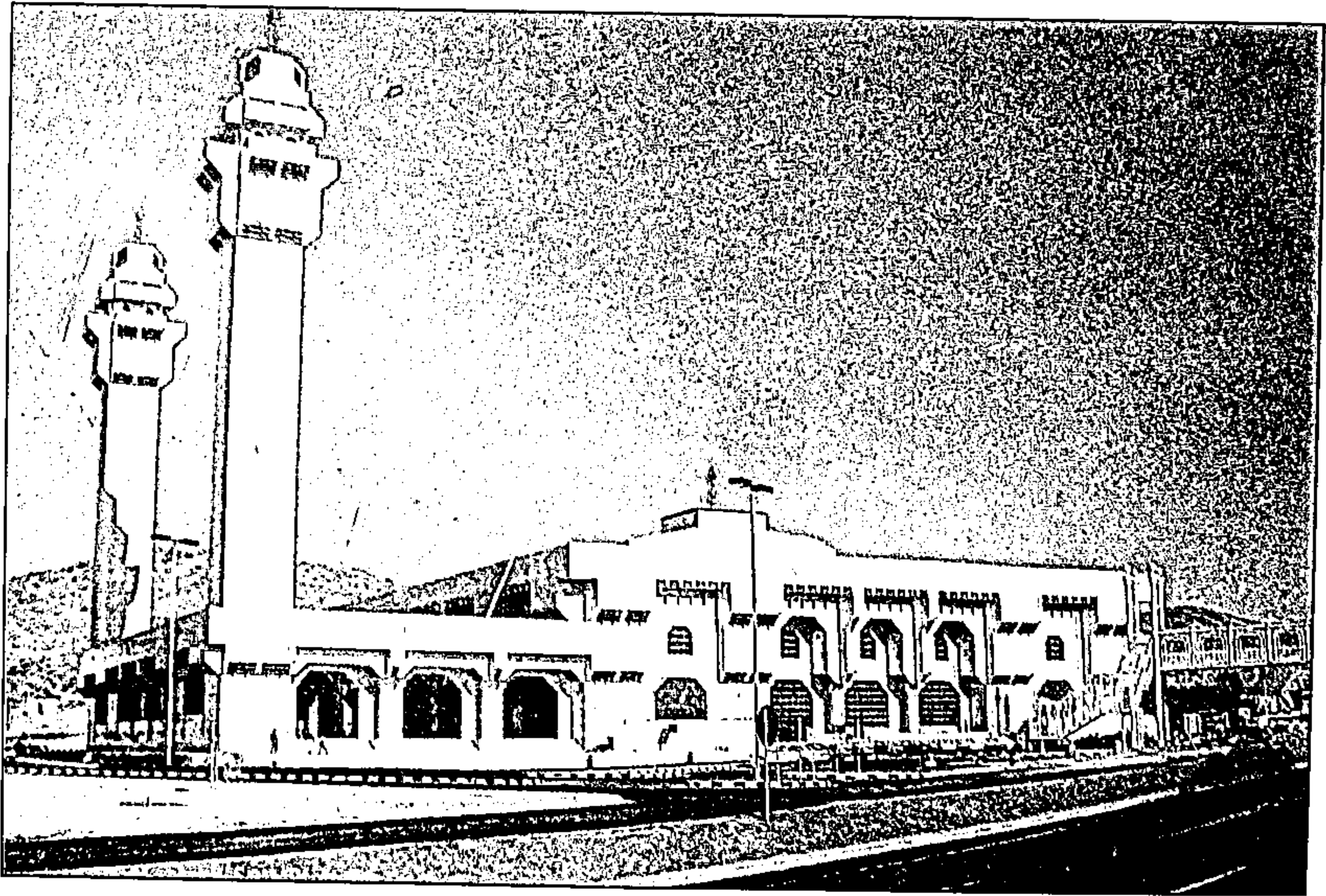
مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
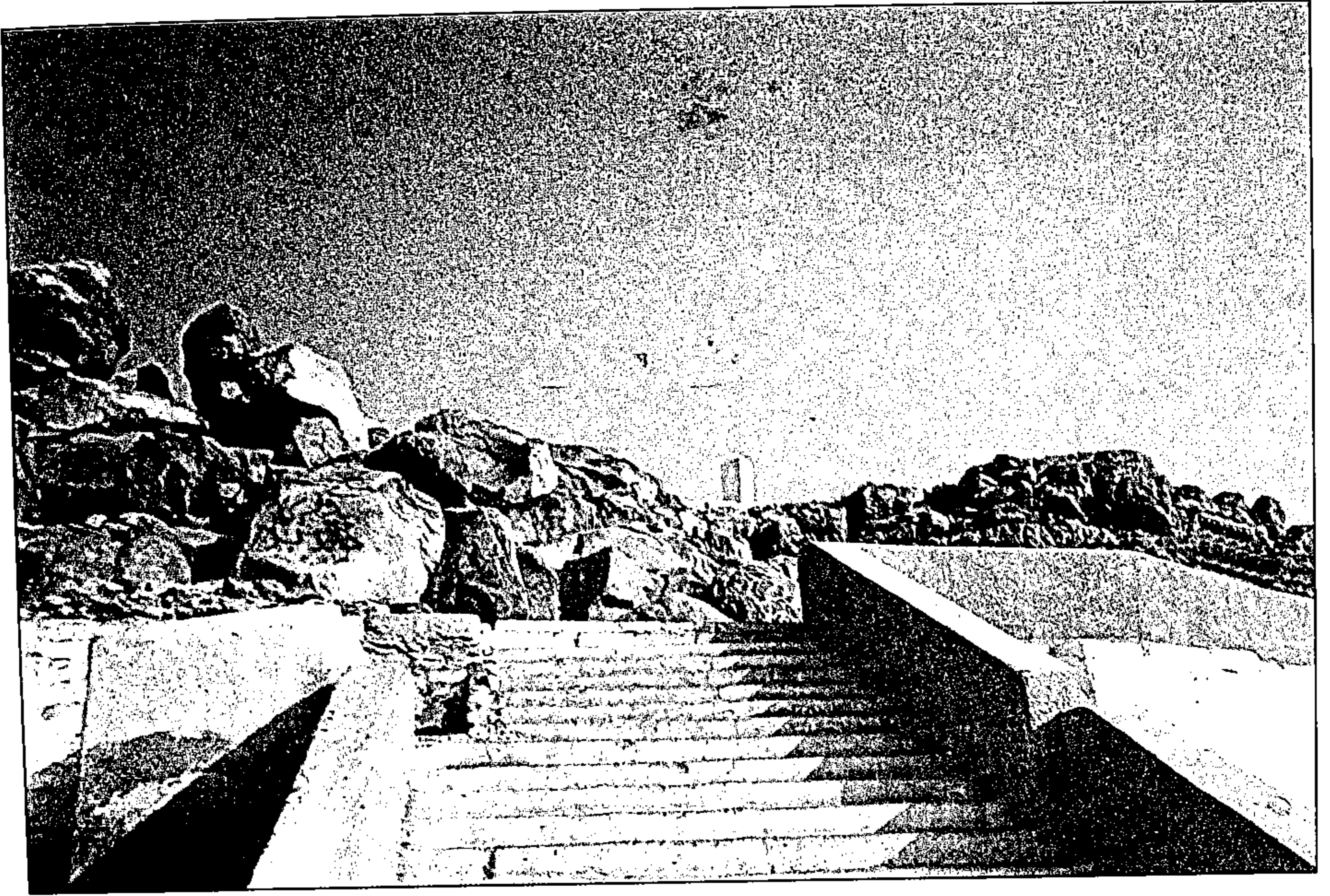
جبل الرحمۃ (عرفات)
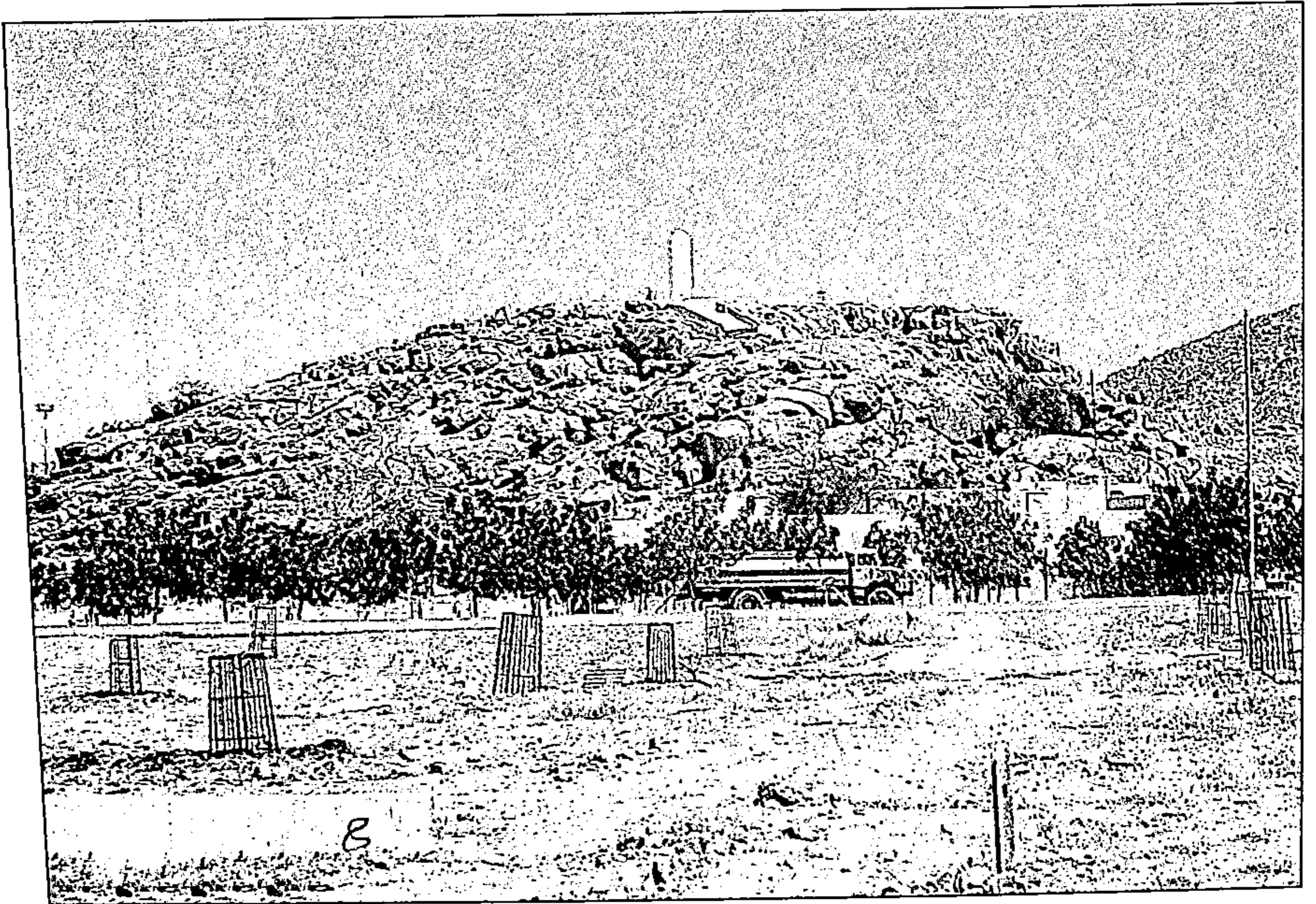
جبل الرحمۃ (عرفات)
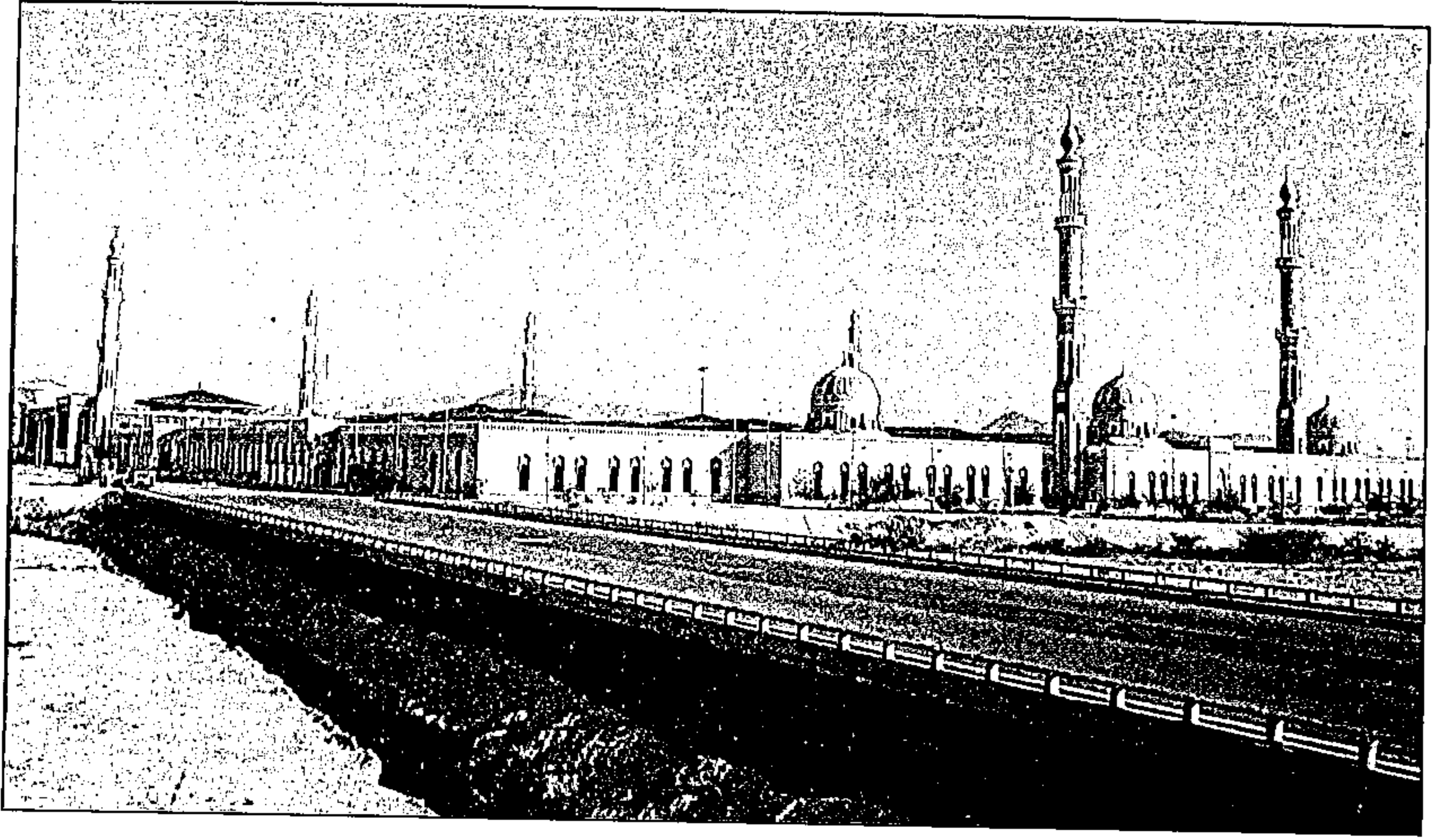
عرفات کے میدان میں مسجدِ نمرہ
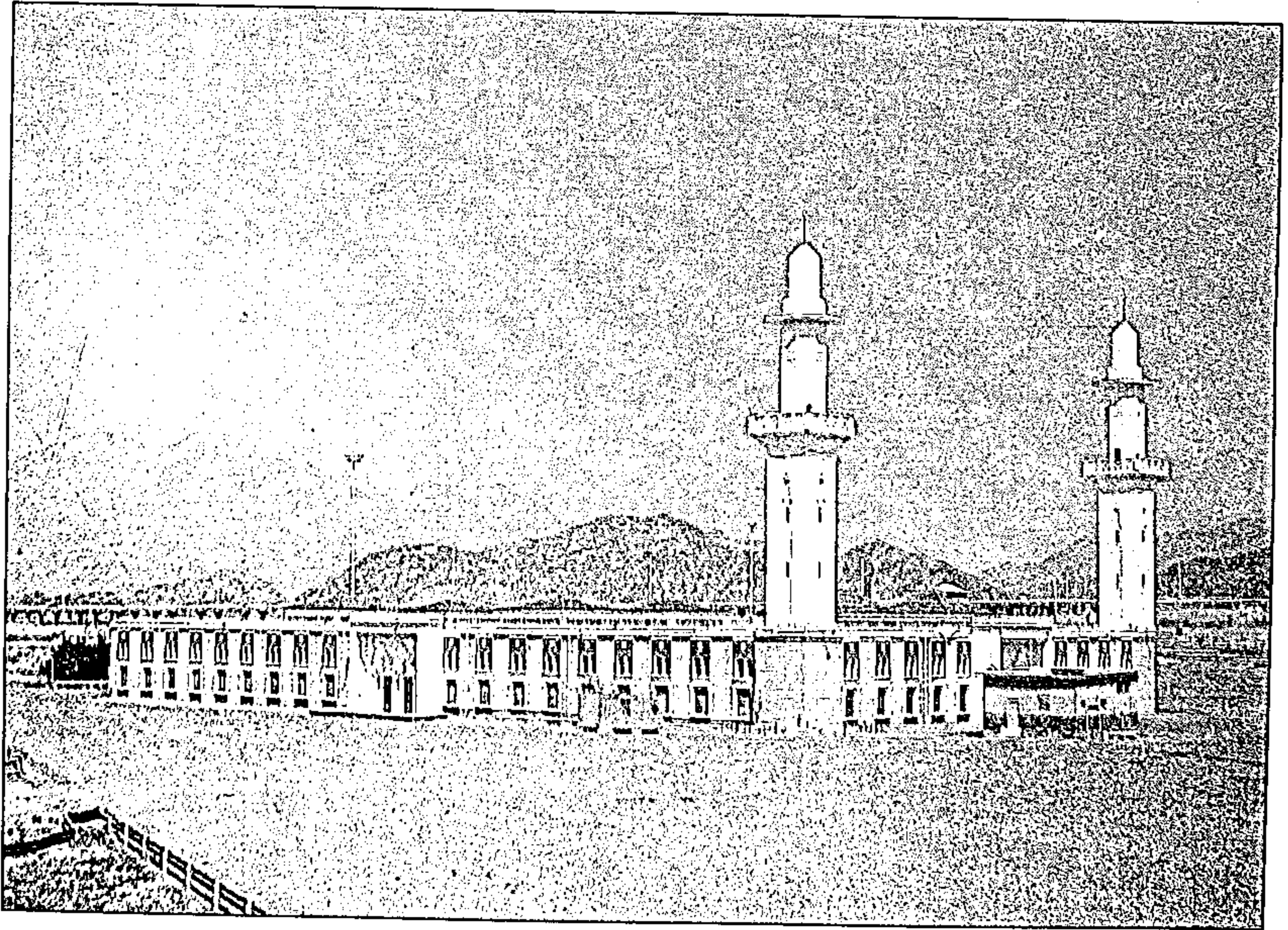
مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام
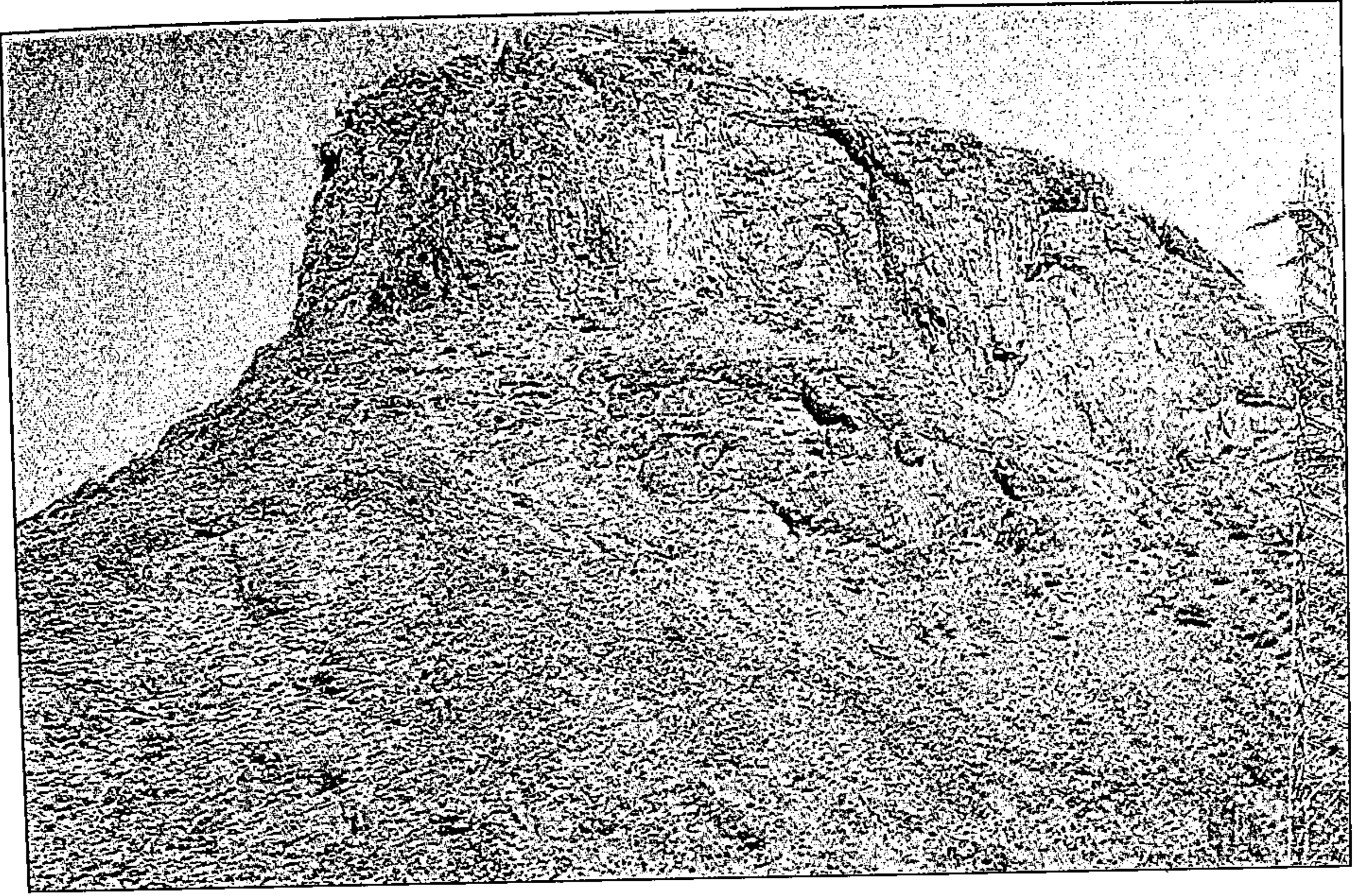
منیٰ کے راستے میں جبل نور
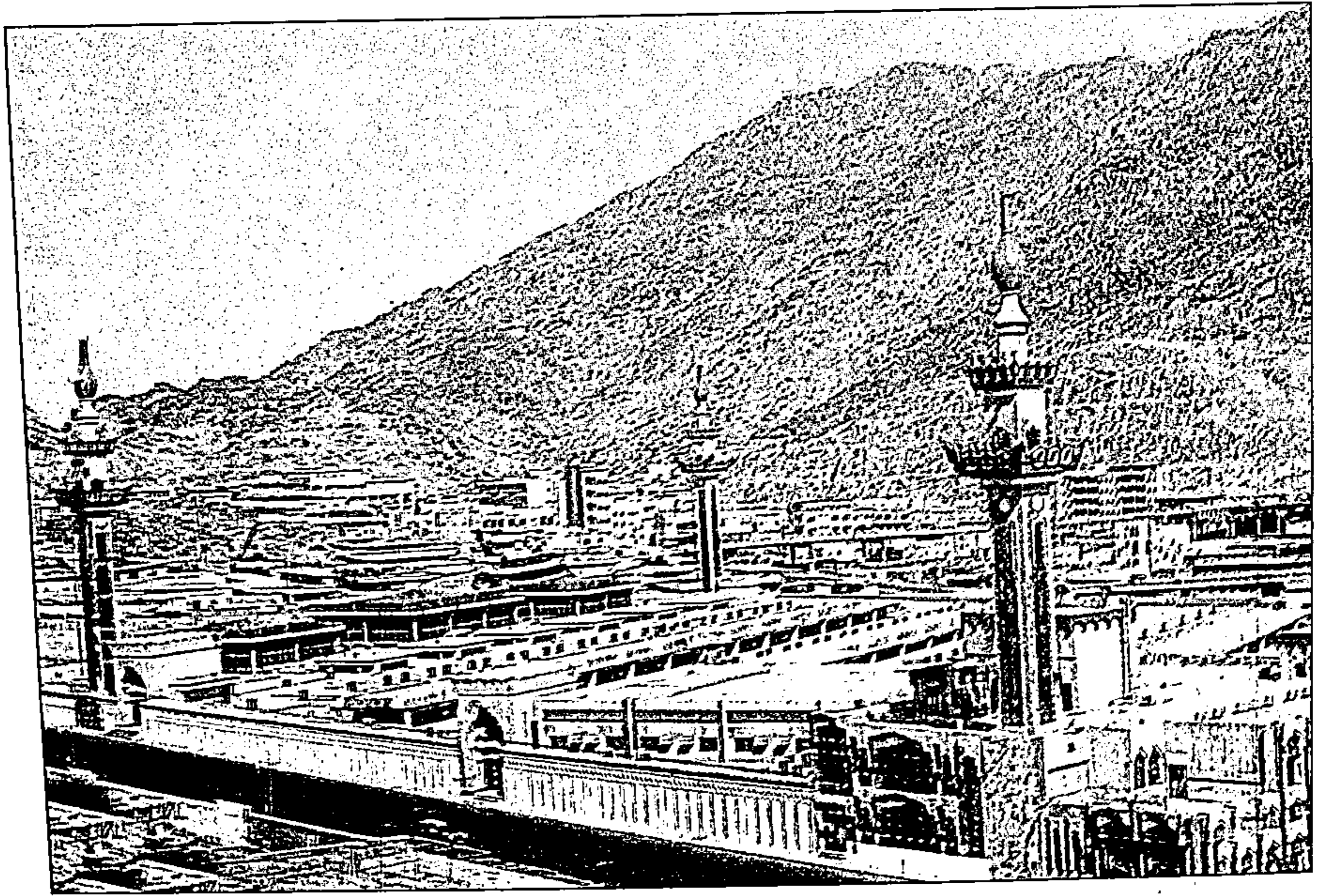
منیٰ میں مسجد خیف
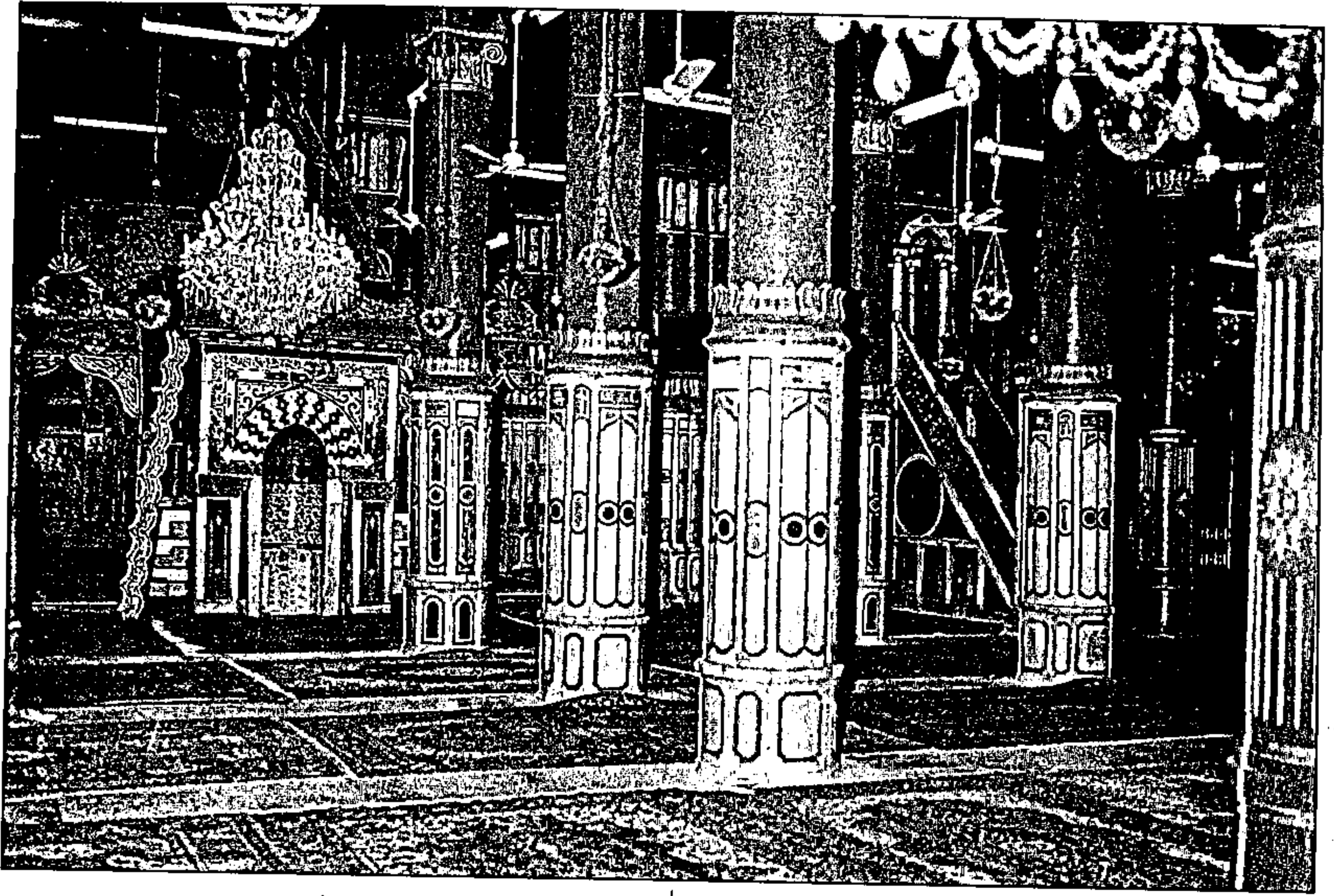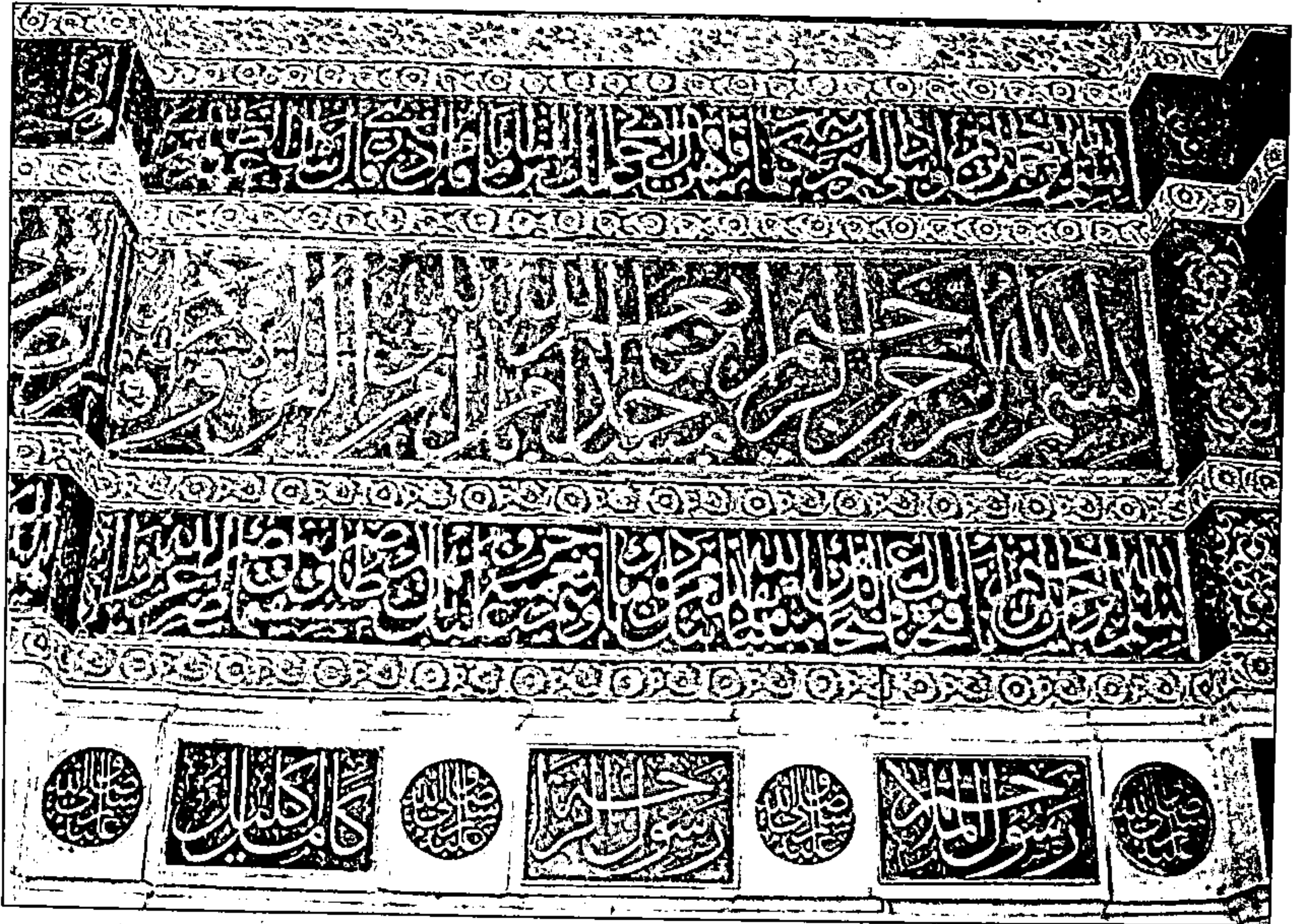
مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی توسیع کے بعد رات کا ایک دلکش منظر
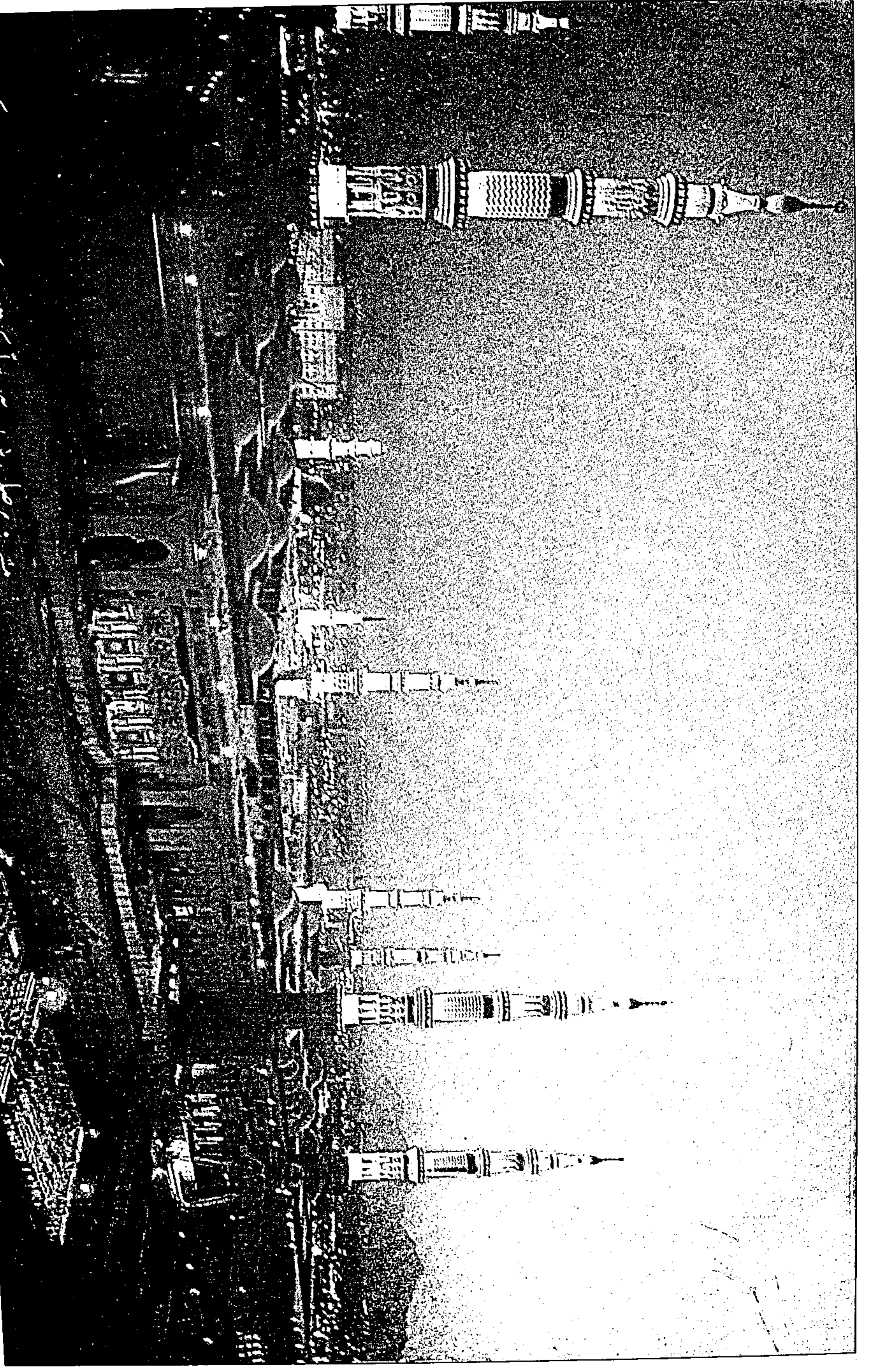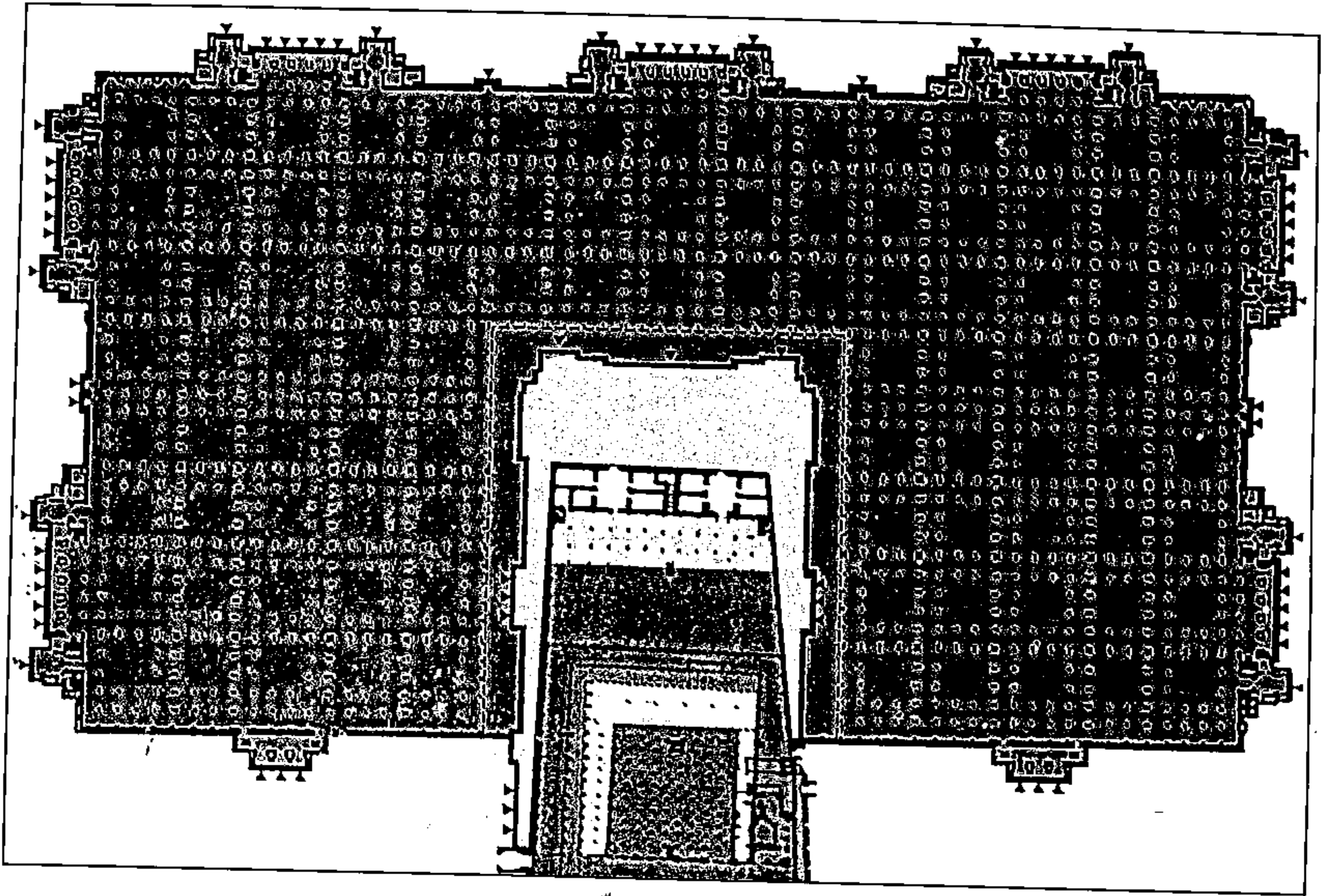
مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی توسیع کی تاریخ

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کے مختلف مراحل

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیرِ اوّل۔ جس کی بنیاد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ (622ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع۔ فتح خیبر کے بعد 7 ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی از سرِ نو تعمیر فرمائی۔ (629ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کے عہد میں 17 ہجری (637ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان کے عہد میں 29-30 ہجری (649ء-650ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الولید بن عبدالملک کے عہد میں 88-91 ہجری (706ء-709ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع المہدی العباسی کے عہد میں 161-165 ہجری (777ء-781ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع سلطان اشرف قائت بائی کے عہد میں 888 ہجری (1483ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع سلطان عبدالمجید عثمانی کے عہد میں 1265-1277 ہجری (1849ء-1860ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الملک سعود کے عہد میں 1372 ہجری (1953ء)

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع الملک فہد بن عبدالعزیز کے عہد میں 1405-1412 ہجری (1984ء-1992ء)
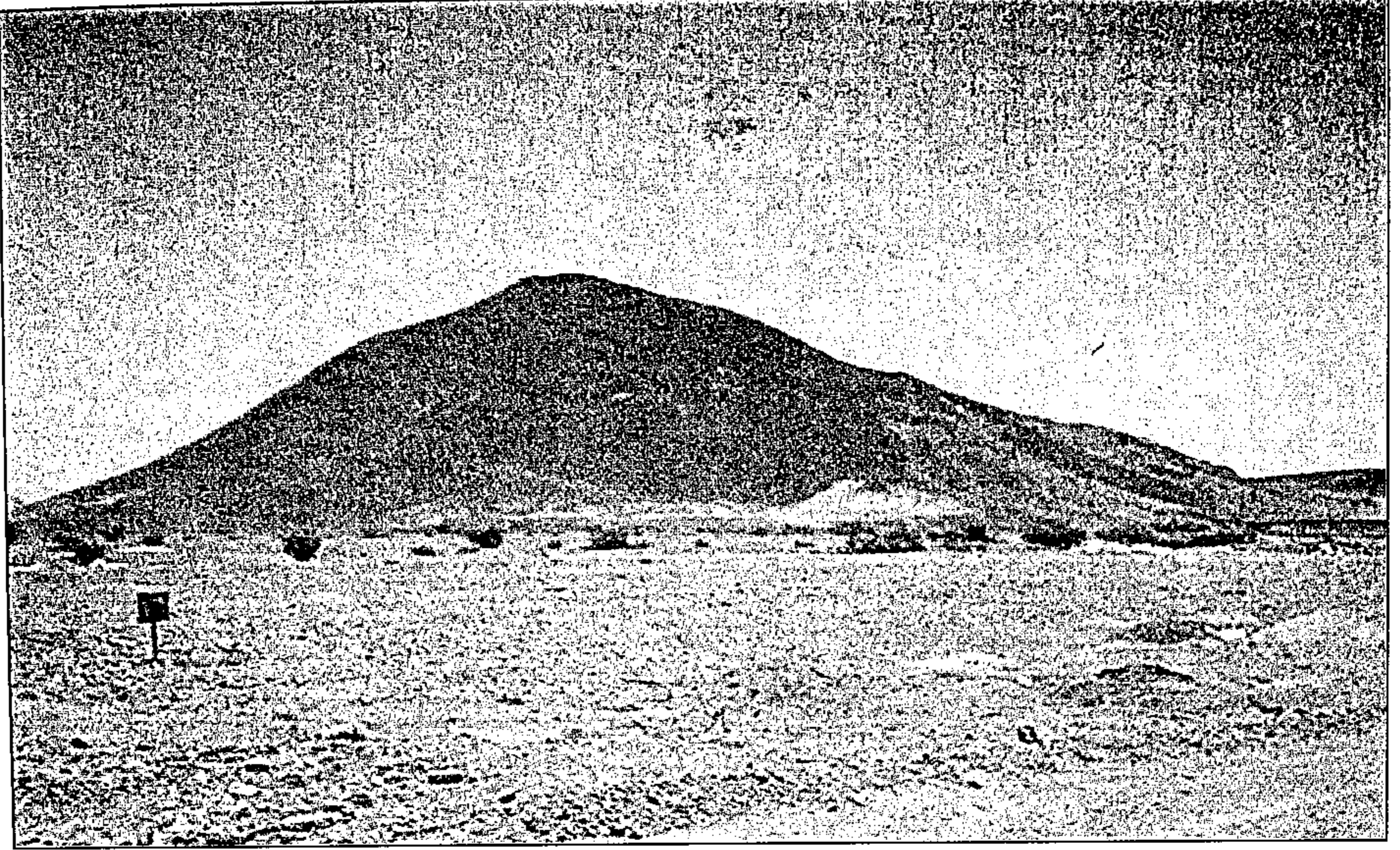
جبل النوم يفصل بين منطقتی البیداء وذات الجیش وعنده سقط عقد السیّدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها عندالرجوع من غزوة بنی المصطلق فتأخر النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم للبحث عنه فادركته صلاة الفجر فی مكان لیس به ماء وجاء الصدیق الی عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها وجعل یضربها وما یمنعها من التحرک الا ان النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم واضع رأسه علی فخذها، فنزلت آیة التیمم.(سورة النساء آیت43)

The mount of "sleep" Jabal al-Nawm: Between the two well known areas of al-Bayda and Dhat al-jaysh to the south of Madina .There Aisha(R.A.T.A.) lost her necklace, the Muslims were delayed in their march searching for it in an area lacking water, bringing about the revelation of the verse of Tayammum.
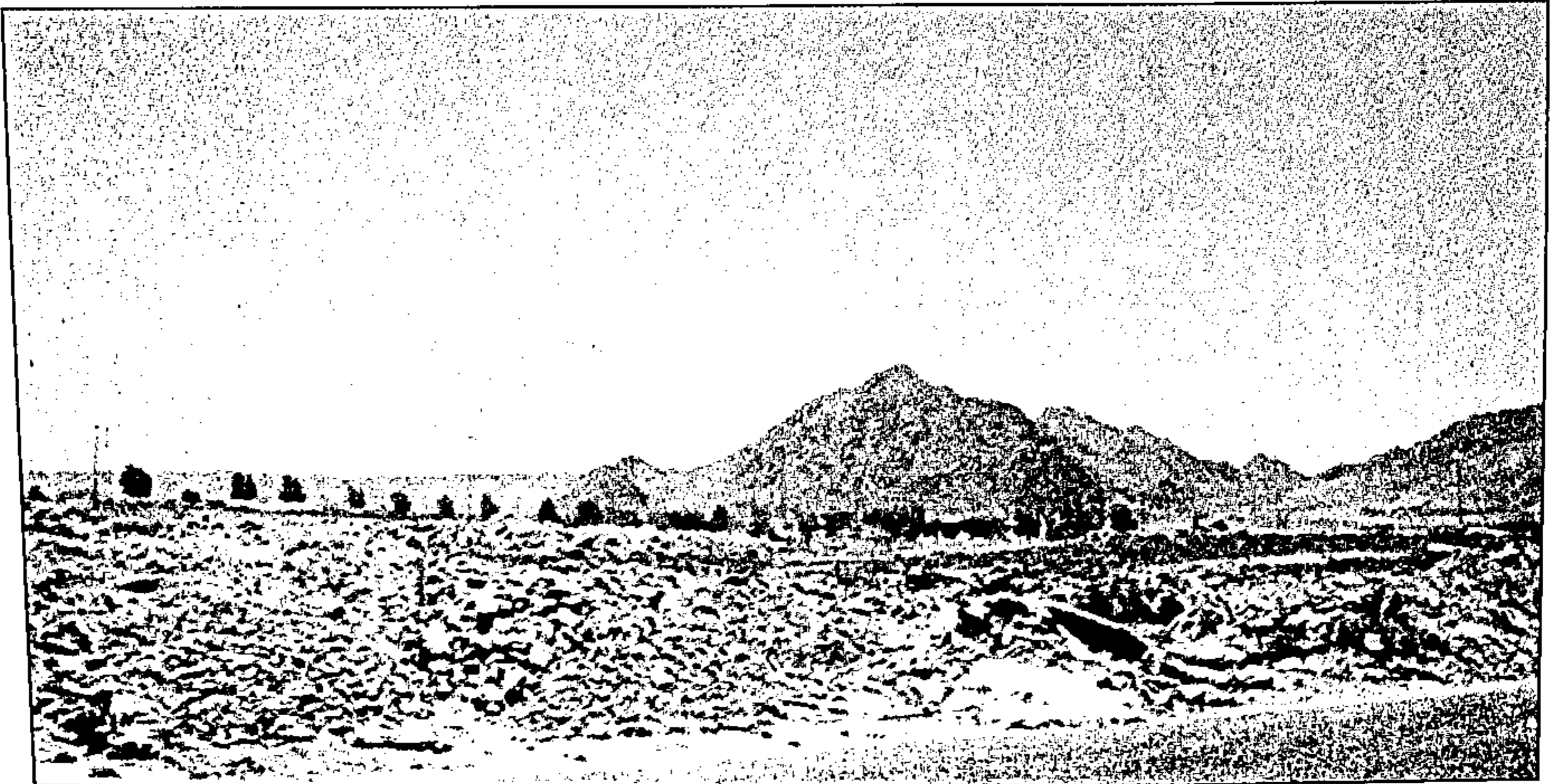
جبل جماء تضارع: من جبال الجموات الثلاثة وهی ثلاثة جبل متتابعة بوادی العقیق وقد ورد فیه حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم ، لا تسئیل تضارع الا عام ربیع.

The mountain of Juma Tadaru: One of the three Juma's . the Prophet(P.B.U.H.) said about it "The flood comes from Tadaru only on the year when there is spring".
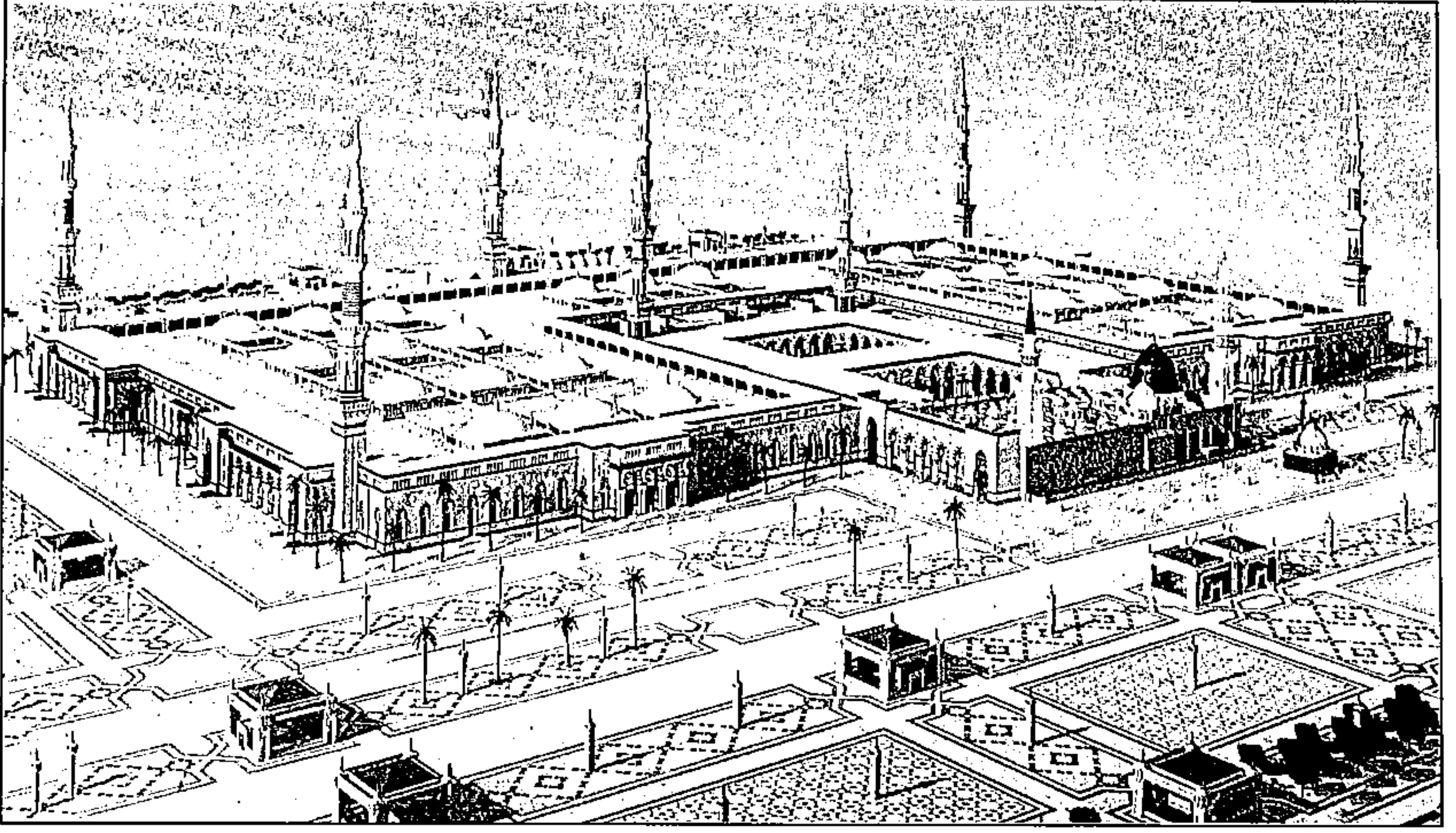
مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم توسیع کے بعد۔ ماڈل کی ایک تصویر
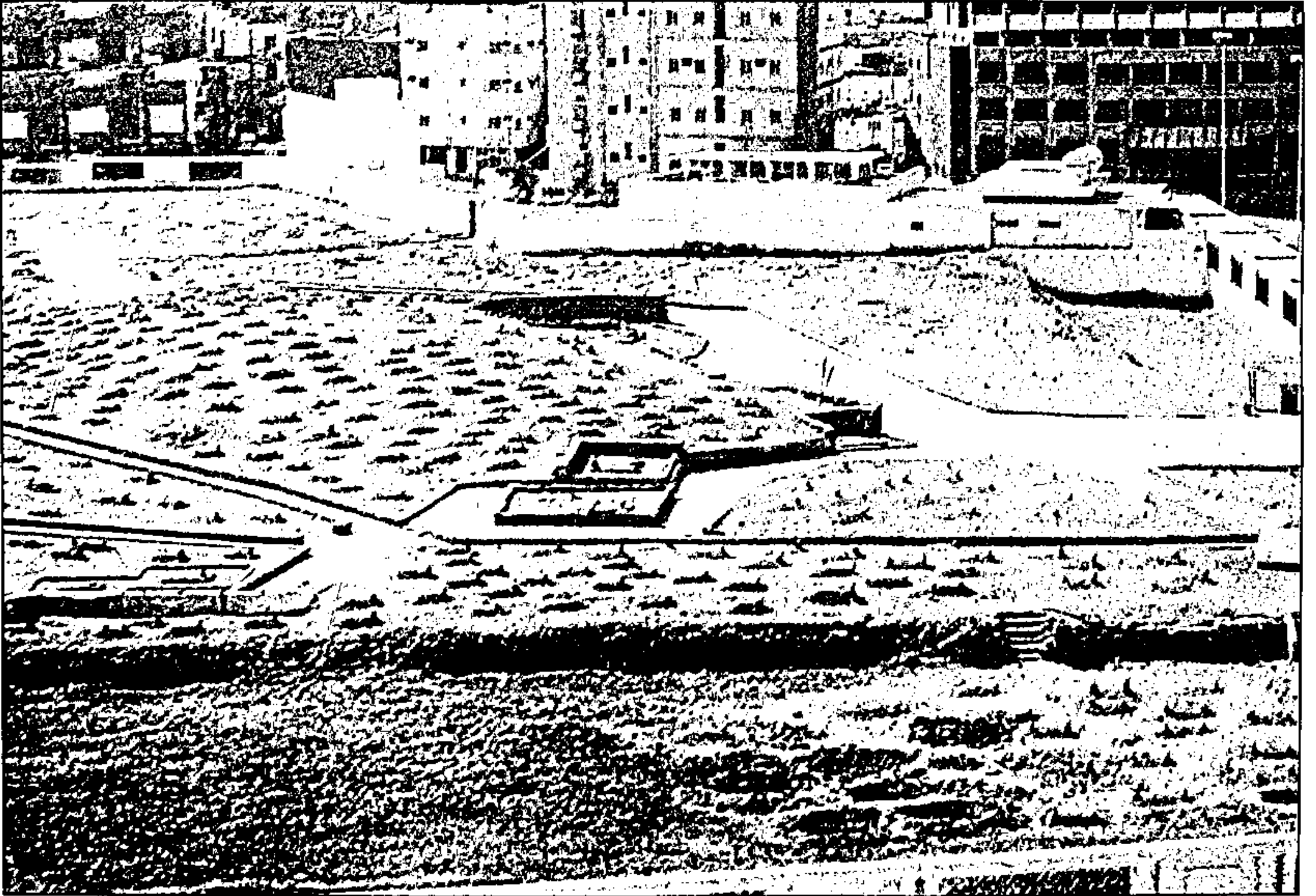
مدینہ منوّرہ کا تاریخی قبرستان۔ جنّت البقیع
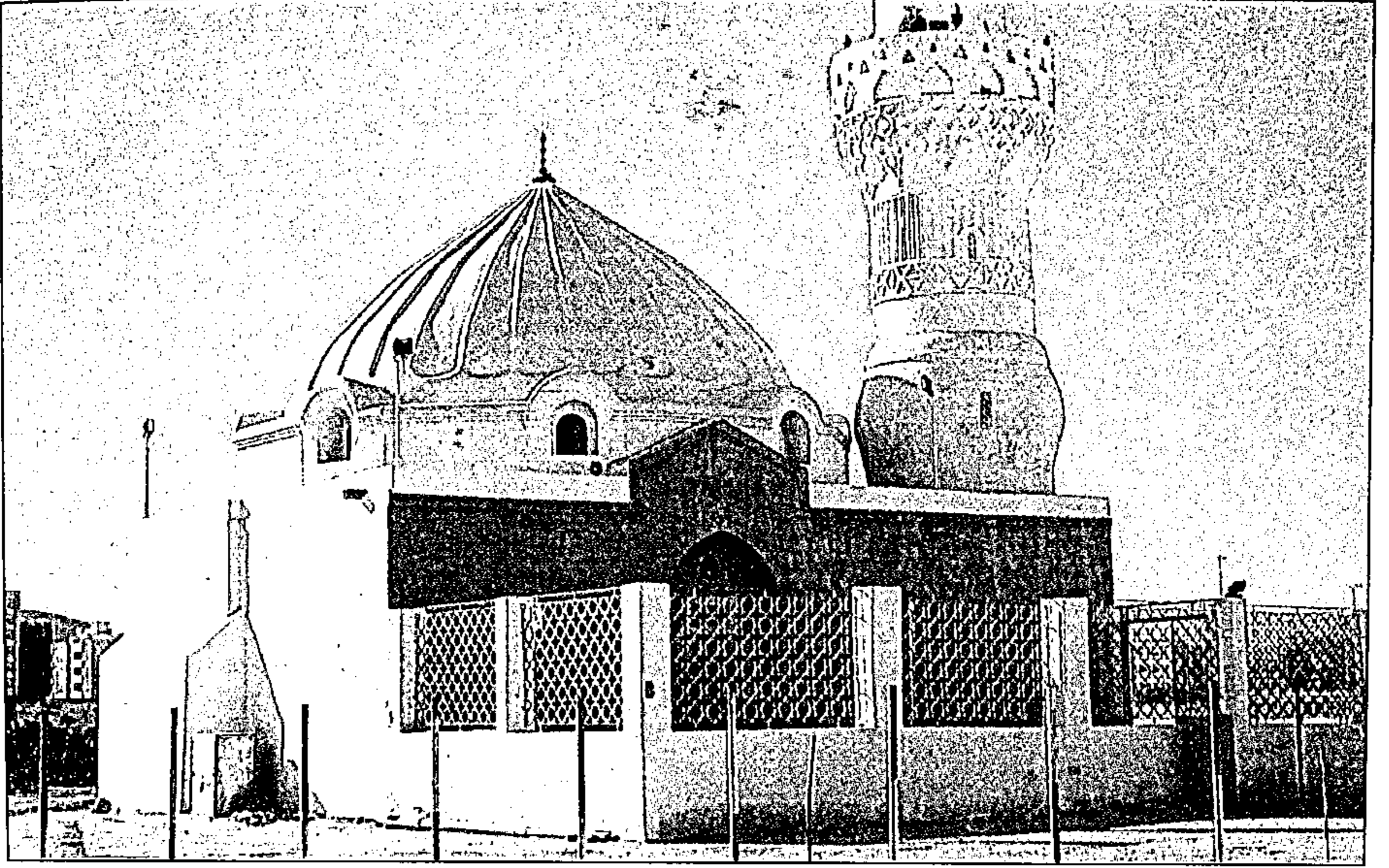
مسجدِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
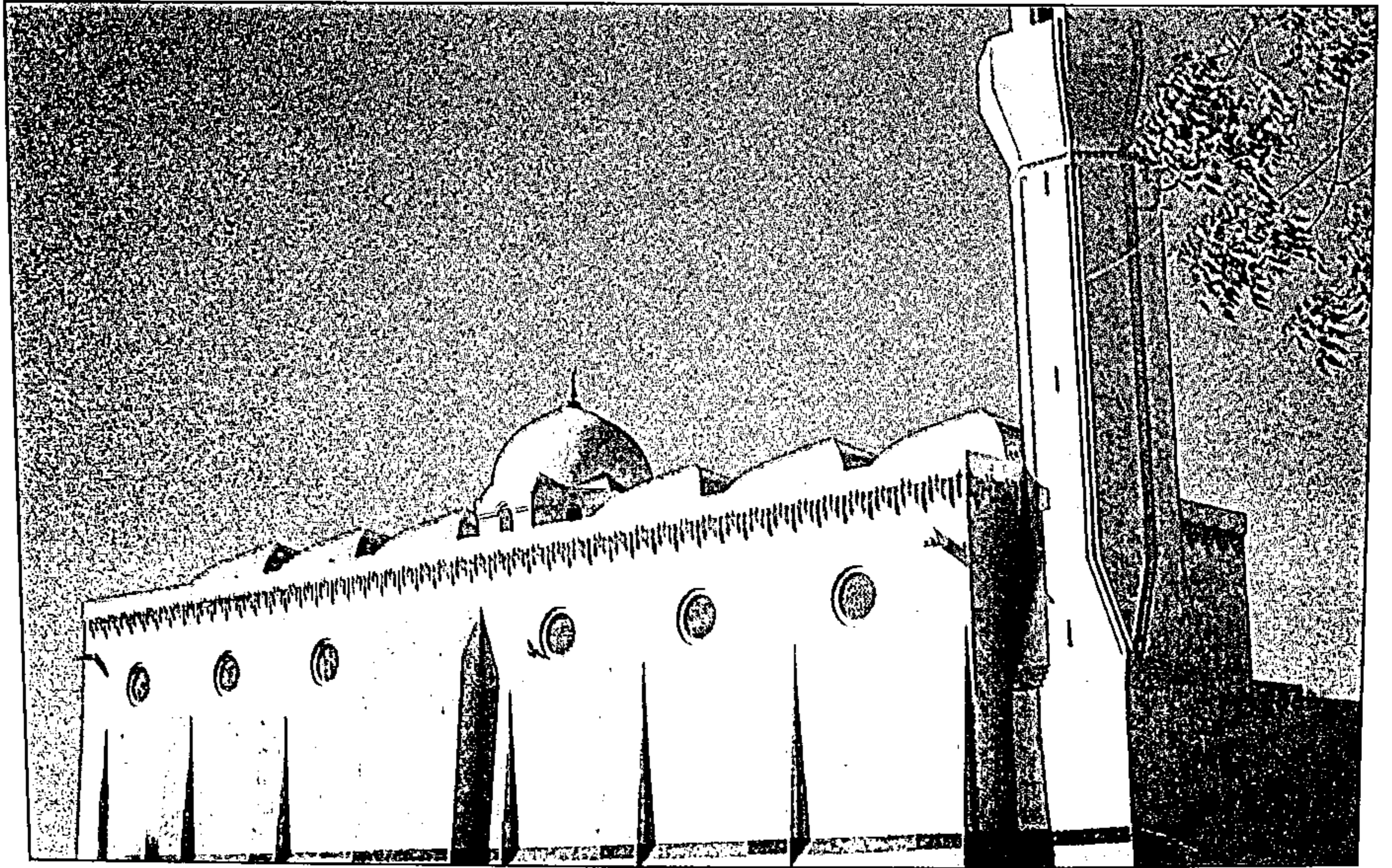
مسجدِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
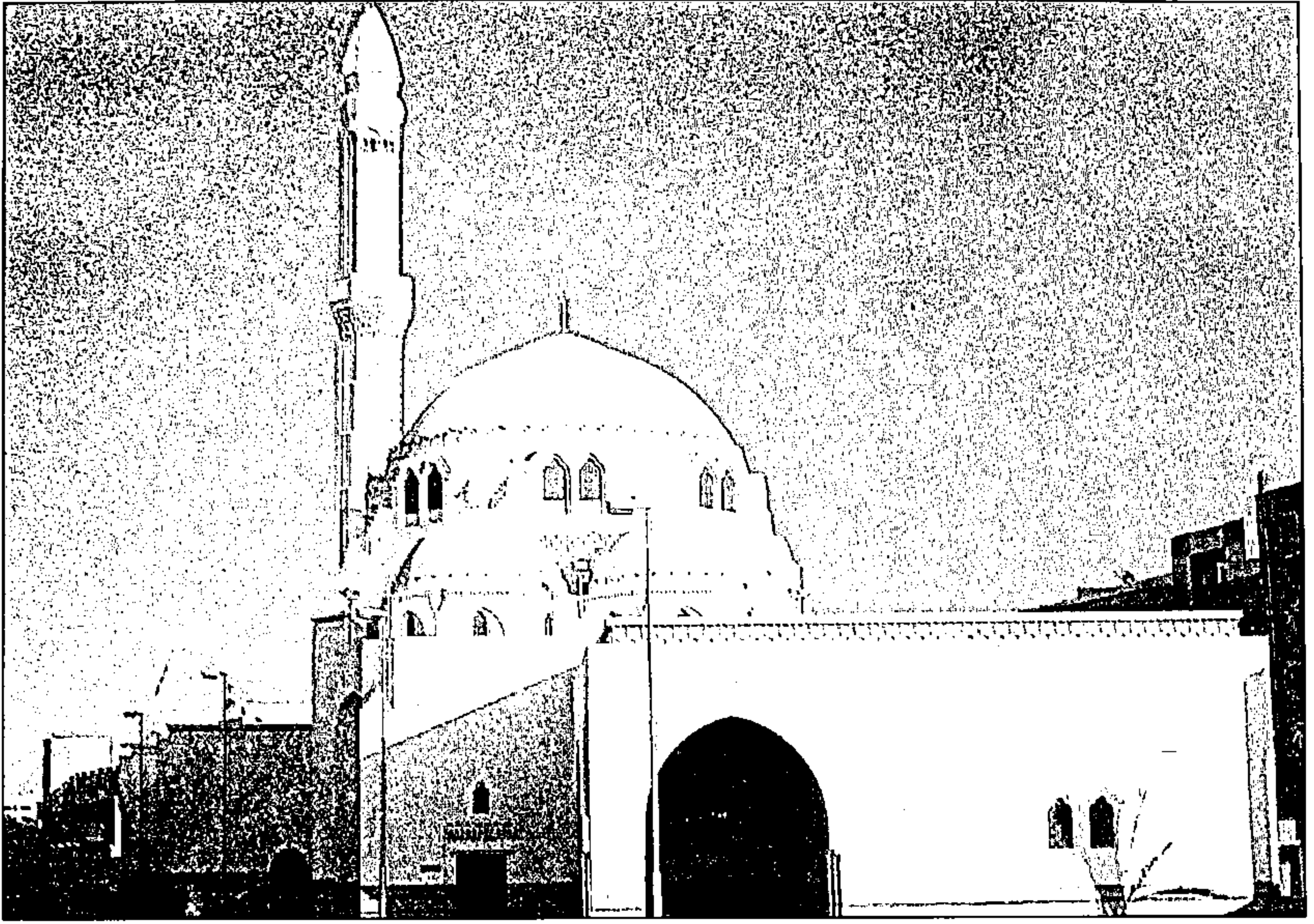
مدینہ منورہ میں مسجدِ جمعہ
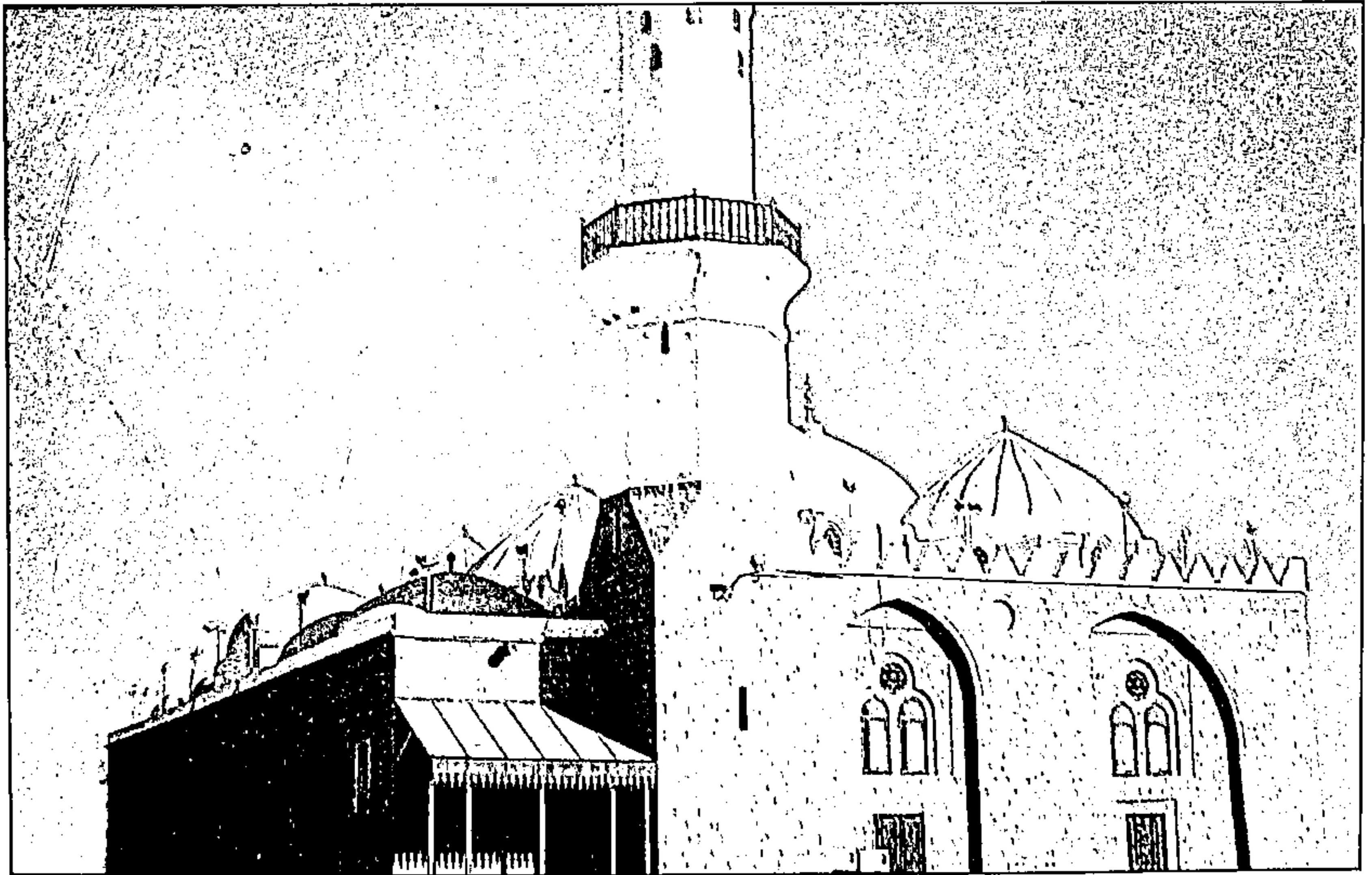
مدینہ منورہ میں مسجد غمامہ
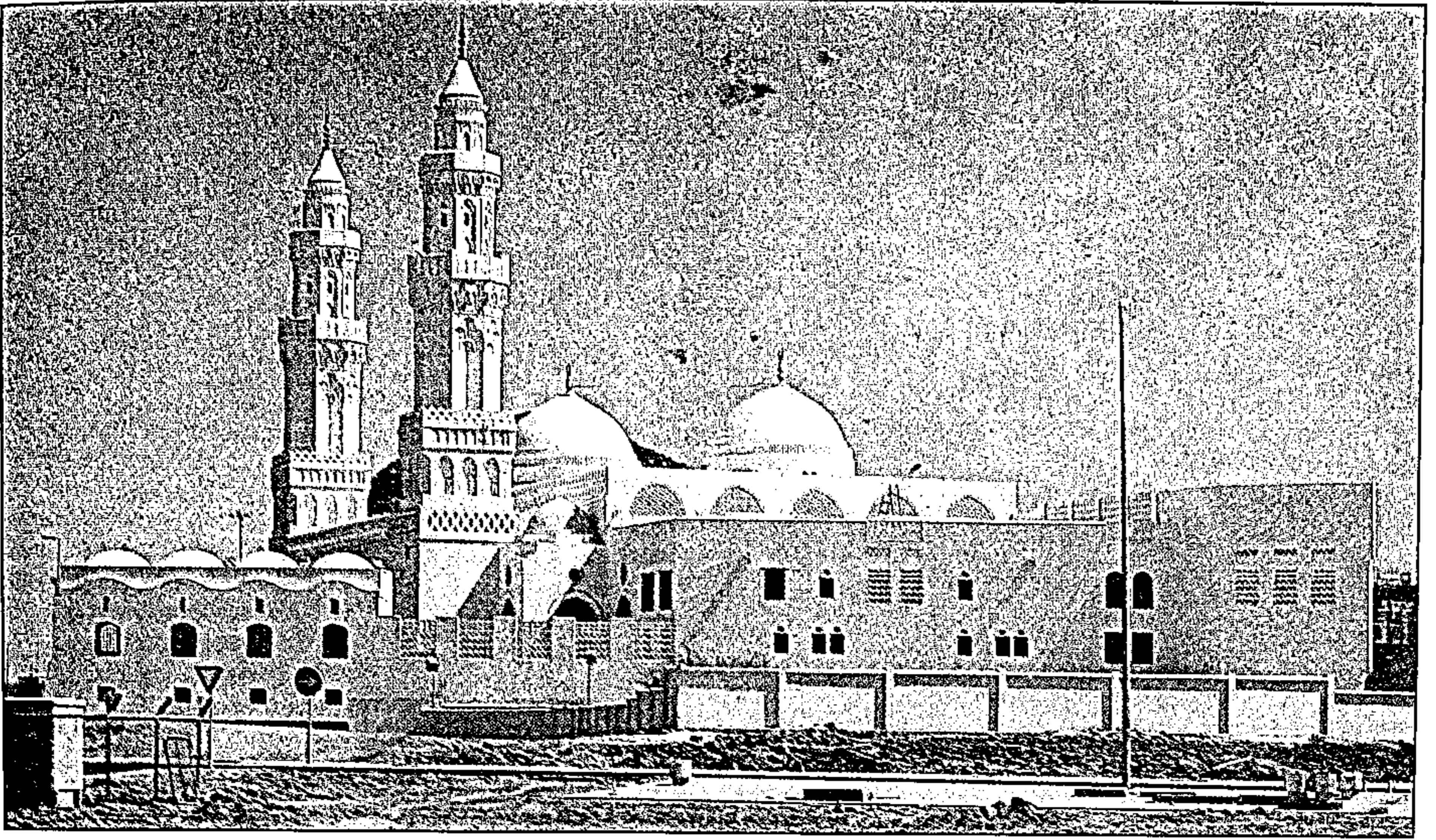
مسجدِ قبلتین (یعنی دو قبلوں والی مسجد)
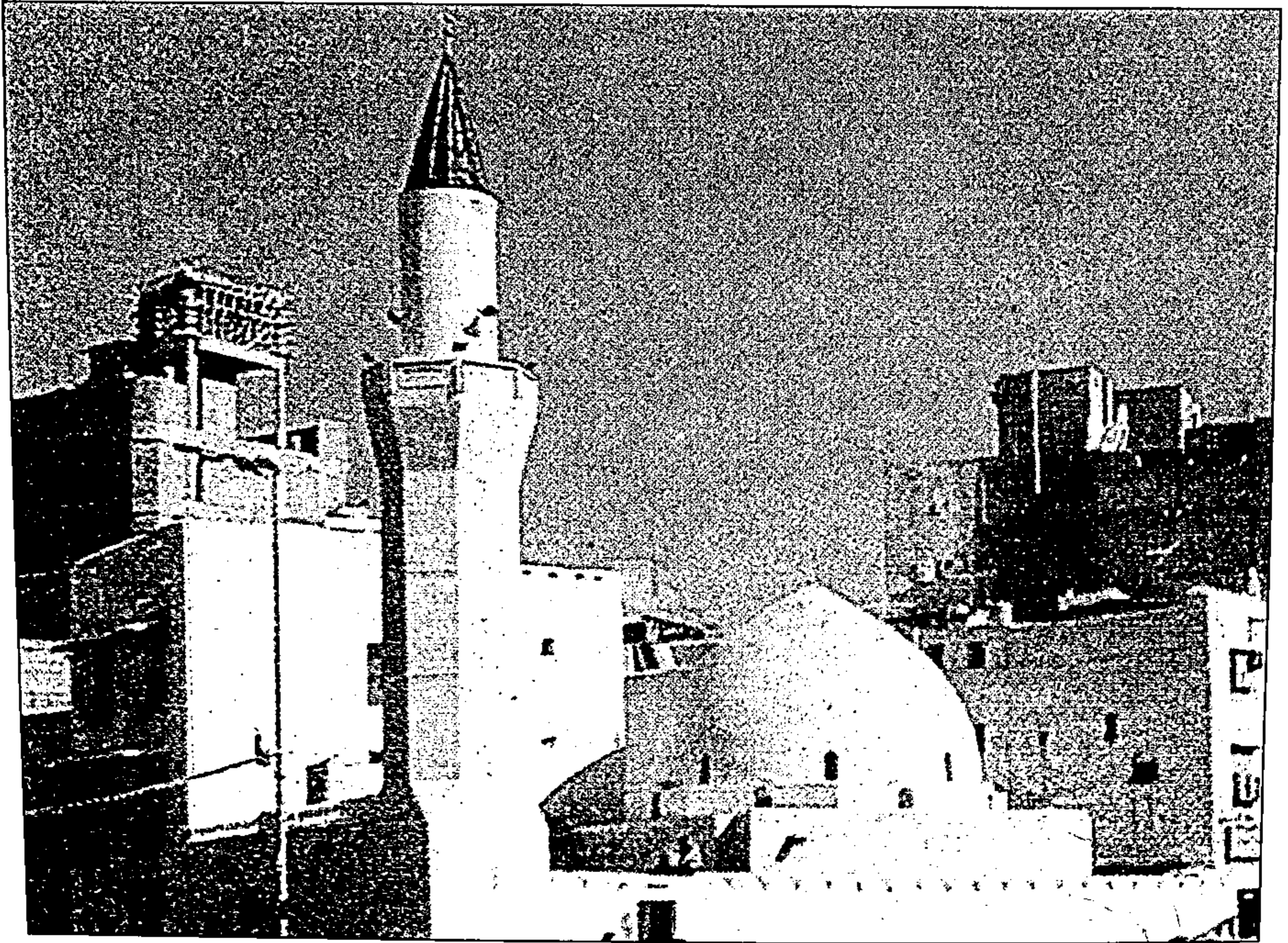
مسجد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
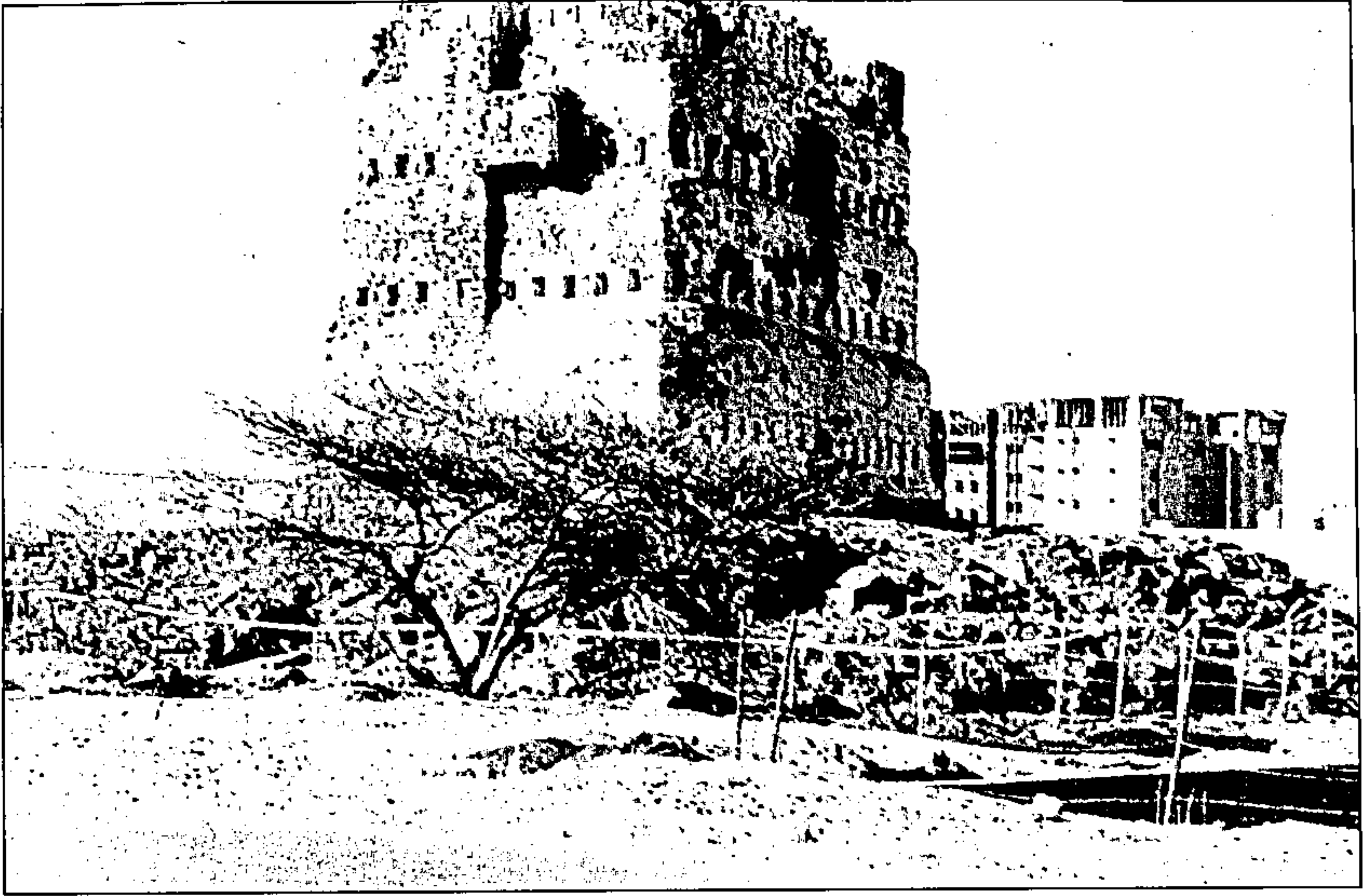
قـلـعة قبـاء: مـن القلاع القديمة وهى الى اليمين للذاهب لمسجد قباء، و غرب مسجد الجمعة
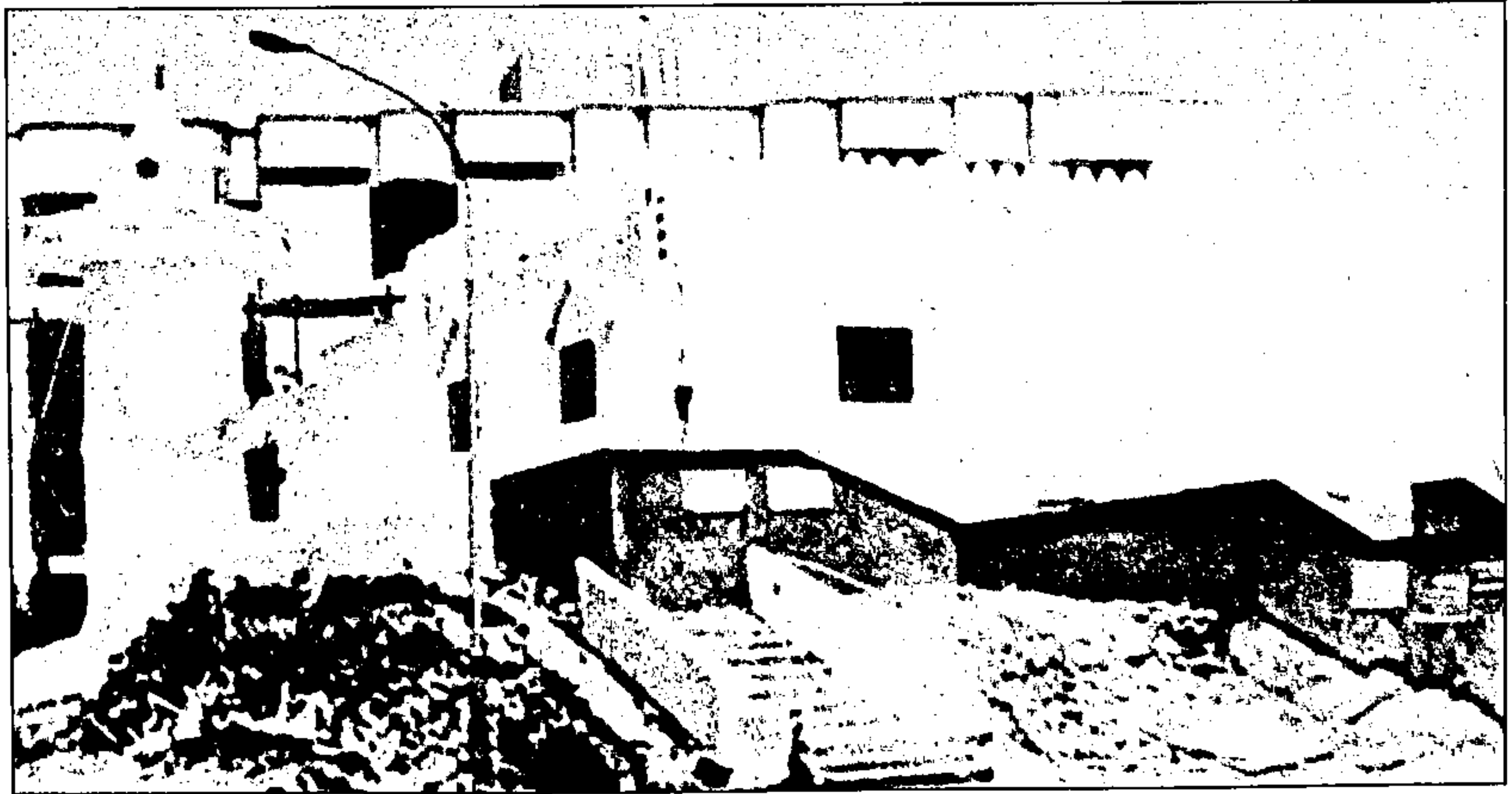
ثنية الوداع الشمالية كان النبى صـلـى الله عليه وآله وسلّم عند سفره يودع بها من يخلفه على المدينة و ضرب معسكره عليها استعداداً لغزوة تبوک و عندها حرم النبى صلى الله عليه وآله وسلّم ازواج المتعة

Northern Thaniyyat al-Wada: Where the Prophet (P.B.U.H.) bade farewell those he left in charge of Madina whenever he left it on a campaign. There also he pitched his tent before the Tabuk expedition.

بحیرہ روم
القدس
بلقاء
اردن
موتہ
اُم الرشراش
وادی السرحان
رومی لشکر کی واپسی
اذرح
بتراء (پٹرا)
قلزم
معان
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
خلیج سویز
سیناء
خلیج عقبہ
مدین
تبوک
مویلح
تیماء
ضبا
مصر
مدائن صالح
الوجہ
بحیرۂ احمر
خیبر
مدینہ منورہ
ینبع
حجاز
بحیرۂ احمر
100
200
300
400
500
کلومیٹر

غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ...﴾ ”توجہ فرمائی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر، وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنہوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں“ [التوبہ: 117/9]

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ ”اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر جو چھوڑ دیئے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)“ [التوبہ: 118/9]

﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ”تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں“ [التوبہ: 92/9]

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)

The route on the plateau of Thannitte Kada by which the Prophet Muhammad (P.B.U.H.) proceeded to Mecca for last pilgrimage (Al Wida'a - the "farewell") in the year 10 of El Hegra.

طریق (راستہ) ثنیۃ کدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 10 ہجری میں حجۃ الوداع کی ادائیگی کے لئے اس راستہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ (تصویر 1325ھ=1908ء)

(مرۃ الحرمین۔ اشاعت 1925ء قاہرہ مصر)
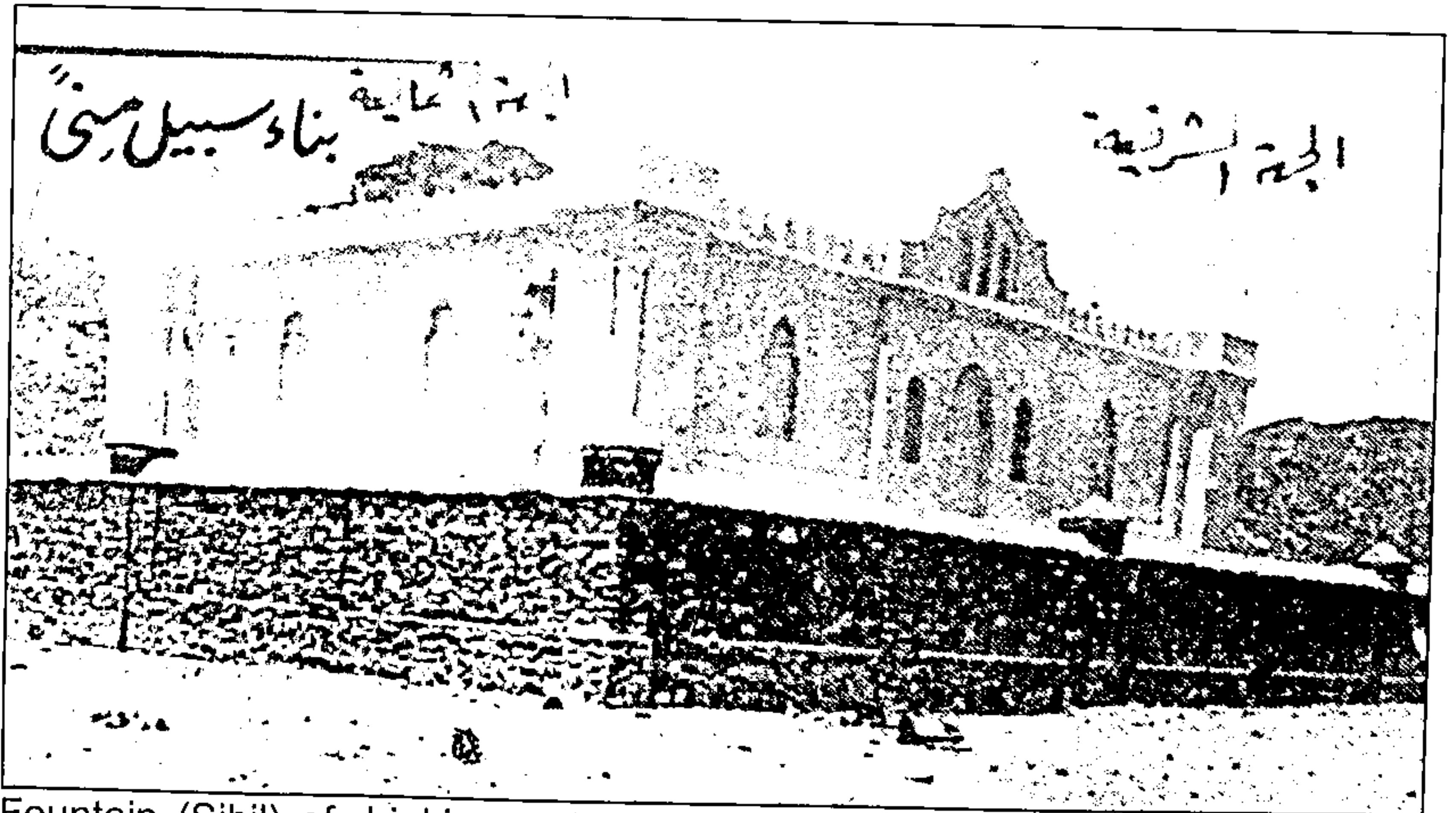
Fountain (Sibil) of drinking water at Mena for Pilgrims in the year 1340 H., East and South sides.

مقام ''منیٰ'' میں واقع 1340ھ (فوٹو 1921ء) میں حجاج کرام کے لئے پینے کے پانی کی ''سبیل''

(مرۃ الحرمین۔ اشاعت 1925ء قاہرہ مصر)

رسم
مشاعر الحج

میٹر	
٤٠٠	من الصفا الى المروۃ
١٠٤٢	من باب بنی شیبہ الی باب مقبرۃ المعلاۃ
٢٣٨٧	من باب مقبرۃ المعلاۃ الی سبیل الست
٣١٢٠	من سبیل الست الی جمرۃ العقبہ
١١٦/١٢	من جمرۃ العقبہ الی الجمرۃ الوسطی
١٠٦/٤٠	من الجمرۃ الوسطی الی الجمرۃ الصغری
٣٠٢٨	من جمرۃ العقبہ الی نهایۃ وادی محسر
٢٨١٢	من نهایۃ وادی محسر الی اول المأزمین
٤٣٧٢	من اول المأزمین الی علمی الحرم من جہۃ عرفہ
١٠٠٣	من علمی الحرم الی علمی عرفۃ
١٠٠٣	من علمی عرفۃ الی سفح جبل الرحمۃ

شمال
شرق
غرب
جنوب

مسجد البیعۃ
سبیل الست
جمرۃ العقبہ
الحجون
المعلاۃ
جبل قعیقعان
منیٰ
مزدلفۃ
المشعر الحرام
وادی محسر
طریق المأزمین
ابتداء المأزمین
علمی الحرم
طریق ضب
مسجد نمرہ
میدان عرفات
قناۃ زبیدہ
جبل الرحمۃ
جبل عرفات
طریق الطائف

مشاعر الحج
(مرآۃ الحرمین - قاہرہ مصر)

The Holy Niche in the Prophet's(P.B.U.H.) Mosque at Medina.

مسجد نبوی علیہ السلام میں محراب نبوی علیہ السلام شریف۔1325ھ

(مرۃ الحرمین۔قاہرہ مصر)
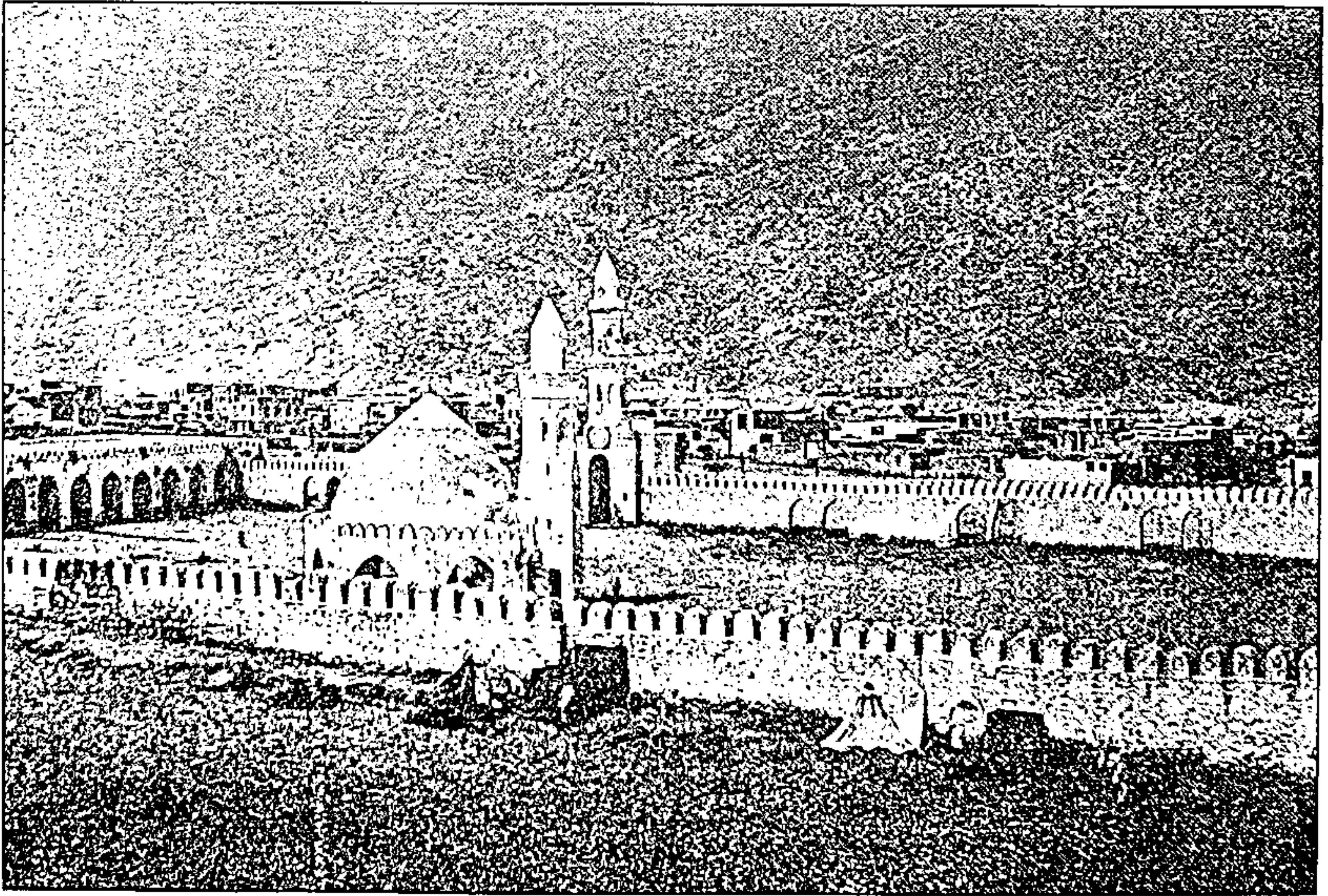
Mosque of El Kheif at Mina showing the dome under which the Prophet Muhammad (P.B.U.H.) performed the five prayers during his last pilgrimage Hajj-tul-Wida)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجۃ الوداع (10ھ) کے موقعہ پر یہاں پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ تصویر1320ھ

(مرۃ الحرمین اشاعت1344ھ قاہرہ مصر)

خريطة حجة الوداع

المدينة
ذو الحليفة
شمال
غرب
شرق
جنوب
الروحاء
الأبواء
عسفان
سرف
جدة
مكة
منى
مزدلفة
عرفة

رسم تقريبي
لطريق الرسول (ص) في حجة
الوداع
عمل محمد عبد العزيز الخولي

خريطة حجة الوداع

A map showing the Prophet's (P.B.U.H) farewell pilgrimage(Hajj-tul-Wida)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ سے حجۃ الوداع (10ھ) کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ تشریف آوری کا راستہ۔ نقشہ طریق

(مرآۃ الحرمین۔ اشاعت 1925ء قاہرہ مصر)